سلسلہ اشاعت نمبر ۱

آفتاب ہدایت کا پہلا اور تحریف سے پاک عکسی ایڈیشن

آفتابِ ہدایت
ردِّ رفض و بدعت

مع **مناظراتِ ثلاثہ**

مناظرِ اسلام فاتحِ رافضیت قاطعِ وھابیت شیرِ پنجاب حضرت علامہ
ابوالفضل **محمد کرم الدین دبیر** علیہ الرحمۃ بھیں ضلع جہلم
(متوفی ۱۹۳۶ء)

مسلکِ دبیر پر محرفین کے شبہات کا ازالہ
از: میثم عباس قادری رضوی

ادارہ تحفظ عقائدِ اہلسنّت پاکستان

مناظرِ اسلام فاتحِ رافضیت قاطعِ وھابیت شیرِ پنجاب حضرت علامہ

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

جاء الحق وزھق الباطل ۸۶
رد عقاید و مسائل شیعہ میں جامع و لاجواب کتاب
موسومہ

آفتاب ہدایت

رد

رفض و بدعت

مؤلفہ
شیر اسلام ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر
رئیس بھیں ضلع جہلم

مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور

تعداد جلد ایکہزار ۱۰۰۰
قیمت فی جلد [illegible]

اِنتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو خلوصِ قلب سے حضرتِ اقدس مولانا حافظ حاجی مولوی سیّد جماعت علیشاہ صاحب محدّث علیپوری مدّظلہم العالی کے اسمِ گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ اس زمانہ قحط الرّجال میں آپ ہی وہ بزرگ ہستی ہیں جنکو اوجِ فضل وکمال کا درخشندہ نیّر اور فلکِ علم و عرفان کا روشن آفتاب کہنا بجا ہے۔ مذہب حق اہلسنّت والجماعۃ کو آپ کی ذاتِ والا پر فخر و ناز ہے اور اہلِ باطل آپ کا نام نامی سُنکر جا بجا لرزہ براندام ہیں۔ خدا کے فضل سے خلوت میں ہزارہا نفوس آپ کی توجہ باطن سے تزکیہ حاصل کر رہے ہیں، اور جلوت میں آپ کے وعظ و بیان سے لاکھوں انسانوں کو ہدایت ہو رہی ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں جنھوں نے اپنی علو ہمت سے فتنۂ ارتداد کے بہتے ہوئے سیلاب کو روک کر سدِ سکندری حائل کر دی اور خلقِ خدا کو ضلالت مرزائیت وہابیت۔ نیچریت۔ رفض وغیرہ سے نجات دلائی۔ ہر ایک اسلامی انجمن آپ کے دستِ جود و سخا کی مرہون اور ہر ایک مبلّغ و مصنّفِ اسلام آپ کے لطف وکرم کا ممنون ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی مساعیٔ جمیلہ میں برکت کرے اور تا ابد آپ کا ظلِّ عاطفت مسترشدین کے سروں پر قائم رہے۔ آمین۔ ثم آمین۔

خاکسار مصنّف

فہرست مضامین آفتاب ہدایت ردّ رفض و بدعت

مضمون	صفحہ
وجہ تالیف کتاب	۱
شیعہ کیلئے لفظ روافض کا لقب عطیہ بارگاہ ایزدی ہے۔	۲
اسلام کی تصویر اہل السنۃ کے نقطۂ خیال سے	۳/۴
اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتے ہیں۔	۴ تا ۸
شیعہ قرآن کو نہیں مانتے۔	۹ و ۱۱
قول مرزا احمد علی لاہوری کہ یہ قرآن غلط اور ناقص ہے اور ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔	۱۱ و ۱۳
قرآن پر مرزا کے اعتراضات کا جواب	۱۴ و ۱۵
شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن پر مزید ثبوت	۱۸ و ۲۰
امام مہدیؑ کب آئیں گے	۲۰
شیعوں پر اللہ تعالےٰ غضبناک ہوگیا۔ اس لئے امام مہدیؑ کی آمد رک گئی۔	۲۰ تا ۲۱
وجہ عدم ظہور امام مہدیؑ بقول حائری	۲۲ تا ۲۴
موت امامؑ کے اختیار میں ہے۔	۲۴/۲۵
شیعہ کے متعدد قرآن (ستر گز کا قرآن)	۲۵
مصحف فاطمہؓ جو اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے۔	۲۶
اور اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں جعفر بجامد شیعہ کے بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں۔	۲۷
تحریف آیات قرآن بحوالہ کافی کلینی۔	۲۷ تا ۲۹
شیعہ کا اس قرآن پر ایمان ہونا ممکن ہی نہیں۔	۳۳ تا ۳۴
شیعہ کے اس الزام کا جواب کہ اہل السنۃ اس قرآن کو نہیں مانتے	۳۴ تا ۳۶
شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا۔	۳۷ تا ۳۸
فضائل اصحاب ثلٰثہ کا ثبوت ۲۸ آیات قرآن کریم سے	۳۸ تا ۴۲
فضائل اصحاب ثلٰثہ پر عقلی دلیل	۴۳/۴۴
فضائل اصحاب ثلٰثہ کا ثبوت کتب شیعہ سے (فضائل ابوبکر صدیقؓ)	۴۴ تا ۹۳
فضائل حضرت عمر فاروقؓ	۹۴ تا ۱۱۱
فضائل حضرت عثمانؓ (کہ ہر دو دامادی رسولؐ کا شرف)	۱۱۸ تا ۱۲۳
رسولؐ پاک کی چار بیٹیاں ہونیکا ثبوت کتب شیعہ سے	۱۲۳ تا ۱۲۵
اصحاب ثلٰثہ کی مشترکہ تعریف از کتب شیعہ	۱۲۹ تا ۱۳۲
خلافت و امامت کی بحث تنقیحات و فیصلہ	۱۳۳
خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔	۱۳۴ تا ۱۳۶
حضرت علیؓ کے خلیفہ بلافصل نہ ہونے پر چار دلائل	۱۳۶ تا ۱۴۲
تردید دلائل شیعہ بر خلافت بلافصل جناب امیرؓ حدیث غدیر خم کا جواب	۱۴۳ تا ۱۵۰

مضمون	صفحہ
آیت انما ولیکم اللہ الخ سے شیعہ کے استدلال کا جواب	۱۵۰ تا ۱۵۳
شیعہ کی تیسری دلیل اور اس کا جواب	۱۵۳/۱۵۵
شیعہ کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب	۱۵۵/۱۵۶
شیعہ کا اہل بیت کی توہین کرنا	۱۵۶
سُنّی میت کے جنازہ پہ بد دعا	۱۵۷
جناب امیر علیہ السلام کی توہین	۱۵۸/۱۵۹
بروئے فیصلہ جناب امیر علیہ السلام سنی جنتی اور رافضی خارجی جہنمی ہیں۔	۱۶۰ تا ۱۶۲
حضرت امام حسنؓ کی توہین	۱۶۳/۱۶۵
قاتلان حضرت علیؓ و امام حسینؓ شیعہ تھے۔	۱۶۵/۱۶۶
امام جعفر صادق کی توہین	۱۶۶/۱۶۹
مسائل شیعہ جو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں	۱۶۹
پہلا مسئلہ کہ خدا کو بدا ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔	۱۶۹/۱۷۲
دوسرا مسئلہ تقیہ کے فضائل نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔	۱۷۲/۱۷۵
تیسرا مسئلہ فضائل متعہ۔ متعی مرد و عورت جنتی ہیں تو ایک ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسینؓ دو دفعہ سے امام حسنؓ تین سے حضرت علیؓ چار دفعہ متعہ کرنے سے رسول پاک کا درجہ ملتا ہے۔	۱۷۶/۱۷۸
متعہ کیا چیز ہے؟	۱۷۸
بے تعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔	۱۷۹
ایک عورت سے بار بار متعہ	۱۷۹
متعہ دوریہ	
ایک بیہودہ حکایت	۱۸۰
متعہ سے ممانعت	۱۸۱
چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت	۱۸۲
پانچواں مسئلہ ائمہ خدا کی زبان۔ معدہ۔ آنکھ ہیں	〃
چھٹا مسئلہ حضرت علیؓ رسولؐ کے ہم رتبہ بلکہ ان سے افضل ہیں۔	۱۸۳
ساتواں مسئلہ ائمہ کو قبض ارواح کا اختیار حاصل ہے	۱۸۴
آٹھواں مسئلہ موت و حیات ائمہ کے اختیار میں ہے	۱۸۵
نواں مسئلہ ائمہ کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہے	〃
دسواں مسئلہ آسمان و زمین و ما فیہا جناب امیرؑ کے تابع حکم ہیں۔	〃

گیارھواں مسئلہ۔ میت سنی ہو تو نماز جنازہ میں اس پر بد دعا کرنا چاہیے۔ ۱۸۶
بارھواں مسئلہ۔ امام ران سے پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۸۷
تیرھواں مسئلہ۔ خنزیر کے بال۔ چمڑہ۔ پشم وغیرہ پاک ہیں۔ خنزیر کے بالوں کی رسّی سے ڈول باندھ کر پانی نکال کر پینا اور وضو کرنا مضائقہ ندارد۔ ۱۸۸
چودھواں مسئلہ۔ مذی۔ ودی کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حالت نماز میں مذی۔ ودی اگر ران بلکہ ایڑیوں تک بہ کر چلی جائے۔ تو نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو شکست ہوتا ہے۔ ۱۸۹
پندرھواں مسئلہ۔ کنوئیں میں کتا گر جائے۔ تو پانچ ڈول نکال لینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ ۱۹۰
سولھواں مسئلہ۔ کنوئیں میں گوہ پڑ جائے۔ تو دس ڈول نکالنا کافی ہیں۔ ″
سترھواں مسئلہ۔ کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے اگر گوہ گیلا ہو یا خشک پانی پلید نہیں ہوتا۔ ″
اٹھارھواں مسئلہ۔ نمازی کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے۔ ″
انیسواں مسئلہ۔ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ″
بیسواں مسئلہ۔ گوشت کی دیگ سے چوہا نکلے۔ تو شوربا پھینک دو۔ بوٹیاں دھو کر کھا لو۔ ۱۹۱
اکیسواں مسئلہ۔ ایک برتن پانی کا دوسرا پیشاب کا بہتا ہوا آپس میں مل جائے۔ تو جس کپڑے یا چیز کو وہ پانی لگے پلید نہیں ہوتا۔ ″
بائیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں جنب شخص بھی [illegible] ذکر اذکار کر سکتا ہے۔ ″
تئیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں نماز جنازہ بے وضو جائز ہے۔ ″
چوبیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی یا جورو کی بیٹی سے بدفعلی کرے تو عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ ۱۹۲
پچیسواں مسئلہ۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت [illegible] سے بدفعلی کرے۔ تو وہ عورت اس کے باپ پر حرام نہیں ہوتی۔ ″
چھبیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں اپنی عورت سے خلاف وضع فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ ″
ستائیسواں مسئلہ۔ عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ ۱۹۳
اٹھائیسواں مسئلہ۔ اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا باعث لطف ہے۔ ۱۹۳
انتیسواں مسئلہ۔ عاریۃ الفرج بھی جائز ہے۔ ۱۹۴
تیسواں مسئلہ جناب امیرؓ کی نسبت ایک افترا ″
اکتیسواں مسئلہ۔ عورت اونٹ پر سوار ہو اور شوہر جماع کی خواہش کرے تو عورت کو پس و پیش نہ کرنا چاہیے۔ ۱۹۵
بتیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہیے۔ ″
تینتیسواں مسئلہ خصی مرد سے عورت کو متعہ کرنا چاہیے ″
چونتیسواں مسئلہ۔ جلق (مشت زنی) میں کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ ۱۹۶
پینتیسواں مسئلہ۔ محرم عورتوں۔ ماں بہن وغیرہ سے نکاح کرکے جماع کریں تو یہ زنا نہیں ہے۔ اس طریق سے جو اولاد پیدا ہو وہ اولاد زنا نہ کہلائیگی۔ جو ایسی اولاد کو ولد الزنا کہے مستوجب سزا ہوگا۔ ″
چھتیسواں مسئلہ شیعوں کے نزدیک سنی مسلمان ...... معاذ اللہ کتے اور ولد الزنا سے بھی بدتر ہیں ″
سینتیسواں مسئلہ۔ شیعہ عقیدہ سے آنحضرتؐ کے اصحاب ثلثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا داخل ثواب ہے۔ ۱۹۷
اڑتیسواں مسئلہ۔ ان بعض ائمہ اہل بیت اولاد علیؓ پر بھی لعنت و تبرا واجب ہے۔ جنہوں نے دعوےٰ امامت کیا۔ ۱۹۸
انتالیسواں مسئلہ۔ امام زین العابدینؓ نے یزید کی بیعت کی۔ ″
چالیسواں مسئلہ۔ کچھ شیعہ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ ادا کریں تو باقی نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ارکان فرض عین نہیں فرض کفایہ ہیں۔ ۱۹۹
شیعہ کی پانچویں دلیل۔ قل لا اسئلکم اجرا کا جواب ۲۰۱
شیعہ کی چھٹی دلیل۔ آیت تطہیر لفظ اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ ہیں۔ اس پر چار دلائل۔ ۲۰۲
عنکم ضمیر مذکر کیوں ہے۔ تین دلائل۔
حدیث کساء سے استدلال شیعہ کا جواب ۲۰۴
شیعہ کی ساتویں دلیل۔ آیت مباہلہ کا جواب ۲۰۶
تنقیح سوم کیا حضرت علیؓ خود طالب خلافت تھے ۲۰۸ ۲۰۹

س کی تردید بحوالہ خطبات جناب امیر	
تنقیح چہارم۔ کیا جناب امیرؓ اصحاب ثلثہ کی بیعت کی اور کی تو خوشی سے یا بالجبر۔	۲۱۰
بیعت جناب امیرؓ کا ثبوت بروایات کتب شیعہ	۲۱۱-۲۱۲
فیصلہ تنقیحات۔	۲۱۳
مطاعن شیعہ	״
پہلا طعن حضرت ابوبکرؓ پر بسبب جیش اسامہ اور اس کا مفصل جواب۔	۲۱۳-۲۱۵
دوسرا طعن بنسبت تبلیغ سورت برات اور اس کا جواب	۲۱۶-۲۱۹
تیسرا طعن کہ شیخین عمرو بن العاص اور اسامہ کے ماتحت کئے گئے تھے۔ اس کا جواب۔	۲۱۹-۲۲۰
چوتھا طعن۔ ان لی شیطانًا یعتریني الخ اور اس کا جواب	۲۲۱
پانچواں طعن۔ کہ شیخین نے جنازہ رسولؐ نہیں پڑھا اسکا مفصل اور دندان شکن جواب	۲۲۴
چھٹا طعن۔ غصب فدک۔ اس کے متعلق مکمل اور محققانہ بحث شیعہ کے اس طعن کی زبردست تردید	۲۲۶ تا ۲۴۴
ساتواں طعن لست بخیرکم وعلیؓ فیکم اس طعن کا جواب۔	״
آٹھواں طعن کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا اقرار کیا۔ اس کا تحقیقی والزامی مسکت جواب	۲۴۶ تا ۲۵۴
نواں طعن۔ حدیث قرطاس۔ اس پر محققانہ مکمل فیصلہ کن بحث اور دندان شکن جواب۔	۲۵۴-۲۶۳
دسواں طعن کہ حضرت عمرؓ نے جناب سیدہ کی توہین کی اس کا شافی جواب۔	۲۶۳
گیارہواں طعن کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو سنگساری کا حکم دیا۔ اور جناب امیرؓ نے اسکو مسترد کردیا۔ اس کا جواب	۲۶۵-۲۶۶
بارہواں طعن ایک عورت نے حضرت عمرؓ کو گرانی مہر کی ممانعت پر ٹوکا۔ اس کا جواب	۲۶۶-۲۶۸
تیرہواں طعن۔ صحیح مسلم کی حدیث فرأیتمانی کاذبا الخ شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب	۲۶۹-۲۷۰
چودہواں طعن اَفَامِنَ المُنَافِقِیْن۔ اور اسکا جواب	۲۷۰-۲۷۲
پندرہواں طعن۔ شک فی النبوۃ۔ اس کا دندان شکن جواب	۲۷۲-۲۷۳
سولہواں طعن کہ حضرت عثمان رضؓ نے قرآن جلا دیئے	۲۷۴-۲۷۵
سترہواں طعن کہ حکم بن العاص کو مدینہ میں حضرت عثمانؓ نے کیوں بلایا۔ اس کا جواب۔	״
اٹھارہواں طعن مروان بن الحکم کی وزارت اور اس کا جواب	۲۷۵-۲۷۶

انیسواں طعن۔ حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن بے گور پڑی رہی۔ اس کا جواب۔	۲۷۸-۲۷۹
اصحاب ثلثہ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام ایک لطیفہ	۲۸۰
شیعہ سے چند سوالات	۲۸۱-۲۸۳
حضرت عائشہ صدیقہؓ پر طعن شیعہ کا جواب	۲۸۴-۲۸۶
حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت شیعہ کی بدگوئی اور اسکا جواب۔	۲۸۷-۲۸۸
تحفۃ القدس سید ابن [illegible] شیعہ کا مردود	۲۸۹-۲۹۳
شیعہ کے مختلف فرقے	۲۹۳-۲۹۵
شیعہ کا ادعائے قدامت	۲۹۵-۲۹۶
لفظ شیعہ کی مذمت قرآن پاک میں	۲۹۶-۲۹۸
قرآن میں لفظ سنت کی تعریف	۲۹۹-۳۰۰
اتباع سنت کی تائید بروایات کتب شیعہ	۳۰۱-۳۰۲
احادیث شیعہ اور راویان حدیث	۳۰۲-۳۰۶
آئمہ اہلبیت پر جھوٹ کا الزام ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب	۳۰۶-۳۰۸
اہل السنت سے عداوت	۳۰۸-۳۰۹
تعزیہ و مرثیہ خوانی پر دلچسپ بحث	۳۰۹-۳۱۲
وصیت رسولؐ دربارہ ممانعت جزع و فزع	۳۱۲-۳۱۳
امام جعفر صادق کا فتویٰ کفر ماتمیوں کے خلاف	۳۱۳-۳۱۴
امام حسینؓ کی آخری وصیت رونے کی ممانعت	۳۱۵-۳۱۷
قاتلان حسینؓ شیعہ تھے۔ شیعہ کوفہ کی خط وکتابت	۳۱۷-۳۲۱
ماتم حسینؓ کی ابتدا یزید نے کی۔	۳۲۱-۳۲۲
حضرت زینبؓ کی بددعا ماتمیوں کی نسبت	۳۲۲-۳۲۳
پہلا ماتمی یزید ہے۔	۳۲۳-۳۲۵
ماتم کے جواز پر قرآنی دلیل	۳۲۵
شیعہ کے دلائل جواز ماتم کی تردید	۳۲۵-۳۲۶
بعض اختلافی مسائل	۳۲۷
پہلا مسئلہ نماز دست بستہ اس پر عقلی و نقلی دلائل	۳۲۸
شیعہ کے دلائل کے کافی جواب	۳۲۹-۳۳۱
مسئلہ تکبیرات جنازہ۔ چار تکبیر کے دلائل	۳۳۱-۳۳۴
مسح الرجل کی بحث۔ پاؤں دھونے کے دلائل	۳۳۵-۳۳۶
داڑھی چٹ مونچھیں دراز فرعونی گروہ کا حلیہ ہے	۳۳۶-۳۳۷
بھنگ اور شراب کی نسبت دلچسپ بحث	۳۳۸-۳۳۹
ترک صلوٰۃ اور اس کا عذاب	۳۳۹-۳۴۰
کیا سید جنتی ہے خواہ بدکار رہو۔	۳۴۱-۳۴۵
نقشہ اسلام حسب عقیدہ شیعہ کہ مسلمان صرف تین رہ گئے تھے۔ بلکہ صرف ایک	۳۴۶

سلمان و مقداد کی ایمانی حالت۔ ۳۴۷
شیعیان علیؓ کا حضرت امام حسنؓ سے سلوک ۳۵۱
امام حسینؓ سے شیعہ کا سلوک ۳۵۲
شیعہ کی تعداد حضرت صادقؒ کے وقت ۳۵۳
امام مہدیؑ کے نہ ظاہر ہونے کا باعث ۳۵۵
غایۃ المقصود مصنفہ حائری سے ایک عجیب حکایت ۳۵۶/۳۵۸
فتوے تکفیر روافض از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ۳۵۸/۳۶۲
فتوے تکفیر روافض از دربار گولڑہ شریف ۳۶۳/۳۶۵
حضرت امام جعفر صادقؒ کا فتوے بدعتیوں اور سنیوں کی نسبت ۳۶۵/۳۶۶
قرآن کا معجزہ۔ کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا۔ ۳۶۶/۳۶۸
انعامی اشتہار ۳۶۸
تقریظ ۳۶۹

تقریظ فارسی

از جناب مولوی غلام جیلانی صاحب (برق)، مولوی فاضل منشی فاضل مدرس فارسی گورنمنٹ ہائی سکول چکوال

جنبش کلک دبیر مستطاب
داد مسلم را کتاب لاجواب
مثل گل در گلشن حسن آفرین
در عروق دین ما موج شباب
طرز او شیرین تقاضا میکند
وجد انگیزے چو گلبانگ رباب
مرحبا حسن بہار کائنات
اے خوشا بر کشت ما رقص سحاب
تحفۂ نادر برائے اہل حق
از برائے رجم باطل چون شہاب
طالبان دین را ماء الحیات
تشنگان جند را کاس الشراب
بندش الفاظ چون سلک گہر
ندرت معنی مثال در ناب
حق مصنف را دہد خیر الجزا
کرد بدعات عزا را سد باب
حجت و برہان قوی و معتبر
از حدیث پاک و از ام الکتاب
داد مولانا ز تصنیفات خصم
ہر سوالے را جواب باصواب
مذہب سنت بود راہ ہدے
اے برادر رو از رہ ہرگز متاب
طعنہ بر اصحاب و ازواج رسولؐ
الحذر اے شوخ از یوم الحساب
گمرہ است آنکس کہ از حق میگریخت
جائے او دوزخ بود بئس المآب
تو چہ دانی قدر اصحاب نبیؐ
چون نجوم اند و ہم آفتاب
چار دیوار اند یاران . . . نبیؐ
خانۂ دین را و مثل چار باب
حضرت صدیق اکبرؓ ہم عمرؓ
حضرت عثمانؓ و حیدرؓ بو تراب
ہر کہ با ایشان کند بغض و عناد
کے شود از نعمت حق بہرہ یاب
ہست بہر اہل دین زہرے شگرف
این کتاب مستطاب لاجواب
نیست ممنون قصیدہ کلک برق
آفتاب آمد دلیل آفتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ رَبِّنَا وَرَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ ذَوِی الْمَجْدِ وَالْعَلَآءِ وَاَصْحَابِہِ الْهَادِیِیْنَ الْمَهْدِیِیْنَ نُجُوْمِ الْحَقِّ وَالْاِهْتِدَآءِ

اما بعد

پس واضح رہے اولی الابصار ہو۔ کہ ہر چند اقتضاء وقت یہی ہے۔ کہ اسلام کے تمام فرقے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ۔ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں۔ جو اس وقت دین حق اسلام پاک کے مٹانے کے درپے ہو کر ہر طرح سے پُر زور حملے کر رہے ہیں۔ کہیں شدھی کی تحریک کی گرما گرمی ہے۔ اور کہیں عیسائیت کے منّاد لطائف الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن روافض۔ مرزائی وغیرہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ان سے بڑھکر جد و جہد کر رہے ہیں۔ اور فرقہ حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر و تقریر کے ذریعہ مرزائیت رفض وغیرہ کی وبا پھیلائی جا رہی ہے۔ اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی۔ تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت۔ مرزائیت نیچریت۔ وہابیت۔ چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کریگا۔ (خدا ایسا نہ کرے) اس لئے علماء اہل السنۃ کا اولین فرض یہ ہے۔ کہ ان اندرونی دشمنان دین کی شر کا انسداد کریں۔ جو اسلام کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو جادہ حق صراط مستقیم سے پھسلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے۔ جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہئے۔ بناءً علیہ خاکسار متوکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔ والسعی منی والاتمام من اللہ۔

خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارہ میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے وہ مقبول بھی ہوئے ہیں۔ لیکن بعض خاص احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست **حاجی خواجہ غلام یٰسین صاحب** تلہ گنگی ہیں۔ اور دوم برخوردار مولوی **محمد فیض الحسن صاحب** (مولوی فاضل) ابن اخی المرحوم مولانا مولوی **محمد حسن صاحب فیضی** ہیں۔ مدت سے یہ فرمائش تھی۔ کہ ایک ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے اور دوسری

کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ کہ قرآن پاک کے استدلال کے علاوہ کتب مستندہ مسلّہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے۔ تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہو گی۔ کہ اپنے مدعا کو نص صریح آیات قرآن سے ثابت کرونگا۔ پھر خصم کی معتبر اور مسلّمہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائے گا۔ اور کوئی عبارت جو اصل کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں ہرگز درج نہ کی جائیگی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقاید و مسایل کی تردید کریگی۔ اور ہر طرح سے تہذیب و متانت کو ملحوظ رکھا جائیگا۔

رافضی کا لقب

میرے شیعہ بھائی برا نہ منائیں۔ اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جاوے۔ کیونکہ یہ مبارک لقب ان کو بقول امام جعفر صادقؑ بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فروع کافی جلد ۳ ص۱۷-۱۸ میں قول امام ہمام درج ہے۔ لَاوَاللّٰہِ مَاھُمْ سَمَّوْکُمْ بَلِ اللّٰہُ سَمَّاکُمْ (ترجمہ: خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا۔ بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے۔ اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک! مبارک!!

فتنۂ رفض

میرا یہ کہنا۔ کہ فتنۂ رفض فتنۂ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس وجہ سے نہیں پڑ سکتا۔ کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے۔ جو کچھ بھی وہ بکتا ہے۔ مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کریگا۔ لیکن خارجی یا رافضی دعویدار اسلام ہو کر جو بات کہیگا۔ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہو گا۔ جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہو گا۔ بلکہ میں تو کہونگا۔ آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنیکا مصالحہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن و احادیث رسول (جو عربی میں

میں اس کے مضامین سے ایک اردو دان ذریہ یا عیسائی واقف ہی کب ہو سکتا ہے۔ اور علوم عربیہ سے نابلد محض ہونے کے باعث ان لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسولؐ پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطۂ خیال سے

سچ پوچھو۔ تو اسلام کی وہ اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پیش کرتا ہے۔ کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خط و خال اور حسن و جمال پر کوئی بدنما دھبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنۃ کا مذہب ہے۔ کہ ہادیٔ اسلام رسول عربی فداہ ابی و امی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال اور باجبروت امراء و سلاطین کو چیلنج دیکر توحید الٰہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں۔ ٹھاکروں اور بتوں کی الوہیت کی دلائل قاہرہ سے تردید و تذلیل کی۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لیکر ھل من مبارز کی صدا بلند کی۔ چونکہ خدائے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ اور آپ کی وہ جادو بھری آواز (کلمۂ توحید) دن بدن دلوں کو فتح کرتی گئی۔ تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمان غنیؓ۔ حیدر کرارؓ جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خداداد قوت و شجاعت سے۔ جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا۔ کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ نبایا۔ کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیا افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے بتکدے توڑے۔ اور فارس کے آتشکدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان سلاطین کا قلع و قمع کر کے وہاں اسلام کی سلطنت قائم کی۔ ان ہی کے طفیل ہمارے ہاتھ میں خدائے قدوس کی پاک کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالت مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جری (پہلوان) اگرچہ بحکم اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کافرون مخالفین اسلام پر نہایت ہی چیرہ دست تھے۔ مگر وہ بحکم رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر و شکر تھے۔ رسول پاک کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلاء کلمۃ الحق میں اپنی جان

وہاں سے دریغ نہ کیا۔ کفارِ مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بیوطن ہوئے۔ لیکن اپنے پیارے رسولؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ ہادیٔ اسلام رسولؐ پاک نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ فدایان اسلام لکھوکھا کی تعداد سے پیدا ہو چکے تھے۔ جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا۔ کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت کے لئے انتخاب کیا سب نے بلا چون وچرا اس کے ہاتھ پر بیعت کرکے اس کے آگے سر جھکایا۔ حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدۂ الٰہی ان چاروں بزرگواروں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا۔ کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے۔

اب تصویر کا دوسرا رُخ دیکھیں۔ جو روافض پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادیٔ اسلام رسول عربیؐ نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہؓ، علیؓ، حسنینؓ اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس ابوذر، مقداد، سلمان پیدا کئے تھے۔ جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے۔ جو رسولؐ کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے[1]۔ اور طرفہ یہ کہ رسولؐ کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بھائی علیؓ اور اولاد کے دشمن بن جائینگے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے[2]۔ اور ان کو سخت تکالیف پہنچائیں

---

[1] فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۱۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ رِدَّۃٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اِلَّا ثَلٰثَۃً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلٰثَۃُ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرٍّ اَلْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ وَبَرَکَاتُہٗ۔ ترجمہ: امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی۔

[2] جلاء العیون اردو جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں ہے پس فرمایا یا علیؓ تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اور تم پر سبقت کریں۔ اور ابوبکرؓ تم کو بیعت کے لئے بلائے۔ اور جب تم انکار کرو۔ تو تمہارا گریبان پکڑ لیں۔ اور اندوہناک و مہموم بے یار و یاور تم کو ابوبکرؓ کے پاس لے جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہؓ کو آزردہ و رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیرؓ نے فرمایا یا حضرت اگر ایسا ہوگا تو صبر کرونگا لیکن آج بیعت نہ کرونگا۔ مگر جب یاور ملینگے ان سے قتال کرونگا۔

ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسولؐ پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا۔ کہ ڈر کے مارے ان کو جرأت نہ پڑتی تھی۔ کہ ان کو اپنے دربار سے نکال دیں۔ بلکہ بقول روافض خدا نے جبرئیلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ پیغام بھیجا۔ کہ علیؓ کی ولایت وخلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسولؐ کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ خدا نے ڈانٹ بتا کر کہا۔ کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (اے نبی! ہم نے جو ولایت علیؓ کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے۔ وہ ظاہر کر دیجئے۔ ایسا نہ کیا۔ تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرتؐ کو علانیہ طور پر ولایت علیؓ اور اپنے بعد ان کی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے۔ جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ ترجمہ جس کا میں دوست ہوں۔ علیؓ بھی اس کا دوست ہوگا اے خدا علیؓ کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن) اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علیؓ سے دوستی رکھنا چاہئے۔ دشمنی نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں ولایت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بقول روافض بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی۔ تاکہ علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کر دیں۔ مگر وہ وقت بھی عمرؓ نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہہ کر ٹال دیا۔ عمرؓ تو دشمن ہی تھے۔ اہل بیت جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ اور یوں پیغمبر خداؐ نے آیت بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ ایک ضروری حکم وصیت خلافت علیؓ عمرؓ کے خوف سے

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ میں ہے۔ پس برپا دار اے محمدؐ علی را علمی در میان مخلوق و دیگر بر ایشان بیعت را تازہ گرداں عہد و پیمانے را کہ پیشتر از ایشان گرفتہ بودم۔ بدرستی کہ من ترا قبض میکنم بسوئے خود و ترا بجوار رحمت خود می طلبم پس حضرت رسولؐ ترسید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند و بجاہلیت برگردند زیرا کہ آنحضرت میدانست کہ عداوت ایشان با علی بن ابیطالبؑ در چہ مرتبہ است و کینہ او در سینہ ایشان جا کردہ است پس سوال کرد از جبرئیل کہ از خداوند عالمیان سوال نماید کہ او را از کید منافقان حفظ کند و انتظار مے برد کہ جبرئیل از جانب خداوند عالمیان خبر بحافظت او را از شر منافقان بیاورد پس تبلیغ رسالت را تاخیر نمود تا مسجد خیف پس در مسجد خیف جبرئیل بر آنحضرت نازل شد و امر کرد آں حضرت را کہ عہد ولایت را با ایشان برساند و او را قائمقام خود گرداند و وعدہ محافظت از شر اعادی را برائے آنچہ حضرت طلب نمودہ بود نیاورد پس باز جبرئیل نازل شد و در امر ولایت تاکید نمود و آیت عصمت را نیاورد۔

چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے علیؓ کے ساتھ سوائے معدودے چند مقداد ابوذر
سلمان وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابو بکرؓ کو تخت خلافت
پر بٹھا ہی دیا۔ علی المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالد بن ولید
اور عمرؓ نے دروازہ آ کھٹکھٹایا۔ شیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے۔ خاتون جنت کو بھیجا۔
انہوں نے عمرؓ کو ڈانٹ بتائی۔ کہ تم ہمیں کیوں چھیڑتے ہو۔ عمرؓ نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ
گرا دیا۔ یا بقول روافض (نعوذ باللہ) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ (محسن کو
شہید کر دیا) علی المرتضیٰ پرلے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا۔ ساتوں
آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا ان کی بہادری کا ادنےٰ کرشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار بھی
غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو مرحب جیسے کوہ پیکر پہلوان کا زکو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا
شیر خدا نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر بایں ہمہ اپنی زوجہ
محترمہ کی یوں بے عزتی دیکھ کر نہ ذوالفقار میان سے نکالی۔ نہ اپنی خداداد شجاعت کے کچھ جوہر
دکھلائے۔ الٹا عمرؓ اور خالدؓ نے شیر خدا کی گردن میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی۔ اور گھسیٹتے ہوئے
ابو بکرؓ کے پاس لے گئے۔ اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابو بکرؓ میں شیر خدا تقیہ سے کام لیتے

بقیہ حاشیہ صفحہ۔ پس حضرت فرمود کہ اے جبرئیل من از قوم خود مے ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول مرا در حق
علیؓ قبول نکنند پس از انجا بازگردید پس چوں بغدیر خم رسید کہ بقدر سہ میل پیش از جحفہ است جبرئیل نزد آنحضرتؐ
آمد در وقتیکہ پنج ساعت از روز گزشتہ بود تا نہایت زجر و تہدید و مبالغہ با ضامن شدن عصمت از شر
اعادی پس گفت یا محمدؐ خداوند عزیز جلیل ترا سلام میرساند و میگوید کہ اے پیغمبر بزرگوار تبلیغ کن آنچہ
بسوئے تو فرستادہ شدہ است در باب علیؓ و اگر نکنی نرسانیدہ خواہی بود ہیچ یک از رسالات الٰہی را
و خدا ترا نگہدارد از شر مردم و اول قافلہ نزدیک جحفہ رسیدہ بود پس جبرائیل آنحضرتؐ را امر کرد الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؓ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپ
اس کے اظہار کے لئے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے۔ اور جبرئیل کا رسولؐ اور خدا کے درمیان آمد
رفت کا ایک مدت تک تانتا بندھا رہا حتیٰ کہ بارگاہ الٰہی سے زجر و توبیخ ہوئی۔ اور خدا نے فقط دشمنان
محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا تب بمشکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے من کنت مولاہ الخ کے گول
مول الفاظ فرمائے۔ ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے حضرت رسولؐ پاک کی شان تبلیغ رسالت
کی کس قدر توہین ہوتی ہے (استغفر اللہ)

رہے ۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں ۔ اور ہر ایک کام میں ان کے مشیر کار بنے رہے ۔ ایسا ہی ایام خلافت عمرؓ و عثمانؓ میں اندر سے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے ۔ اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی ۔ آخر شہادت عثمانؓ کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا لیکن ثلاثہ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا ۔ کہ ان کے مرجانے کے بعد بھی ان کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا ۔ نہ فدک ورثاء فاطمہؑ کو واپس دے سکے ۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے ۔ نہ بدعت عمرؓ تراویح کو ہی موقوف فرما سکے ۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے درماں تھی جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا ۔ اور طرفہ یہ کہ خدا کی کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا ۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں ۔ سترہ ہزار آیۃ کا قرآن جبرئیلؑ رسول پاکؐ کے پاس لایا تھا ۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیۃ رہنے دیں باقی سب نکال دیں ۔ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا ۔ جو ثلاثہ کے پیش کیا ۔ انہوں نے قبول نہ کیا ۔ تو قسم اٹھالی ۔ کہ اب اس قرآن کو ظہور مہدی علیہ السلام سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکیگا ۔ (یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا)

اب جائے غور ہے ۔ کہ وہ اسلام جو اہل السنۃ پیش کرتے ہیں ۔ اس کے متعلق کسی مخالف کو کسی قسم کا طعن کرنیکا کوئی موقعہ مل سکتا ہے ہرگز نہیں ۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض کھینچکر دکھاتے ہیں ۔

شیہ صفحہ ۵ جلاء العیون جلد ا صفحہ ۱۵۲ میں ہے ۔ پس وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیرؑ یں ریسمان ڈالکر مسجد میں لے گئے ۔ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے ۔ اور جناب فاطمہؑ مانع ہوئیں اس قت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؑ پر مارا کہ بازوئے جناب سیدہ کا شکستہ یا ۔ اور سوج گیا ۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہؑ نے جناب امیرؑ سے ہاتھ نہ اٹھایا ۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا ۔ یہاں تک کہ دروازہ بشکم جناب فاطمہؑ پر گرادیا ۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا ۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جنا ہ کے تھا ۔ اور حضرت نے اس کا نام محسنؑ رکھا تھا شہید کیا ۔ (نعوذ باللہ) اصحاب رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے افض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسد اللہ الغالب اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا عقل باور کر سکتی ہے ۔ کہ جناب سیدہ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو ۔ اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں ۔ پھر پ کے گلے میں رسی ڈال کر اور گھسیٹ کر مسجد تک لے جائیں ۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں ؏

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے رسول ﷺ پاک نبی آخرالزمان نے اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے۔ وہ ایسے کامل مکمل تھے۔ کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے راسخ عقیدۂ اسلام سے ان کو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول ﷺ پاک پر قربان کر چکے تھے۔ ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کا ساتھ دیا۔ وطن مالوف کو خیرباد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرم (فداہ ابی و امی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان جوکھوں کے وقت صدیق اکبرؓ نے خدا کے حبیب حضرت رسول ﷺ پاک کو کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرض خطر میں ڈالی۔ غار کے اندر جا کر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر داخل ہونے دیا۔ تاکہ آپ کے دشمن گزند موذی مار سے محفوظ رہیں۔ حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھکر سلا دیا۔ اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق اکبرؓ) کو جبکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں سے شدت درد سے آنسو ٹوٹ پڑے۔ لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی۔ تاکہ پیارے رسول ﷺ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقعہ پر نقل کرینگے) حضور کی زندگی ہی میں نہیں۔ بلکہ آپ کے یاران غار نے بعد وفات رسول ﷺ بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں۔ اور ان ہی کی برکت سے اسلام دنیا میں پھیلا۔ اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کے طفیل ابتک ہم میں موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے۔ کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیحؑ کی جان پر آ بنی تھی۔ کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ یہودیوں سے تیس روپے رشوت لیکر ان کو گرفتار کرا دیا (متی باب ۲۶ ورس ۱۵) شمعون پطرس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا۔ اور قسمیں کھائیں۔ اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ ورس ۶۹ تا آیت ۷۴) ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو جہاد کے لیے بلایا گیا۔ تو صاف کہدیا۔ کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ؕ (یعنی تم اور تمہارا رب ملکر دشمن کا مقابلہ کرو۔ ہم تو الگ بیٹھ کر تماشہ دیکھینگے۔) لیکن روافض کا اسلام وہ ہے کہ جو لوگ ہادیٔ اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے۔ جن کی تعلیم پر آپ نے سارا زور خرچ کیا۔ ان کو عمر بھر اپنی صحبت سے مستفیض فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپ کے

رفیق شام و صباح ہمدم رہے ۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کر دیں ۔ ان کی اپنی زوجیت میں لیں ۔ انکا اسلام ہی منافقانہ تھا ۔ وہ زبانی مسلمان تھے ۔ اور دل میں رسولؐ اور اس کی اولاد کے دشمن تھے بانئے اسلام کے رخصت ہوتے (وفات ہوتے) کی دیر تھی کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا ۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمانی ۔ صرف تین یا چار اسلام پر ثابت قدم رہے ۔ باقی سب مُرتد ہو گئے ۔ (العیاذ باللہ) اب بتایئے ۔ کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور بانی اسلام کی کیا وقعت رہجائیگی ۔ اور مسلمان صداقت اسلام کے لئے کونسی دلیل پیش کر سکیگا ۔ علاوہ ازیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں ۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے !

اسلام کا مایۂ ناز ۔ اسلام کا زندہ معجزہ ۔ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے ۔ جس کے متعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے ۔ کہ یہ کامل و مکمل کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف ۔ ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے ۔ نہ ہو سکتا ہے چنانچہ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ لائف آف محمدؐ میں رقمطراز ہے ۔

یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے ۔ اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا ۔ ہم ایک بڑی مضبوط بناء پر دعوے کر سکتے ہیں ۔ کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے ۔ اور آخرکار ہم اپنی بحث کو وان ہیمر صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں ۔ وہ فیصلہ یہ ہے ۔ کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ۔ ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلعم) کا سمجھتے ہیں ۔ جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں ۔

لیکن افسوس ہے ۔ کہ شیعہ باوجود مدعی ہونے اسلام کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ نے کی ہے ۔ اس کو قرآن نہیں مانتے ۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے ۔ کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا ۔ اور اصحاب ثلٰثہ کے پیش کیا تھا ۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا ۔ تو حضرت علیؑ نے اس کو ایسا غائب کیا ۔ کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے ۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۲ھ صفحہ ۱۳۹ میں یوں لکھا ہے ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ یَقُوْلُ مَا ادَّعٰی اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ

كُلَّهُ كَمَا أُنْزِلَ إِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهُ وَمَا حَفِظَهُ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ إِلَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَالْأَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ۔"

(ترجمہ: جابرؓ کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ جو شخص یہ دعوے کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے۔ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا۔ بغیر علیؓ اور ائمہ مابعد کے کسی نے جمع نہیں کیا ہے۔

نتیجہ صاف ہے۔ کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؑ نہیں ہے۔ بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے۔ اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنئے۔ شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے ص ۱۵۵ میں یوں درج ہے۔ کہ "ابوبکرؓ نے جناب امیرؑ کو اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کہ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیرؑ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھ کر سر مہر کر دیا۔ اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمانؐ سے فارغ ہوا۔ بحکم آن حضرتؐ قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات و سورہ ہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے۔ اور کوئی آیۃ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ جو حضرتؐ نے مجھے نہ سنایا ہو۔ اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نقض خلافت جناب امیرؑ پر صریح تھے۔ اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیرؑ خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی جانب تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمدؐ (امام مہدیؑ) نہ دیکھو گے۔"

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ حسب اعتقاد شیعہ اصلی قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے اصحاب کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا۔ تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا۔ کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدیؑ کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔

اسی طرح اصول کافی ص [illegible] میں حدیث بروایت امام صادقؑ اسی مضمون کی درج ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ "فقال: وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا" (حضرت علیؓ نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی بھی نہ دیکھو گے)

اور لیجئے۔ اصول کافی ص ۶۷۱ میں ہے۔

"عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ۔

(ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو قرآن جبرئیل رسولِ پاک کے پاس لیکر آئے۔ وہ ۱۷ ہزار آیۃ کا ہے)

اس حدیث نے تو شیعہ کے مزعومہ قرآن کی آیتیں بھی گن دیں۔ اور صاف بتا دیا۔ کہ جو اصلی قرآن جبرئیل نے نبی کریم کو پہنچایا تھا۔ وہ ۱۷ ہزار آیۃ کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن ۱۷ ہزار آیۃ کا نہیں۔ بلکہ ۶۶۶۶ آیۃ کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا جائیگا کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہوگا۔ آجکل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفر صادق رضؓ کی حدیث کو جھٹلا سکے نیز قول امیر علیہ السلام مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ آجکل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے جو بخیال ان کے حضرت علی رضؓ نے جمع کیا تھا۔ اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے۔ تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخالف کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لو سنو! آجکل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد مسلم پیشوا جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری ہیں۔ ان کے نفس ناطقہ مرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو موسومہ "الانصاف فی الاستخلاف" تصنیف کر کے شائع کیا ہے۔ جس کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے ص ۱۴۷ میں مرزا موصوف نے قرآن موجودہ کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن موجودہ غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے عبارت یوں ہے۔

حضرت عثمان رضؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم لیکن یہی ترتیب قرآن اُنکی غفلت اور اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علی رضؓ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے

تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہو تاہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقرا سب سے اول نازل ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مترتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دیگئی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم اخیر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے۔ دیکھئے اس آیت کو چھٹے پارہ سورہ مائدہ میں یوں درج کیا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: حرام کئے گئے ہیں۔ تم پر مردار۔ خون۔ گوشت سور اور جو بانگ دیا جائے واسطے غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہو یا مار سے مرا ہو۔ اور بلندی سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شاخ سے مرا ہو۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے مگر جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر بتوں کے اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے۔ آج کے دن کافر تمہارے دین سے ناامید ہوگئے۔ پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور تمام کردی تم پر نعمت اپنی۔ اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں لیکن اس گناہ کے اعادہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہر ایک عاقل بصیر پر ادنےٰ تدبر سے واضح ہوگا۔ کہ ان دونوں اَلْیَوْمَ کو اصل آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافر ناامید نہیں ہو جاتے۔ اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے۔ اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہئے تھا۔ کہ اس کے بعد کوئی آ اور حکم نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے۔ پھر یہ حکم تکمیل دین کیسے ہو سکتا ہے

اور دیکھئے پارہ ۴ سورہ نساء میں ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً الخ یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کرو گے۔ تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو۔ تین اور چار پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے۔ تو ایک ہی۔

فرمائیے۔ کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعدد ازدواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامیٰ تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تو الا تعدلوا فواحدۃ کی قید بے فائدہ۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے۔ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ یعنی بہ تحقیق یہ رستہ ہے اور پر میرے سیدھا۔ مہربانی کر کے اس عَلَیَّ کو ذرا سمجھا دیجئے۔ خدا کے اوپر کوئی راہ سیدھی ہے۔ یہ علی یا فوق کے معنے رکھتا ہے۔ لیکن خدا سے کوئی فائق نہیں ہے۔ اور یا نقصان کے معنے جیسے علیکم ما حملتم لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں۔ پھر یہ علیّ ہے کیا چیز۔ اور لیجئے۔ اِنَّ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ موجودہ صرف نحو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسیح نے حقیقۃ الوحی ص ۳۱۲ میں لکھا ہے۔ کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانا متروک محاورہ ہے لیکن اس پر یہ سوال ہے۔ کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ اگر متروک محاوروں کو ہی معجزہ کہا جائے۔ تو بس خیر پھر تو میں بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں۔ جو پرانے محاورات پر شامل ہو۔ اور وہ معجزہ ہوگا۔ بس حضور یہی آپ کے حضرت عثمانؓ کی کارروائی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہیں دیکھو ص تفسیر نور الدین صاحبؓ)

اس عبارت سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا ارتکاب ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علیؒ اس قرآن کو سراسر غلط سمجھتا ہے چنانچہ نمونہ کے طور پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ایک غلطی یہ ہے۔ کہ سورہ اقرا پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجودہ میں آخری پارہ میں درج ہے۔

دوسری یہ کہ الیوم اکملت (آیۃ) اخیر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تیسری آیۃ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی کیساتھ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ الخ بے معنے ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صرف و نحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے۔ پہلی یہ کہ آیۃ اِنَّ هٰذَا صِرَاطًا عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ میں عَلَیَّ غلط ہے۔ دوسری آیۃ اِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ بھی قاعدہ نحو کے رو سے غلط ہے۔ اِنَّ هٰذَیْنِ چاہئے تھا۔ سوم یہ قرآن جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا کلرک بھی بنا سکتا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اب تمام مسلمان غور کریں۔ کہ آج تک کسی مسلمان نے جرات کی۔ کہ قرآن کو غلط کہے اور یہ ادعا کرے۔ کہ ایسا قرآن وہ بھی بنا سکتا ہے۔ کاش! اسلامی سلطنت ہوتی تو احمد علی جیسے مسلمان کا وہی حشر ہوتا۔ جو نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے۔ جو جی چاہے کہہ لو ؎

کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو
تم سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

ہاں! ایک دن مرنا ہوگا پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا سلوک کیا۔ یہ نہ خیال کیا جائے۔ کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام شیعیان ہند و پنجاب کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار حائری نے بھی کردی ہے بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کہدیتے ہیں۔ کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ اب ہم احمد علی کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں۔ مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بیچارہ کی کیا بساط ہے۔ قرآن اس وقت نازل ہوا۔ جب عرب میں دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سیکڑوں فصیح و بلیغ اپنے بے مثل قصائد پر ناز کر رہے تھے لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کا چیلنج دیا کسی کو سورت تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرات

نہ ہوئی تعجب ہے۔ کہ ایک عجمی جاہل جس کی علمیت وقابلیت کی یہ حالت ہے۔ کہ ساختہ تکبندیاں میں بجائے اِلَّا تَنْصُرُوْنَ اَلَا تَنْتَصِرُوْنَ وہ پڑھتا قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہتے ہیں۔ کہ ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ احمد علی ان اعتراضات کا خود موجد نہیں ہے۔ بلکہ ایک زندیق کا نقشہ خور ہے۔ جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صـ۱۳۱ لغایت صـ۱۳۲ میں ہے۔ کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے۔ اور آپ سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور کہدیا۔ کہ قرآن میں تحریف ہوجانیکی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورۃ اِقْرَاْ پہلے نازل ہوئی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ اخیر میں۔ الا قرآن میں اِقْرَاْ کو آخری پارہ اور اَلْیَوْمَ الخ کو پارہ چھ میں جگہ ملی ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو اب تک یہ بھی علم نہیں ہے۔ کہ ترتیب قرآن مطابق تنزیل نہیں ہے بلکہ موافق تلاوت رسولؐ خدا اور تعلیم جبرائیل علیہ السلام ہے۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں تَرْتِيْبُ السُّوَرِ هٰكَذَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ وَعَلَيْهِ يَعْرِضُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ كُلَّ سَنَةٍ مَا كَانَ يَجْتَمِعُ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَعَرَضَ عَلَيْهِ فِي السَّنَةِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا مَرَّتَيْنِ (سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرئیلؑ کو سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا۔ دو بار سنایا)

دوسری جگہ میں لکھا ہے۔ امام ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ فَرَّقَهٗ فِيْ بِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَكَانَتِ السُّوْرَةُ تَنْزِلُ لِاَمْرٍ يَحْدُثُ وَالْاٰيَةُ جَوَابًا لِمُسْتَخْبِرٍ وَيُوْقِفُ جِبْرَئِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَوْضِعِ الْاٰيَةِ وَالسُّوْرَةِ فَاتِّسَاقُ السُّوَرِ كَاتِّسَاقِ الْاٰيَاتِ وَالْحُرُوْفِ كُلِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ قَدَّمَ سُوْرَةً اَوْ اَخَّرَهَا فَقَدْ اَفْسَدَ نَظْمَ الْقُرْاٰنِ (اللہ تعالےٰ نے تمام قرآن آسمان دنیا کی طرف ایک بار نازل کردیا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرت پر تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔ جب کوئی بات پیدا ہوتی تھی۔ اس کے لئے اس میں سے اسی قدر کوئی سورۃ یا آیت نازل ہوجاتی تھی۔ اور جبرئیلؑ آپ کو اس کا موقعہ بتلادیا کرتے تھے۔ پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے

جیسا کہ آیات و حروف کا۔ اور سب آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی کسی سورت کو مقدم یا موخر کرتا ہے۔ وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے)

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ آیت لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ جب جبرئیلؑ کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے۔ تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے۔ اور بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ آپ جلدی مت کریں۔ قرآن کی جمع و ترتیب ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب ایزد متعال نے جمع و ترتیب اپنے ذمے لے لی۔ پھر کوئی شخص اس جمع و ترتیب کے خلاف تغیر و تبدل کس طرح کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ تیئیس سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو۔ اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو۔ بیشک سورۃ و آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کی کتابت کرا کر قرآن پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا یہ اعتراض اول خدا تعالےٰ پر پھر رسول پاک اور پھر جبرئیلؑ پر ہے۔ نہ حضرت عثمانؓ پر۔ کاش ؎

گر مسلمانی ہمین ست کہ مرزا دارد
حیف گر پس امروز بود فردائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً سے متعلق ہے۔ یہ اعتراض بھی معترض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ یوں ہے:۔

"کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں۔ ان کے مال کی لالچ سے نکاح کر لیتے تھے۔ اور چونکہ یتیم لڑکی کا اور کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا مہر کم مقرر کرتے۔ اور ان کے مال کو دبا لیتے۔ اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ یتامیٰ (صغیرہ لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔ تو ان سے نکاح مت کرو۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں سے دو یا تین یا چار سے تم نکاح کر سکتے ہو۔ اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو۔ تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے۔ بتلایئے۔ اب کون سا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے

بد سے سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۳) آیۃ (۱) إِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ کے متعلق کہتا ہے۔ کہ عَلَيَّ یا فوق کیلئے تا ہے۔ یا نقصان کا معنے دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لئے آیۃ میں علیٌّ صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں ذکور ہے۔ کہ بعض جگہ علیٰ بمعنے الیٰ ہی ہوتا ہے۔ سو اس کا معنے یہ ہے۔ کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے۔ اس میں کون سی غلطی ہے؟ یہ علیَّ کی جگہ علیٌّ صحیح سمجھ کر اسکو بھی مولیٰ علیؓ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صِرَاطُ عَلِيٍّ علی کا راستہ قرار دینا کمال حماقت ہے۔ قرآن میں صراط کی اضافت یا تو حق تعالےٰ کی طرف ہے۔ جیسا إِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا ہے۔ اور یا عام مقربین حق تعالےٰ کی طرف جیسا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبیؑ یا ولیؒ کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صِرَاطُ عَلِيٍّ علی کا راستہ۔ کیا مسلمانوں کے راستہ سے الگ تھا۔ کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سوچو اور غور کرو۔

(۴) چوتھا اعتراض إِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ پر ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے۔ کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ هٰذَيْنِ چاہیے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ حضرات کی علمیت کا سارا پردہ ہی فاش کر دیا ہے۔ شیعہ اس اعتراض اور اسی قسم کے دیگر اعتراض کو ایسا لاینحل کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علیؓ سے بھی معاذ اللہ نہ ہو سکا۔

ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو۔ جانتا ہے۔ کہ اِن مخففہ اکثر اوقات ملغیٰ (بے عمل) ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے نحو کی مستند کتاب شرح ملا جامی بحث حروف مشبہ بالفعل ص۳۶۹ میں ہے۔

وَخُفِّفَتْ إِنَّ الْمَكْسُورَةُ لِثِقَلِ التَّشْدِيدِ وَكَثْرَةِ الِاسْتِعْمَالِ فَيَلْزَمُهَا بَعْدَ التَّخْفِيفِ اللَّامُ وَحِينَئِذٍ يَجُوزُ إِلْغَاؤُهَا أَيْ إِبْطَالُ عَمَلِهَا وَهُوَ الْغَالِبُ لِفَوَاتِ بَعْضِ وُجُوهِ مُشَابَهَةِ الْفِعْلِ كَفَتْحِ الْآخِرِ وَكَوْنِهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ (اِنَّ مکسورہ مخففہ (اِن) بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے۔ اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام

جس کی وجہ ہے کہ مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الآخر ہونا اور تین حروف ہونا معدوم ہو جاتی ہیں)

چونکہ آیت میں اِن مخففہ ہے۔ اس لئے قاعدہ نحو کے رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے اسم (هٰذان) کو اس نے عمل نہیں دیا۔ افسوس! اس مسئلے سے ایک ادنے طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن شیعہ کے علامہ حائری اور ان کے علمی دعوی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے۔ شرح جامی تو ان کی بلا جانے مگر یہ مسئلہ تواۃ غال بعد الرسول میں بھی درج ہے۔ اس علمی بضاعت پر جرأت یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا

ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علیؓ نے جمع کیا۔ اصول کافی ص۶۷۱ میں ہے عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل على أبي عبد الله عليه السلام وأنا أستمع حروفا من القرآن ليس على ما يقرؤها الناس فقال أبو عبد الله عليه السلام كف عن هذه القراءة اقرأ كما يقرأ الناس حتى يقوم القائم فإذا قام القائم قرأ كتاب الله عز وجل على حده وأخرج المصحف الذي كتبه علي عليه السلام إلى الناس حين فرغ منه وكتبه فقال لهم هذا كتاب الله عز وجل على محمد صلى الله عليه وآله قد جمعته من اللوحين فقالوا هو ذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه فقال أما والله ما ترونه بعد يومكم هذا أبدا إنما كان علي أن أخبركم حين جمعته لتقرؤوه

(سالم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے ایسے حروف میں نے سنے جو اس قرآن میں نہیں ہیں۔ جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن کا پڑھنا بند رکھو۔ بلکہ یہی پڑھا کرو۔ جو لوگ پڑھتے ہیں جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو جب وہ تشریف لائیں گے وہ دوسرا قرآن پڑھیں گے۔

حضرت علی رض نے جو قرآن لکھا تھا وہ لوگوں کے پاس لکھنے سے فارغ ہو کر لے آئے اور کہا یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اسکو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا تم قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اسے پڑھو۔ اب اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ شیعوں کا قرآن (جمع کردہ علیؑ) کہیں موجود ہے۔ جو کسی شخص نے امام جعفر صادقؒ کے پاس پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا۔ کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا۔ کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہیگا جب وہ تشریف لائیں گے ساتھ لائینگے۔ امام جعفر صادقؒ نے یہ بھی فرما دیا۔ کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل و مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ بس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے

آج کل کے شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ عجالہ نافعہ ۲۱ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا۔ اس کے ص۲۳ پر لکھا ہے۔ کہ امیر المومنین نے جو قرآن جمع کیا تھا۔ وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے مگر ہے ضرور کہیں ہو۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے"۔

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں۔ وہ تو امام غائب کے ساتھ ہی کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے۔ تو فرمائیے۔ آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں۔ سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے۔ (نامکمل ہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تک تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ تو اس قرآن کا وجود و عدم تمہارے لئے تو یکساں ہے۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ کب امام غایب آئیں۔ اور قرآن لاکر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے۔ جو مر گئے۔ ان کے لیے ان کی آمد کا کیا فایدہ ہوا۔

جب مر چکے تو آئے ہماری مزار پر ؎ پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السّلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آکر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھکر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لیے سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ بیچارے بھی قرآن کی شکل دیکھیں۔ لیکن امام مہدی علیہ السّلام بقول شخصے

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی نہیں قسم ہے۔

کہیں ایسے غایب ہوئے ہیں۔ کہ ظاہر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غایب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں۔ جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۲ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدْ كَانَ وَقَّتَ هٰذَا الْاَمْرَ فِی السَّبْعِیْنَ فَلَمَّا اَنْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ صَلَوٰۃُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَهٗ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِیْثَ فَكَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَیَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ

(خدا نے اس کام (ظہور مہدیؑ) کا وقت سنہ ۷۰ھ ہجری مقرر کیا تھا۔ مگر جب امام حسینؓ شہید کئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا۔ اور اس نے اس کام کو سنہ ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی۔ اور پردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادقؓ سے بیان کی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا)

اس حدیث سے پتہ ملتا ہے۔ کہ قاتل امام حسین علیہ السّلام شیعہ تھے تب ہی تو

مہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی پہلے سنہ ۷۰ھ جو آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم زا ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سو سال تک اور ک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہل بیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی۔ خدا کا غصہ بھی تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی۔ کہ پھر ائمہ اہل بیت علیہم سلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ ا۔ کہ لوگوں نے کہدیا۔ ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ یں آکر اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی۔ کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) ست ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ اُلٹا یہ ہوا۔ کہ بیگانے تو بیگانے اپنے شیعہ ے بھی قرآن چھپا دیا گیا۔ جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ے دیمک نہ کھا گئی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا۔ تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں بد توقف ڈالدیا۔ کہ سنہ ۷۰ھ اور سنہ ۱۴۰ھ تو کجا اب سنہ ۱۳۴۳ھ ہو گیا ہے۔ ابھی تک و انتقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امامؑ تو آتے رہے۔ کہیں قرآن ہی بھیجدیتے ی بھی شیعہ کی سرخروئی ہو جاتی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہر حال بقول شخصے ؎

ہر بلائے کز آسمان خیزد ∴ خانۂ انوری تلاشش کند

تیجہ جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے۔ شیعہ کے ہی خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر ت علی نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا۔ تو ناممکن تھا۔ کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے ے بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں۔ کہ ان کو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ غصہ میں آکر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خلق کے لئے ی تکلیف برداشت کر کے کئی روز کا چلہ کاٹ کر تیار کریں۔ اور پھر اس کو کسی ایک س کے کہدینے سے۔ کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کے لئے چھپا دیں ؎

این خیال است و محال است و جنون

خدا کا غصہ

حضرت علیؓ تو آخر بشر تھے۔ مان بھی لیا جائے۔ کہ غصہ میں آکر انہوں نے قرآن کو کہیں گم کر دیا ہو۔ لیکن یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کو غصہ تو قاتلانِ حسینؓ پر ہو۔ اور اس کا نزلہ حضرت امام منتظرؑ پر گرے۔ کہ وہ اس کی سزا میں دائم الحبس کر دیئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن بھی دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات ہیں۔ جو یار لوگوں نے افترا کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علیؓ پڑھتے تھے۔ اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے وردِ زبان تھا اور یہی ہمیشہ رہیگا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے۔ تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائینگے

حایری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کا مقتدر و پیشوا علامہ حایری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایۃ المقصود مصنفہ علامہ حایری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور ۱۳۴۱ھ ص ۲۱۲ میں ہے:۔

اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام درین زمان آنست کہ آنحضرت ہم مثل آباء طاہرین علم انساب میداند۔ ازاں معلوم است۔ آنحضرت علیہ السلام را معلوم لکھہا کفار چنیں موجود اند کہ در پشت آنہا نطفہ ہائے مومنین ہست امانت و ودیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل نکند۔ بلکہ سکوت اختیار نماید۔ درین صورت مخالفت وعدہ مذکورہ خدا ثابت میشود۔ (ترجمہ۔ امام مہدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے۔ کہ آپ اپنے آبائے کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں۔ اور ان کو خوب معلوم ہے۔ کہ ابھی لکھوکھا کفار ایسے موجود ہیں۔ جن کی پشت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لا سکتے۔ جب تک کہ دنیا میں مخلوقِ خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔

اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ ہیں۔ باقی سُنّی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"دیگر آنکہ سلاطین قہار و جبار کہ آباء طاہرین وے را از علیؑ گرفتہ تا امام حسن عسکری علیہم السلام کسے را بزہر و کسے را بہ تیغ کشتند و حال آنکہ امامت آنہا خارج سلطنت آنہا نبود۔ لیکن ہرگاہ یکی را میکشتند امام و حجت دیگر موجود بود۔ کہ بجائے وے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار پر حذر خواہند بود۔ زیرا آنکہ ہمہ آنہا را یقین خواہد شد کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست وے خواہد شد کے ممکن ہست کہ در وقت سلطنت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارند و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگر نیست کہ بجائے وے قرار گیرد و آن مخالف حدیث لا تخلو الارض من حجۃ اللہ اما ظاہر مشہور و اما خائف و مستور میباشد باین برہان واجب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد باوجود آنحضرت ہر وقت منتظر اذنیست کہ ظہور فرمایند۔"

(ترجمہ:۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ گذشتہ سلاطین نے جو ان کے آباء اجداد کو حضرت علیؑ سے لیکر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے شہید کیا۔ حالانکہ ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے دوسرا امام موجود ہوتا۔ جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ برخلاف اس کے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہوگا۔ کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائیگا۔ پھر کیا ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے۔ جو ان کی جگہ سنبھالے۔ حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ ظاہر باہر ہو یا چھپا ہوا ہو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہیئے۔ گو آپ ہر وقت اس انتظار میں ہیں۔ کہ ظہور فرمائیں)

اس دوسری وجہ نے تو بالکل مطلع صاف کر دیا۔ کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائینگے۔ اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑینگے

اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محجوب رہنا ہی مناسب ہے۔ تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہلِ بصیرت غور کر سکتے ہیں۔ کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اس لئے ہے کہ باعث ہدایتِ خلق ہو۔ تو یہ بات تو تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ امام ظاہر ہو کر اشاعتِ دین کرے۔ ور ایسے چھپے رہنے سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام اسی دل و گردہ کے انسان ہیں۔ کہ ان کو اسبات کا ڈر ہے۔ کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں۔ تو قتل نہ ہو جائیں تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کچھ کرینگے۔ اس سے تو ان کا عدمِ ظہور ہی اچھا ہے۔ کہ پردہ ڈھکا رہے۔

افسوس! حائری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہلا کر ایسے بودے خیال ظاہر کرنے لگے ہیں۔ بندۂ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے۔ جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور اس قوت نصرتِ الٰہی کے شاملِ حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب ہادیٔ اسلام (فداہ ابی و امی) مبعوث ہوئے۔ ان کے ساتھ کونسی فوج تھی۔ انہوں نے تن تنہا دنیا کے سامنے کلمۂ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خدائے قدوس نے آپ کی نصرت کی۔ اور آپ کا بال بیکا نہ ہو سکا۔ بلکہ تمام دشمنانِ حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے مظہرِ اتم ہونگے۔ وہی طاقت لیکر دنیا میں ظہور فرمائینگے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھیگی۔ خلقِ خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائیگی۔ اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائینگے۔ کیا علم انساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا۔ کہ جنگ چھیڑ دی۔ اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابلد تھے۔ کہ تلوار اٹھائی۔ اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

موت امام کے اختیار میں

یہ بات علامہ حائری صاحب کے قلم سے نکلنا نہ چاہئے تھی۔ کیونکہ آپ کے اعتقاد میں تو موت و حیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۵۹ پر ایک باب ہے

اس مضمون کا باندھا گیا ہے۔ کہ اِنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِيَارِهِمْ (یعنی ائمہؑ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔ پھر علامہ حایری نے یہ کیوں لکھا ہے۔ کہ وہ اس لئے ظاہر نہیں ہوتے۔ کہ ان کی جان تلف ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جب مرنا جینا کسی شخص کے اختیار میں ہو۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر۔ افسوس! شیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانا باتیں کہکر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں۔

شیعہ کے متعدد قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھکر کہ ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑ دیں۔ کہ ایک نہیں بہت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر سُنیوں کے پاس ایک چھوٹا سا قرآن ہے۔ تو بات ہی کیا ہے شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں۔ تو ہوش بھول جائیں چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے۔

ستر گز کا قرآن

اصول کافی صـ۱۴۲ میں ہے۔ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَّاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا يُدْرِيْكَ مَا الْجَامِعَةُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِيْفَةٌ طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (امام جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ اے ابو محمدؒ ہمارے پاس ایک جامعہ ہے۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان فرمائیں وہ جامعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایک قرآن ہے جو ستر گز لمبا ہے۔

خوب۔ ستر گز لمبا قرآن۔ وہ کا ہیکو۔ بھلا اتنے لمبے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چلکر دوسرے سرے تک جانے۔ اور پھر واپس آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہیگا۔ پڑھنے والے کی جان گویا عذاب میں پھنس گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار میں بمشکل دو سطریں ختم ہوسکینگی۔ علاوہ ازیں اتنا لمبا قرآن کوئی اٹھائے تو کیونکر اونٹ[1] ہاتھی بھی ستر گز لمبے

---

[1] یہ بھی معلوم ہو کہ یہ ستر گز لمبا قرآن ضخامت میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر موٹا بھی ہے جیسا کہ اصول کافی صـ۱۴۲ میں اس کی تشریح کیگئی ہے پھر کوئی انسان تو اتنے لمبے موٹے قرآن کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

نہیں ہوتے۔ جو اس قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ قرآن رکھا کہاں جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے لائیں؟

خدا تعالے فرماتا ہے یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ خدا دین کے بارہ میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے۔ تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں ہے۔

مُصحفِ فاطمہ

ایک دوسری روایت یہ ہے۔ کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحفِ فاطمہ بھی ہے چنانچہ اصول کافی صـ۱۳۹ میں ہے۔ وَاِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِیْهِ مِثْلُ قُرْاٰنِکُمْ ھٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰهِ مَا فِیْهِ مِنْ قُرْاٰنِکُمْ ھٰذَا حَرْفٌ وَّاحِدٌ (ترجمہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ہمارے ہاں ایک مصحف فاطمہ بھی ہے۔ اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔

پھر تعجب ہے۔ کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی۔ فارسی ہو تب تو یہی حروف تہجی اس میں پائے جائیں۔ جو اس قرآن میں ہیں۔ غالباً وہ سنسکرت میں ہو یا جنوں کی زبان میں۔ یا جاپانی انگریزی وغیرہ میں۔ بہر حال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آسکتی۔

جفر

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے۔ جیسا کہ اصول کافی صـ۱۳۶ میں ہے۔ قَالَ اِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ وَمَا یُدْرِیْھِمْ مَا الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وِعَاءٌ مِنْ اَدَمٍ فِیْهِ عِلْمُ النَّبِیِّیْنَ وَالْوَصِیِّیْنَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْنَ مَضَوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (ترجمہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے پاس جفر بھی ہے۔ اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جفر کیا ہے۔ کہا وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں انبیاء و اوصیاء کے علوم بھرے ہیں اور علمائے بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)۔

یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں؟

اب سوال یہ ہے۔ کہ شیعہ کے اتنے بڑے بڑے اور لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان روایات کی حقیقت بوستان خیال یا چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں شیعوں کا اعتقاد درست رکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں تا یہ معلوم کر سکے کہ یہ قرآن تو سنیوں کا ہے۔ ان کا قرآن مراد گھبرا نہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں۔ کہ سنیوں کا ایک مختصر سا قرآن ہے۔ تو کیا ہوا؟ ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے لمبے قرآن موجود ہیں۔ آخر کہیں نکلیں گے۔ تعجب ہے۔ کہ آجکل اس روشنی کے زمانہ میں ان طفل تسلیوں سے کس طرح کام نکل سکتا ہے۔ بہتر ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں سے مطالبہ کریں۔ کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائیگا۔ اگر سترگز کا نہیں تو بالشت بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے۔ تاکہ ہم سنیوں کے قرآن سے معارضہ کر سکیں لیکن یہ ہرگز نہیں ہوسکیگا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مر جائیں گے۔ اور قرآن کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔

تحریف آیات قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہوگیا ہے کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس کو محرّف سمجھتے ہیں۔ لیکن عوام کی تسلی کے لئے ہم ذیل میں چند آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتلایا گیا ہے کہ اصل آیت یوں تھی۔ اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے۔

(۱) اصول کافی صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰہُ سَمَّاہُ وَھٰکَذَا اُنْزِلَ فِیْ کِتَابِہٖ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

(جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ حضرت علیؑ کو امیر المومنین کیوں

کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے آیت پڑھ دی۔ جس میں وَ اَنَّ مُحَمَّدًا الخ کا اضافہ کیا گیا۔ اور کہا کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ (اصول کافی ص۲۶۶) ابن بصیر امام جعفر صادقؑ سے راوی ہے کہ آپ نے آیۃ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ الخ میں عبارت فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ الخ کا اضافہ کرکے کہا۔ کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ وَلَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ وَّالْفَاطِمَۃِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ ذُرِّیَّتِہِمْ فَنَسِیَ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ (اصول کافی ص۲۶۳) عبداللہ بن سنان امام جعفرؑ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے آیت وَلَقَدْ عَہِدْنَا الخ میں فی محمد الخ ایزاد کرکے کہا۔ کہ بخدا آیت رسول اللہ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِہٖ اَنْفُسَہُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْیًا (اصول کافی ص۲۶۳) جعفرؑ نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے آیت بئسما اشتروا بہ الخ میں فی علیؑ کی ایزادی کرکے کہا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ پر نازل کیا۔

(۵) اصول کافی ص۲۶۳ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ ھٰکَذَا اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فِیْ عَلِیٍّ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ جابر راوی ہے۔ کہ آیت ان کنتم فی ریب الخ میں بھی فی علیؑ کی ایزادی ہے اور جبرئیلؑ نے اسی طرح رسولؐ پر نازل کی۔

(۶) عَنْ مُنَخَّلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُؑ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰکَذَا یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا فِیْ عَلِیٍّ نُوْرًا مُّبِیْنًا (اصول کافی ص۲۶۳) منخل امام جعفرؑ سے راوی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ آیت یا

بعینہ یوں ہی آیت الخ میں بھی نوراً مھتدیا سے پہلے فی علیؑ ہے۔ اور ایسا ہی جبرئیلؑ نے آیت نبی علیہ السلام پر نازل کی۔

(۷) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ فِیْ عَلِیٍّ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ (اصول کافی ص۲۶۲) جابر کہتا ہے۔ امام محمد باقرؒ نے آیت ولو انہم فعلوا الخ میں لکان خیرا لھم سے پہلے فی علیؑ ازاد فرمایا۔

(۸) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ یَا مَعْشَرَ الْمُکَذِّبِیْنَ حَیْثُ اَنْبَاْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ فِیْ وَلَایَةِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔ کذا نزلت (اصول کافی ص۲۶۲) ابو بصیر راوی ہے۔ کہ امام جعفرؒ نے آیت فستعلمون الخ میں فی ولایۃ علیؑ الخ کا اضافہ کر کے کہا۔ کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے)

(۹) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکَافِرِیْنَ فِیْ وَلَایَةِ عَلِیٍّ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ثُمَّ قَالَ هٰکَذَا وَاللّٰهِ نَزَلَ بِهَا جِبْرَئِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ (اصول کافی ص۲۶۲) ابو بصیر امام جعفرؒ سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے آیت سال سائل الخ میں بھی فی ولایۃ علیؑ کی زیادتی کی اور کہا۔ کہ خدا کی قسم جبرئیلؑ یہ آیت اسی طرح رسولؐ پر لایا ہے)

(۱۰) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ هٰکَذَا فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَةِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا (اصول کافی ص۲۶۳) امام جعفر علیہ السلام نے کہا۔ آیت فابی اکثر الناس کے بعد بولایۃ علیؑ کا لفظ ہے۔ جیسا کہ جبرئیلؑ لیکر آیا (تلک عشرۃ کاملۃ)

اگرچہ اور بھی بہت سی آیات اصول کافی میں لکھی ہیں جن میں تحریف صریح ہے لیکن ہم نے بطور مشت نمونہ از خروارے دس آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو ائمہ اہل بیت امام محمد باقرؒ و امام جعفر صادقؒ حلفاً بیان کرتے ہیں کہ جبرئیلؑ آیت نبی علیہ السلام پر یوں لایا۔ ادھر ناظرین قرآن کریم کو کھول کر دیکھیں کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں۔ یا یہ ایجاد بندہ ہے۔ جب یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو پھر اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ شیعہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

جواب شیعہ

ان تمام احادیث و روایات کو سنکر علمائے شیعہ مبہوت ہوجاتے ہیں۔ اور اُن سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا کیونکہ روایات اصول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ٹائٹل پر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قَالَ اِمَامُ الْعَصْرِ وَ حُجَّةُ اللّٰهِ الْمُنْتَظَرُ عَلَيْهِ سَلَامُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْاَكْبَرِ فِيْ حَقِّهٖ هٰذَا كَافٍ لِّشِيْعَتِنَا (ترجمہ۔ امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا۔ کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے) یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں کچھ ایسی ویسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ سے مروی ہیں۔ اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن بحث کی خاطر ”تقیۃً“ وہ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اسپات پر حلفیں اٹھانے پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تقیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب العقاید پیش کردیا کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ ہم اسی قرآن کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اسبارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے۔ ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص۔ غلط۔ غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں۔ جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) ثقۃ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق الکلینی مصنف اصول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی شیخ الکلینی (۳) شیخ احمد بن ابو طالب الطبرسی (۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ لیکر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے۔ تحریف کے منکر ہوئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقاید (۲) شریف مرتضےٰ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تبیان

(۴) شیخ ابو علی الطبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان۔

ہمارے معاصر شیعہ اپنے زمرہ سے متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دوسرے گروہ نے محض تقیہ ایسا کہا ہے۔ کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران ص۳۳ میں لکھتا ہے۔ اَلصَّدُوْقُ فِیْ عَقَائِدِہٖ وَقَدْ سَلَفَ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا جَاءَ بِہٖ فَقَالَ ھٰذَا کِتَابُ رَبِّکُمْ کَمَا اُنْزِلَ عَلٰی نَبِیِّکُمْ لَمْ یَزِدْ فِیْہِ حَرْفٌ وَلَمْ یَنْقُصْ مِنْہُ حَرْفٌ فَقَالُوْا لَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَانْصَرَفَ وَھُوَ یَقُوْلُ فَنَبَذُوْہُ وَرَاءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ (ترجمہ:۔ شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقائد میں مرسلاً روایت کی کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لائے۔ اور کہا یہ قرآن ہے جیسا کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیرؑ واپس چلے گئے۔ یہ پڑھتے ہوئے فنبذوہ وراء ظھورھم الخ) تو جب شیخ صدوق کو بھی اس سے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے نہ مانا تو جناب خفا ہو کر چل دیئے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو جو حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہر داری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس کا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنی دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پیش کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعوے کے متعلق ایک دو نہیں۔ بلکہ بے تعداد احادیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص۲۲۷ میں یوں لکھا ہے۔ وَھِیَ کَثِیْرَۃٌ جِدًّا حَتّٰی قَالَ السَّیِّدُ نِعْمَۃُ اللّٰہِ الْجَزَائِرِیُّ فِیْ بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِہٖ کَمَا حُکِیَ عَنْہُ اَنَّ الْاَخْبَا

الدّالّة على ذلك تزيد على ألفي حديث وادّعى استفاضتها جماعة كالمفيد والمحقق الداماد والعلّامة المجلسي وغيرهم بل الشيخ ايضًا صرّح في التبيان بكثرتها بل ادّعى تواترها جماعة يأتي ذكرهم (ترجمہ احادیث جو قرآن موجودہ کو محرّف ٹھیراتی ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمۃ اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ ایسی احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان کے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوےٰ کیا ہے جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں۔ بلکہ شیخ نے تبیان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا بھی دعوےٰ کیا ہے)

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زائد احادیث پھر متواتر ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن کے دعوے کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو۔

ناظرین خیال کر سکتے ہیں۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟ لامحالہ کہنا پڑیگا۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں پس سنی مناظر کو چاہیے۔ کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث (جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے) کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب پیش کرے۔ تو اس کو چیلنج دیا جانا چاہیئے۔ کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے۔ تو اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پیش کرو۔ ورنہ تسلیم کر لو۔ کہ تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد کے رو سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ہے۔ کہ شیعہ مانتے ہیں۔ کہ یہ قرآن جمع کردہ علیؓ نہیں ہے۔ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور

حضرت عثمانؓ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر سہ اصحاب کو مسلمان نہیں۔ بلکہ (معاذ اللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک غیر مسلم شخص جو خدا و رسولؐ پر ایمان نہیں ہے۔ اور بقول شیعہ ان کو رسولؐ سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا۔ ان کے چچا زاد بھائی۔ داماد اور وصی سے خلافت غصب کریں۔ رسولؐ کی بیٹی خاتون جنت کا ورثہ (فدک) دبا لیا۔ ان کی سخت بےحرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیٹ پر لات مار کر حمل گرا دیا گیا وصی رسول علیؑ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابوبکرؓ پر مجبور کیا[۱] (یہ سب کچھ شیعہ کی مستند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے متدین بن جائیں۔ کہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کریں جب ان کو معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں ایسے آ گئے ہیں۔ کہ ان کی زوجہ محترمہ کی اس قدر بےادبی ہوتی ہے۔ ان کو گھسیٹ کر لیجایا جاتا ہے۔ مگر مارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے۔ اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگین ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا۔ تو وہ قرآن کی آیات حسب منشا خود (جن میں ان کی توصیف اور مخالفین کی ہتک ہو) گھڑ کر داخل کر دیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو ان کی منشا کے مخالف ہو۔ بیچ میں سے نکال ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعلسازی کر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے۔ وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابل اعتبار نہ ہو۔ وہ یقیناً پایۂ اعتبار سے گر جاتی ہے پھر جب تک یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ اکمل الایمان خائف من اللہ اپنے نبیؐ کے سچے عاشق آپ کے اہل بیت کے محب صادق اور قرآن پاک پر جان نثار تھے۔ اور ناممکن تھا۔ کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر و زبر یا تشدید و مد کا بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل و مکمل ہونے پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ شیعہ عداوت اصحاب ثلثہ میں اس قدر غلو کر گئے ہیں۔ کہ ان کو بدنام کرنے کے لئے اسد اللہ الغالب (حضرت علیؓ) اور جگر گوشہ رسولؐ (فاطمۃ الزہرا)

---

[۱] حملہ حیدری میں ہے۔ ؎ بدست عمرؓ بود یک ریسمان + دوم در کف خالد پہلوان
فگندند در گردن شیر نر + کشیدند او را برِ بوبکرؓ

ز خفت توہین و ہتک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی عداوت کی وجہ سے وہ قرآن سے بھی منکر ہو کر ستر گز طویل صحیفہ قرآن سے سرچشمہ ہوا۔ مصحف فاطمہ ۱۷ ہزار آیت کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہو گئے ہی ہیں۔ جب اس میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کج بحثی کی راہ اختیار کرکے الٹے اہل سنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں۔ کہ سُنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے۔ جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ سُنّی لوگ جو صدیق و فاروق۔ ذوالنورین کو اپنے سچے پیشوا انجم الاہتداء مانتے ہیں۔ یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ کلّا و حاشا کسی سنّی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کو امام مہدی علیہ السلام لیکر غار سرمن رائے میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں۔ کہ کوئی سُنّی اس بات کا قائل نہیں ہے۔ کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہے۔

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ دُرّ منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں۔ کہ فلاں سورہ اتنی آیت کی تھی۔ اب اتنی ہے۔ یا فلاں آیت یوں تھی۔ اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہمارا ایمان دُرّ منثور یا اتقان پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں۔ محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی میں ص۳ میں ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب و یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں اتقان یا دُرّ منثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوۃ ہے۔ جو پہلے نازل تو ہوئیں لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں۔ اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے۔ نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالشکور

صاحب نے اپنے رسالہ النجم میں اور مولوی نور بخش صاحب ایم اے توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں کردی ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر ہم اس بحث کو دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو تحدّی سے کہتے ہیں۔ کہ آپ یہ ثابت کردیں۔ کہ کوئی سنّی ثقہ عالم محدّث یا مفسّر تحریف قرآن کا قائل ہے۔ تو ہم آپکو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ مگر یہ خوب سمجھ رکھیں۔ کہ نسخ اور چیز ہے۔ اور تحریف اور ہے۔ شیعہ اگر اس دعوے میں سچے ہیں۔ تو سامنے آئیں۔ ایکہزار روپیہ کی بازی جیتیں

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ؕ

جناب مولانا جلال الدین سیوطی مصنف دُرِّ منثور و اتقان نے اپنا عقیدہ دربارہ ترتیب آیات بعبارت ذیل میں جو اتقان میں ہے۔ واضح کردیا ہے۔ اَلْاِجْمَاعُ وَالنُّصُوْصُ الْمُتَرَادِفَۃُ عَلٰی اَنَّ تَرْتِیْبَ الْاٰیَاتِ فِیْ سُوَرِھَا بِتَوْقِیْفِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْرِہٖ مِنْ غَیْرِ خِلَافٍ فِیْ ھٰذَا بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ (ترجمہ:۔ نصوص متواترہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آیات کی ترتیب جو سورتوں میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی ہے۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں۔ مصنف اتقان نے اس دعوے کے اثبات میں بخاری، مسلم، سنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کرکے ثابت کیا ہے۔ کہ بلاشبہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح امام بغوی شرح السنۃ میں لکھتے ہیں۔ اَلصَّحَابَۃُ اَجْمَعُوْا بَیْنَ الدَّفَّتَیْنِ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ اَنْزَلَہُ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ زَادُوْا اَوْ نَقَصُوْا مِنْہُ شَیْئًا فَکَتَبُوْہُ کَمَا سَمِعُوْہُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ اَنْ قَدَّمُوْا شَیْئًا اَوْ اَخَّرُوْا اَوْ وَضَعُوْا لَہٗ تَرْتِیْبًا لَمْ یَاْخُذُوْہُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یعنی صحابہ نے قرآن کو اسی طرح رکھا جیسا کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ کمی بیشی کی گئی ہو۔ پس جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا۔ اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو۔ یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو۔ جس کو حضور علیہ السلام سے انہوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولانا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسّرین کی ایسی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے۔ کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ سو ”چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد“ کا مصداق بنتا ہے

ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں۔ جو حسب ذیل عقائد رکھتے ہیں۔ یا اُنکی

مستند کتابوں میں احادیث مرویہ ایمۂ اہل بیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) اصلی قرآن جو جبرائیلؑ نے رسول خدا پر نازل کیا۔ ۱۷ ہزار آیت کا تھا۔ (۲) اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے صحابہؓ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ (۳) اصلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں۔ جو عشرہ کاملہ میں درج کی گئی ہیں۔ (۴) اصلی قرآن حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ جب آئینگے۔ تو شیعوں کو دکھائینگے۔ (۵) شیعہ کا ایک قرآن ستر گز لمبا ہے۔ (۶) ایک اور قرآن مصحف فاطمہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا (۷) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا تھیلا ہے جس میں اولین و آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اب انصاف تو یہ ہے۔ کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب صحاح ستہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے۔ اور ایک ہزار انعام لیا جائے۔ کیا کوئی شیعہ ہے۔ جو خم ٹھونک کے میدان میں نکلے ہیں تو کہو نکلے۔ کہ

نہ تلوار ان سے اٹھے گی نہ خنجر
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پڑتال کے لئے ہر شخص کا عمل و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے سو اس بارہ میں فریقین کا تعامل دیکھنا چاہئے۔ کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ سنی قرآن کریم کو حرز جان سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن ان کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیوں میں ملیں گے۔ لیکن بمقابلہ اس کے چراغ لیکر ڈھونڈھو۔ اور ہند و پنجاب کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اہل سنت کی طرف سے ہمیشہ انعامی اشتہارات چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

مدت سے ہمارے دوست حاجی غلام حسین صاحب تلہ گنگی نے ایک انعامی اشتہار شائع کر کے شیعان پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات

کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کے لئے ذوالنجف سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہ ملیگا جس میں حاجی موصوف کو مغلظ گالیاں دیکر اپنے عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے ؎ اِذَا یَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُہٗ ÷ کَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ یَصُوْلُ عَلَی الْکَلْبِ (ترجمہ۔ جب آدمی مقابلے سے عاجز آجاتا ہے۔ تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ جیسا کہ مغلوب بلی کھسیانی ہو کر کتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ چکوال میں شیعہ سُنی کے بالمقابل جلسے ہو رہے تھے۔ ان جلسہ میں ایک مولوی کفایت حسین پشاور سے تشریف لائے تھے۔ جن کے نام کے ساتھ حافظ کی دُم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا۔ کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظ قرآن ہے۔ تو کل ہمارے حافظ کے مقابلہ میں سر اجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سنادے سو روپیہ انعام دیا جاویگا۔ یہ اعلان سنکر شیعہ پارٹی میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعوں نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا۔ یہ مہلت بھی منظور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپکو پانچ حافظ پیش کرنے ہوں گے۔ اور ہم ان کے مقابلہ میں پچاس حافظ پیش کریں گے۔ شیعہ جھنجلا کر بولے۔ ہم ایک بھی بمشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں۔ ہم نے کہا۔ آپ پنج تنی کہلاتے ہیں۔ اس لئے پانچ حافظ آپ ضرور پیش کریں۔ یہ سنکر متحیر ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہموطن شیعہ سید حیدر شاہ صاحب چوہان کہنے لگے نہیں میں موحد ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہیے۔ آخر ایک کی شرط بھی منظور کی گئی۔ لیکن میعاد گذر گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا۔ نہ شیعہ بیچارے میدان میں نکلے۔

یہ فیکٹ (امر واقعہ) ہے۔ کہ شیعہ ہرگز حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو۔ وہ دل میں گھر نہیں کر سکتی۔ چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس سے دل سے متنفر ہیں۔ اس لئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎ رکھیگا بغض صحابہ سے جو کوئی انسان ÷ ہمارا دعوٰے ہے ہو گا نہ حافظِ قرآن

لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ہی نصیب ہے۔ چونکہ اللہ تعا کا فرمان ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ اس لیے پاکیزہ عقائد کے مسلمان جو رسول رسول ﷺ کے صحابہ و ازواج و اہل بیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلا الٰہی کے حافظ ہو سکتے ہیں۔ اور یہی فرقہ بشہادت قرآن مومن کامل ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ وہی مومن بالقرآن ہیں۔ اور جو لوگ اس سے منکر ہیں۔ وہ خائب و خاسر ہیں۔)

ہرچند شیعہ کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں لیکن ع

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ اس نعمت الٰہی سے محروم ہیں۔ اور رہیں گے۔

اب مسئلہ شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی۔ اور خدا کے فضل سے براہین قاہرہ نقلی و عقلی سے ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ہے۔ جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک معرکۃ الآرا مسئلہ فضائل اصحاب ثلاثہ کو شروع کرتا ہوں۔ پہلے قرآنی آیات پیش کی جائیں گی۔ اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

فضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار (جن میں سے اصحاب ثلاثہ کا نمبر اول ہے) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی صراحت و وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی مخالف و موافق کو انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر ہم اس موقعہ پر چند ایسی آیات پیش کریں گے۔ جن سے ثلاثہؓ کی فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

(۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ اُولٰٓئِكَ هُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۶ (ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے۔ اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہا

کیا۔ اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی۔ اور ان کی مدد کی۔ وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لئے غفران اور اعلیٰ نصیب (بہشت) ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہ کے ایمان حقیقی اور ان کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب ثلاثہ بیشک وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ کے پورے طور مصداق ہیں جو آنحضرتؐ کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ کفار سے جہاد کئے۔ پھر اوّلین مہاجرین ہونے کے باعث پچھلے مہاجروں کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف جمیلہ کے باعث ان کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔

آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے بعد حَقًّا کی تاکید اور اس کے بعد لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست الٰہی شہادت ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل پر خَتَمَ اللّٰهُ الخ کا قفل نہ لگ گیا ہو۔ تو پھر ایسی زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی باقی گنجائش رہجائے۔

(۲) وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۲

(ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے۔ اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے)

باری تعالیٰ نے اس آیت میں اُن مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی۔ اور اتباع رسولؐ میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عمدہ نشان بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی اس قابل قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہوگا۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً (یعنی دنیا میں ان کو مسند جلیل (خلافت) عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہت ہی اعلیٰ ہوگا۔ اب ہم اس بین نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا امتیاز کر سکتے ہیں کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشگوئی (وعدۂ الٰہی) پوری ہوئی۔ وہ خاص مقبول درگاہ ایزدی

ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں؟ کہ یہ پیشینگوئی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑیگا۔ کہ پوری ہوئی۔ اور بڑی صفائی سے اس سے بہتر دنیا میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرتؐ کی زندگی میں مقرب خاص اور حضوری رہے۔ اور آپ کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزین ہوئے۔ خلافت رسولؐ کی کرسی کا اعزاز نصیب ہوا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی نے ان کو سچا خلیفہ مانکر اطاعت کی۔ اور بڑی عزت سے خود مختار بادشاہت کرتے رہے۔ تمام اعداء دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافۃ الانام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا قیصر و کسرےٰ کے تخت کے مالک ہو گئے۔ اور تمام کبراء زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً" کا وعدہ الٰہی تو پورا ہو گیا۔ اور وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ آخرت میں پورا ہو گا۔ کیونکہ خدا کے پاک اور حتمی وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتلائیں۔ کہ کیا خدا کے اعزازی وعدے منافقین اور مغشوش الایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں؟ یا اُس کے سچے مخلصین عباد صالحون ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انصاف! انصاف!!

(۳) اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ پارہ ۱۷، سورۂ حج رکوع ۱۳ (ترجمہ: جو لوگ اپنی دیار سے ناحق نکالدیئے گئے صرف اس بات پر کہتے تھے۔ ہمارا رب ایک خدا ہے) اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتلائی گئی ہے۔ کہ ھاجروا فی سبیل اللہ کے مصداق وہی لوگ ہیں۔ جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکالدیئے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ اصحاب ثلثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکالدیئے گئے تھے۔ یا کسی اور بات پر اپنی دیار چھوڑ کر بھاگے تھے۔ ہرگز نہیں۔ صرف اسی دعوے رَبُّنَا اللّٰهُ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گذرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (یعنی خدا نے قدیر ان کا معاون و مددگار ہے) دیکھو! یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا؟ آخرکار یہی منصور جماعت غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہی لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے

الَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِ
الۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ (ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے۔ کہ ان کو زمین پر تمکن
اقتدار) حاصل ہو جائے۔ تو پھر بھی نمازیں پڑھتے۔ زکوۃ دیتے۔ بھلائی کا حکم کرتے۔
اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھو یہ شان ان نفوس مقدسہ میں کیسا چمکتا ہوا دکھائی
دیتا ہے۔ کہ مَکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر
بھی مقیمین الصلوۃ موتوا الزکوۃ کے مصداق بنے رہے۔ اور امر معروف اور نہی
عن المنکر میں اپنی زندگی بسر کر گئے۔ افسوس! شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی
رتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالے کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا ثبوت
دے رہا ہے۔

(۴) لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ اَمۡوَالِہِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ
فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ
یارہ ۲۸ سورۃ حشر رکوع ۴

(ترجمہ:۔ واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و املاک سے نکالے گئے جو اللہ
ا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کی نصرت کرتے
یں۔ وہی لوگ سچے ہیں) اس آیت میں خداوند تعالے نے ان فقراء مہاجرین کو صادق
و مصدوق ٹھیرایا ہے۔ جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے فضل اور اس کی رضا کی
طلب میں جلاوطن ہو گئے۔ او یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ کے مصداق تھے شیعہ بتائیں
اصحاب ثلثہؓ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و
ملاک چھوڑ کر تہیدست ہو کر صرف خدا و رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مدینہ
یں نہیں جا بسے تھے۔ کیا رسولؐ پاک کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟
ر جواب اثبات میں ہے۔ تو اللہ تعالے نے ان کو صادقین کا مبارک لقب عطا فرمایا ہے
ب تم ہی بتاؤ۔ کہ کیا صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی لگ سکتا ہے۔ الغرض اللہ خدا کا یہ عطیہ
صادق و صدیق) کا سا مبارک لقب زبان زد خاص و عام سن کر رافضی بیچارے جل بھن
اتے ہیں۔ اور جلے دل سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب کوئی
دا اور رسولؐ کی طرف سے تو نہیں ملا۔ بھائیو! ذرا آنکھیں کھولو۔ اور غور کرو۔ اُولٰٓئِکَ

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ؕ کہنے والا کون ہے۔ اگر یہ خدا کی کلام ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ پاک کے اثر سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ (صدیقؓ) شہرت پذیر ہوا۔ خدائے کریم کے عطیۂ لقب صادقین کے خطاب مشتہرہ سے ہر ایک شخص نے اپنے اپنے نصیب اور رتبہ کے مطابق حصہ لیتا تھا۔ اور جیسا کہ ہجرت کرنیوالوں میں سے ابوبکرؓ رسول پاکؐ کی نصرت میں سب سے اول نمبر رہے۔ آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق غار ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے طور پر ادا کیا۔ تین روز ان انوار و برکات کا جنہوں نے تمام دنیا کو منور و مستفیض کرنا تھا تنہائی میں فیضان حاصل کیا۔ پھر آپ کے ہمرکاب مدینہ میں شدائد سفر برداشت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہ حضور رب العلمین سے اس خدمت کے صلہ میں جملہ خدام کو بالعموم عطا ہوا تھا۔ ابوبکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریف میں عطا ہونا چاہیے تھا۔ جو ہوا۔ اب لامحالہ یہ صدیقی لقب خلیفہ اول کے لئے عطیہ ایزدی ماننا پڑیگا۔

(۵) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورۃ توبہ

(ترجمہ:۔ اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ عیش کرینگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے)

اس آیت میں صحابہ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین پھر انصار بعدہٗ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا۔ اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرما دیا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہتی ہے۔ کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں۔ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسولؐ ہے۔ جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ ابوبکر صدیقؓ ہے۔ جو بحکم اس آیت کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے

وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ بیشک اس کو سبق فی الہجرۃ مع الرسول ؐ کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ مسلّم الطرفین ہے۔ کہ وہ شخص ابوبکر صدیق ؓ ہی تھا۔ جو مکہ سے رسول ؐ پاک کا پہلا قدم اٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپ کے تابع اور ہم قدم رہا۔ جس نے یہ مبارک اور پسندیدہ خدا سفر (ہجرت) اس سردار دو جہان محبوب عالمیان کے ساتھ قدم بقدم طے کیا۔ زہے نصیب ابوبکر ؓ زہے شان ابوبکر ؓ جس کو سفر میں ایسا خیر رفیق جس کے لقاء کے لئے مشتاقان عالم ملکوت بھی ترستے ہیں۔ نصیب ہوا ہے

چہ خوش باشد سفر آمد کہ یارے ہم سفر باشد ؎ چناں یارے کہ زیبا طلعتش رشک قمر باشد
سوار ناقہ احمد ؐ سرور حق دیگر باشد ؎ عنانگیرش در کف صدیق پیر نامور باشد

(۹) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى پارہ ۲۷ سورۃ حدید رکوع ۱۷ (ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا۔ اور کفار سے لڑے۔ یہ لوگ بہت اعلےٰ درجہ والے ہیں۔ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کئے۔ اور دشمن سے لڑے۔ اور سب کے لئے وعدہ بہشت خدا نے دیدیا ہے۔ اس آیت میں ایزد متعال نے ان یارات کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ فتح مکہ سے پہلے کے یاران رسول ؐ جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں۔ بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ پہلے گروہ میں داخل ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے اپنی مال و جان کو آقائے نامدار (رسول پاک ؐ) پر نثار کئے ہوئے تھے۔ اور کفار نابکار سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کے رو سے بھی ابوبکر صدیق ؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے۔ لاکر پیش کر دیا۔ اور خود ایک کمبل اوڑھ لیا۔ پھر ابوبکر صدیق ؓ ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غار ثور میں سید انس و جان (فداہ ابی و امی) کا نان نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی نہیں جو اس یار غار کی ہمسری کا دعوے کر سکے۔ وذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

(۱۰) هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۴

(ترجمہ اس خدا نے اے رسولؐ تجھے خاص نصرت سے تائید دی۔ اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیروکار مومن۔

اس جگہ خداوند کریم رسولؐ پاک کو اطمینان بخش الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ ہر چند کفار تجھ سے ٹکر لڑائیں۔ تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جبکہ آپ کی حامی اور مؤید ایک تو ہماری خاص نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ الہی پلٹن ہے۔ جس کا معائنہ ڈاکٹری نسبت امراض قلبی (قساوت و جبن) وغیرہ کرنیوالے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم اس بیڑہ کے جملہ جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دیئے ہیں۔ کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں کبھی پھوٹ ڈال سکے۔ اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دیئے جاتے۔ تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ جماعت رسولی میں تو ایک خالص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے اور اس لقب خداداد (مومنین) کا تمغہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ہر ایک ادنےٰ ملازم تک اس الہی تمغہ (ایمان) سے ملبس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلےٰ افسران کا جو رتبہ حضور الہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت میں تو جماعت

رسولِ حزب اللہ (الٰہی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرداران) کے حالات حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ پارہ ۲۶ سورۂ فتح رکوع ۱۲ (ترجمہ:۔ محمدؐ خاص خدا کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں۔ وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے رکوع سجود کرنے والے خدا کا فضل و رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں) اس آیت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان خواصانِ بارگاہ احمدی کے اوصاف جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ ہمت اور جوانمردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیرکٹر (نیک چلن) اطاعت امر الٰہی کی تعریف کرتا ہے یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہ کی فوج کی کمانڈ ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے۔ جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ کے مضمون اور معیت کے معنے پر خوب غور فرمائیے۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ دشمن کی فوج پر غیض و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے۔ دشمن پر ان کی شدت۔ قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے۔ کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے۔ صحابہ کرام کے باہمی اتفاق ظاہر کرنے کے لئے رُحَمَآءُ کا لفظ عجیب موزوں ہے۔ وصف رحیمیت ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ بلکہ وہ سچے رُحَمَآءُ تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ میں ان کو غالب اور فتحیاب کر دیا۔ بھلا معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحیمیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ جس پر ہزارہا اتفاق قربان ہے۔ افسوس اس رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی رُكَّعًا الٰہی دربار میں سرِ نیاز خم کئے ہوئے سُجَّدًا بلکہ سرِ عجز زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ يَبْتَغُوْنَ

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ یہ خدائی ملٹی کے افسر کسی دنیوی اعزاز کے طالب مال و دولت کے خواہاں نہیں ہیں۔ اور اپنی ان سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا تمغۂ فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ ان سرداروں کی شناخت کے لئے وردی کے ساتھ بلے لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان کی شناخت کے لئے ان کے ماتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرت سجود کے باعث تاباں و درخشاں ہیں۔ جو قیامت تک قائم رہیں گے اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں۔ کہ اس تعریف الٰہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے واہی تباہی خیالات کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات ۔

انتباہ

دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت و الفت اور ایک دوسرے سے پیار تھا۔ جو کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیاداروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی عطا شدہ صادق قلبی مودت تھی جس کا نقش لوح دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت و محبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا۔ تو زمین و مافیہا کے مخفی خزانے بھی اس کے سامنے ہیچ تھے۔ یہ تو الٰہی شہادت ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص الخاص اصحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اصحاب ثلاثہ کو حضرت علیؓ سے بیر تھا۔ اور علی مرتضیٰؓ کو ان سے خصومت۔ پھر قارئین کرام خود ہی انصاف کریں۔ کہ شیعہ کو سچا مانیں یا قولِ خدا پر ایمان لائیں۔ بہرحال قولِ خدا سچا ہوگا۔ اور شیعہ جو اس کے خلاف بہتان باندھتے ہیں۔ بشہادت قرآن غلط اور جھوٹ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ پارہ ۲۸ سورۂ مجادلہ رکوع ۳

(ترجمہ:- نہ پائیگا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور اس کے رسولؐ کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھدیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کریگا۔ اُن کو بہشتوں میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ سدا رہیں اُن میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہ الٰہی جماعت ہے۔ اور الٰہی جماعت ہی فلاح والی ہوتی ہے)

اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہ و تعالےٰ نے بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعداء خدا و رسولؐ سے کبھی دوستی نہ کرینگے۔ اگرچہ کیسے ہی ان کے اقربا کیوں نہ ہوں۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو اس کسوٹی پر رکھ کر پرکھ سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ۔ انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا۔ اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے۔ کہ دوست و دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ اسلام کے معاملہ میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں پر غالب نہیں آسکتا تھا۔ جنگ بدر میں فاروق اعظم کے ہاتھ سے عاص بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ اور آپ کا حقیقی ماموں تھا قتل ہوا۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہدیا تھا کہ اسلام کے معاملہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے۔ اس طور پر کہ علیؓ عقیل کو قتل کردیں۔ اور حمزہؓ عباس کو۔ اور میں اپنے فلاں عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے ماردوں۔ (دیکھو تاریخ طبری صفحہ ۱۳۰) اس سے بڑھکر اس امر کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ کہ فاروق اعظم نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد کے اجرا میں لحاظ نہیں فرمایا تھا۔ اور اس کو دُرّے لگا دیئے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ انہی کارگذاریوں اور دین حق کی سچی تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبول درگاہ ایزدی ہوکر دنیوی اور اُخروی اعزاز کے مستحق ہوگئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کرسکتے ہیں۔ کہ اسلام

کے بارہ میں ان حضرات کے دلوں پر قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ کبھی عمر بھر میں ایکدفعہ بھی مستولی ہوا تھا۔ یا کسی دشمن خدا و رسول ؐ کے ساتھ انہوں نے یارانے گانٹھ لئے ہوئے تھے۔ کبھی نہیں پیش کر سکیں گے۔ پھر اس آیت میں اہل امتحان کے پاس شدگان کی نسبت الٰہی شہادت دیکھو۔ کہ ان کے دلوں میں خدا تعالےٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح الغیب کے ان کو مدد ملی۔ اور قیامت میں بہشت کی نعمت جلیلہ حاصل کرینگے۔ ان کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

شیعہ غور کریں

آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول علیہ السلام کے صحابہ کی یہ خصوصیت تھی۔ کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانہ کا لحاظ نہ رکھتے تھے۔ دشمن خدا و رسول ؐ سے علانیہ دشمنی کرتے۔ خواہ باپ بیٹا۔ بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے۔ لیکن جناب امیر علیہ السلام اُن سے یارانہ گانٹھے رہے۔ ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے مال غنائم میں حصہ دار بنے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمرؓ کے رہین منت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزدجرد شاہ ایران کی دختر شہربانو جو غنیمت میں آئی تھی۔ ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے۔ کہ تزویج فاطمہؓ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیقؓ و فاروقؓ نے ہی کی تھی (جلاء العیون اردو ص ـــــ) حضرت علیؓ ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کیا۔ مخلص دوستوں کی طرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتلائیں۔ کہ امیر علیہ السلام آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے؟

(۱۰) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ

بِرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ پارہ ۱۰ سورۂ انفال رکوع ۹

(ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا۔ اپنی مالی جانی خدمات سے دریغ نہ کیا۔ خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔ اور بہشتوں کی جنت میں ابدی عیش حاصل کرینگے۔)

اس آیت کے مصداق مومنین کا اعلےٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہؓ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟ کونسی وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ ان سے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرتؐ کے ساتھ بلا طمع دنیوی کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ یا جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف تھیں تو خدائے تعالےٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے۔ کہ انکا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے۔ اور وہ فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔ اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کے شان والا میں گستاخی کرے۔ وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس! کہ شیعہ حضرات قرآن پاک میں رسولؐ پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھکر بھی پھر بکواس کرتے ہیں۔

(۱۳) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۳

(ترجمہ: خدا نے خرید لی ہیں مومنوں سے انکی جانیں اور مال (کہ اس کے راہ میں خرچ کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملیگا۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور مرتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ۔ خوشی مناؤ اے

ایمان والو اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا (یعنی فانی چیز دیکر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ (مسلمان) ہیں۔ توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے)، شکر بجا لانے والے (نعمت اسلام پر) بے لگاؤ رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع و سجود کرنے والے بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اور ان کو مبارکباد دیجئے (کہ ایسے القاب حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے)

دیکھو! اس موقعہ پر حق تعالےٰ نے اُن سچے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کئے۔ مؤکد وعدہ بہشت عطا کرنیکا دیدیا اور فرمادیا۔ کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کیلئے نہ صرف قرآن میں بلکہ تورات و انجیل میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا۔ کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ پکا ہے۔ (کیوں نہ ہو وہ کریم ہے اور الکریم اذا وعد وفا) اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مومنین مخلصین کی خداوند عالی نے اوصاف جمیلہ بھی بیان فرمادیں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ خدا سے یہ سودا کرنیوالے اصحاب ثلاثہ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال تو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے عوض ان کے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا پھر ان کی شان والا میں شک کرنے کی کچھ گنجائش باقی رہجاتی ہے؟ کیا انہوں نے زر ثمن (مالی وجانی خدمات) خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لیکر بیع مذکور کا اقالہ کر لیا ہے؟ کلّا وحاشا۔ یہ تو پکی بیع قطعی ہو چکی۔ جو کبھی فسخ ہو نہیں سکتی اور یہ اوصاف جو خداوند عالم نے اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں۔ سب سے بڑھکر انہی حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے۔ کہ حق تعالےٰ تو ان کو مبارکبادی کے ساتھ وعدہ بہشت دے۔ اور ان کی تعریف کرے۔ اور شیعہ اس کے خلاف کچھ الٹا ہی راگ گائیں۔

(۱۳) وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ پارہ [illegible] سورۃ حج رکوع ۷ (ترجمہ:- اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو۔ خدا نے تمہیں پسند

کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے۔ (یعنی اگلی کتابوں میں) تاکہ رسولؐ تمہارا گواہ ہو۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

دیکھو! اس آیت میں مومنین مجاہدین اسلام کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادت الٰہی موجود ہے۔ کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی سے مسلمان لکھا ہوا ہے کیا خلفاء کرام سے بڑھکر کوئی شخص وجاھدوا فی سبیل اللہ الخ کا عامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اس حکم پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی۔ پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مٹا سکتے ہیں۔ تو مٹائیں۔ سبحان اللہ! جن بزرگان دین کی اوصاف حسنہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی سے درج ہو چکی ہوں۔ اگر کوئی حق ناشناس ان کے خلاف یاوہ گوئی کرے تو کیا مضائقہ ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۱۴) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (پارہ ۲۶ سورۂ فتح رکوع ۱۱)

(ترجمہ۔ بالتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا۔ جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر رحمت اتاری۔ اور ان کو فتح قریب عطا کی۔ اور بہت سا مال غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب حکمت والا ہے)

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا فرمائی۔ اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح اور حصول مغانم کی مبارکباد دی ہے۔ شیعہ بتلائیں کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ ان کو منشور رضاء الٰہی عطا ہو چکا۔ اور الٰہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ یہ بات مسلّم الثبوت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے۔ اور حضرت عثمانؓ رسالتمآب کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ منورہ میں سفیر ہو کر گئے ہوئے تھے۔ اور وہ گویا اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت

لینے سے مطلب ہی یہ تھا۔ کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت ہار کر لشکر اسلامیان کا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ بجا کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا۔ کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ بنایا جس سے بیعت عثمانؓ کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔ کتب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے چنانچہ فروع کافی (روضہ) جلد ۳ ص ۱۵۱ میں ہے:۔

فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ اَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ فَتَاَخَّرَ عَنِ السَّرْجِ فَحَمَلَ عُثْمَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَدَخَلَ عُثْمَانُ فَاَعْلَمَهُمْ وَكَانَتِ الْمُنَاوَشَةُ فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَضَرَبَ صلعم بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ يَطُفْ بِهٖ ثُمَّ ذَكَرَ الْقِصَّةَ وَمَا كَانَ فِيْهَا (ترجمہ:۔ پس جب چلا عثمانؓ ملا ابان بن سعید کو پس پیچھے ہٹا زین سے پس عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا۔ اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو علم ہوا پس سہیل بن عمرو (سفیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس بیٹھا۔ اور عثمانؓ لشکر مشرکین میں رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمانؓ کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے۔ خوشا حال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور صفا مروہ میں سعی کریگا۔ حضرتؐ نے فرمایا ممکن نہیں کہ عثمانؓ ہمارے بغیر طواف کرے۔ پس جس وقت عثمانؓ آیا حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا؟ عرض کی کہ میں بغیر حضور کے کس طرح سے طواف کرتا) یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۳۴ میں درج ہے۔ اور ایسا ہی حملہ حیدری میں درج ہے:۔

طلب کرد پس اشرف اخیار — زاصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باو ہم ہماں گفت خیر البشر — کزاں بیشتر گفتہ بُد با عمرؓ
بپوسید عثمانؓ زمین و زمان — بمقصد رواں شد چو تیر از کمان

چو او رفت اصحاب روزِ دگر بگفتند چندیں به خیر البشر
خوشا حال عثمانؓ با احترام که شد قسمتش حج بیت الحرام
رسولؐ خدا چوں شنید ایں سخن بپاسخ چنیں گفت با انجمن
ز عثمانؓ نداریم ما ایں گمان که تنها کند طوف آں آستان۔

فضیلت عثمانؓ

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی حیات القلوب جلد حیدری ے ملتی ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے س خاص مہم کے لئے سفارت کے لئے انتخاب کرنا۔

(۲) بیعت الرضوان کے وقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا۔

(۳) جملہ مومنین (اصحاب کرام) کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا رشک کرتے وئے ان کو مبارکباد کہنا۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عثمانؓ کی خالص محبت و عشق رسولؐ پر ایسا وثوق ہونا کہ فرما دیا (ناممکن ہے کہ اپنے محبوب (آقائے نامدارؐ) کے بغیر وہ عاشق صادق تنہا حج بیت الحرام کر سکے۔

(۵) حضور علیہ السلام کی اس توقع کا آمد عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔

پھر تعجب ہے کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پاکر بھی شیعہ حضرت عثمانؓ کے کمالات نسبت شک و شبہ کریں۔ سچ ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے جو فروع کافی جلد ۳ ب الروضہ صفحہ ۱۴۶ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ وَكَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشِيْعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَيُنَادِيْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (ترجمہ:- امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا امر یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ اور امام مہدیؑ علیہ السلام کا خروج بھی یقینی امر ہوگا۔ راوی نے پوچھا۔ کہ ندا کیونکر ہوتا ہے۔ امام نے کہا۔ کہ ابتدا صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔ اور آخر دن ندا ہوتی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل نہ ہوں۔ تو پھر ان سے خدا سمجھے۔

آں را کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی
آنست جوابے کہ جوابش نہ دہی

سوال شیعہ: بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے بیعت کو توڑ دیا۔ اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا جیسا کہ اجد بن قیس وغیرہ۔

جواب۔ ایسا تو شاذ و نادر وجود (اجد بن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے۔ تو کیا مضائقہ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر اپنا نام اس اخص الخواص فریق کی فہرست سے خارج کرا لیا جس کی عام تشہیر ہوگئی۔ اور کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جو وصال دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ بھی بیعت شکن ہوتے تو مسند خلافت نبوی پر ان کو بیٹھنا کس طرح نصیب ہوتا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمانؓ جن کو خاندان رسالت میں دو دفعہ دامادی کا فخر حاصل ہوا۔ اور جو عشق و محبت رسولؐ کے امتحان میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پاس ہو چکے۔ اور جن کے فائز المرام ہونے کی نسبت شہادت صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا مثل علی المرتضیٰؓ ہوتی ہے۔ ایسے ویسے کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں؟ شیعو! ہوش کرو۔ انصاف انصاف!!

(۱۵) لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ پارہ ۱۱ سورۂ توبہ رکوع ۱۴

(ترجمہ:۔ خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی۔ جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اس کے کہ پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر شفیق اور بڑا مہربان ہے)

اس آیت میں اللہ تعالے ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے۔ جنہوں نے ساعۃ العسرۃ (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کے اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شریک نہ تھے؟ بلکہ جناب امیر عثمانؓ نے تو اس مہم میں ایک قابل قدر نمایاں مالی خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ معہ سامان کے اور ایکہزار اشرفی طلائی کی امداد دی تھی۔ اور یہ بات آپ کے کارناموں میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۶) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ۝ پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۱۳

(ترجمہ:۔ اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ جب تم کمزور ہو گئے تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرو۔ تاکہ شکریہ ادا کرو۔ جبکہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے۔

اس آیت میں شرکاء جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزت سے عطا ہو چکا ہے اور خلفاء ثلاثہ معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکاء جنگ بدر وہ مقبولان بارگاہ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لئے الہ العالمین نے تین ہزار فرشتے بھیجے۔ اور یہ لوگ آخر کار بامداد الہی مظفر و منصور ہوئے۔

(۱۷) وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۱۳

(ترجمہ:۔ جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے)

یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کے ایمان پر تنصیص ہے۔ اس جنگ میں خلفاء ثلاثہ شامل تھے۔

طعن شیعہ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ جنگ احد میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے۔ وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

جواب

اصحابِ ثلاثہ کی نسبت یہ الزام کہ وہ معرکۂ احد میں رسولؐ پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ایک ایسا بیہودہ بہتان و افترا ہے۔ جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے۔ اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھر جانے کا ذکر لکھا ہے۔ جیسا کہ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ پارہ ۴ سورۂ آل عمران رکوع ۶

(ترجمہ: تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے۔ ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لالچ) کے باعث لغزش دی۔ اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا اور حلیم ہے)

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے۔ کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضےٰؓ یا ان کے پیرو تھے۔ یا ثلاثہ اور ان کے اتباع۔ فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عاید کریں۔ یہ ان کی ضد اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا۔ تو پھر اس کے معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ کو پڑھئے اور غور کیجئے۔

خیال شیعہ

شیعہ کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے کہ جنگ احد کے معرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علیؓ اور ابو دجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے جیسا کہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ

میں درج ہے۔ اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا عَلِيٌّ وَاَبُوْ دُجَانَةَ الْاَنْصَارِيُّ (احد کے دن بغیر علیؑ اور ابو دجانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے۔ اور یہ الزام ناقابل عفو جرم ٹھہرایا جائے۔ تو علیؑ کے علاوہ صرف ابو دجانہ مسلمان رہ جاتا ہے۔ اور شیعہ کے مسلمہ خالص مومنین مقداد۔ ابوذر، سلمان، عمار وغیرہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولؐ کے بعد بقول شیعہ صرف یہی معدودے چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور اس سے ابو دجانہ انصاری بھی مستثنے نہیں رکھا گیا۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جنکی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ احد میں اصحاب ثلاثہ حضرت علیؑ کی طرح ثابت قدم رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ ان کی غلطی کے لغزش کھا گئے تھے۔ اور بیتاثر ہو گئے تھے۔ وہ بھی دوبارہ آکر جم گئے۔ اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے اور اس وجہ سے ان کی وہ غلطی معاف ہو گئی۔ اور ولقد عفا اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا

(۱۸) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ پارہ ۲۸ سورۃ حشر رکوع ۱ (ترجمہ: خدا نے ان کے (یہود کے) دلوں میں رعب ڈالدیا۔ اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے)

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاکؐ کے حکم سے یہود کے گھروں کو لوٹا تھا۔ خدا ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ ان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ سالار تھے۔ اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ افسوس کہ قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعہ کے دلوں میں ایسی مہر لگ گئی کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۹) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۔

(ترجمہ۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو داعی الی الخیر آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو یہ لوگ نجات پانے والے ہیں)

اب بتاؤ کہ اصحاب ثلٰثہ میں یہ اوصاف نہ تھیں جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں

وقف کر دی۔ اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی۔ تو وہ منطوق اس آیت کے مصداق ماننے پڑینگے۔

(۳۰) فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِی اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؕ پارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۱۲

(ترجمہ: خدا ایسی قوم لائیگا جن کو رسول ؐ دوست رکھیگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھینگے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان کفار پر سخت گیری کرنیوالی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے۔ جسے چاہے بخشے۔ خدا وسیع علم والا ہے)

بتاؤ! یہ قوم کون تھی؟ جو نبی کریم ؐ کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا ثلاثہؓ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحاب رسول ؐ اور یاران غار ان کا نام دنیا میں یونہی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۳۱) وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِیَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۴ (ترجمہ:- اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں)

بتایئے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے متقی ہونے کی شہادت الٰہی مل رہی ہے۔ مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبوی ؐ وہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جنکو شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزۃ ان کو متقیوں کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد موصوف کے متولی رہے۔ اور خدا کے گھر کعبہ شریف کی کنجیاں بھی انہی کے ہاتھ رہیں۔ اور شہادت الٰہی مسجد الحرام اور کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے ہیں۔ ولکن الشیعۃ لا یعلمون ؕ

(۳۲) وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکو

(ترجمہ: منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں۔ جو پیغمبرؐ کو ایذا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک کان ہے۔ (یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہدے۔ کہ کان سننے والا تمہارے لئے بہتر ہے جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے۔ اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے۔ جو سچے مومن ہیں)

اس آیت میں حق تعالےٰ نے صاف بتلا دیا ہے۔ کہ رسولؐ خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین ہی پر ہوتی تھی اور یہ مسلمہ بات ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ آنحضرتؐ کی مجلس شوریٰ کے اعلےٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ جملہ امور میں ان سے مشورہ لیتے۔ اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے۔ اور خدائے کریم فرماتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ کو اجازت ہی نہیں ہے۔ کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سنکر ان کی تصدیق کریں۔ چہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا مصاحب گردانیں۔ اور نیز جس قدر آپ کی نظر عاطفت ثلاثہ پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے ناطے لئے اور اپنے گھر سے دیئے۔ اور آیت سے ثابت ہے۔ کہ آپ کی نگاہ عاطفت مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے قرابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۲۳) وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲ (ترجمہ: ۔ اللہ کا احسان کرو جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اور اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ (دوزخ) کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دیدی)

اس آیت میں حق تعالےٰ نے خبر دی ہے۔ کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں۔ جنکو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا۔ اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی۔ کہ اس بھائی بندی کا رشتہ قیامت تک قائم رہنے والا تھا۔

آیت اس امر کی گواہ ہے۔ کہ صحابہ کرام میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی۔ کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا۔ لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں۔ "کہ اسلام لا کر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔

خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعومات فاسدہ کو۔ صاحبان! اگر قرآن سچا ہے۔ اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کر سکتا تو ماننا پڑیگا۔ کہ اصحاب ثلاثہ اور علی المرتضےٰ باہم بھائی بھائی اور شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے اوپر جان قربان کرتے۔ اور باہم مل کر اسلام کی خدمات بجا لاتے۔ اور کفار سے جدال و قتال کرتے تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی۔ اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے۔ تو وفات نبویؐ کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے۔ اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا کا مضمون غلط ہو گیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی (استغفر اللہ)

(۴۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۷) (ترجمہ۔ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کیا۔ جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے)

یہ آیت اور اس مضمون کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ کی تعلیم پاک کا اثر یہ تھا۔ کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک و صاف ہو گئے تھے۔ اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا۔ کہ پھر ظلمت کفران قلوب پاک میں عود کرتی۔ اور واقعی نبی آخر الزمان کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک کسی نبیؑ کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا۔ کہ ایک تھوڑی سی مدت میں شرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے دنیا سے بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہ جو آپ کی کونسل کے کے اعلےٰ ممبران آپ کے صبح و شام کے مشیر با تدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دین سے پھر گئے۔ اور کفر و نفاق اختیار

کر لیا۔ تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا۔ اور وہ تعلیم کتاب وحکمت کیا ہوئی؟ کیا بعثت نبی علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص کی اصلاح تھی؟ اور یہی نبی آخر الزمان کی قوت اعجاز کا کرشمہ تھا۔ کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی۔ کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو۔ کس قدر اسلام اور ہادیٔ اسلام پر دھبہ آتا۔ اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ بیہودہ گوئی اور لغویات ہیں۔ جو کسی یہودی کے بہکانے پر روافض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہوگئے ہیں۔ الحق ہادیٔ اسلام کی تعلیم پاک میں یہ قوت اعجاز تھا۔ کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو سبق توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوہام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچکر باعث رفع ظلمات کفر وشرک ہوگئیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

(۲۴) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۳ (ترجمہ:- مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے۔ تو تمہیں تکلیف ہو لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر وفسق ونافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدائت پانے والے ہیں۔ اور ان پر اللہ کا فضل واحسان ہے۔ خدا دانا وحکیم ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور ایمان کے ساتھ ان کو محبت طبعی ہوگئی ہے۔ اور کفر وفسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی۔ کہ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریمؐ کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دیئے کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ عبرت عبرت عبرت!

(۲۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۠ پارہ ۲۶ سورۂ فتح رکوع

(ترجمہ:- پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسولؐ اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقوے ان کے لئے لازم کردی۔ اور وہ اس انعام کے مستحق تھے۔ اور خدا ہر شے کا علیم ہے۔)

یہ سورۃ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل ومناقب کا بیان ہے۔ انکو تسکین اور تسلی دی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات وغنایم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ او اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے۔ جس میں ذکر ہے۔ کہ اللہ صاحب کی طرف سے صحاب حدیبیہ پر سکینہ نازل ہوا۔ اور صفت تقوے ان کے لئے ایسی وصف لازمہ ہوگئی۔ جو کبھی منفک نہیں سکتی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا۔ کہ یہ سچے جاں نثاران رسولؐ فی الواقعہ اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں۔ کہ جن لوگوں کے لئے وصف تقوے لازم کردی گئی ہو۔ کیا وہ منافق ہوسکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہوسکتا ہے؟

(۲۶) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۲ (ترجمہ:- اگر تم اس کی مدد نہ کرو۔ (تو کیا مضائقہ) خد اس کا ناصر ہے (جس نے اس وقت اس کو نصرت دی) جب کہ کفار نے اس کو مکہ سے نکال دیا۔ وہ دوسرا تھا دو میں سے۔ جبکہ وہ دونوں دوست غار میں تھے۔ اور جبکہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا۔ کہ غم نہ کیجئے۔ یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔)

فضائل صدیقیؓ پر روشن دلائل

اس آیت پر نظر انصاف کرنے سے فضائل صدیقیؓ ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیت ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامر الٰہی ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب ہونا اور صدیق اکبرؓ کا ایسے خطرناک موقعہ پر اپنے اخلاص وعقیدت میں پکا نکلنا۔ بڑی بہادری سے اس پرخطر خدمت کا بصدق دل منظور کرنا اور دشمن کی تلواروں کے سایہ کے تلے سے اپنے پیارے آقا

کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کرکے غار ثور میں لیجانا صدیقؓ اکبر کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے

(۲) خدا کے حضور سے ثانی اثنین اور صاحبہ ثانی رسول اور صاحب نبیؐ) دو عظیم الشان خطابوں کا عطا ہونا رسولؐ خدا کا لَا تَحْزَنْ ایک تسلی بخش اور تسکین دِہ فقرہ بھی اس عاشق صادق کے لئے کچھ کم فخر نہیں ہے ۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے ۔ کہ عاشقانِ ذاتِ احمدی اگر اسؐ دو جہان کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقیہ فقرہ یا کلمہ بھی سُن لیا کرتے تو مدت العمر اس کا لازمی ورد رکھتے ۔ اور اس کو طرۂ امتیاز سمجھ کر اپنے ہم نشینوں میں اس پر اظہار فخر و مباعات کیا کرتے تھے ۔ اگرچہ بظاہر وہ فقرہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہی اس پاک منہ سے نکل جاتا تھا ۔ چنانچہ ایک دفعہ علی المرتضیٰؓ جبکہ گھر سے کچھ منغص ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے ۔ اور رسولؐ اکرم ان کو ڈھونڈتے ہوئے سر پر جا کھڑے ہوئے ۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ نے فرمایا ۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ وہ فقرہ ابو تراب جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو ایسا پیارا معلوم ہوا ۔ کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا ۔ اب تک آپ کی یہ کنیت زبانزد عوام ہے ۔ ایسا ہی ایک صحابیؓ کو بلیوں سے پیار کرتا ہوا دیکھ کر اَبُوھُرَیرہ کا کہدیا تھا ۔ اس نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی ۔ ایک دفعہ ابوذر غفاری نے بار بار اعادہ سوال کیا ۔ آپ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ عَلیٰ رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ خفگی سے فرمادیا ۔ وہ عاشق ذاتِ رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا ۔ اور وہ فقرہ عَلیٰ رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ بڑے فخر سے دوہرایا کرتا تھا ۔ اب خیال فرمایئے ۔ کہ آنجنابؐ کا اس خلوت کی مجلس میں ابوبکر صدیقؓ جیسے عاشق صادق جان نثار کو لَا تَحْزَنْ کا دلاسہ دینا اور پھر اس پیارے راحت بخش فقرہ کا رب العزت کے حضور میں منظوری کا شرف حاصل کرکے کلام الٰہی میں درج ہو جانا ۔ یہ فخر صدیقؓ اکبر ہی کے حصّے میں تھا ۔ کون ہے ۔ جو صدیقیؓ رتبہ کی ہمسری کا دم بھر سکتا ہے ۔ اور کون مردود ازلی ہے جو صدیقیؓ فضائل سے انکار کر سکتا ہے ؟

(۳) پھر دوسرا پاک فقرہ جو لَا تَحْزَنْ کے بعد صدیق اکبرؓ نے اس زبان فیض ترجمان سے سنا ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا تعظیمی فقرہ ہے ۔ جو صدیق اکبرؓ کی عظمت پر روشن دلیل ہے جانتے ہو معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے ؟ خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ؕ (خدا کی معیت متقین اور محسنین کو ہی نصیب

ہوتی ہے۔ پھر جب معیّت ایزدی آیت مذکورہ کے رو سے صدیق اکبرؓ کے لئے منصوص ہوگئی۔ تو پھر ان کا متقی اور محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ اللہ اکبر۔ معیّت ایزدی اور کون سی معیّت وہی جو رسول پاکؐ سے معیّت ایزدی تھی۔ صدیق اکبرؓ کے نصیب ہوئی۔ مَعَنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو۔ مَعِیَ یا مَعَکَ نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعَنَا فرمایا یعنی خدا میرے اور تیرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبر ایسے نازک وقت میں حبیب کبریائی رسول الٰہی کی سچی معیّت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و اجلال درگاہ رحمانی سے میسّر ہوسکتا۔ اسی سچی خدمتگذاری کا صلہ ہے۔ جو کہ رسول اکرمؐ سے اس خاص تعلق حضور کبریائی معیّت الٰہی سے حصّہ لیا۔ سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝

(۴) پھر قول الٰہی فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ پر غور فرمائیے یعنی خداوند کریم نے سکینۃ (رحمت) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الٰہی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات ہے؟ بڑا مبارک ہے وہ شخص جس پر ربّ العالمین رحمت بھیجنے کی خبر کتاب کریم میں دے چکا ہے۔

(۵) قول باری تعالیٰ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ (کافروں نے رسولؐ کو اس حالت میں گھر سے نکالا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفّار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے تھی۔ اسی قدر ابوبکر صدیقؓ سے بھی تھی۔ وہ ہر دو کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ رسولؐ کے ہر مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے۔ کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیص و تعیین کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کا صاحب رسولؐ ثانی اثنین اور دیگر فضائل کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر بالتصریح اس طرح قرآن شریف میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق مصاحبت صدیق اکبرؓ با رسولؐ کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس سے شیعہ مصنّفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں۔ گو تاویلات رکیکہ سے دریغ نہیں کی۔ مگر اصل واقعہ کو چھپانا مشکل ہوا۔ تفسیر حسن عسکری ص ۱۶۳ میں ہے
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوۡحٰی اِلَیۡہِ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الۡعَلِیَّ الۡاَعۡلٰی یَقۡرَءُ عَلَیۡکَ السَّلَامَ وَیَقُوۡلُ

لک ان ابا جہل والملا من قریش قد دبروا یریدون قتلک الی ان قال
وامرک ان تستصحب ابا بکر فانہ ان انسک وساعدک ووازرک وثبت علی
تعاہدک وتعاقدک کان فی الجنۃ من رفقائک وفی غرفاتہا من خلصائک
الی ان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لابی بکر ارضیت ان تکون معی
یا ابا بکر تطلب کما اطلب وتعرف بانک انت الذی تحملنی علی ما ادعیہ
فتحمل عنی انواع العذاب قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت
عمر الدنیا اعذب فی جمیعہا اشد عذاب لا ینزل علی موت مریح و
لا فرج منیح وکان ذلک فی محبتک لکان ذلک احب الی من ان اتنعم فیہا
وانا مالک لجمیع ممالک ملوکہا فی مخالفتک وما اہلی وولدی الا فداءک
فقال رسول اللہ لا جرم ان اطلع اللہ علی قلبک ووجد ما فیہ موافقا
لما جری علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد
وبمنزلۃ الروح من البدن کعلی الذی ہو کذلک (انتہی مخلصا)

(ترجمہ۔ خلاصہ کلام امام علیہ السلام کا یہ ہے۔ جبرئیل علیہ السلام رسولؐ پر وحی لائے۔ اور کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے آگے چلکر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے۔ کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موانست و موافقت کرے۔ اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ کہ اے ابوبکرؓ تو راضی ہے۔ کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں۔ ویسا ہی تیرے قتل کے بھی درپے ہوں۔ اور اسبات کی تشہیر ہو۔ کہ تو نے ہی مجھے اسبات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ یارسول اللہؐ میں تو وہ شخص ہوں۔ کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں۔ (نہ مروں اور نہ آرام پاؤں) تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور تیرے دل کو تیری

کے مطابق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے۔ جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے)

شیعوں کے دلوں میں اگر کچھ بھی عزت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے۔ تو وہ امام والامقام کی یہ روایت پڑھکر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت رسولؐ سفر ہجرت میں اللہ تعالٰے کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ علم الٰہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیقؓ سے بڑھکر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالٰے کو ابوبکر صدیقؓ کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا دنیائے اسلام میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت آشکارا کرنا منظور تھا۔

(۳) اللہ تعالٰے نے رسولؐ پاک کو اطلاع دیدی۔ کہ اگر صدیق اکبر نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسولؐ نصیب ہوگی۔ چونکہ یار غار نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ اس لئے حسب وعدۂ الٰہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسولؐ کے وہ مستحق قرار پائے

(۴) رسولؐ پاک کا یہ فرمانا۔ کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے۔ کہ کفار میرے اور تیرے درپے آزار یکساں ہوں؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے۔ کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے۔ کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر کرنے میں کفار کے نزدیک رسولؐ پاک کے راست بازو تھے۔ اور ان کو صدیقؓ سے وہی عداوت تھی۔ جو رسولؐ پاک سے تھی۔

(۵) باوجودیکہ شدائد و تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلا دیا تھا۔ کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں ہے۔ اگرچہ قیامت تک میری جان عذاب میں پھنسی رہے۔ اور کہ یہ تکالیف حضور کی رفاقت میں جان نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخصے ؎

یک جان چہ متاعیست کہ بپایم فدایت
اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

صدیق اکبر کے جذبات محبت اور عشق رسولی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ کہ ابوبکرؓ! اللہ علیم و خبیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا۔ کہ تو میرے سمع و بصر کی بجا ہے۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھکر فضائل صدیقیؓ کا ثبوت جو شیعہ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف ہے سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہئے۔ لیکن افسوس! ضد بڑی بلا ہے۔ شیعہ ایسی واضح اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر محمول کر دینگے۔ اللہ رے تقیہ۔ تو شیعہ کے ہاتھ میں کیسی سپر ہے۔ کہ کیسی ہی زد پڑتی نظر آئے۔ تیرے حصن حصین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہل بیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان ہے۔ کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعہ بات کہہ دیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

دوسری شہادت

واقعہ غار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی ایک بڑی مستند کتاب حملہ حیدری سے پیش کیا جاتا ہے۔

نظم فارسی

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ٭ چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آں قوم پرمکر رفت ٭ بسوئے سرائے ابوبکرؓ رفت
پئے ہجرت او نیز استادہ بود ٭ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید ٭ بگوشش ندائے سفر در رسید
چو ابوبکر ازاں حال آگاہ شد ٭ ز خانہ بروں رفت ہمراہ شد
برفتند چندیں برامان دشت ٭ قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت ٭ وے زیں حالت است جائے شگفت
کہ در تن چناں قوت آمد پدید ٭ کہ بار نبوت تواند کشید
برفتند القصہ چندے دگر ٭ چو گردید پیدا نشان سحر
رسیدند غارے دراں تیرہ شب ٭ کہ خوانندے عرب غار ثورش لقب

راوی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم بحفظ خدا اس بدکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے تو ابوبکرؓ بھی سفر کے لئے وہ تیار بیٹھے تھے کیونکہ آنحضرت پہلے خبر دے چکے تھی نبی علیہ السلام جب اس کے گھر پہنچے اور سفر ہجرت کی ندا ابوبکرؓ نے سنی ابوبکرؓ واقف حال ہو کر حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہو گئے۔ جب تھوڑا سا سفر طے کیا حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے تو ابوبکرؓ نے کندھوں پر اٹھا لئے اور یہ امر واقعی عجیب ہے کہ اس جاں نثار کو کیسی قوت حاصل ہو گئی کہ بار نبوت کا متحمل ہوا۔ الحاصل چلتے رہے۔ تاآنکہ وقت سحر ہو گیا۔

ایک غار نظر آئی جسے عرب غار ثور کہتے ہیں۔

گرفتند در جوفِ آن غار جائے ؛ ولے پیش بوبکرؓ بنہاد پائے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید ؛ قبا را بدرید آن رخنہ چید
بدینگونہ تا شد تمام آن قبا ؛ یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
برآن رخنہ ماندہ آن یارِ غار ؛ کفِ پائے خود را نمود استوار
نیامد جز او این تنگی از کسے ؛ کہ دور از خرد می نماید بسے
نیاید چنین کارے از غیرِ او ؛ بدینسان چو پرداخت از رفت و شو
درآمد رسولِ خدا ہم بغار ؛ نشستند یکجا بہم ہر دو یار
چو شد کار پرداختہ آنچنان ؛ رسیدند کفار پیاپے بران
درآمد بکفِ پائے آن یارِ غار ؛ کہ بر روئے سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان مارے گزند ؛ وزاں درد افغان او شد بلند
پیمبر بدو گفت آہستہ باش ؛ رسیدند اعدا مکن راز فاش
مکن غم مگردان صدا را بلند ؛ کہ از زخم افعی نیابی گزند
بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب ؛ بسر برد آن شاہ بفرمانِ رب
شدے پورِ بوبکرؓ ہنگامِ شام ؛ ببر بردے در آن غار آب و طعام
نمودے ہم از حالِ اصحابِ شر ؛ حبیبِ خدائے جہاں را خبر
نبی گفت پس پورِ بوبکرؓ را ؛ کہ اے چون پدر اہلِ صدق و صفا
دو جمازہ باید کنون راہوار ؛ کہ ما را رساند بیثرب دیار
ہم از اہلِ دین رہبرے جلد دار ؛ برو کرد راز نبی آشکار
از او جلد وار این سخن چون شنود ؛ دو جمازہ در دم مہیا نمود
تہی شد از آن قوم آن کوہ و دشت ؛ رسولِ خدا عازمِ راہ گشت
بہ صبحِ چہارم برآمد ز غار ؛ دو جمازہ آوردہ بد جلد وار
نشست از یکے شیرِ شاہِ دین ؛ ابوبکرؓ را کرد با خود قرین
برآمد بر آن دیگرے جلد دار ؛ بہمراہ او گشت عازم سوار

اس غار میں جا گزیں ہو گئے جیسے پہلا قدم ابوبکرؓ نے رکھا
جہاں کہیں سوراخ پایا کپڑا پھاڑ کر سوراخ بند کرتے گئے
حتیٰ کہ کرتے کرتے سب کپڑا ختم ہو گیا اور ایک سوراخ باقی رہ گیا
اس باقیماندہ سوراخ پر یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا
یہ عجیب فعل بغیر ایسے یارِ غار کے مشکل اور عقل سے [illegible]

رسولِ خدا غار میں داخل ہو گئے اور دونوں دوست یکجا بیٹھ گئے
جب یہاں تک نوبت پہنچی یک لخت کافر آ گئے
اس وقت اس پاؤں کو جو سوراخ پر رکھا ہوا تھا
سانپ نے ڈسا اور مارے درد کے چیخ نکل گئی
پیغمبر نے کہا خاموش ہو راز فاش نہ ہو جائے
غم مت کرو اور آواز نہ نکالو گزند کچھ تکلیف نہ دے گا
تین دن رات تک حضور نے امرِ الٰہی اس غار میں وقت گزارا
ابوبکرؓ کا فرزند شام کے وقت غار میں کھانا پہنچاتا تھا
اور کفار کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا تھا
نبی علیہ السلام نے پسرِ ابوبکرؓ کو کہا اے شخص جو اپنے باپ کی طرح صاحبِ صدق و صفا ہے ہمیں دو تیز رفتار اونٹ چاہئیں جو مدینہ تک پہنچا دیں۔
وہاں ایک دیندار چرواہا بھی پسرِ ابوبکرؓ کا محرم تھا
چرواہا نے یہ خبر سن کر دو اونٹ مہیا کر دیے
کفار سے وہ جگہ خالی ہو گئی تو حضور علیہ السلام عازمِ سفر ہوئے۔
چوتھی صبح آپ غار سے نکلے اور اونٹ حاضر کئے گئے
ایک پر شہنشاہِ دو جہاں سوار ہو گئے اور اپنے پیچھے اپنے وزیر با تدبیر کو سوار کر لیا۔
اور دوسرے اونٹ پر چرواہا حاضر سوار ہو گیا۔

اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شعر ۲۱ و ۱۲ میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک دکھائی ہے۔ تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کر کے داد انصاف دیا ہے۔ اس قصہ سے جو شیعی فاضل مصنف

حملۂ حیدری نے بیان کیا ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو صدیق اکبر کے عشق رسول ؐ کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سفر ہجرت کا راز حضور علیہ السّلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبر کو بتا دیا ہوا تھا اور کفّار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر حضور سیدھے اپنے صادق الوداد دوست ابابکر صدیق ؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔

(۲) صدیق حضورؐ کا جان نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا۔ کہ کس وقت سرور دوجہان اپنے جانباز عاشق کی جھونپڑی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ جونہی آہٹ سنی فوراً قدمبوس ہو گیا۔

(۳) ابوبکر ؓ نے اپنے معشوق محبوب دوجہان کی پیادہ روی کی تکلیف کو محسوس کر کے باوجود پیرانہ سالی حضور والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصوّر کیا۔ کہ شاہ دوجہان کے قدموں کی خاک بنے۔

(۴) عاشق صادق کو خدا نے فوق العادت قدرت بخشی۔ کہ وہ گراں بار نبوّت کا متحمّل ہو گیا۔ جس کا متحمّل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

(۵) جب تیرہ غار میں داخلہ کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام کو نہ داخل ہونے دیا۔ جب تک کہ مار و مور موذیات کے تمام سوراخ بند نہ کر لئے۔ اپنا کرتہ چاک کر کے جملہ سوراخ بند کئے۔ جب کوئی چیتھڑا باقی نہ رہا۔ تو باقیماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی موذی کاٹے تو عاشق کو۔ اور محبوب دوجہان کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخر کار گزند افعی کی تکلیف برداشت کی۔ اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتاب عالمتاب کے انوار تاباں تنہا حاصل کئے۔ جنہوں نے دوجہان کو روشن کرتا تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ اسرار قدرت اس خوش نصیب مرید نے افشا کئے ہوں گے۔ جو اپنے مرشد ہادیٔ دوجہان سے خلوت گزیں ہو رہا تھا۔ زہے نصیب ابوبکر ؓ خوشا طالع ابوبکر ؓ۔

(۷) حضور سرور کائنات اپنے مخلص دوست ابوبکر ؓ کے متواتر تین دن رات مہمان رہے چنانچہ ہر سہ روز کھانا ابوبکر ؓ کے گھر سے جاتا تھا۔ جس کو حضور تناول فرماتے تھے۔ (کیا رسول ؐ کا فرد منافق کے گھر کا کھانا کبھی منظور کر سکتا ہے)

(۸) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے یارِ غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفرِ ہجرت اس کی ہمراہی میں طے فرمایا یہ تعجب ہے۔ کہ اس قدر فضائل صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھکر بھی شیعہ صدیقؓ کو برا بھلا کہکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تیسری شہادت

واقعہ غار کے متعلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی ص۱۵۷ سے یوں پائی جاتی ہے

قَوْلُهٗ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ فَاِنَّهٗ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهٖ رَفَعَهٗ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی سَفِيْنَةِ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ تَعُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَی الْاَنْصَارِ مُحْتَبِيْنَ فِیْ اَفْنِيَتِهِمْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ تَرَاهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِيْهِمْ فَمَسَحَ عَلٰی عَيْنَيْهِ فَرَاٰهُمْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَنْتَ الصِّدِّيْقُ۔

(ترجمہ۔ قولہ الا تنصروہ الخ راوی کہتا ہے مجھ سے میرے باپ نے حدیث کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادقؑ تک روایت پہنچائی۔ امامؑ نے فرمایا۔ جبکہ تھے رسولِ پاک غار میں ابوبکرؓ کو فرمایا۔ گویا میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ابوبکرؓ نے کہا مجھے بھی دکھایئے۔ حضورؐ نے ابوبکرؓ کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو بھی وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو صدیقؓ ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابوبکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابوبکرؓ کو کہا۔ کہ بیشک تو صدیقؓ ہے۔ جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابوبکرؓ کے چہرہ کو منور فرمایا۔ اور کشف اسرار غیبیہ ہوا۔ تو پھر اس چہرہ کو نار دوزخ سے کیا خطرہ۔

جبکہ ایک رومال دست مال جو اس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ صاف شفاف نظر آنے لگتا اور آگ اس کو نہ جلا سکتی۔ بلکہ اور جلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرارِ غیبیہ ابوبکرؓ کو حاصل ہو گیا۔ پھر وہ عطیۂ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا۔ بیشک صدیق اکبرؓ کو کلیدِ اسرارِ غیبی بہ صلۂ رفاقتِ غار عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے۔ کہ ابوبکرؓ کو بہ صلۂ خدمات سفرِ ہجرت و مصاحبتِ غار لقب صدیقؓ بارگاہِ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی ص۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص۲۴۴ میں درج ہے۔ اگرچہ ان میں مصنفین نے حسب عادت کسی قدر نیش زنی کی ہے۔ لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اعتراضاتِ شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح مشعر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے لیکن بقول شخصے ؎

چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد ؏ عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے جن کا دفعیہ ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے درج کر کے پھر جواب لکھا جائیگا۔

اعتراض شیعہ۔ آیت میں لصاحبہ سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسفؑ کا ذکر بھی ہے۔ یَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ حالانکہ وہ دونوں کافر تھے۔

جواب۔ سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبی یوسفؑ نہیں۔ بلکہ صَاحِبَيِ السِّجْنِ مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجن (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے۔ صَاحِبَيِ مضاف اور سجن مضاف الیہ ہے۔ صاحبی کی یا ضمیر متکلم نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں صَاحِبَيْنِ (تثنیہ) تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو کر صَاحِبَيِ السِّجْنِ کہا گیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لِصَاحِبِہٖ میں صاحب کی اضافت

ضمیر کی طرف ہے جو رسولؐ خدا کی طرف راجع ہے۔ غرض صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے۔ اور صاحب السجن اور شے ہے یعنی جیل کے رہنے والے یوسفؑ کے ساتھی پیغمبرؑ کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسولؐ پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق صادق کے لئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ؎ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

ایسا ہی قال لصاحبہ وھو یحاورہ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسولؐ) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو! تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں تو اس صراحت و وضاحت سے وہ ولائت علیؓ تو کجا قرآن سے حضرت علی المرتضےٰ کا صاحب الرسولؐ ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

غور تو کرو۔ اگر الہ العالمین کو ابوبکرؓ صدیق کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا۔ تو واقعہ غار میں صرف رسولؐ پاک کا ہی ذکر کافی تھا۔ ابوبکرؓ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر ذکر بھی الفاظ ثانی اثنین اور لصاحبہ کے ساتھ کرنا بہت ہی لطیف رمز رکھتا ہے۔

اعتراض شیعہ۔ رسولؐ کا ساتھی ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ کیونکہ نوح و لوط علیہم السلام کی عورتیں رسولؐ کے ہم صحبت ہونے کے باوجود کافر تھیں۔

جواب۔ اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی۔ تو ان دو عورتوں پر صدیقؓ کو قیاس نہ کرتا۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حق تعالےٰ نے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا ہے کہ پلید عورتیں پلید مردوں کے لئے اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں) لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثنا فرما کر نص قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَامْرَاَةَ نُوْحٍ وَّامْرَاَةَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ صَالِحَيْنِ فَخَانَتَا هُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

لیکن معاذ اللہ خدیجۃ الکبریٰ اور عائشۃ الصدیقہ کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے کا ماننا

اسی طرح صدیق اکبرؓ ایسے جانباز صادق کی صحبتِ رسولؐ کو امرأۃ لوط و نوح پر قیاس کرنا بڑے درجہ کی حماقت ہے۔ جب کہ ان کے کفر کی اللہ تعالےٰ نے قرآن میں تصریح کر دی ہے۔ اور ادھر ابوبکر صدیقؓ کو مسندِ خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرما دیا ہے۔

اگر ابوبکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کافر و منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خوف تھا۔ غرض آیت کے جملہ الفاظ پر غور کرو۔ پھر دیکھو۔ کہ کس قدر تعریف ابوبکرؓ کی ثابت ہوتی ہے۔

اعتراض۔ شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ لَا تَحْزَنْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے۔ یہ صیغہ نہی کا ہے۔ اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو وہ داخل معصیت ہے۔ اگر یہ حزن کرنا نیکی تھی تو اس سے منع کیوں کیا جاتا؟ اور صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا؟

جواب۔ شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیات پر بھی نظر ڈال لیا کرتے تو ایسے خرافات لکھنے کی ان کو ضرورت نہ رہے۔ کیا شیعہ معترض کو معلوم نہیں ہے؟ کہ اس قسم کے کلمات قرآن میں پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں۔

(۱) جب حضرت موسٰیؑ کا عصا اژدہا بنا۔ تو آپ بمقتضائے بشریت ڈر کر بھاگے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۹

(ترجمہ: اے موسیٰؑ مت ڈر میرے حضور میں پیغمبروں کو ڈر نہیں ہے۔

(۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر دوڑائیں۔ اس وقت بھی موسٰیؑ خائف ہو گئے۔ الٰہ العالمین نے فرمایا۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی پارہ ۱۶ رکوع ۱۳

(ترجمہ:۔ ڈر نہیں۔ تو ہی غالب ہو گا)

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دیکھا۔ ڈرے اور گھبرا کر گھر میں گھس گئے پھر جب بھونا ہوا گوشت ان کے روبرو رکھا۔ اور فرشتوں نے نہ کھایا۔ از بس خائف ہوئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ۔ فرشتوں نے کہا۔ ڈرمت ہم تو قوم لوطؑ کو عذاب دینے آئے ہیں)

(۴) لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے۔ وہ ڈر گئے۔ فرشتوں نے تسلی دی۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْکَ وَاَهْلَکَ اِلَّا امْرَاَتَکَ کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝

پارہ ۲۰ رکوع ۱۶ (ترجمہ: فرشتوں نے کہا۔ خوف اور غم مت کیجئے ہم تجھے اور تیرے عیال کو بچائینگے۔ سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے)۔

(۵) رسول پاک کو خطاب کر کے حق تعالےٰ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ پارہ ۲۰ رکوع ۱۲ (ترجمہ: آپ کچھ غم نہ کیجئے۔ اور کفار کے مکر کی پرواہ نہ کریں)

(۶) مومنین سے خطاب ہے۔ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ پارہ ۲۴ رکوع ۱۸ (ترجمہ: خوف اور غم مت کرو۔ اور بہشت موعودہ کی بشارت لو)

اب شیعہ بتلائیں۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں۔ جو اولی العزم مرسلین کے خطاب میں ہیں علاوہ بالخصوص ہمارے رسول اکرم اور مومنین کے خطاب میں یہی کلمہ لَا تَحْزَنْ استعمال ہوا ہے۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو بمقتضائے بشریت ان پر طاری ہوا داخل معصیت سمجھو گے۔ اور لاتخف و لاتحزن کے خطاب کو ان کی عظمت شان اور شفقت الٰہی پر محمول کرو گے یا اُن کی توہین و ہتک قرار دو گے؟ پھر اسی کلمہ لاتحزن کا استعمال جب ابوبکرؓ صدیق کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہو اس کے متعلق شیعہ کا اعتراض کہاں تک بجا ہو سکتا ہے؟

اعتراض۔ شیعہ کہتے ہیں۔ جب کفار آئے ابوبکرؓ رونے لگے۔ تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے۔ کہ پیغمبر علیہ السّلام غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں ابوبکرؓ کفار سے ملے ہوئے تھے۔

جواب۔ اس سے بڑھکر بیہودہ اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ کیا خدائے علیم و خبیر کو بھی خبر نہ تھی؟ کہ رسول علیہ السّلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکرؓ دیا گیا۔ اور رسول علیہ السلام بھی اسبات سے ناآشنا تھے۔ کہ ابوبکرؓ اندر سے اُن سے دشمنی رکھتا ہے۔ پھر جب رسول علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دیدی ہوئی تھی۔ اور وہ رات بھر منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا۔ کہ تم لوگ گھات لگا کر رستہ میں بیٹھو میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھا لیا تھا۔ تو بجائے اس کے کہ غار ثور کی طرف لے جاتا۔

ابوجہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار غار پر آ گئے۔ رو کر ستانے کی بجائے ان کو پکار کر کیوں نہ کہدیا۔ کہ آؤ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعم شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے۔ تو اس اکیلے دشمن (رسول پاک) کا کیا خطرہ تھا؟۔ اور یہ اگر سچ ہے۔ کہ اس وقت ابوبکرؓ نے رونا چلانا شروع کر دیا تھا۔ تو کفار آواز سن کر غار کے اندر کیوں نہ داخل ہو گئے؟ شیعو! کچھ غور کرو۔ بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ ساری دنیا اندھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ابوبکرؓ نہ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہو گئی۔ کہ محبوب دو جہان خدا کے پیارے رسولؐ کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں۔ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہجر یوسف علیہ السلام کا غم تھا جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے:۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم ہجر یوسف سے سفید ہو گئیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنے لخت جگر ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا تھا۔ (اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (ہم اے ابراہیم تیرے فراق سے غمناک ہیں)

غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو۔ اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے کے لئے ہو۔ اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ اس پروانۂ شمع محمدی کو اپنی جان کی ذرہ پرواہ نہ تھی۔ بلکہ وہ نقد جان محبوب دو جہان پر نثار کر چکا تھا۔ اور کہدیا تھا۔ کہ آپ کی محبت میں جس قدر تکالیف دیکھوں۔ میرے لئے عین راحت ہے۔ ؎

یک جان چہ قابلیت کہ سازم فدائیت ؛ اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

بلکہ اس عاشق صادق کو غم تھا۔ تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سرور دو جہان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراض:۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ میں علیہ کی ضمیر رسولؐ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ نہ ابوبکرؓ کی طرف۔ جیسا کہ آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ کے اخیر میں باقی ضمائر کے مرجع بھی رسول اکرمؐ ہیں۔ پھر اس سے رحمت الٰہی کا مورد ابوبکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ جب شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گھبراہٹ رسول پاکؐ کو نہیں۔ بلکہ ابوبکرؓ صدیق کو تھی۔ اور اسی لئے لَا تَحْزَنْ محض ان کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا گیا۔ تو پھر سکینہ جسکا

سنی ہی تسکین ہے) رسولؐ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ پہلے ہی سے مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہرحال تسکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ بات کہ دیگر ضمائر کا مرجع رسولؐ ہیں۔ اس لئے علیہ کا رجوع بھی ادھر ہی چاہیے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ جیسا کہ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا میں پہلی دو ضمیریں رسول علیہ السّلام کی طرف راجع ہوتی ہیں اور آخری کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السّلام ہیں۔ لیکن درمیانی يَجُرُّهٗ کی ضمیر حضرت ہارون کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اعتراض۔ ابوبکرؓ کا آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ بیت الحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب (علیؓ) نے درخواست کی تھی۔ کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم گراں بار نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر ابوبکرؓ کو اتنی طاقت کہاں سے آ گئی۔ کہ اس گراں بار کو اٹھا لیا۔

جواب۔ یہ مشیت ایزدی ہے۔ کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے۔ جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ میں حق تعالےٰ خبر دیتا ہے۔ کہ گراں بار امانت کی برداشت کرنے کی طاقت آسمان و زمین کو باوجود اس عظمت و جسامت کے نہ ہو سکی لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے برداشت کر لیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے صدیق اکبرؓ کو اس کے کرنے کی توفیق بخش دے۔ تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ وہ وہی خدا ہے جس نے ایک ماہ میں ابابیل جیسے حقیر پرندہ کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی۔ اور ان کی چونچ میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی سی خاصیت عطا فرما دی تھی۔ بس امر اور يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ۔

پھر یہ تو تم بھی جانتے ہو۔ کہ حضور علیہ السّلام اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے۔ اور اونٹ گراں بار نبوت کا متحمل ہو گیا۔ لیکن شیر خدا جن میں سینکڑوں شیروں کی طاقت تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کے برداشت کی قوت نہ رکھ سکے۔

اعتراض۔ اندھیری رات اور تاریک غار میں ابوبکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے۔ جن کو وہ بند کرتا پھرا۔ یہ قصہ بھی غلط ہے۔

جواب۔ یہ ضرور نہیں کہ چند میل کی مسافت کے بعد غارِ ثور تک پہنچنے کے وقت بھی تاریکئ شب موجود تھی۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہوگیا ہوگا جیسے صاحب حملۂ حیدری بھی نشانِ سحر کی نموداری کا قائل ہے۔ پھر روشنئ صبح میں سوراخ کا نظر آجانا محال نہیں ہے۔ نیز اگر شیعہ معترض کو اسبات پر بھی اعتقاد ہو۔ کہ چہرۂ انور رسولؐ اقدس وہ سراج منیر تھا۔ کہ اس کے نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ہیچ تھی۔ جیسا انسؓ خادمِ رسولؐ کی روایت ہے۔ کہ ایک دن چودھویں چاند کی رات میں حضورِ انورؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں چاند کی طرف بھی نظر دوڑاتا۔ اور پھر چہرہ پرنور حضورؐ کو دیکھتا۔ تو مجھے حضور کے طلعتِ زیبا کے سامنے چودھویں رات کا چاند مدہم معلوم ہوتا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ حسنِ یوسف میں یہ کمال تھا۔ کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں میں پھرتے۔ تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ چہرۂ تاباں کی روشنی کافی ہوتی پھر اس ماہ مدنی مکی کے چہرۂ تاباں کے انوار سے کیوں انکار ہے؟ کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکرؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جاچکا ہے) درج ہے۔ کہ اس شمع نور (ذاتِ احمدی) کا یہ اثر تھا۔ کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفرؓ کی کشتی سمندر میں چکر کھاتی نظر آرہی تھی۔ پھر افسوس ہے۔ کہ شیعہ کور باطن کو اسبات پر تعجب ہے۔ کہ اندھیری رات میں ابوبکرؓ کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آگئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی۔ آخر اندھا بھی تو ٹوہ کر معلوم کر لیتا ہے۔ کیا ہاتھ سے ٹوہ کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہوسکتے تھے؟ امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ اس لئے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیتِ الا تنصروہ الخ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع قمع ہوچکا۔ اب ہم آیتِ استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۷) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ پارہ ۱۸ سورۃ نور رکوع

(ترجمہ: - خدا تعالےٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کئے وعدہ کرلیا ہے۔ کہ بالضرور ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ جو تم سے پہلے تھے۔ اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لئے پسند کرچکے ہے تمکن (مضبوط) کردیگا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کرینگے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائینگے۔ جس نے اس کے بعد کفران کیا۔ وہ لوگ فاسق ہیں)

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک بڑے معرکے کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرمادیا ہے۔ اگر کوئی دل نور ہدایت سے منور ہو۔ تو اس کو مسئلہ معہودہ کی نسبت اس فیصلہ حقانی کے مان لینے میں تامل نہ ہوگا۔ دیکھو! رب العباد نے فرمادیا ہے۔ کہ ہم نے اس اخص الخواص جماعت مومنین کو حتمی وعدہ دیدیا ہے۔ کہ ان کو خلافت کی مسند ضرور ضرور عطا کی جائیگی۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہونے کے پیچھے پیغمبروں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی اور اس وقت دین مرضیہ کی خوب استقامت ہوگی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائیگا یہ جماعت ایسی مخلص عباد صالحوں کی ہوگی۔ کہ باوجود اس اقتدار عظیم (عہدۂ خلافت) کے حاصل کرنے کے پھر بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدۂ الٰہی اصحاب ثلثہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے یا کہ نہ۔ اگر نہیں تھے تو کیوں اس انعام الٰہی (عطیۂ خلافت موعودہ) سے مشرف ہوگئے؟ اس کے مستحق تو وہی لوگ تھے جو امنوا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پایا کرتے ہیں۔ خصوصاً جب انعام بخشنے والا علام الغیوب اور علیم بذات الصدور ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ایک انعام کا اطلاعنامہ تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہوچکا ہے۔ اور تقسیم انعام کے وقت وہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں۔ اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پاگئی۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا بوقت تقسیم انعام۔ انعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکہ ہوا۔ یا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کرکے دوسروں کو انعام دیدیا۔ اور پہلوں سے وعدہ خلافی کر بیٹھا۔ یا جماعت غیر مستحقین زبردست تھی۔ اول نے ا

دوسری سے زبردستی چھین کردہ انعام دلا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ تو اس ذات علیم وخبیر کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہے۔ جو اس کے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے۔ اور اس کی دی ہوئی نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ اور يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ کی وصف سے موصوف ہے۔ وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس کی صفت لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اس کے ارادہ اور مشیت میں بھی یہی تھا۔ کہ بعد وفات سرور کائنات آپ کی خلافت کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے اس کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہو۔ جس کی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں۔ جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں۔ جس نے ہادی اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور اس سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعداء دین سے مقابلہ کیا۔ جس نے اپنی ساری وجاہت اور دنیوی اقتدار نظر انداز کر کے دین رسول کی سچی تابعداری سب سے اول اختیار کی ہے۔ جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نباہا ہے۔ جو اس کا نہایت ہولناک اور پرخطر موقعہ میں ہمدم اور یار غار رہا ہے۔ جس پر اس پاک رسول کی نظر شفقت بلحاظ اس کے کہ

قدیماں خود را بیفزای قدر

سب سے زیادہ تھی۔ جس کو اس پاک رسول نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنے مصلے پر کھڑا کرنے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے۔ قرآنم منطوق آیت صاف پکار رہا ہے۔ کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اختیار اور کوشش سے نہ کسی منصوبے سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدا پاک کے ارادہ سے اس کے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو یہ اعزاز ملے۔ اور اسی ترتیب سے ملے۔ جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی کہ ارادہ ایزدی پر غالب آ سکتا۔ اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا۔ یا وقت سے پہلے اس اعزاز سے حصہ لے سکتا۔ تقدیر اور مشیت ایزدی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آ سکتی۔ اور نہ ارادہ الٰہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے

ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہنا سخت بے ایمانی ہے۔ کہ وعدہ الٰہی تو علی المرتضٰےؓ کے لئے تھا۔ اور وہ حق سب سے پہلے مستحق تھے۔ لیکن ثلاثہ نے زبردستی سے اُن کا حق چھینکر خود خلافت پہلے لے لی۔ بھلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو مان بھی لیں۔ کہ اسد اللہ الغالب پر ثلاثہ کی قوت غالب ہو جائے۔ اور ان کے مقابلہ میں شیرِ خدا خیبر شکن بے بس ہو کر دم بخود رہجائیں لیکن یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ ثلاثہؓ خدائے قدیر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعودہ اور دی ہوئی نعمت شیرِ خدا سے چھین لیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر ہے۔ کہ وعدہ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لئے تھا۔ نہ فردِ واحد کے لئے۔ کیونکہ آیت میں موعود لہم جماعت مومنین ہے۔ نہ ایک شخص اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا صیغہ ہائے جمع پر غور کرو۔ اور جو نشان ان موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ ان اوصاف میں جملہ صحابہ سے فائق تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے۔ کہ خلفاء اربعہ دیگر صحابہ کرام سے ان اوصاف میں فاضل تھے۔ اور یہی اس منصب جلیل کے مستحق تھے۔ اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ملنا مقدر تھا۔ اِدھر زمانہ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسولِ برحقؐ نے اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ فرما کر اس کی میعاد تیس سال[1] بیان فرما دی تھی۔ تو غور فرمائیے۔ کہ سوائے اس ترتیب کے جو سلسلہ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کون سی تھی؟ کہ یہ چاروں بزرگوار اس عطیہ الٰہی سے اسی میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضٰیؓ کو سب سے پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحاب اس نعمتِ موعودہ سے محروم رہجاتے۔ کیونکہ انکا زمانہ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا۔ تو کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہجاتا۔ سبحان اللہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔

اس آیت کریمہ نے مسئلہ ایمانِ صحابہ کے ساتھ مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ فرما دیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے امنوا وعملوا الصالحات کے مصداق تھے۔ خلافت ملنے کے بعد بھی یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا کے پورے مصداق رہینگے۔ ممکن ہی نہیں ہے۔ کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے مسکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست میری توحید میں سرشار رہیں گے۔

---

[1] جلاء العیون میں بھی میعادِ خلافت تیس سال لکھی گئی ہے۔

صاحبان! غور کیجئے یہ آیت خلفاء ثلاثہ کے ابدی ایمان پر شاہد عدل ہے۔ نیز خداوند کریم نے ان کے ایمان ابدی کی شہادت دیکر پھر یہ بھی فرما دیا۔ کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کریگا۔ اور ان کے احسان عام کا کفران کریگا تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ۔ بدبخت فاسق ہے۔ معنی آیت وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؁ مفسرین نے یہ کہا ہے مَنْ كَفَرَ عَنْ اِحْسَانِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؁ شیعہ صاحبان! ذرا انصاف کی عینک لگا کر آیت کو پڑھیں۔ بتائیں تو سہی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؁ کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ تو سخت پر آشوب تھا۔ ایک مجتہد شیعہ نے اپنے رسالہ سجادیہ کے صفحہ ۲۲ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:-

حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ [illegible] بی بی عائشہ صدیقہ وغیرہ غایت درجہ پر شور تھا۔ اور عرب میں گویا شورش کا سا حال ہو رہا تھا" پھر ایسا پُر شور زمانہ تو اس پیشگوئی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ الخ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ زمانہ خلفاء ثلثہ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفات رسول مقبول ؐ کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا مسیلمہ اور عنسی جیسے جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا دیا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ نے توفیق ایزدی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیا یہ سب الٰہی وعدے ان منافقوں کے حق میں پورے ہوئے؟ نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس۔ آیت استخلاف کے متعلق بحث ہو چکی۔ آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ جبکہ کتب شیعہ سے استدلال کیا جائیگا۔

(۲۸) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (پ ۱۷ رکوع ۷) (ترجمہ ہم نے ذکر (تورات) کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے۔ کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے)

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے۔ کہ یہ پیشگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند علیم و خبیر خبر دیتا ہے۔ کہ توریت[1] اور زبور

---

[1] توریت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے۔ میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک

میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ اَنَّ الْاَرْضَ ارض مقدسہ (زمین کنعان) کے وارث میرے مخلص پاک بندے ہوں گے۔ اب بتائیے۔ کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ اور اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحون ثابت ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں! سچ کہیے۔ کہ اس سے زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے! کہ ایک عظیم الشان پیشگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی تھیں وہ پیشگوئی آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے سچے خادم فاروق اعظمؓ کے عہد میں پوری ہوئی ہے۔ اور عجیب طرفہ یہ کہ اس سرزمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان ہی رہے ہیں۔ شیعہ پر ہماری حجت ہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحون میں شمار نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیوں ارض مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں۔

بعض مفسرین نے ارض سے مراد حرمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین اس کی وراثت ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تا قیامت رہیگی۔ اور یہی خوش نصیب الٰہی عباد صالحون ہیں۔

سوال۔ اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے۔ اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ بوساطت شریف حسین نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے۔ اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ پھر آیت سے صداقت مذہب حق اہل سنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب۔ یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر مخالف کو قرآن میں تدبر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی رو سے جرأت نہ ہو۔ آیت میں یَرِثُ کا لفظ موجود ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہو گا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بدمذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے۔ اور کچھ دنوں کے بعد پھر وہ وہاں سے نکالا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) جس میں تو پردیسی ہے۔ دیتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ پیدائش باب ۱۷۔ آیت ۸ اور زبور میں اللہ تعالےٰ یوں فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو حلیم ہیں زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۱۱۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ زبور۔ آیت ۲۹۔ جن پر اس کی برکت ہے۔ زمین کے وارث ہوں گے اور جن پر لعنت ہے کٹ جائیں گے۔ زبور ۳۷۔ آیت ۲۲۔

کر نکال دیا جائے۔ تو وہ یرثہا کا مصداق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یزید کا قبضہ غاصبانہ گنتی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا۔ کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ سے توسل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ جو یزید کا ہوا تھا۔ وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں۔ پھر ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے۔ وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت وخواری سے نکال دیئے جائینگے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت والجماعۃ مقلدین کا رہا ہے اور رہیگا کیونکہ قرآن سچا ہے۔ اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہوسکتا۔ اس پاک زمین پر عرصہ دراز ترکوں کی حکومت رہی۔ جو خالص سنی حنفی تھے۔ انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا۔ اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا۔ تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔

عقلی دلیل

اس امر کی عقلی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانان اہل سنت والجماعۃ مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا۔ یہ ہے۔ کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں۔ اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے۔ جو تمام انبیاءؑ کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانان اہل سنت ہی ہیں۔ جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اس کے یہود کے دلوں میں حضرت عیسٰیؑ اور محمد عربیؐ کی عزت نہیں ہے۔ نصاریٰ بھی رسولؐ آخر الزمان کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسولؐ پاک کے روضہ اطہر میں آپ کے دو خادم صدیقؓ وفاروقؓ پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے۔ تو ان دونوں اصحاب کی مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی کا بویا نتہ ہوں۔ تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبویؐ کا بھی احترام نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ ھٰذَا صَنَمٌ اَکْبَرُ وَلَوْ اَقْدِرُ عَلَیْہِ

هٰذَا صَنَمٌ (یہ بڑا بُت ہے اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں) علاوہ ازیں باقی
مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عزت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بےحرمتی کر
سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دو
قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر نے اپنے تمام
میں یہ حتمی وعدہ لکھ دیا ہے۔ کہ ان اراضی مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم
عباد صالحون ہی کے سپرد کرینگے۔ تاکہ مقامات مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آسکے۔
اَللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ

فضائل اصحاب ثلثہؓ کا ثبوت کتب شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحاب ثلثہؓ کا کامل الایمان ہونا حضرت علی المرتضےٰؓ اور ان کا باہم شیر و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور مشیر کار ہونا۔ نبی علیہ السلام کے فرمانبردار اور سچے تابعدار ہونا مقبول بارگاہ الٰہی ہونا۔ بشہادات ائمہ اہل بیت کتب معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب ثلثہؓ سے غیظ و غضب اور بغض و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتابوں کو اہل سنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اب سنی فضلا شیعہ کی معتبر کتابوں سے الزام دے سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق واقعہ غار کے متعلق تفسیر عسکری۔ تفسیر قمی اور حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیقؓ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اوّل۔ فروع کافی جلد ۲ ص۳ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے۔ جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے۔ کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے۔ تاکہ خود

محسوس جانے۔ آگے لکھا ہے:۔ هٰذِهٖ أَحَادِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يُصَدِّقُهَا الْكِتَابُ وَالْكِتَابُ يُصَدِّقُهٗ أَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ حَيْثُ قِيْلَ لَهٗ أَوْصِ فَقَالَ أُوْصِيْ بِالْخُمُسِ فَأَوْصٰى بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَهٗ أَوْصٰى بِهٖ ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِيْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ سَلْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَبُوْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَأَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ إِذَا أَخَذَ عَطَاءَهٗ رَفَعَ مِنْهُ قُوْتَهٗ لِسَنَتِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَ عَطَاؤُهٗ مِنْ قَابِلٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ أَنْتَ فِيْ زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا وَأَنْتَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ تَمُوْتُ الْيَوْمَ فَكَانَ جَوَابُهٗ أَنْ قَالَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ عَلَيَّ الْفَنَاءَ أَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ إِنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلٰى صَاحِبِهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فَإِذَا هِيَ أَحْرَزَتْ مَعِيْشَتَهَا اطْمَأَنَّتْ وَأَمَّا أَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ لَهٗ نُوَيْقَاتٌ وَشُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا وَيَذْبَحُ مِنْهَا إِذَا اشْتَهٰى أَهْلُهُ اللَّحْمَ أَوْ نَزَلَ بِهٖ ضَيْفٌ أَوْ رَأٰى بِأَهْلِهِ الَّذِيْنَ مَعَهٗ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُوْرَ أَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلٰى قَدْرِ مَا يُذْهِبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَيَأْخُذُ هُوَ نَصِيْبَ وَاحِدٍ مِنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَمَنْ أَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ مَا قَالَ

(ترجمہ:۔ یہ احادیث رسول پاکؐ ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی تصدیق (اپنے عمل سے) مومنین کرتے ہیں جو کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں۔ ابوبکرؓ نے وقت وفات جب اس کو وصیت کے لئے کہا گیا۔ فرمایا کہ میں پانچویں حصہ (مال) کی وصیت کرتا ہوں چنانچہ پانچویں حصہ کی وصیت کی۔ حالانکہ خدا نے تیسرے حصہ کی وصیت کی اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا کہ تیسرے حصہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے۔ تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابوبکرؓ سے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابوذرؓ کو سمجھتے ہو پس سلمانؓ کو جب کوئی عطیہ دیتا۔ پورے سال کی خوراک ذخیرہ کر لیتا حتیٰ کہ سال آئندہ پھر عطیہ حاصل ہو۔ لوگوں نے کہا۔ آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا۔ کیا تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے؟

جیساکہ میرے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اے جاہلو! تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے
پر سرکشی کرتا ہے جب تک کہ اسے اس قدر معیشت نہ مل جائے جس پر اپنے
ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور ابوذرؓ کے پا
اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں جو دودھ دیتی تھیں۔ اور جب ان کے عیال کو گو
کی حاجت ہوتی۔ یا کوئی مہمان آجاتا یا اپنے متعلقین کو بھوکا دیکھتے۔ ان میں سے او
یا بکری ذبح کر لیتے۔ اور سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک
رکھ لیتے۔ جو دوسروں سے زائد نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگواروں سے
بڑھ کر بڑا زاہد کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کے شان میں رسول پاکؐ نے فر
جو کچھ کہ فرمایا)

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں:۔

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ ان مومنین کاملین میں سے تھے جو کتاب اللہ کی سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوذرؓ فضل و زہد میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا زہد و فضل اُن سے اول درجہ (فائق) تھا۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ اُن برگزیدہ زاہدوں سے تھے جن کا ہم پلہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوئی تھیں۔

سوال شیعہ ممکن ہے کہ مَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ کا اشارہ حضرت سلمانؓ اور ابوذرؓ کی طرف ہو۔ اور ابوبکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب ۔ اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے۔ تو ابتدا حدیث میں الفاظ الکتاب یُصَدِّقُهٗ اَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد پہلے ذکر ابوبکرؓ کا ہونا۔ اور پھر سلمانؓ اور ابوذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ ثم من علمتم بعدہ من فضلہ و زہدہ (جس کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ابوبکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ و ابوذرؓ ہیں۔

ھؤلاءِ کا مشار الیہ صرف دو کو سمجھنا حد درجہ کی حماقت ہے۔ ھؤلاءِ کے مشار الیہ
سہ بزرگوار ہیں۔ اور حدیث میں مساوات کی تصریح موجود ہے۔ کہ زہد و فضل میں حضرت ابوبکر
نیز سب سے اول ہے۔

افسوس! شیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحاب ثلاثہ کے زہد و تقوے کی نسبت ایسی شہادت
یہ اہل بیت علیہم السلام پڑھ کر بھی پھر ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے۔ ختم اللہ علیٰ
قلوبھم وعلیٰ سمعھم وابصارھم غشاوۃ۔

دوم۔ علامہ طبرسی اپنی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے۔ کہ آیت وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ
ابوبکرؓ کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ روایت یوں ہے۔ عَنْ اِبْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰیَۃَ
نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّہٗ اشْتَرٰی لِمَمَالِیْکَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَّعَامِرِ
ابْنِ فُھَیْرَۃَ وَغَیْرِھِمَا وَاَعْتَقَھُمْ .... (ترجمہ:۔ ابن زبیر سے
روایت ہے۔ کہ آیت شان ابوبکرؓ میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے ان غلاموں کو جو اسلام
لائے۔ اپنے مال سے خرید لیا۔ جیسا کہ بلالؓ اور عامر بن فہیرہ اور ان کو آزاد کر دیا)
اب جس شخص کی خدمات اسلام میں یہ ہوں۔ کہ بلالؓ جیسے عاشق ذات نبوی کو کفار کے ہاتھ
سے ریا مال خرچ کر کے نجات دلائے۔ اور آزاد کر دے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کے نہ
صرف متقی بلکہ اتقی ہونے کی شہادت دے۔ اس شخص کی شانِ والا میں گستاخی کرنا
کتنی جسارت ہے۔ خدا روافض کو ہدایت کرے۔

سوم۔ کتاب احتجاج ص [illegible] میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے۔ آپ نے
فرمایا۔ لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰکِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَفْضَلُ
(ترجمہ:۔ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکرؓ فضیلت میں
برتر ہیں) پھر جس شخص کو حضرت امام محمد باقرؒ افضل سمجھتے ہوں۔ ان کی فضیلت سے انکار
کرنا حد درجہ کی شقاوت ہے۔

چہارم۔ کتاب مجالس المؤمنین مجلس سوم صفحہ ۸۹ میں ہے۔ کہ حضرت سلمان فارسی فرماتے
ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کی شان میں صحابہ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں
فرمایا کرتے تھے۔ مَا سَبَقَکُمْ اَبُوْبَکْرٍ بِصَوْمٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ بِشَیْءٍ وَقَرَ فِیْ قَلْبِہٖ
(ترجمہ:۔ ابوبکرؓ نے تم سے زیادہ نماز و روزہ کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی۔ بلکہ

اس کے صدق و صفا قلبی کی وجہ سے انکی عزت و وقار بڑھا ہے)

پنجم۔ شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ میں یہ روایت درج ہے۔ سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِہٖ فَقَالَ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَّمْ یَقُلْ لَہُ الصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا۔ آپ اس کو صدیقؓ کہتے ہیں۔ امامؑ غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھے۔ اور کہنے لگے بہت اچھا صدیقؓ بہت اچھا صدیقؓ بہت اچھا صدیقؓ۔ جو اس کو صدیقؓ نہ کہے۔ خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے)

اب حضرت امام علیہ السلام کی اس تصریح کے بعد کہ واقعی ابوبکرؓ صدیق ہیں۔ جو ان کی صدیقیت کو نہ مانے بقول امام ہمام وہ خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق ہے۔ شیعہ نہ مانیں تو ان سے بڑھ کر خائب و خاسر کون ہو سکتا ہے؟

ششم۔ کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کے جلد ۲ صـ۲۳۳ میں ہے و از پس او (یعنی زید بن حارثہ) ابوبکرؓ مسلمان شد و اسم او عبد اللہ است و لقبش عتیق و کنیت او ابوبکر است و او پسر ابوقحافہ عثمان است و ہو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ و ابوبکر علم انساب نیک میدانست و نسب او نیز محفوظ بود۔ و با جمعے از قریش الفتے بکمال داشت۔ و چندتن را پنہانی دعوت باسلام نمود۔ و نزدیک پیغمبر آورد۔ تا اسلام برایشان عرضہ داشت نخستین عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ دیگر زبیر بن العوام ابن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بود۔ و این زبیر پسر برادر خدیجہ علیہا السلام است و دیگر عبد الرحمٰن بن عوف ابن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ و دیگر سعد بن ابی وقاص و اسم ابی وقاص مالک بود و او پسر وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ بن عبید اللہ

ن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی است ۔ و دیگر طلحہ
ن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بود ۔
ن جملہ از دوستان ابوبکرؓ بودند و بدلالت او اسلام یافتند و از پس او ابوعبیدہ
سلام آورد (ترجمہ:- اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکرؓ مسلمان ہوئے ۔ ان کا نام عبد اللہ
لقب عتیق اور کنیت ابوبکرؓ ہے ۔ اور وہ بیٹے ابوقحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے ۔ انکا
سب یوں ہے عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ۔ ابوبکرؓ علم
سب خوب جانتے تھے ۔ اور انکا نسب بھی محفوظ تھا ۔ اور بعض قریشیوں سے ان کی نہایت
حبت تھی ۔ چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام کی اور پیغمبرؐ کے پاس لائے
پ نے ان پر اسلام پیش کیا ۔ سب سے پہلے شخص (جو ترغیب ابوبکرؓ سے مسلمان ہوگئے)
ثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن
مرہ بن کعب بن لوی تھے ۔ دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزی بن قصی تھے
بیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے تھے ۔ تیسرے شخص عبد الرحمن بن عوف ابن
عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھے ۔ اور چوتھے سعد
ن ابی وقاص تھے ۔ ابی وقاص کا نام مالک تھا ۔ دو بیٹے اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن
لاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں ۔ یہ سب لوگ ابوبکرؓ کے دوستوں سے تھے ۔ اور انہی
راہنمائی سے یہ سب اسلام لائے ۔ اور ابوبکرؓ کے بعد ابوعبیدہ اسلام لائے)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے ۔ اور برگزیدہ
ندان قریش سے تھے ۔ پہلے ہی سے ان کے نام (عبد اللہ) میں توحید کی جھلک موجود تھی
لم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے ۔ اور محفوظ النسب تھے ۔ ان کا لقب بھی عتیق (نجیبا
ا ۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے ۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو خاص مدد
ل ہوئی ۔ چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوگئے
یا ایسا شخص جو اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں مصروف ہوگیا ۔ اور اپنے اثر خاص
ے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا ۔ اور اپنی زندگانی خدمت اسلام میں بسر کی حضور سرور
لم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد بھی منافق ہوسکتا ہے؟ کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم
قلتم ۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں (جو شیعہ کی معتبر تفسیر ہے) تفسیر آیت الذی جاء

بالصدق وصدق به فاولٰئك هم المتقون (ترجمہ۔ اور جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقون ہیں) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قیل الذی جاء بالصدق رسول اللّٰه وصدق به ابوبکر (ترجمہ۔ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس کے ساتھ رسول خدا ہیں۔ اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابوبکرؓ ہیں۔

ہشتم: کتاب منہج المقال مصنفہ فضل بن نجفی اجلِّ علماء سے ہے۔ یہ روایت درج ہے قال سمعت ابا داؤد یقول حدثنی بریدة الاسلمی قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقول ان الجنة مشتاق الی ثلثة فجاء ابوبکر فقال انت الصدیق انت ثانی اثنین اذ هما فی الغار فلو سئلت رسول اللّٰه عن هٰؤلاء الثلثة (ترجمہ: ابوداؤد کہتے ہیں بریدہ اسلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا۔ فرمایا بہشت تین اشخاص کا مشتاق ہے۔ اتنے میں ابوبکرؓ آ گئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تو صدیق ہے۔ اور تو دوسرا دو کا ہے۔ جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کاش! میں حضور سے پوچھتا کہ وہ تین کون ہیں؟)

نہم۔ احتجاج طبرسی میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔ کنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم علی جبل حراء اذ تحرك الجبل فقال له قر فانه لیس علیك الا نبی وصدیق وشهید (ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ پہاڑ نے جنبش کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا ٹھہر جا۔ کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھے ہیں)
کیا ان دو روایات کو پڑھ کر بھی شیعہ کو حضرت ابوبکرؓ کی صدیقیت میں کچھ شک و شبہ باقی رہ گیا۔ لیکن ضد کا کیا علاج!

دہم۔ نہج البلاغہ میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور اقوال درج ہیں۔ لکھا ہے۔ لله بلاد فلان فلقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنة وخلف البدعة ذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرها وسبق شرها ادی الی اللّٰه طاعته واتقاه بحقه رحل وترکهم فی طرق متشعبة لا یهتدی فیه الضال ولا یستیقن المهتدی (ترجمہ۔ خدا فلاں (ابوبکرؓ) پر رحمت کرے کجی کو سیدھا کیا۔ بیماری (جہالت) کا علاج کیا۔ سنت (اصول اسلام

قائم کیا۔ بدعت کو پیچھے ڈالا (دنیا سے) پاکدامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پا لیا۔ اور شر و فساد سے پہلے چلا گیا۔ خدائی بندگی کا حق ادا کیا۔ اور تقوے جیسا کہ چاہیے۔ اختیار کیا۔ فوت ہو گیا۔ اور لوگوں کو پیچ در پیچ راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو رستہ نہیں ملتا۔ اور راہ پانے والا یقین نہیں کرتا) شارحین نہج البلاغۃ نے لفظ فلاں سے ابوبکرؓ یا عمرؓ مراد رکھی ہے۔

دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰؓ صدیق اکبرؓ کی کیسی تعریف فرماتے ہیں۔ اور اخیر میں کہتے ہیں۔ کہ ہمارا عہد خلافت ایسا پرشور ہے کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

پانچم دھوکہ: تزویج فاطمہؓ کی تحریک ابوبکرؓ نے کی۔

جلاء العیون اردو جلد اول ص۱۱۱ میں درج ہے:-

روایت کی ہے۔ کہ ایک دن ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ مسجد حضرت رسولؐ میں بیٹھے آپس میں مزاوجت جناب فاطمہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اشراف قریش نے فاطمہ کی خواستگاری حضرت سے کی اور حضرت نے ان کو جواب دیا۔ کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علیؓ بن ابیطالب نے اس بارہ میں حضرت سے کچھ نہیں کہا۔ اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔ اور ہمیں گمان یہی ہے۔ کہ سوائے تنگدستی کے اور کچھ انہیں مانع نہیں۔ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا اور رسول خدا نے فاطمہؓ کو بیشک علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ پس ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ بن معاذ سے کہا۔ کہ اٹھو علیؓ کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں۔ کہ فاطمہؓ کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے۔ تو ہم اس بات میں ان کی مدد کریں گے سعدؓ بن معاذ نے کہا۔ بہت درست ہے۔ یہ کہکر اٹھے۔ اور جناب امیر کے گھر گئے۔ جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت نے فرمایا کس لئے آئے ہو؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن کوئی فضیلت فضیلات پائے نیک سے نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بسبب یگانگی و مصاحبت دائمی و نصرت و یاری اور جو روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری کی۔ مگر حضرت نے قبول نہ کی۔ اور جواب دیا۔ کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔ پس تم کو کیا چیز فاطمہؓ کی خواستگاری سے مانع ہے؟ ہمکو گمان یہ ہے۔ کہ خدا و رسولؐ نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے۔ امیرؓ نے ابوبکرؓ سے یہ سنا۔ آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہو گئے۔ اور فرمایا میرا غم اور اندوہ تم نے تازہ کیا۔ اور جو آرزو

میرے دل میں پنہاں تھی۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا۔ جو فاطمہؑ کی خواستگاری نہ چاہتا ہو؟ ولیکن مجھے بسبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے پس ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسولؐ خدا کے پاس جاکر فاطمہؑ کی خواستگاری کریں۔ جناب امیرؑ نے اپنا اونٹ کھولا۔ اور گھر میں لاکر باندھا الخ

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کو کس قدر خیر خواہی جناب امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی۔ کہ اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کی تحریک کی اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام کی امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ پہلے جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ مگر ان مردان خدا نے ان کو ڈھارس بندھوائی۔ اور معاملہ انجام بخیر ہوا۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں۔ تو اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کا سہرا بھی ابو بکرؓ ہی کے سر بندھتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کی تحریک کی۔

دوازدھم۔ جہیز فاطمہؓ ابو بکرؓ نے خرید کیا۔

تزویج فاطمہؓ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابو بکرؓ نے نہیں کی۔ بلکہ آخری رسوم خرید جہیز وغیرہ بھی ابو بکرؓ ہی کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوئیں۔

چنانچہ جلاء العیون اردو صـ۱۲۲ پر مذکور ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا۔ حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا۔ یا علیؑ اٹھو۔ اور اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ پس میں گیا۔ اور زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا۔ اور روپے حضرت کے دامن میں رکھ دیئے۔ حضرت نے مجھ سے نہ پوچھا کہ کتنے روپے ہیں! اور میں نے بھی کچھ نہ کہا۔ پس ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا۔ اور بلالؓ کو بلا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ فاطمہؓ کے لئے عطر و خوشبو لے آ۔ پس ان درہم میں سے دو مٹھیاں لیکر ابو بکرؓ کو دیں۔ اور فرمایا بازار میں جا اور کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے لے آ۔ پس عمار بن یاسر اور ایک جماعت صحابہ کو ابو بکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے۔ پس ان میں سے ہر ایک شخص جو چیز لیتا تھا۔ ابو بکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا۔ اور دکھا لیتا تھا۔ پس ایک پیراہن سات درہم کو اور ایک مقنعہ چار درہم کو اور ایک چادر سیاہ خیبری و کرسی کہ دو نو پاٹ اس کے لیف خرما سے جڑے تھے

اور دو توشک جامہ ہائے مصری کی کہ ایک کو لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوسفند سے بھرا تھا - اور چار تکیے پوست طائف کے کہ ان کو گیاہ اذخر سے بھرا تھا - اور ایک پردہ پشم اور بوریا اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا اور کاسہ چوبین دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کے لئے اور ایک آفتابہ قیر اندود اور ایک سبوئی سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کئے - جب سب اسباب خرید چکے - بعض اشیا ابوبکرؓ اور سب اصحاب نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا - اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے اور کہتے تھے - خداوندا اس کو میرے اہل بیت پر مبارک کر -

اس سے معلوم ہوا - کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی دوستی کے علاوہ حضرت رسول پاکؐ کو بھی ابوبکرؓ پر اس قدر بھروسہ واعتماد تھا - کہ جہیز فاطمہؓ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے - اور سب اسباب ان کے ہی مشورہ سے خریدا گیا - کیا دشمنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے ؟

یازدہم - صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں -

جلاء العیون اردو صـــ میں لکھا ہے - ثعلبی نے روایت کی ہے - کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا - اس وقت ابوبکرؓ آئے - اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے ؟ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے - ابوبکرؓ نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے ؟ حضرت نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ وجنت الماویٰ ورفیق اعلیٰ وعیش گوارا وجرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے - ابوبکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دیگا ؟ حضرت نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے - ابوبکرؓ نے پوچھا کس چیز میں آپکو کفن کریں گے ؟ حضرت نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں - یا جامہائے یمنی ومصری میں - ابوبکرؓ نے پوچھا کس طرح آپ پر نماز پڑھیں ؟ اس وقت جوش وخروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا - اور در ودیوار کانپنے لگے - حضرت نے فرمایا صبر کرو - خدا تم لوگوں سے عفو کرے - انتہیٰ -

اب شیعہ سے پوچھا جاتا ہے - کہ ابوبکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے - کہ اخیر وقت میں بھی حضور علیہ السلام راز کی باتیں اور وصیتیں انہی کو سناتے رہے - آخری وقت تو انسان

تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جو مقرب الی اللہ ہو۔ پاک لوگ آخری دم میں کبھی بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محب صادق ابوبکرؓ صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا۔ کہ وقت نزع بھی اسی کو شرف ہمکلامی بخشا۔ (خوشا حال ابوبکرؓ)

چہاردہم۔ شیعہ کی متعدد کتب میں شیخین کی نسبت حضرت امام جعفر علیہ السلام سے مروی یہ حدیث موجود ہے:۔

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترجمہ:۔ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں امام عادل اور با انصاف تھے۔ حق پر تھے حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو جیو)

اب میں یہ چودہ شہادات کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ ائمہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ کہ اس قدر روشن شہادات دربارہ تعریف و اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکرؓ دیکھکر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤ گے۔ ہاں! مگر جن لوگوں کے دلوں پر شقاوت کی مہر ثبت ہو چکی ہے۔ ان کو کون ہدایت کرے۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق ملا باقر مجلسی شیعہ نے بحار الانوار جلد ۱۴ کتاب السماء والعالم میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے:۔ رَوَى الْعَيَّاشِيُّ عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ۔

(ترجمہ: مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی۔ اے خدا اسلام کو عمرؓ بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش) سو حضور کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے۔

نظم

چناں بُد کہ بو جہل از اں سرزنش ؛ بکیفیتے شد عداوت منش

بجز قتلِ پیغمبرِ ذوالجلال ؛ نبودش دگر ہیچ فکر و خیال

یکی روز بگفت با اشقیا ؛ کہ آرد کسی گر سرِ مصطفےٰ

ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو ؛ دو کوہان سپیدہ و سرخ مو

ز دیبائے مصری ز بردی خوش ؛ دگر سیم و زر بخششش چندش

عمر چوں شنید ایں سخن گفتش ؛ بجنبید عرقِ شجیع در تنش

بادگفت سوگند اگر تو خوری ؛ کہ از گفتۂ خویشتن نگذری

من امروز خدمت بیاورم بجا ؛ بیارم بہ پیشت سرِ مصطفےٰ

گرفت از ابو جہل اول قسم ؛ پس آنگاہ زد در رہ کیں قدم

بآں کار چوں رفت بیروں عمر ؛ یکی گفت یا او نداری خبر

کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش ؛ گرفت است دین محمد بہ پیش

برآشفت ابا حفص ازیں گفتگو ؛ بگفتا بریزم کنوں خون او

سوی خانۂ خواہر خویش رفت ؛ چو آمد بہ نزدیک تیغش برفت

چو آمد بہ پیش در ایستاد ؛ صدائے شنید و بآں گوش داشت

شنید آنکہ میخواند مرد نکو ؛ کلامی کہ نشنیدہ بد مثل او

عمر زد در خواہرش باز کرد ؛ چو آمد درون شد و آغاز کرد

در افتاد با جفت خواہر بجنگ ؛ گرفتش ز حلق و بشمشیر و تنگ

گلویش بہ تنگی فشرد آنچناں ؛ کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں

بیامد دواں خواہرش نوحہ گر ؛ بگفتش چہ خواہی ز ما اے عمر

اگر شاد گردی ز ما ور ملول ؛ نمودیم دین محمد قبول

کنوں گر کشی سر بدادیم پیش ؛ ولی برنگردیم از دین خویش

چو بشنید زد ایں حکایت عمر ؛ بدانست کو برنگردد دگر

بگفتا چہ دیدی تو از مصطفےٰ ؛ کہ گشتی بہ دینش چنیں مبتلا

بگفتا کلام خدائے جلیل ؛ کہ آرد بما حضرت جبرئیل

شنیدیم و گردید ہر ما الیقین ؛ کہ ہست آں کلام جہاں آفریں

ایسا ہوا کہ ابو جہل حضرت صلعم کی تنبیہ سے آپکا دشمن ہو گیا

بجز قتل حضور کے اسے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔

ایک روز کفار سے کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص محمد کا سر کاٹ لائے

میں اسکو ہزار اونٹ ایسے انعام دونگا جو دو کوہان رکھتے ہوں اور سرخ رنگ کے ہوں

مصر کی ریشمی اونی چادر کے علاوہ بہت سی چاندی سونا بھی دونگا

عمر نے جب اسکی یہ بات سنی اور زر و سیم کی [illegible]۔

ابو جہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور نہ پھرے اپنی بات پر قائم رہے۔

میں آج ہی یہ خدمت بجا لاؤنگا اور حضور صلعم کا سر کاٹ لاتا ہوں

ابو جہل سے پہلے قسم لی پھر اس بات پر آمادہ ہوا۔

جب اس کام کیلئے روانہ ہوا کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں

کہ تیری ہمشیرہ معہ اپنے شوہر کے دین محمد میں داخل ہو چکی ہے

حضرت عمر اس بات سے خفا ہوگئے اور کہا ابھی اسکو قتل کرتا ہوں

اپنی ہمشیرہ کے گھر کو روانہ ہوگئے اور جب گھر کے نزدیک پہنچے

جب دروازہ پر کھڑے ہوگئے تو آواز انہی کی جیسے سنی

سنا کہ انکا بہنوئی ایک کلام پڑھ رہا تھا جسکی مثل اس سے پہلے کلام نہ سنی تھی

حضرت عمر نے دستک دی ہمشیرہ نے دروازہ کھولا تو اندر داخل ہو گئے

اپنے بہنوئی سے لڑنے لگے اور اسے گلے سے پکڑ کر دبایا

اس کا گلا ایسا گھونٹا کہ جان نکلنے لگی

ہمشیرہ چلاتی ہوئی دوڑ کر آئی اور کہا اے عمر ہم سے کیا چاہتا ہے؟

خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم تو دین محمدی قبول کر چکے

اب اگر ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچا دین نہ چھوڑینگے

جب حضرت عمر نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی معلوم کیا کہ اب یہ پھرنے کے نہیں۔

کہا تم نے محمد سے کیا کچھ دیکھا ہے کہ اسکے دین پر یوں شیدا ہوئے ہو

ہمشیرہ نے کہا خدا کی کلام سنی ہے جو حضرت جبرائیل لاتے ہیں

ہمنے یہ کلام پاک سنی ہے اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ یہ خدا کی کلام ہے

عمرؓ گفت زاں قولِ معجز اساس ؛ اگر یاد داری بخواں بے ہراس
برو خواہرش آیۂ چند خواند ؛ عمرؓ گوش چوں کرد حیراں بماند
دلش زاں شنیدن بسی نرم شد ؛ بسوئے اسلام سرگرم شد
وزاں پس بگشتند باہم رواں ؛ بنزدِ رسولِ خدائے جہاں
بدولت سرائے پیغمبرؐ شدند ؛ چو در بستہ بد حلقہ بر در زدند
یکی آمد و دید از پشتِ در ؛ کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ
بہ نزدِ نبیؐ رفت و احوال گفت ؛ بیاراں اصحاب اندر بگفت
چنیں گفت پس آں خیر البشر ؛ کہ غم نیست بروے کشائید در
گر از راہِ صدق آمدہ مرحبا ؛ وگر با فساد اینجا طرد و فنا
بہ تیغی کہ دارد حمائل عمرؓ ؛ تنش را سبکسار سازم ز سر
چو در باز کردند بر روئے او ؛ در آمد عمرؓ با لبِ عذر گو
گرفتش بہ بر سرورِ انبیاء ؛ نشاندش بجائیکہ بودش سزا
بگفتند اصحاب ہم تہنیت ؛ وزاں خیر یافت دیں تقویت
پس اصحابِ دیں را فتاد ایں ہوا ؛ کہ از خدمتِ سرورِ انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند ؛ نمازِ جماعت بجا آورند
رسید ایں سخن چوں بعرضِ رسولؐ ؛ ز خیر البشر یافت عزِ قبول

حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کلام معجز نظام اگر کچھ یاد ہو بے خطر پڑھو
ہمشیرہ نے چند آیتیں پڑھیں جنکو سنکر حضرت عمرؓ محو حیرت ہو گئے
حضرت عمرؓ کا دل سنکر موم ہو گیا اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہو گئے
وہاں سے سب ملکر حضور سرورِ عالمؐ کی خدمت میں چل پڑے
حضورؐ کے در دولت پر حاضر ہو گئے دروازہ بند تھا کھٹکھٹایا
ایک صحابی آیا اور اس نے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ تلوار لیے کھڑے ہیں
نبی کریمؐ کے پاس جا کر حال بتایا صحابہ رسولؐ اکٹھے تھے
رسول پاکؐ نے کہا نہ گھبراؤ کچھ ڈر نہیں دروازہ کھول دو
اگر صدق دل سے آیا ہو تو مبارک اور اگر دل میں کچھ فساد ہے
اسی تلوار سے جو کمر میں باندھ رکھی ہے عمرؓ کا سر قلم کر دوں گا۔
جب دروازہ کھلا حضرت عمرؓ معذرت کرتے ہوئے قدموں میں گر پڑے
حضورؐ حضرت عمرؓ سے بغلگیر ہو گئے اور انکو قریب بٹھایا
تمام اصحاب نے مبارکباد کہی اور حضرت عمرؓ کے اسلام سے دین کو مزید قوت ملی
اس کے بعد اصحاب نے کہا اب تو حضورؐ کی خدمت میں عرض کریں
اب حرم شریف میں ہم علانیہ جا کر نماز باجماعت گذاریں
جب یہ بات حضورؐ کے گوش گذار ہوئی حضورؐ نے منظور فرمایا

روایاتِ بالا سے حسبِ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت عمرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں۔

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرورِ کائناتؐ کی خاص استجابتِ دعا کا نتیجہ ہے۔ اور ناممکن ہے جس سینہ میں نورِ اسلام حبیبِ کبریاؐ کی خاص توجہ و دعا سے داخل ہوا ہو پھر اس میں ظلمتِ کفر و نفاق داخل ہو سکے؟

(۲) اسلام عمرؓ کسی دنیوی لالچ یا طمع سے نہیں۔ بلکہ صداقتِ اسلام دیکھنے اور کلامِ الٰہی کے قوتِ اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مدت صحبتِ رسولِ پاکؐ حاصل کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکیٔ ضلالت و کفر عود کر سکے۔

(۳) حضرت عمرؓ کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاکؐ اور اصحاب رسولؐ نے گرمجوشی سے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے بغلگیر ہو کر خیر و برکات پہنچائیں۔ اور اعزاز بخشا۔ یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت فاروق اعظم کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی۔ اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچکر نماز با جماعت پڑھی گئی۔ اور کفار نا ہنجار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جس روز آپ داخل دین مبیں ہوئے ٭ کعبہ میں جمع بہر نماز اہل دیں ہوئے
آہستہ سے اذاں جو کہی خشمگیں ہوئے ٭ فرمایا کیا مشترک ہیں ہم نہیں ہوئے

نام خدا و نام نبی لو پکار کر
اب ہم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

(۵) شیعوں کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ ص [illegible] میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے:۔ "عمرؓ عرض کرد یا رسول اللہ از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم و کلمۂ توحید بر زبان راند۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بیانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آنحضرتؐ را اصحاب شنیدند و ہمہ بیکبار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیروں آمدند آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہ کافراں لات و عزیٰ را آشکارا پرستش کنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد پس آہنگ کعبہ کردند۔

(ترجمہ:- عمرؓ نے عرض کی۔ حضور میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ مذہب اسلام قبول کر لوں۔ یہ کہکر کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرتؐ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے۔ کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی۔ اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور! کافر تو لات و عزیٰ کی پرستش ظاہر ہو کر کریں ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپکر کریں۔ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا)"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ تو مصنف کتاب مذکور لکھتا ہے۔ کہ سب لوگ کعبہ اس شان سے چلے۔ کہ

عمرؓ از جانب پیغمبرؐ و ابوبکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش روئے اصحاب از دنبال روان شدند۔ و عمرؓ با شمشیر خویش از پیش روئے جملہ می رفت و از ان سوئے قریشیان چنان می پنداشتند کہ عمرؓ رسولؐ خدائے را آسیب خواہد رسانید ناگاہ دیدند کہ از پیش روئے رسولؐ خدائے با شمشیر حمائل کردہ می آید۔ گفتند ہان عمرؓ بر چہ گونہ۔ گفت با رسولؐ خدائے ایمان آوردم و اگر کسی از شما بنا لایقی جنبش کند با ہمین تیغش کیفر کنم و این شعر بگفت ؎

مَالِیْ اَرَاکُمْ کُلُّکُمْ قِیَامَا — اَلْکَہْلَ فَالشُّبَّانَ وَالْغُلَامَا
قَدْ بَعَثَ اللّٰہُ لَنَا اِمَامَا — مُحَمَّدٌؐ قَدْ شَرَعَ الْاِسْلَامَا
حَقًّا وَقَدْ یُکَسِّرُ الْاَصْنَامَا — تَذُابُ مِنْہُ الْخَالُ وَالْاَعْمَامَا

پس کافران از عجز در خشم شدند و آہنگ او کردند و عمرؓ نیز بہ پشتوانی علی علیہ السلام با ایشان در آویختہ آن جماعت را از کعبہ یکبار کرد و رسولؐ خدائے دو رکعت نماز بگذاشت و باز خانہ شد۔ و اسلام عمرؓ را نیز بدیگر گونہ روایت کردہ اند ہمانا این قصہ مختار افتاد۔ و بالجملہ عمرؓ بعد از اسلام بدر خانہ ابوجہل رفت و در بکوفت و ابوجہل چون بانگ او بشنید بیامد و در بگشود و گفت مرحبا و اہلاً از بہر چہ حاجت مرا یاد کردی و بدینجا شدی۔ گفت آمدم تا ترا آگہی دہم کہ ایمان بخدائے و رسولؐ آوردم۔ ابوجہل در خشم شد و در بروئے او بست و گفت قَبَّحَکَ اللّٰہُ وَقَبَّحَ مَا جِئْتَ بِہٖ۔

(ترجمہ۔ عمرؓ حضرت رسولؐ کے ایک پہلو میں تھے۔ اور ابوبکرؓ دوسرے پہلو میں اور علیؑ سامنے اور دیگر اصحاب پیچھے روانہ ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ اپنی تلوار لئے سب سے آگے چلے۔ ادھر کفار قریش منتظر تھے۔ کہ حضرت عمرؓ حضرت حضور علیہ السلام کو ایذا دینگے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ تو رسولؐ خدا کی اردل میں تلوار حائل کئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمرؓ تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا۔ میں رسولؐ خدا پر ایمان لایا ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت کریگا۔ تو اسی تلوار سے اس کا سر قلم کردونگا حضرت عمرؓ نے یہ عربی شعر پڑھے ؎ کیا وجہ ہے کہ میں تم سب کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں بوڑھوں۔ جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالتحقیق خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا

اسم گرامی محمدؐ ہے جس نے سچا دین اسلام ہمارے لئے جاری کیا ہے ۔ وہ بتوں کو توڑ دیں گے۔ اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹا دیں گے۔ پس کافر غضبناک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے بامداد علیؓ ان سے مقابلہ کر کے ان کو کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اور رسولؐ خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر گھر واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بھی روایت کیا ہے۔ مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے دروازہ کھولا۔ اور آؤ بھگت کر کے کہا کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا۔ اور کس طرح تشریف لائے؟ آپ نے کہا کہ تجھے بتانے آیا ہوں۔ کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابوجہل کو بہت غصہ آیا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ اور کہنے لگا خدا تمہارا برا کرے۔ اور جو خبر تم لائے ہو اس کو بھی برا کرے)

اب جائے غور ہے۔ کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمرؓ کی حسن عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ دین حق کی پاس میں کفار سے دوبدو ہو گئے۔ اور ان کو للکارا کہ اگر ذرا بھی رسولؐ پاک کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آؤ گے۔ تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابوجہل جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر تن تنہا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے۔ اسلام عمرؓ پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا۔ کہ بالآخر اس نے اسلام سے پھر جانا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے شیعو! خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

(۳) نہج البلاغۃ جلد ا صـ۳۱ میں ہے:۔

"وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهُ عُمَرُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوِ الرُّومِ
بِنَفْسِهِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ
وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَنْتَصِرُونَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَا يَمْتَنِعُونَ
حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ إِنَّكَ مَتَى تَسِرْ إِلَى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ
لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُونَ

إِلَيْهِ فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَالنَّصِيحَةِ فَإِنْ أَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرٰى كُنْتَ رِدًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (ترجمہ۔ جب خلیفۂ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی۔ اور حضرت علیؓ سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا نواحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے۔ جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم حیّ لا یموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے۔ اور تکلیف اٹھائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملیگی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج۔ جو کار آزمودہ ہو۔ اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کریگا۔ تب تو یہ وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے) نہج الفصاحۃ ص ۹۱) ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتاب نہج الفصاحۃ سے لیا ہے۔ تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو۔ کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلّم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمۂ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمرؓ کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ وہ اس مہم میں بذات خود معرکۂ کارزار میں جائیں۔ اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی۔ اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے خیرخواہ نہ ہوتے۔ تو یہ مشورہ کیوں دیتے

کہ آپ خود لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش ہونی چاہیے تھی۔ کہ یہ خود وہاں جائیں۔ ان کا وہاں کام تمام ہو۔ اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر علیہ السلام کا یہ مشورہ دینا۔ کہ آپ میدان جنگ میں خود نہ جائیں۔ بلکہ اور کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیجدیں۔ اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰؑ حضرت عمرؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضےٰؑ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصوّر کرتے تھے اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایزد متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے۔ اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے؟ جناب امیر علیہ السلام کے اس کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا۔ تو آپ یوں فرماتے۔ کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو۔ تو فتح ہوگی۔ ورنہ شکست۔

(۴) نہج البلاغۃ ص ۳۲۵ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا یوں درج ہے:۔

"وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدِ اسْتَشَارَهُ فِي غَزْوَةِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ وَهُوَ دِينُ اللّٰهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَإِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ وَعَزِيزُونَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔ إِنَّ

الْاَعَاجِمَ اِنْ یَنْظُرُوْا اِلَیْکَ غَدًا یَقُوْلُوْا ھٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا اقْتَطَعْتُمُوْہُ اِسْتَرَحْتُمْ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ اَشَدَّ لِکَلَبِھِمْ عَلَیْکَ وَطَمَعِھِمْ فِیْکَ فَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ مَسِیْرِ الْقَوْمِ اِلٰی قِتَالِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ھُوَ اَکْرَہُ لِمَسِیْرِھِمْ مِنْکَ وَھُوَ اَقْدَرُ عَلٰی تَغْیِیْرِ مَا یَکْرَہُ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ عَدَدِھِمْ فَاِنَّا لَمْ نَکُنْ نُقَاتِلُ فِیْمَا مَضٰی بِالْکَثْرَۃِ وَاِنَّمَا کُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَ الْمَعُوْنَۃِ (ترجمہ جب حضرت عمرؓ نے غزوہ فارس میں بذات خود جانا چاہا۔ اور جناب امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور لشکر اسلام اُس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی۔ اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا۔ جہاں سے طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں۔ جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن شوکت اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہونگے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا بنو۔ اور آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دو۔ اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے۔ تو عرب کے تمام قبائل اطراف و اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑینگے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائیگی۔ جو تمہارے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔ دوم یہ کہ جب اہل ایران تجھے دیکھینگے۔ تو کہینگے بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو۔ تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے۔ بیشک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریص کر دینگے۔ اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع

کر دیگے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے۔ کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے۔ اس کی تغییر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ آور کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو۔ کہ ہم گروہ صحابہ نے عہد پیغمبر علیہ السلام میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد لشکر لیکر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت و معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (نہج الفصاحۃ صفحہ ۱۰۲)

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے (قیمتی مشورہ) سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ اور خلیفۂ دوئم حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر کامل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب فاروق اعظمؓ نے اسد اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا۔ کہ آپ بذات خود معرکۂ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ اور آپ کو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی۔ تو حضرت علیؓ کو خوب موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔ یہی صلاح دیتے۔ کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں پر مارے جاؤ۔ اور خلافت کی گدی ہمارے لیے خالی ہو۔

(۲) آپ کا یہ فرمانا۔ کہ مَکَانُ الْقَیِّمِ لہ بِالْاَمْرِ مَکَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ یَجْمَعُہٗ الخ (صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتۂ مروارید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں) تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت عمرؓ کو جائز خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظمؓ کی ذات باعث بقاء اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی

لہ قاموس جلد ۳ صفحہ ۱۶۸ میں ہے۔ قیم الامر المصلح لہ والقرآن والنبی والخلیفۃ وقائد الجند (قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن۔ نبی اور خلیفہ اور سالار قافلہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس جناب امیرؑ کا حضرت عمرؓ کو امر (اسلام) کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے۔

سلامتی جان کے متمنی تھے۔

(۴) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے؟ کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفہ رسولؐ اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔ غرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظم کی تعریف سے پُر ہے۔ پھر حضرات شیعہ کو شرم کرنا چاہیے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضےٰؓ فرمائیں۔ اس کو تم منافق کہو۔ شرم! شرم!! شرم!!!

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدَ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَتْ لَھَا عَذَارَی الْمَدِیْنَةِ وَاَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِھَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْھَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْھَھَا وَقَالَتْ افبیروج بَاذَاھُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمُنِیْ ھٰذِہٖ وَھَمَّ بِھَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَیْسَ ذٰلِکَ لَکَ خَیِّرْھَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحْسِبْھَا بِفَیْئِهٖ فَخَیَّرَھَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَھَا عَلٰی رَاْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا اسْمُکِ فَقَالَتْ جَھَانْ شَاہْ فَقَالَ لَھَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَھْرَ بَانُوْیَہْ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ لَیَلِدَنَّ مِنْھَا خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ (ترجمہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی (مال غنیمت میں) حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے آئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا افیروج باذاہرمز۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے۔ کہ جس مسلمان کو چاہے۔ پسند کرے۔ اور اس کو اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دیا اس نے جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المومنینؑ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جہان شاہ۔ امیر المومنین نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو پھر حضرت امام حسینؑ سے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا۔

جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

اول حضرت علیؓ اور حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے۔ اور مال غنیمت سے جو فتوحات عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ اور آپ کے شہزادہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی۔ کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہربانو) حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہیں۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو جائز خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کی ذات و اولاد کو لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں۔ تو حضرت عمرؓ کے بار منت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ بکمال ایثار حضرت شہربانو حضرت امام حسینؑ کو نہ بخش دیتے۔ تو نہ امام زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا۔ نہ ان کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت نہ حضرت علیؑ نہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو لینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہربانو کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس امر کے جواب دہ شیعہ سادات ہیں۔ کہ جب معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں۔ تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ بھائیو سوچو! اور خوب غور کرو۔

ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت شہربانو شاہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی

ایثار کی بات تھی۔ کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ترجیح دیکر شہزادی ان کو نکاح کر دی گئی۔ ورنہ اگر ان کی دلی منشا نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو پسند کرنا یا حضرت امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ شیخین نے باوجود مشکل کشا اور خاتون جنت کی منت و خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا۔ تو پھر شہربانو کا گراں قدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہربانو جس وقت مقید ہو کر آئیں۔ تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئی تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ پھر شہربانو معہ لباس فاخرہ زرنگار و زیورات جواہرات حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمرؓ کو بزعم شیعہ اہل بیت سے عداوت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ غرض حضرت شہربانو کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گذار ہیں۔ کہ باوجود اس قدر احسانات کے پھر اُن کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا اُن کو ہدایت کرے۔

(۹) حیات القلوب جلد ۲ صـ۲۰۳ میں ہے:۔

خاصہ و عامہ روایت کردہ اند کہ در جنگ احزاب آنحضرت کندن خندق را میان صحابہ قسمت فرمود کہ ہر چہل ذراع را دہ نفر حفر نمایند۔ پس در حصۂ سلمانؓ و حذیفہؓ زمین بسنگے رسید کہ کلنگ دران اثر نمیکرد۔ چوں سلمانؓ بخدمت آن حضرت عرض کرد از مسجد احزاب بزیر آمد و کلنگ را از ایشان گرفت و سہ مرتبہ زد و ہر مرتبہ ثلثے از آن جدا شد و ہر مرتبہ برقی ساطع می شد کہ جہان روشن می شد اللہ اکبر میگفت و صحابہ اللہ اکبر میگفتند پس فرمود کہ در برق اول قصر حیرہ را دیدم و خدا آنرا

خاص و عام نے روایت کیا ہے۔ کہ جنگ احزاب میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں جو زمین حضرت سلمانؓ اور حذیفہؓ کے درمیان تقسیم تھی اس میں ایک پتھر آ گیا انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو حضورؐ مسجد احزاب سے اتر آئے اور ان سے ہتھیار لیکر تین دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر دفعہ پتھر کا تیسرا حصہ اُڑ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی۔ جس سے جہان روشن ہو گیا حضور علیہ السلام نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا صحابہ نے بھی تکبیر کہی

یمن داد و دوم قصرہائے شام را و روم و ملک
بادشاہان عجم بمن داد پس خدا فرمود لیظہرہ
علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ط

حضورؐ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھ لیے کہ خدا نے وہ ملک مجھ کو دیدیا۔ دوسری میں شام کے محلات نظر آئے۔ وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا۔ تیسرے میں مدائن کے چوبارے دکھائی دیے اور خدا نے بادشاہان عجم کی سلطنت مجھے بخش دی۔ پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کریگا۔ خواہ کفار برا منائیں۔

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم ص۱۲ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج ہے اور صاحب حملہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے:۔

نظم فارسی

بداں فاقہ و ضعف سالار دین ٭ ستد تیشہ از دست انصار دین
چو برداشت فولاد خارا شگاف ٭ درآمد بہ آں سنگ چوں کوہ قاف
بنام خدائے جہاں آفرین ٭ بزد تیشہ را سید المرسلین
کہ یک گوشہ سنگ از ہم شکست ٭ درآں وقت برقی ازاں سنگ جست
کہ روشن شد از تاب صحرا تمام ٭ برآورد تکبیر خیر الانام
بضرب دوم ضلع دیگر شکست ٭ بداں گونہ برقی ازاں بار جست
بفرمود تکبیر بار دوم ٭ بزد پس براں سنگ ضرب سوم
دریں بار ہم جست برقی چناں ٭ ز نبی شد بہ تکبیر طیب اللسان
شد ایں بار آں سنگ زیر و زبر ٭ نماند احتیاجش بضرب دگر
دواں آمد و گفت سلماں چنیں ٭ کہ اے خاک راہت سپہر بریں
چہ بد ایں ہویدا شد تفسیر آں ٭ بہ تکبیر چوں بر شودی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر ٭ کہ چوں جست برقی نخست از حجر
شود ہویدا ایوان کسریٰ بمن ٭ دوم قصر روم و سوم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامین ٭ کہ بعد از من اعوان انصار دین
بریں مملکتہا مسلط شوند ٭ بہ آئین من اہل آں بگروند

باوجود گرسنگی و نحافت بدن کے حضور علیہ السلام نے جب خدا کا نام لیکر پتھر پر تیشہ کی ضرب لگائی تو پہاڑ بھی لرز گئے۔ پہلی ضرب سے کچھ حصہ ٹوٹ پڑا۔ اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقعۂ نور ہوگیا۔ تب حضور علیہ السلام نے تکبیر پڑھی دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور ویسے ہی روشنی ہوئی اور پھر تکبیر فرمائی۔ تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو حضرت سلمانؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ کہ حضور یہ کیا ماجرا تھا۔ اور حضورؐ نے کیوں تکبیر فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب پہلی ضرب میں پتھر سے شعلۂ نور اٹھا تو ایوان کسریٰ مجھے دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے محلات روم۔ تیسری میں یمن نمودار ہوگئے اس کا سبب جبرائیلؑ نے یہ بتلایا کہ میرے

بدیں مژدہ چوں شکر لطف خدا ⁂ سہ بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چوں مومناں ⁂ کشیدند تکبیر شادی کناں

بعد میرے تابعداران جو اس دین کے اعوان و انصار ہونگے۔ ان ممالک کو فتح کرینگے اور میری طرح ان میں حکمرانی کرینگے اس بشارت پر میں نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر کہی پس مسلمانوں نے جب یہ بشارت سنی سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشینگوئی کس کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلّم ہے۔ کہ روم ۔ یمن ۔ مدائن حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوئے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے اُلٹ دیئے۔ اور ایوان کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اذان دیکر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی کیوں کی؟ ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو جناب رسول پاکؐ اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دین متین کے سچے مددگار و انصار کا لقب عطا فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ ؎

بریں مملکتہا مسلط شوند ⁂ بہ آئین من اہل آں بگروند

یعنی یہ دین حق کے پاسبان و اعوان میرے جائز جانشین ان ممالک پر مسلّط ہونگے اور میری طرح حکمرانی کرینگے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی۔ اور ان کی حکومت میری حکومت ہوگی۔ کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے۔ جو اپنی کتابوں کی بین شہادات دیکھ کر خیال کرے۔ کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاکؐ کے دین کی انہوں نے کیسی مدد کی۔ اور کیسے کیسے ذی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ اور دنیا کی کتنی آبادی میں ظلمت کفر کو مٹا کر انہوں نے نور اسلام پھیلایا۔

مولانا شبلیؒ نے الفاروق حصہ دوم میں یوروپین مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے:۔ کہ

"حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظّمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶، مشرق کی جانب ۱۰۸۷، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا مغرب

کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حدِ حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابلِ ذکر نہیں۔

اس میں شام۔ مصر۔ عراق، جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق عجم۔ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں۔ اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے"۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ دنیائے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ آپ نے اپنی عہد خلافت میں ایسی ایسی مشکلات کا حل کیا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس ۱۰۳۶ بلاد و امصار (بڑے بڑے شہر) جن میں کفار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی۔ فتح کر کے ان کو دارالاسلام بنایا۔ اور باشندگان کو کلمۂ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں بتخانے گرائے۔ اور آتشکدے سرد کئے۔ حق یہ ہے۔ کہ آپ کی کوشش اور علو ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالمتاب کی طرح نور ایمان پھیلا دیا۔ اور سرگردان صحرائے ضلالت میں مشعل ہدایت جلا کر تاریکیٔ کفر و شرک کو مٹا دیا۔ آپ کی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی۔ اور عجم و عراق سے بے شمار غنیمت حاصل کی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے ؔ ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے ؔ گر شبہ ہو تو پوچھ لو سب خاص و عام سے
ایران اور عراق میں سکہ بٹھا دیا ؔ گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا

(۷) حیات القلوب جلد ۲ ص۲۷۷ میں ہے:-

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرتؐ نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پُرمو بود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو کہ دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دست خود کردہ باشی پس چوں در زمان عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ او را طلبید و دست رنجہائے پادشاہ عجم را در دست او کرد۔

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرتؐ نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا کہ سراقہ تمہاری اس روز کیا حالت ہوگی؟ جب شاہ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنا دیئے۔

اس روایت کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام حسن کو قیامت

تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالے نے بخشا ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی۔ کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان پر متنبہ فرماتے تھے۔ بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاکؐ کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو انکا جہاد ناجائز ہوتا۔ اور اس جہاد کا مال غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا۔ تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہؓ کو مال حرام (مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہئے تھا۔ شیعو غور کرو۔ اور خوب غور کرو۔

(۸) یہ امر مسلّم الطرفین ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسول پاکؐ کے خسر تھے۔ تو اگر معاذ اللہ آپ منافق و کافر ہوتے۔ تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جبکہ آپ کو صریح حکم تھا۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ (مشرک عورتوں کو مت نکاح کرو) لامحالہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ حضرت عمرؓ صاحب فضیلت و شرافت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بھائیو انصاف کرو خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ عمرؓ کو بُرا کہتے ہیں۔ وہ گویا رسولؐ کے باپ کو بُرا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ کے صحابؓ آپ کے اعزّہ و اقربا سب کی گستاخی کر کے وہ اپنے آقائے نامدار کو کیا منہ دکھائیں گے عبرت عبرت عبرت!!!

نظم اردو

کیا ہو گیا ہے خبط یہ شیعہ کرام کو — کرتے ہیں سب و شتم صحابہ عظام کو
دیتے مغلظات ہیں منبر پہ بیٹھ کر — ازواج پاک سید بیت الحرام کو
حضرت کے دوستداروں کو دیکر گالیاں — دیتے ہیں دکھ رسول علیہ السّلام کو
لعنت کا ورد کرتے ہیں صلوات کے بجا — لعنت وظیفہ ان کا ہے بس صبح و شام کو
حضرت ہمارے رحمتِ عالم ہیں بالیقین — لعنت سے ہے پیار امّتِ خیر الانام کو
یہ بات کس بعید ہے اے یار عقل سے — لعنت سے اُنس ہوتا ہے شر الانام کو
اصحاب کو رسول سے سمجھو نہیں جدا — پڑھ کر ذرا تو دیکھو خدا کے کلام کو

ایسی محبت ان کو تھی حالِ رسولؐ سے
زندہ رہے تو آپ پہ ہر دم فدا رہے
مر کر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیب کا
پہلو بہ پہلو سوئے ہیں حضرت کے دونوں یار
محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبیؐ کا ساتھ
جلتا ہے گر رقیب حسد سے جلا کرے
آغوش میں نبیؐ کے وہ سوتے ہیں تو سنو
جب لَا یُجَاوِرُوْنَکَ حق نے بتا دیا
کرتے ہو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ
ڈالا گلے میں طوق ہے لعنت کا تم نے کیا
مرغوب پیر جی کو ہے وارث کی اک نشست
ڈاڑھی ہے چٹ جناب کی مونچھیں دراز ہیں
کر لیتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی
محفل حسینؑ کی ہے لگی واہ واہ کیا
چوہڑے تیلی ڈوم قلندر ہیں جمع یاں
روزہ نماز کا نہ لیا عمر بھر ہے نام
ناپاک منہ سے لیتے ہیں یہ نام حسینؑ کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ
ہے پیٹنا حرام یہ صادقؑ (حضرت جعفر صادقؑ) نے کہہ دیا
قولِ خدا و قولِ پیغمبر سے ہے اِبا
ہیں دشمنانِ دین شعوبی ہیں یہ دیگر

بھولے نہ ایک پل میں بھی حضرت کے نام کو
ملحوظ ہر طرح سے رکھا احترام کو
آقا سے کیا ملاپ تھا دونوں غلام کو
اور حشر ہوگا ساتھ ہی یوم القیام کو
جنتی کہ ملکے جائیں گے دارالسلام کو
بخشا یہ قرب حق نے صحابہ کرام کو
رحمت برس رہی ہے وہاں صبح و شام کو
ملتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لئام کو
یہ لعن و طعن چھوڑ دو اور اتہام کو
کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو
سمجھے نہیں پسند محبت امام کو
ورد کر رکھا وظیفہ ہے بنگ حرام کو
بس آپ بخشے جائینگے یوم القیام کو
دیکر منادی جمع کیا خاص و عام کو
آئے ہیں ملنے بیٹے حضرت امام کو
استنجا بھی کیا نہیں سال تمام کو
ہوگی خوشی بہت ہی ائمہ عظام کو
تم پیٹتے ہو مردہ سمجھکر امام کو
تم بندگی سمجھتے ہو فعلِ حرام کو
از خود ہی گھڑ رکھا ہے خیالاتِ خام کو
بس دے رہے ہیں دھوکہ یہ ملا عوام کو

(۹) حیات القلوب جلد ۲ صـ ۱۹۳ میں ہے۔

ودر روایتِ دیگر مشت خاکے از برائے	دوسری روایت میں ہے کہ کسریٰ (شاہ ایران) نے رسولؐ
آنحضرت فرستاد حضرتؐ فرمود کہ امت من زودی	کے پاس مشت خاک بھیجی حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری
مالکِ زمین او خواہند شد چنانچہ خاک از برائے من فرستاد	امت اسکی زمین کی مالک ہوگی جیسا کہ اس نے خاک میرے لیے بھیجی

اب یہ بات مسلّم ہے۔ کہ یہ پیشینگوئی بھی حضرت عمرؓ کے عہد فرخ میں پوری ہوئی۔ چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ منافق و کافر تھے۔ تو حضورؐ کا یہ فرمانا کہ میری امّت سرزمین ایران کی مالک ہو گی۔ کیسے درست ہو سکتا۔ کیا امّت رسول میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان کی فتح کو اپنی امّت کی فتح قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۰) حضرت عمرؓ داماد علیؓ تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ المرتضےٰ کو کمال محبت و پیار تھا۔ اور ان کے نزدیک اُن کی شرافت و نجابت مسلّم تھی۔ یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت اُمِ کلثوم کا رشتہ حضرت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے سیّدہ ام کلثوم کو کیوں ایک کافر و منافق کو نکاح کر دیا؟

شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں۔ لیکن اسبارہ میں ان کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ اس لئے طرح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی۔ کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئیں جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۴۱ باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ تَزْوِیْجِ اُمِّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اِنَّ ذٰلِکَ اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبْنَاہُ۔	زرارہ نے روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادقؒ سے دربارہ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں یوں ہے:۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْہِ قَالَ لَہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّہَا صَبِیَّۃٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَہٗ مَا لِیْ اَبِیْ بَاْسٌ قَالَ فَمَا ذَاکَ قَالَ خَطَبْتُ اِلٰی	ہشام بن سالم نے امام صادقؒ سے روایت کی ہے۔ کہ جب جناب امیرؑ سے ام کلثوم کا ناطہ طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا پھر عمرؓ عباسؓ سے ملے اور کہا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباسؓ نے کہا کیا بات ہے؟ عمرؓ نے کہا میں نے

اِبنَ اَخِیكَ فَرَدَّنِی اَمَا وَاللّٰہِ لَاُعَوِّرَنَّ زَمزَمَ وَلَا اَدَعُ لَکُم مَکرُمَۃً اِلَّا ھَدَمتُھَا وَلَاُقِیمَنَّ عَلَیہِ شَاھِدَینِ بِاَنَّہٗ سَرَقَ وَلَاَقطَعَنَّ یَمِینَہٗ فَاَتَاہُ العَبَّاسُ فَاَخبَرَہٗ وَسَاَلَہٗ اَن یَّجعَلَ الاَمرَ اِلَیہِ فَجَعَلَہٗ اِلَیہِ ۔

ناطہ تمہارے بھتیجے (علیؑ) سے مانگا۔ اس نے انکار کردیا۔ میں زمزم کو لوٹادونگا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹادونگا۔ اور علیؑ پر دو گواہ سرقہ کرنیکے گزار کر اس کے ہاتھ کاٹ دونگا حضرت عباسؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے وکیل بنادو حضرت علیؑ نے انکو اجازت دی (اور نکاح ہوگیا)

ان دو روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا لیکن پہلی روائت میں نہائت مکروہ لفظ (فرج) استعمال کرکے کہا گیا ہے کہ ام کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روائت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت علیؓ ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہوگئے۔ کہ ان کو دھمکی دی گئی۔ کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائینگے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اتہام لگاکر قطع ید کی سزا دیجائیگی۔ سو اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ کبھی ہوسکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار سے ان کی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لی جائے۔ یا ان کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کرلیا جائے ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جولاہا۔ جنگی بھی نہیں کریگا۔ کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالہ کردے۔ یا بخوف سزار بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضامندی خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کرلیتا ہے لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسن لڑکی جبراً چھین لے ہر ایک دانشمند شخص قیاس کرسکتا ہے۔ کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کرسکتا ہے؟ کلا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔ جو اصلیت کو چھپانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق کبھی چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔

اسی باب تزویج ام کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔

کَتَبَ عَلِیُّ بنُ اَسبَاطٍ اِلٰی اَبِی جَعفَرٍ عَلَیہِ السَّلَامُ فِی اَمرِ بَنَاتِہٖ وَاَنَّہٗ لَا یَجِدُ اَحَدًا مِثلَہٗ فَکَتَبَ اِلَیہِ اَبُو جَعفَرٍ عَلَیہِ السَّلَامُ فَھِمتُ مَا ذَکَرتَ مِن اَمرِ

علی بن اسباط نے امام محمد باقرؑ کو اپنی لڑکیوں کے بارہ میں لکھا۔ اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص نہ مل سکتا تھا آپ نے فرمایا میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے کہ تجھے اپنے رتبہ کا داماد نہیں مل سکتا۔ اگر تم اپنا

بَنَاتِكَ وَ اَنَّكَ لَا تَجِدُ اَحَدًا مِثْلَكَ فَلَا تَتَطَرَّفْ فِيْ ذٰلِكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَ دِيْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ (فروع کافی جلد ۲ صـ ۱۴۱)۔

کی انتظار مت کرو۔ رسول نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے) آجائے جس کے خلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو تو اسے ناطہ دیدو۔ ورنہ زمین میں فتنہ اور بھاری فساد کا اندیشہ ہوگا۔

اس حدیث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے بھی چونکہ حضرت عمرؓ کے اخلاق و دینداری کو پسند کرتے تھے۔ اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکاح کر دیا۔

شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے۔ اور کچھ جواب نہیں بن سکا۔ تو ایک دوسری چال یہ چلتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا۔ لیکن وہ ام کلثوم حضرت علیؓ کی اپنی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ بنت اسماء بنت عمیس اور حضرت علیؓ کی ربیبہ تھیں۔ سو احادیث بالا میں اس امر کی خاص تصریح ہے۔ کہ وہ حضرت علیؓ کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اَوَّلُ فَرْجٍ غُصِبْنَاهُ کہا گیا۔ ورنہ اسماء کی لڑکی اگر چھین لی جاتی تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہل بیت کو اس کی کیا شکایت تھی؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے خواستگاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب و ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جب لڑکی نابالغہ تھی۔ تو لڑکی کے ورثاء کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کی دختر تھیں۔ اور نکاح حضرت علی المرتضٰیؓ نے بخوشی خود کر دیا۔ اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸۰ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں:۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ

جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمرؓ بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں علی المرتضےٰؓ کی دختر تھیں۔ اور ان کے شکم سے زید بن عمرؓ بن خطاب پیدا ہوا۔ اور ماں بیٹا دونوں ایک روز ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ام کلثوم کا نکاح عمرؓ بن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کی بیٹی نہ تھیں۔ اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث۔ اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ میں ہے۔ پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ امْرَاَةٍ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَيْنَ تَعْتَدُّ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰى اُمَّ كُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰى بَيْتِهٖ۔

سلیمان بن خالد سے روایت ہے۔ کہا میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ عدت کہاں گذارے خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے۔ فرمایا جہاں جی چاہے۔ پھر کہا کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے۔ حضرت علیؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجۂ عمرؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر میں لے آئے۔ اگر ام کلثوم آپ کی بیٹی نہ ہوتیں۔ یا آپ کی رضامندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوتا۔ تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی۔ کہ وفاتِ شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آئیں۔

جب تحقیق بالا سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ ام کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے ان کی رضامندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علیؓ اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر ان کی زندگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا۔ تو محبانِ علیؓ اگر واقعی

امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں۔ تو پھر داماد علیؓ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں کیا شیعہ اس بات پر غور کرینگے؟ ویسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں ؎

علیؓ کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا ٭ مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر داماد علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں۔ یا للعجب

(۱۰) یورپین مورخین کی شہادت۔

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ مسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام بھی آپ کے محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں ؎ والفضل ما شہدت بہ الاعداء

سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مداح ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شاہنشاہ اور خلیفہ تھے جس میں شام۔ مصر اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا کہ خلیفہ کہاں ہے؟ حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا سادہ مزاجی اور ادائے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے کہ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی۔ کہ تمام قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ مگر عمر رسیدگی اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل اور انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال کی تقرری میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہاتھ میں چابک لیکر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر سزا دیں۔ یہ ایک کہاوت بنگئی تھی۔ کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر با وجود

ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا۔ اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی (کتاب سکسرین آف محمد مولفہ سر ولیم میور)

ایسا ہی ڈاکٹر موسیو لیبان پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب سیویلیشن ڈی عربس میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے :۔

حضرت عمرؓ بعوض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے۔ اور آپ راتوں مساجد کی سیڑھیوں پر غربا کے ساتھ سو رہا کرتے تھے۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے آیا۔ تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اُسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ "اے امیر المومنین یہ بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے"۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہے نہ ذات کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہیگی"۔ حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا۔ جس میں اسلام کی بڑی ملک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر سپہ سالار بھی تھے۔ اور آپ کا انصاف تو ضرب المثل ہے جس وقت آپ خلیفہ ہوئے۔ تو یہ تقریر کی۔

"اے سامعین غور سے سنو۔ میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے۔ بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعف الناس ہے۔ بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو"۔

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبے سے شاہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس نے معلوم کیا۔ کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی۔

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے حضرت عمرؓ کے شاہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع اتقا خشیت الٰہی۔ انصاف پروری حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے

کہ شیعہ ادعائے اسلام کرتے ہوئے ایسی مایہ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ غرض حضرت عمرؓ کے کمالات کا استقصا مشکل ہے۔ مصنفین اسلام نے ان کی سوانح عمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا روئے سخن صرف شیعہ حضرات سے ہے۔ اس لئے یہاں مشت نمونہ خروار صرف شیعہ کی مستند اور مسلم کتب سے اوپر کی شہادات لکھی گئی ہیں۔ وتلک عشرۃ کاملۃ۔ خدا کرے کسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اب ہم خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادات ہم شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں

پہلی شہادت شیعہ کی اصح الکتاب مصدقہ امام غائب علیہ السلام فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ میں ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُومِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُومِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوَّلَ النَّهَارِ أَلَا إِنَّ عَلِيًّا وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ قَالَ وَيُنَادِي مُنَادٍ آخِرَ النَّهَارِ أَلَا إِنَّ عُثْمَانَ وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ

(فروع کافی جلد ۳ ص ۹۹

محمد بن علی حلبی روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام صادق ؑ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ بنی عباس کا اختلاف یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ میں۔ پوچھا ندا کیا ہے۔ فرمایا۔ آسمان سے پکارنیوالا ابتداء روز میں پکار کرتا ہے۔ کہ علیؓ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں اور پھر دن کے اخیر میں پکارنے والا پکارتا ہے خبردار عثمان اور اس کے پیرو کامیاب ہیں۔

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے صاف تصریح ہے۔ کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے پہلے یہ کہ علیؓ اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسیطرح دوسری آواز آتی ہے کہ

عثمان اور ان کے متبعین بھی فائز المرام ہیں۔ پھر ایسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمانؓ سے انکار کریں۔ تو امام والا مقام کی تکذیب ہوگی۔

دوسری شہادت۔ ایسا ہی کتاب مذکور کے جلد ۳ ص ۱۵۱ میں درج ہے

فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ عُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْكَعْبَةِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمْ يَطُفْ بِهٖ

سہیل بن عمرو (سفیر مشرکین) رسول خدا کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمانؓ (سفیر رسولؐ) مشرکین کے لشکر میں بیٹھے۔ رسولؐ پاک نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا۔ اور عثمانؓ کی (غائبانہ) بیعت کی۔ مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمانؓ طواف کعبہ کیا اور صفا مروہ کی سعی نصیب ہوئی آنحضرتؐ نے فرمایا عثمانؓ ایسا نہیں کریگا پھر جب عثمانؓ آئے۔ تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا۔ عثمانؓ کیا تم نے طواف کعبہ کیا؟ عثمانؓ نے کہا میں طواف کیسے کرتا۔ حالانکہ رسولؐ پاک نے طواف نہیں فرمایا۔

اس روایت سے فضیلت عثمانؓ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر بیعت کی۔ اور اپنا سفیر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا پھر حضرت عثمانؓ کے عاشق صادق ہونے پر اس قدر اعتماد تھا۔ کہ مسلمانوں نے جب طوبیٰ لعثمان کہکر یہ کہا۔ کہ عثمانؓ نے طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ حاصل کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایسا کرنے کی عثمانؓ جیسے جان نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی کہ ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمانؓ کے آنے پر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

مشرکین مکہ نے عثمانؓ کو کہا بھی کہ طواف کر لو۔ تمہیں ہم منع نہیں کرتے۔ البتہ تمہارے پیغمبر کو طواف نہیں کرنے دینگے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے:-

چو سید عثمانؓ زمین و زمان ؛ بمقصد رواں شد چو تیر از کماں
چو او رفت اصحاب روز دگر ؛ بگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حالِ عثمانؓ با احترام ؛ کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسولؐ خدا چوں شنید ایں سخن ؛ بپاسخ چنیں گفت با انجمن
بعثمانؓ نداریم ما ایں گماں ؛ کہ تنہا کند طوف آں آستاں

کفار مشرکین کی اجازت طواف

اگر میل داری طواف حرم ؛ بکن مانعت نیست کس زیں حشم
ولیکن محالست ایں بے گزاف ؛ کہ آید محمدؐ برائے طواف
چو بشنید عثمانؓ از وایں سخن ؛ چنیں داد پاسخ بہ آں اہرمن
کہ طوفِ حرم بے رسولؐ خدا ؛ نباشد کہ بعد پیروانش روا

عثمانؓ زمین چوم کر عزت سے روانہ ہو گیا۔ جب چلا گیا۔ اصحاب کہنے لگے خوشا نصیب عثمانؓ کہ حج بیت اللہ اسے نصیب ہوا رسولِ پاکؐ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے ہم عثمانؓ سے کبھی یہ توقع نہیں رکھتے کہ ہمارے سوائے اکیلا طواف کعبہ کرے۔

اگر تجھے طواف کعبہ کا شوق ہو تو کیجئے کوئی مانع نہ ہوگا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ آکر طواف کریں۔ عثمانؓ نے یہ سنکر کہا کہ طواف کعبہ رسول خدا کے بغیر ان کے جان نثار کبھی کر نہیں سکتے

اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں۔ تو حضرت عثمانؓ کے کمال ایمان عشق رسولؐ۔ خلوص نیت اور رسول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد بلا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمانؓ کے لئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے۔ کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک کو دستِ عثمانؓ قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت عظیمہ ہے۔ کہ کسی دوسرے جلیل القدر صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

تیسری شہادت۔ شیعہ کی مستند کتاب نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۷۳ میں ہے:-

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِیْ وَقَدِ اسْتَسْفَرُوْنِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُمْ وَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی شَیْءٍ لَا تَعْرِفُهٗ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرَکَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَکَهٗ قَدْ رَاَیْتَ کَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَمَا صَحِبْنَاهُ وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَشِیْجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ

مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ یَنَالا۔ (ترجمہ:- حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو جبکہ لوگ آپ کو سفارش کیلئے ان کے پاس بھیجے فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو تجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا کہوں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا۔ جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی تجھے کوئی ایسی بات بتاتا ہوں۔ جسکو آپ نہ پہچانتے ہوں۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں۔ جیسا ہم نے دیکھا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا۔ آپ نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہم نے رسول خدا کی مصاحبت حاصل کی ہے۔ آپ نے بھی کی ہے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ آپ سے زیادہ عامل بحق نہ تھے۔ آپ قرابت کی وجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قریب رکھتے ہیں۔ اور آپ کو دامادی رسولؐ کا وہ فخر حاصل ہے۔ جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علی المرتضےٰؓ کمال صراحت و وضاحت سے اوصاف امیر المومنین عثمانؓ کا یوں بیان فرماتے ہیں:۔

(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو۔

(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جسے ہم جانتے ہوں۔ اور آپ کو اس کا علم نہ ہو

(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہکر جو کچھ دیکھا سنا۔ اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔ (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)

(۴) آپ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دو یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے اور دوم داماد رسولؐ ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیر علیہ السلام کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و وافی ہے جب جناب امیر علیہ السلام حضرت عثمانؓ کو ہر ایک کمال میں علمی ہو یا حسبی نسبی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کی قرابت رسولؐ اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو پھر شیعہ ہزار بکواس کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ کبھی تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے

جس کے مقابلہ میں روافض کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے۔ تو حضور علیہ السّلام اپنی دو صاجزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

چوتھی شہادت حضرت عثمانؓ کے داماد رسولؐ ہونے کا ثبوت۔

چوتھی شہادت اسبارہ میں کہ حضرت عثمانؓ ذو النورین کو حضور علیہ السّلام کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ شیعہ کی بڑی مستند کتاب حیات القلوب مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم صفحہ ۵۵۹ میں ہے۔

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ از برائے رسولؐ خدا از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہؓ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ فاطمہ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمود و تزویج کرد با ابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانۂ آں برود برحمت الٰہی واصل شد بعد از و رقیہ را باو تزویج نمود۔

قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادقؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ کی اولاد جو حضرت خدیجہ کے شکم سے ہوئی۔ طاہر اور قاسم فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب تھیں۔ فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا۔ اور زینب ابو العاص کو نکاح کر دی۔ اور عثمانؓ کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت رقیہ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الطاعت امام جعفر صادقؓ سے مروی ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السّلام نے اپنی دو صاجزادیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاجزادی ام کلثوم کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاجزادی رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی بیقراری۔ اس واقعہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی دامادی کا دوہرا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذو النورین مشہور ہے شیعہ سخت بیقرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السّلام نے

اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ ولا تنکحوا المشرکین (کفار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے ناطے نہ کیے جائیں شیعہ کی اس موقعہ پر پریشان حال ہو کر عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے فاطمہؓ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ انکا ایسا دھوکہ ہے جس میں تمام عوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے۔ جب کبھی یہ کہو۔ کہ حضرت عثمانؓ داماد رسولؐ تھے۔ جھٹ کہدیتے ہیں۔ کہ اور کونسی بیٹی حضرتؐ کی تھی۔ جس کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

کیا رسولؐ پاک کی فاطمہؓ کے سوا کوئی اور بیٹیاں بھی تھیں؟

میں حیران ہوں کہ جاہل شیعہ تو معذور ہیں لیکن لکھے پڑھے شیعہ صاحبان سے کسطرح انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ ام کلثوم اور رقیہ بھی تھیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت لکھی جا چکی ہے۔

دوسرا ثبوت۔ اس امر کا کہ حضرت رسولؐ پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جو سب کی سب ام المومنین خدیجہ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص۲۷۸ میں ہے

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

آپ نے خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ جب کہ بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہونے سے پہلے ان کے بطن سے قاسم اور رقیہ اور زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اور مبعوث ہونے کے بعد طیب۔ طاہر اور فاطمہؓ کا تولد ہوا۔

اب اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا۔ کہ حضورؐ کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رقیہ۔ زینب۔ ام کلثوم بھی تھیں۔ جو خدیجۃ الکبرےٰ

کے شکم سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کو دھوکہ دیں۔ کہ حضرتؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اس مصرع کے مصداق ہونگے

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

تیسرا ثبوت۔ شیعہ کی مشہور و متداول کتاب جو ہر ایک خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے صفحہ ۵۱ جلد اول میں ہر روزہ ادعیہ میں صاف لکھا ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّةَ بِنْتِ نَبِیِّكَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ نَبِیِّكَ (اے خدا رحمت بھیج رقیہ دختر رسولؐ پر اے خدا رحمت بھیج ام کلثوم بنت رسولؐ پر)

اب امید ہے۔ کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کر سکینگے۔ کہ اگر رسولؐ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ تو اوراد و ادعیہ میں رقیہؓ و ام کلثوم بنات النبیؐ کیوں ذکر ہوتی ہیں جن پر صلوات بھیجنا اسی طرح ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہؑ پر۔

چوتھا ثبوت۔ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔

پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند و از جملہ آنہا عثمانؓ بود و رقیہ دختر حضرت رسولؐ کہ زن او بود الخ۔	ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب فرماتا ہے کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ منجملہ ان کے حضرت عثمانؓ تھے۔ اور رقیہ دختر رسولؐ جو عثمانؓ کی منکوحہ تھیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے۔ کہ جب حضرت عثمانؓ نے بامر خدا و رسولؐ خدا حبشہ کو ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہؓ بنت رسولؐ بھی تھیں۔ جو ان کی جورو تھیں۔ کیا شیعہ حضرات ان روایات بنات کی تردید کر سکتے ہیں کلا و حاشا ٥

حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من!

جواب شیعہ

جب شیعہ حضرات اس موقعہ پر پھنس جاتے ہیں۔ اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے۔ تو کہدیا کرتے ہیں۔ کہ رسولؐ پاک نے یہ نکاح اپنی بعثت سے اول یا ممانعت نکاح با مشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر رکیک قابل سماعت نہیں

کیونکہ شیعی کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت رقیہ بنت رسول ؐ کا نکاح اس وقت ہوا تھا۔ جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹ میں ہے :۔

و ابن بابویہ بسند معتبر از آنحضرت ؐ روایت کردہ است کہ از برائے رسول ؐ متولد شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود۔ و ام کلثوم۔ رقیہ و زینب و فاطمہ ؓ و حضرت امیرالمومنین ؑ فاطمہ ؓ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را ابوالعاص ابن ربیعہ او مردے بود از بنی امیہ و عثمان ؓ بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود۔ پیش از آنکہ بخانہ او برود۔ برحمت الٰہی واصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول ؐ رقیہ را باو تزویج نمود۔

ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رسول ؐ خدا کی اولاد خدیجہ ؓ کے شکم سے قاسم و طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کا نام عبداللہ تھا۔ اور بیٹیاں ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب اور فاطمہ ؓ پیدا ہوئیں۔ فاطمہ ؓ کا نکاح حضرت علی ؓ سے اور زینب کا ابوالعاص بن ربیعہ سے جو بنی امیہ سے تھا ہوا۔ اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان ؓ بن عفان سے ہوا۔ آپ ان کے گھر جانے سے پہلے واصل باللہ ہوگئیں پس جب جنگ بدر کو گئے اس وقت رسول ؐ پاک نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان ؓ سے کر دیا

اب شیعہ کا یہ فضول عذر بھی رفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا۔ جب رسول ؐ پاک منصب رسالت پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمۂ توحید میں کمربستہ تھے۔ اور اس وقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ فخر کہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ السلام کی آپ کی تزویج میں آئیں۔ ان کی فضیلت کے لئے ایک کامل سرٹیفکیٹ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص داماد رسول ؐ کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہ رسول ؐ کے سخت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل دے اور راہ راست پر آجائیں۔

حضرت عثمان ؓ کے محامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و جانی خدمات اسلام کیں۔ دنیائے اسلام تا قیامت اس کی ممنون رہیگی۔ روایات بالا میں چونکہ آپ کے فضائل کا بین ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا۔ اس لئے اب ہم مزید بیان خوف طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں جن سے اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلثہ کی مشترکہ تعریف

جناب امیر المومنین علی المرتضےٰ ؑ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ جو ان کی فضائل کا بیّن ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھینگے جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلثہ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔

اوّل۔ نہج البلاغہ جلد ا صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔

لَقَدْ عَهِدْتُ اَقْوَامًا فِیْ عَهْدِ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُرْهُ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُكَاءِ وَخُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ اُولٰئِكَ اِخْوَانِیَ الذَّاهِبُوْنَ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاَ اِلَیْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَیْدِیَ عَلٰی فِرَاقِهِمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَكُمْ طُرُقَهٗ وَیُرِیْدُ اَنْ یَّحُلَّ دِیْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً وَیُعْطِیَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزَغَاتِهٖ وَنَفَثَاتِهٖ وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَیْكُمْ وَاعْقِلُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔ (ترجمہ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے باعث چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے سبب چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گذر گئے۔ ہمیں لازم ہے۔ کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں۔ اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں شیطان تمہارے لئے راستے پیدا کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی رسّی کو پارہ پارہ کر دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالدے تم اسکے وساوس سے بچو۔ اور اپنے راہنمار کی نصیحت مانو۔ اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو)

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رسول ؐ کی جو فوت ہو چکے ہیں۔ بیحد تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ قائم اللیل۔ صائم النہار تھے۔ خشیت الہی ان کے

رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ گریہ وزاری میں معروف ہمیشہ سربسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے۔ کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے درپے ہے شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔

شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ کیا اصحاب ثلثہ ان افراد میں داخل تھے یا نہ۔ اور یہ اوصاف اُن میں پائے جاتے تھے یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر علیہ السلام کو اپنے ان بھائیوں خلفاء ثلثہ کی فرقت کا دل میں سخت رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کر دل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پہ چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیعہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند ابوذر۔ مقداد و سلمان فارسی کے سوائے اصحاب رسول ؐ سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھیں کہاں تھے۔ جن کی وفات کا جناب امیر علیہ السلام کو از حد رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ وہ لوگ جن میں یہ اُوصاف تھیں۔ خلفاء رسول اور ان کے پیروان دین تھے جن کو شیعہ معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ اور ناصح مشفق جناب امیر علیہ السلام کی نصیحت کی پرواہ نہ کر کے شیطان کے متبع ہو کر سوادِ اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے ہیں (خدا ہدایت کرے)

دوم۔ نہج البلاغۃ جلد ۲ ص۸ میں ہے:-

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ	جناب امیر علیہ السلام کے ان خطوط میں سے جو
اِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ	معاویہؓ کو آپ نے لکھے یہ بھی تھا کہ میری بیعت
وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ	اسی قوم نے کی ہے۔ جنہوں نے خلفاء ثلثہ کی کی
فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ	ہے۔ اور اسی امر پر میری بیعت ہوئی ہے جس
اَنْ يَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ	امر پر ان کی بیعت کی گئی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو
الْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّ	اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور
سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَاِنْ	شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے جس

خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَاتَلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلَّى۔

شخص کی بیعت پر اتفاق ہو خدا کو بھی وہی منظور ہے پھر جو شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کسی طعن یا بدعت کے باعث انحراف کرے اہل شوریٰ کا حق ہے۔ کہ اسے اسی خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے پر اس سے لڑیں۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے مسئلہ خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا اور آپ نے یہ بھی بتا دیا۔ کہ میری اور خلفاء سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو خلیفہ منتخب کر دیں۔ عند اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے۔ جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو اس سے لڑائی بھی کی جا سکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ خلافت کے حقدار سب سے پہلے جناب امیر علیہ السلام تھے۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول جناب ممدوح ہر چہار خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف یہ کہنے کی جرأت کریں۔ کہ حق تو حضرت علیؓ کا تھا۔ ثلاثہ نے زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو جناب امیر علیہ السلام یوں فرماتے۔ کہ ثلاثہ کا انتخاب تو نا اہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا۔ اور خدا بھی ان کی خلافت پر راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا۔ اور جس طریق سے کیا۔ یہ جائز انتخاب اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ انتخاب خلیفہ اول سے ناراض تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ یا جبراً و قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں۔ کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو۔ اور منتخب

شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے۔ وہ مومنین کے طریقہ سے الگ واجب القتال ہے اور خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے۔ جو مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کر دے کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کرینگے۔

سوئم حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۱۹ میں ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی پیشی گیرندگان کہ پیشتر بودہ اند از مہاجران و انصار و آنانکہ متابعت ایشان کردہ اند بہ نیکی راضی شد خدا از ایشان و راضی شدند از او حضرت فرمود پس خدا ابتدا نمود بآنہا کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند بقدر درجۂ آں پس در مرتبۂ دوم انصار را یاد کرد کہ بعد از مہاجران یاری آنحضرت نمودند پس در مرتبۂ سوم تابعان ایشان را باحسان یاد نمود پس ہر گروہے را در مرتبہ قرار داد بقدر درجات و منازلے کہ ایشان را نزد او ہست

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار و تابعین کی تعریف اور ان کے مدارج کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقداد۔ ابوذر۔ سلمان ہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ مہاجرین و انصار سے خارج ہیں۔ اگر یہ ان کے سرتاج ہیں تو اُن کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدائے پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا اور شیعہ سچے ہیں۔

چہارم ۔ حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کو دیکھا۔ تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے۔

خدایا گر ایں چند تن از عباد ٭ کہ کردند امر ترا انقیاد
بحکم تو بستند بر کیں میان ٭ ز ہر بیش و کم دشمنان
بمانند از فتح کوتاہ دست ٭ بیابند از دست اعدا شکست
بروئے زمیں تا قیامت دگر ٭ نگردی پرستندہ اے دادگر

اے خدا اگر یہ قلیل بندے جو تیرے عبادت گذار ہیں اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمربستہ ہیں گو دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتحیابی نہ حاصل کر سکے تو یا خدایا روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش

حملہ حیدری [illegible]

بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دیکر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ یہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں۔ کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمن کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں۔ کہ اگر ان کا وجود صفحۂ دہر سے مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیرا پرستار، تیرا نام لیوا ان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے سرِ عسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے یا کوئی اور۔ کیا صرف وہی شیعہ کے تین چار بزرگوار ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں اولٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے۔ جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی نہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو شرق سے غرب تک پھیلا دیا۔ اور دشمنانِ دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ انصاف! انصاف!!

پنجم۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۲۱ میں ہے:۔

عروہ بن مسعود چوں در غزوہ حدیبیہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ آمد دید کہ ہرگاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبادرت میکردند در گرفتن آن آب بمرتبہ کہ یکدیگر را میکشتند و ہر مرتبہ کہ آب دہان یا آب بینی می انداخت بدست خود آنرا می ربودند و چوں امرے می فرمود بر یکدیگر سبقت میگرفتند در امتثالِ آن و چوں سخن میفرمود صدا ہائے خود را پست میکردند۔ و تند بر روئے مبارک آنحضرت نظر نمیکردند و سرہا در پیش می افگندند و چوں عروہ بہ نزدِ قریش برگشت گفت اے گروہِ قریش من بہ نزدِ پادشاہِ عجم و پادشاہِ روم و پادشاہِ حبشہ رفتہ بودم۔ و ندیدم کہ ہیچ قومے پادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم و اطاعت او مینمایند (ترجمہ۔ غزوہ حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہوکر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضورؐ وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے اصحاب رسولؐ پانی لینے کے لئے مبادرت کرتے۔ گویا مرنے مارنے پر تیار ہوجاتے۔ اور جب آپ منہ سے تھوک یا ناک سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے۔ اور اگر کوئی بال جسم اطہر سے گرتا اس کے لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضورؐ کلام کرتے

یہ لوگ جھکے ہوجاتے۔ اور حضور اقدس کے رُخ انور پر تیز نگاہ نہ ڈال سکتے تھے۔ اور آپ کے حضور میں بیٹھ کر اپنے سر نیچے جھکا دیا کرتے تھے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور قریش میں لوٹا تو کہنے لگا میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی۔ جو اپنے بادشاہ کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے اصحاب رسولؐ اپنے شہنشاہ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں)

اسی مضمون کو صاحب حملۂ حیدری نے نظم میں بیان کیا ہے:۔

پس انگاہ در مجلسِ شاہ دیں ؎ نشست او زمانِ دگر در کمیں
کہ اصحاب او را کند امتحاں ؎ ببیند کہ چون است اخلاص شاں
بظاہر گرہ کردہ ابرو ز خشم ؎ نہانی ہمیں دید از زیر چشم
چو اکرام و تعظیم و فرمانبری ؎ ارادت شعاری عقیدت وری
ز اصحاب نسبت بہ سالار دیں ؎ بیابید آں مرد نادیدہ بیں

عروہ بن مسعود جب مجلس رسول پاکؐ میں اس نے گھات لگا کر بیٹھا کہ صحابہ کے اخلاص و جان نثاری کا امتحان کرے بظاہر تو اس نے غصہ سے ابرو پر گرہ ڈالی مگر نیچی نظر سے اسے دیکھنا شروع کیا جب اس نے عاشقان جمال احمدی کی ارادت و عقیدت کا حال دیکھا تو اسے بہت تعجب ہوا کیونکہ پہلے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا۔ تو اپنے چشم دیدہ واقعات کی ان کو جاکر یوں اطلاع دیتا ہے:۔

کہ آں آنچہ دیدم ز یارانِ او ؎ ازاں سر بکف جان نثارانِ او
در ایران و در روم و در زنگبار ؎ ندیدم ز شاہے بدر آں دیار
کہ دارد پاس نفس خود چنیں ؎ بیایند بر نقش پائش جبیں
چو گر انداز د آب دہن ؎ برآں آب خوں میکند انجمن
کہ گیرند آں آب و مالند رو ؎ ازاں آب تازہ کنند آبرو
اگر سرگرامی از مہتراں ؎ کند کفش او پاک چوں کہتراں
بر آب وضوئش نزاعے کنند ؎ کہ خواہند سرہائے خود بشکنند

میں نے جو کچھ آنحضرتؐ کے جانباز اصحاب میں دیکھا ہے ایسا ایران و روم اور زنگبار میں کبھی کسی بڑے سے نہیں دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کا اس قدر اکرام کریں کہ اس کی جوتیوں پر اپنے ماتھے رگڑیں اگر آپ دہن پھینکنا چاہتے تو اس کو لینے کیلئے مجمع میں کشت و خون تک نوبت پہنچ جاتی اس لعاب دہن کو لیکر اپنے چہروں پر ملتے اور اپنی آبرو بڑھاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو وہ آپ کی جوتیاں ادنیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہو۔ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے کہ سر دینے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں۔

جب اصحاب رسول ؐ کی محبت و جان نثاری کی یہ حالت ہو کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور معترف ہوں۔ کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ جو اپنے آقا پر یوں جان نثاری کریں۔ اور اس کے پاؤں کی خاک کو سرمۂ چشم اور آب دہن کو زینتِ چہرہ کے لئے غازۂ گلگون سمجھتے ہوں۔ جو اس کی شمع جمال پر پروانہ وار گرے پڑتے ہوں۔ اور سربکف اس کی خدمت میں جان سپاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اُترنے والا ہے؟ ؎

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے

وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ رسول ؐ پاک کے آنکھ بند کرنے (فوت ہونے) کی دیر تھی۔ کہ وہ ساری کھیل بگڑ گئی۔ نہ وہ عشق رہا نہ محبت سب کے سب اصحاب بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لاحول ولا قوۃ جن لوگوں کو کوچۂ عشق میں گذر نہ ہو۔ ایسی بہکی باتیں وہی کیا کرتے ہیں۔ عاشقانِ ذات احمدی کے سوزِ جگر کا حال وہی جانیں۔ جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو ؎

چو دل بہ مہر نگارے نبستۂ اے مہ ٭ ترا ز سوز درون و نیاز ما چہ خبر

الحق جان نثاران رسول ؐ پاک جیسے حضور کی زندگی میں دینِ حق کے شیدا تھے بعد وفاتِ نبی بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا کو کلمۂ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفاء رسول ؐ نہ ہوتے تو خدائے قدوس کا صحیفۂ قدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمانی ہی کی خبر ہوتی۔ دنیائے اسلام فاتح فارس و روم اور ان کے ماسبق خلفاء کی تا بقاء دہر شرمندۂ احسان رہیگی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

اگرچہ اصحاب رسول ؐ سب کے سب نجوم ہدایت تھے۔ لیکن خلفاء اربعہ فلک اسلام کے وہ روشن سیارے تھے جن کے نور نے عالم کو منوّر کیا۔ اور جن کی بدولت شرق سے غرب جنوب سے شمال تک خشکی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار ٭ ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ یار چار

جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہوئی ؛ ہوتے ہیں ہر اک مکان کے دیکھ لو دیوار چار
عرش سے نازل ہوئی چاروں[1] کتابیں دوستو ؛ ہیں اولی العزم انبیاء[2] ایزدِ غفار چار
ہیں فرشتے[3] بھی مقرب چار جو مشہور ہیں ؛ ہیں مذاہب بھی یہی مقبول بے انکار چار
کعبۃ اللہ میں بنے چاروں مصلے ہیں ضرور ؛ خانوادے[4] بھی طریقت کے ہیں پر انوار چار
اربعہ متناسبہ پڑھتے ہیں طفلان سکول ؛ اور مربع شکل کے اضلاع بھی ہیں یار چار
چار پائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک دوستو ؛ اور جوارح بھی ہر اک انسان کے ہیں چار چار
تھا فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ کا جو ارشاد حق ؛ ہے تمہیں معلوم تھے وہ طائر طیار چار
چار کے اعداد ہیں لاریب منظور خدا ؛ بالیقین ہے دو رخی کرتا ہے جو انکار چار
فاطمہؓ حسنینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ ؛ تھے یہ خویشان نبیِ احمدِ مختار چار
ہیں چراغ و مسجد و محراب و ممبر کے دیئے ؛ یہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ یار چار

خلافت و امامت

اب ہم شیعہ سنی کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں اس پر کسیقدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے۔

مسئلہ خلافت میں اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال بتلا دیا تھا جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از بیش تھیں بموجب وعدہ آلہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو اعزاز بالترتیب حاصل ہوا۔ اوّلاً باتفاق اہل حل و عقد ابوبکر صدیقؓ پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ پھر حضرت علی المرتضیٰؓ منصب خلافت رسولؐ پر متمکن ہوئے ان سب کی خلافت جائز خلافت تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا فرمایا خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

---

[1] زبور۔ توراۃ۔ انجیل۔ قرآن [2] ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام
[3] جبرائیلؑ۔ میکائیلؑ۔ اسرافیلؑ۔ عزرائیلؑ [4] چشتی۔ نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی۔

اہل تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول ؐ حضرت علی رضی اللہ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی خدا و رسول ؐ نے انہیں کی امامت پر نص کی لیکن خلفاء ثلاثہ زبردستی تخت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جور و جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رض کا تھا۔ اور بس اس موقعہ پر حسب ذیل امور تنقیح قائم کرکے ہر ایک پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کرینگے۔

فرد تنقیح

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے؟ اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علی رض کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلافصل تھے۔ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا رہا۔ اور اسی میں رضاء الٰہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علی رض خود طالب خلافت بلافصل تھے۔ اور خلافت چھن جانے پر وہ مہاجرین و انصار کے در بدر حسنین رض کو ساتھ لیکر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق خواہش نہ تھی۔ اور وہ بہ نسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے منعقد ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علی المرتضیٰ رض نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً و قہراً یا برضامندی خود کی۔

امر اول

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہیں۔ کیونکہ منصب خلافت رسول ؐ پر ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار چیخ و پکار کریں۔ وہ زمانہ گذر چکا۔ ان کو اب قبضہ و دخل ملنا محال ہے۔ اس لئے بار ثبوت جملہ امور میں بذمہ شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ

حاشیہ صفحہ ۳۳۔ لغت کی کتاب قاموس جلد ۳ صفحہ ۶ میں ہے۔ الخلیفۃ السلطان الاعظم (خلیفہ جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۴ صفحہ ۷۷ میں ہے۔ الامام ما ائتم به من رئیس اوغیرہ (امام اسے کہتے ہیں جس کی اطاعت کی جائے۔ بادشاہ رئیس وغیرہ کو امام کہہ سکتے ہیں۔

اس کی صرف تردید ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہونا چاہیئے۔ خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے۔ اس لئے امامت وخلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ لیکن قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں۔ اور شیعہ کا یہ صرف دعوے ہی دعوے ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوت کرتے ہیں۔ یہ بات ازبس عجیب ہے۔ کہ شیعہ حضرات انبیاء کو تو متہم بالذنب کرتے ہوئے ان کی عصمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ ؎ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

چنانچہ ابوالبشر اسبق الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے۔ کہ ان میں تین اصول کفر میں سے دو موجود تھے چنانچہ اصول کافی ص۵۱ میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْكُفْرِ ثَلٰثَةٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِكْبَارُ وَالْحَسَدُ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ اٰدَمَ حِيْنَ نُهِيَ مِنَ الشَّجَرَةِ حَمَلَهٗ عَلٰى اَنْ اَكَلَ مِنْهَا وَاَمَّا الْاِسْتِكْبَارُ فَاِبْلِيْسُ حَيْثُ اُمِرَ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ فَاَبٰى فَاَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا اٰدَمَ حَيْثُ قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ۔

امام جعفر صادق نے فرمایا اصول کفر تین ہیں۔ حرص اور تکبر اور حسد۔ حرص تو آدمؑ کی جب درخت سے منع کیا گیا۔ تو حرص نے اسے اس سے کھانے پر برانگیختہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی جب آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ وہ انکاری ہوا۔ حسد آدمؑ کے دو بیٹوں نے کیا جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔

جائے غور ہے۔ کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں کہ اصول کفر سے ایک ابلیس کے حصہ میں آیا یعنی تکبر۔ دوسرا آدمؑ کو نصیب ہوا یعنی حرص۔ شاباش! خلف الرشید ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ جو جدّ امجد (آدمؑ) سے بھی نہ ٹلیں۔ پھر دوسروں سے ان سے کیا شکایت ہوسکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس کو بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ کہ ابلیس نے تو اصول کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدمؑ نے حرص کے علاوہ حسد بھی کیا۔ یعنی اُن میں دو اصول کفر پائے گئے۔ لاحول ولا قوۃ

چنانچہ حیات القلوب جلد اول ص۵ میں ہے۔ کہ خدا نے آدمؑ کو ائمہ اہل بیت پر حسد

کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جاویگا۔ اور بہت ذلیل ہو گے۔ مگر آدمؑ ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں جنت سے آدم و حوا ہر دو نکالکر باہر پھینکے گئے عبارت یوں ہے:۔

اے آدمؑ و حوا نظر مکنید بسوئے نورہا و حجت ہائے من بدیدۂ حسد پس شمارا پائیں میفرستم از جوار خود و بر شما میفرستم خواری خود را پس وسوسہ کرد شیطان ایشانرا و فریب داد و برین داشت کہ آرزوئے منزلت آنہا بکنید پس نظر کردند بسوئے ایشان بدیدۂ حسد پس باین نسبت ایشان را بخود واگذاشت و یاری و توفیق خود را از ایشان برداشت (انتہی مختصراً)

کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے۔ کہ اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھکر انسان خوش ہوا کرتا ہے۔ یا اس پر حسد کیا کرتا ہے؟ غرض شیعہ صاحبان نے اپنے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا۔ کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس بہ ما و شما چہ میرسد۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گنہگاری کا باعث ہی آدمؑ ہوئے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے تو کوئی بشر بھی گنہگار نہ ہوتا۔ چنانچہ حیات القلوب ص۱۵ میں ہے

بسند معتبر از حضرت امام محمد باقرؑ منقولست کہ اگر آدمؑ گناہ نمیکرد۔ ہیچ مومنے ہرگز گناہ نمیکرد و اگر حق تعالیٰ توبہ آدمؑ را قبول نمیکرد۔ توبہ ہیچ گنہگارے را قبول نمیکرد۔	معتبر سند سے امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ اگر آدمؑ گناہ نہ کرتے۔ ہرگز کوئی مومن گناہ نہ کرتا اور اگر خدا تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول نہ کرتا۔ تو کسی گناہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

شیعہ صرف آدمؑ ہی کی گناہگاری کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ پیغمبری سے پہلے تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب حیات القلوب کے ص۲۵ میں ہے:۔

و این از آدمؑ پیش از پیغمبری بود و این نیز گناہ بزرگے نبود کہ بآن مستحق دخول آتش شود۔ بلکہ از گناہانے کوچک بخشندہ شدہ بود کہ بر پیغمبران جائز است پیش از آنکہ وحی بر ایشان نازل شود۔	یہ گناہ آدمؑ کا پیغمبری سے پہلے کا ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ نہ تھا جو کہ باعث دخول جہنم ہو بلکہ صغیرہ گناہوں سے تھا جو بخشے جاتے ہیں۔ اور پیغمبروں کو صغیرہ گناہ کر لینا نزول وحی سے پہلے جائز ہے۔

واہ چہ خوش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں۔ اور ان کی پیدائش بھی بجائے رحم کے ران سے ہو۔ تاکہ آلائش نجاست سے محفوظ ہوں۔ لیکن پیغمبر نزول وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔ بڑے بڑے گناہ نہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے بیشک کر لیا کریں۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کے لئے نامزد کر دیں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنود کے رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام کا صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا قول نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۸ میں لکھا ہے۔

وَاِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى (ترجمہ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں۔ اور اس کو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی ہے)

پس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے ناطق فیصلہ دیکر ہمیں اہل تشیع کیخلاف ڈگری دیدی ہے۔ کہ امام اور خلیفہ وہی ہے جسے مجلس شوریٰ نامزد کر دے اور اسی بات پر اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے۔ اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوح نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ امام وخلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں ہے۔

اَنَّهٗ قَالَ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اِمَامٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ وَيُبَلِّغُ فِيْهَا اللّٰهُ الْاَجَلَ وَيَاْمَنُ فِيْهَا السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِيِّ حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ (اور فرمایا آدمیوں کے لئے چارہ نہیں ہے امام سے نیک ہو یا بد کہ اس کی حکومت میں مومن عمل کرے (آخرت کے لئے) اور کافر (مال دنیا سے) متمتع ہو۔ اور اس کی امارت میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں۔ اور کمزور زبردست سے

اپنا حق لے سکے۔ تاکہ نیکوکار (بھلا مانس) امن و آسائش میں رہے۔ اور بدمعاشوں سے کھٹکا نہ رہے۔ اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے۔ کہ پبلک کو آرام و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کافر بھی دنیوی امور میں آزاد رہے۔ کسی راہرو کو راہزنوں کی لوٹ مار کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ نیک معاش اشخاص پر بدرویہ اشخاص دستبرد نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتدا ہی میں اسباب کا تصفیہ فرما دیا۔ کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا۔ جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں خواہ نیک ہوں یا بد درجہ امارت سے تو گر نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحبان[1] بتلائیں۔ کہ جناب امیر صاحب تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کونسی دلیل ہے؟

رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک دین کے اصول[1] چار ہیں۔ (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔

سو یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضےٰ رض کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بیدلیل ہے جس کے متعلق زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح بحق اہل سنت

---

[1] شیعہ اسیقدر نہیں کہتے بلکہ انکا عقیدہ ہے کہ اسلام کی پانچ بنا ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولایت اور ان میں سے افضل ولائت ہے جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۳۶۸ میں ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والولایۃ قال زرارۃ فقلت وای شیء من ذالک افضل فقال الولایۃ افضل (خلاصہ ترجمہ) یعنی امام محمد باقر نے کہا اسلام کی بنا پانچ ہیں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ولائت ہیں۔ اور ان سب سے افضل ولائت ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ نماز۔ روزہ و زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں جابجا بیسیوں احکام موجود ہیں۔ لیکن ولائت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اصل قرآن مزعومہ شیعہ میں ہو۔ جو امام غائب کے پاس ہے۔

خلاف اہل تشیع ثابت ہے۔ اب امر تنقیح طلب کی بحث شروع ہوتی ہے۔

امر دوم: کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم حضرت علی المرتضےٰؓ کی عظمتِ شان اور رفعتِ قدر کے قائل ہیں۔ بیشک آپ صہر النبیؐ ابن عم رسولؐ۔ والد حسنینؓ۔ زوج زہرا۔ باب العلم۔ خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصاء نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ دعوے کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اور اس دعوے کے بطلان پر ہم چند ایسی دلایل پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل۔ آیۂ استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت خلفاء حسب وعدہ ایزد متعال عمل میں آئی جیسا قرآن اسبات پر ناطق ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائینگے۔ جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گذر چکے ہیں۔ تو پھر ناممکن تھا۔ کہ منشاء ایزدی و وعدہ الٰہی کے خلاف خلافت موعودہ سے کوئی غیر مستحق شخص مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ محروم رہجاتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدائے تعالےٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشاء اس کا موعود انعام زبردستی چھین لے۔ اللہ تعالےٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبار و قہار خدا ہے۔ کون ہے۔ کہ اس کے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اس کی مانی ہوئی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑیگا۔ کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ سو خلافت کا منصب جلیل رسول پاکؐ کے جلیل القدر اصحاب اربعہ کو اسی ترتیب سے ملے۔ جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحاب تھے۔ انکی خدمات اسلام میں بیش از بیش تھیں۔ اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی۔ تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جانا تھا۔ اگر باقی خلفاء سے کوئی شخص پہلے خلیفہ ہو جاتا۔ تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص پہلے خلیفہ

ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانیوالی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے۔ اور اگر حضرت عثمانؓ سے اول حضرت علی المرتضےٰؓ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کیوجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ علیم و خبیر نے اپنے وعدہ کئے ہوئے انعام کو اس طرح سے تقسیم فرمایا۔ کہ ہر چہار اصحاب رسولؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔

سبحان اللہ۔ فِعۡلُ الۡحَکِیۡمِ لَا یَخۡلُوۡ عَنِ الۡحِکۡمَۃِ۔ (اللہ تعالےٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل۔ اگر رسول پاکؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ منصب خلافت پر جاگزین ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو یہ طعن کرنے کا موقعہ ملتا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فایدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی۔ اور مرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی۔ اپنے داماد کو یہ اعزاز بخشدیا۔ تاکہ ان کی دختر بلند اختر (فاطمہؓ) اور ان کے نواسے حسنینؓ چین سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا۔ اور اسلام پاک کے ذمے ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا۔ اس نے اپنی قدرت پاک سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی۔ کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی گنجایش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر امر خلافت (نیابت رسولؐ) موروثی ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ عم رسولؐ تھے۔ ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قرابت حضرت علیؓ سے تھی۔ ان کو بھی سب سے اخیر حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں۔ خلیفہ بنا لیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ فتم۔ فتم۔ فتم

تیسری دلیل۔ حضرت علی المرتضےٰؓ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔ کہ اِنَّمَا الشُّوۡرٰی لِلۡمُهَاجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ فَاِنِ اجۡتَمَعُوۡا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوۡهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰهِ رِضًی (انتخاب خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ خلیفہ منتخب کر لیں۔ اللہ تعالےٰ کو بھی وہی منظور ہے)

اور یہ مسلّم الطرفین ہے۔ کہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب مجلس شوریٰ نے مہاجرین وانصار کے اجماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اس کو حضرت علی المرتضیٰؓ حق بجانب سمجھتے ہیں تو بقول شخصے۔ "مدعی سست و گواہ چست"۔ شیعہ کا جناب امیر علیہ السلام کے فیصلہ کے خلاف شور و غل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل۔ اگر حضرت علی المرتضیٰؓ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق تصور فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلّم تھی۔ آپ کی ذوالفقار غضب ڈھاتی تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیعہ دیو اور جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عمّ رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے۔ اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جمہور مسلمین آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپ کے ساتھ تھے ہی۔ آپ کو غاصبین خلافت پر تلوار اٹھانی لازم تھی۔ اور اگر آپ راستی پر ہوتے۔ تو نصرت الٰہی آپ کے شامل حال ہوتی۔ اور بحکم كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً (اہل حق کی تھوڑی جماعت اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے) آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے۔ جب رسول پاکؐ کفار کے مقابلہ میں لا الٰہ الا اللہ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ کون تھا۔ وہی نصرتِ الٰہی آپ کے شامل حال تھی۔ اور اسی وجہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں پھر اسد اللہ الغالب لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس کر دیتے۔ جیسا کہ نہج البلاغۃ جلد صـ میں لکھا ہے:۔

قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ لَقِيْتُهُمْ وَاحِدًا وَّهُمْ مِلْأُ الْاَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ (ترجمہ: جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں۔ اور وہ زمین سے پر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو)

پھر جب آپ تن تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ اور اصحاب ثلاثہ نے آپ سے زبردستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے دیتے۔ اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔

اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین علیؓ خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی وہی منظور تھی۔

چوتھی دلیل۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحاب ثلٰثہ نے خلافت زبردستی چھین لی تھی۔ اور اپنے وقت میں وہ جور جفا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علیؓ کا پہلے تو ان سے جہاد کرنا فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو ان کے مشیر کار نہ بنے رہتے۔ اور مالِ غنیمت میں حصہ گیر نہ ہوتے۔ بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر کہیں ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقعہ پر ہجرت کر جانا بحکم الٰہی فرض ہے۔[۱] جب کہ نہ آپ نے لڑائی کی۔ نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے۔ کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے۔ اور خلافت خلفاء ثلاثہ کو حق سمجھتے تھے۔

ان چار دلائل سے ہر ایک باسمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ بلکہ پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت علیؓ نے ان کو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ شیعہ کے پاس خلافت بلا فصل علی المرتضٰیؓ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور ان کا جواب کیا ہے؟

دلائل شیعہ (خمّ غدیر)

شیعہ کی دلائل کا زیادہ دارومدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰؓ

---

[۱] قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پارہ ۵ س نساء (ترجمہ۔ جن لوگوں کو فرشتوں نے اس حالت میں مارا کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے پوچھیں گے۔ کہ تم کس حالت میں تھے کہیں گے ہم زمین میں ہارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جو برا ٹھکانا ہے۔

کی خلافت بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا۔ جو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو ماتحتی جناب امیر علیہ السلام مہم ملک یمن پر مامور تھے۔ جناب امیرؑ کی آنحضرت کے پاس کچھ بیجا شکایات کیں۔ حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کرینگے۔ تو انتظام میں خلل واقعہ ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضورؐ نے یہ مصلحت سمجھی۔ کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا جس سے اصلی غرض جناب امیر علیہ السلام کی بریت اور شاکیوں کی تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے: یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ (اے جماعت مسلمانان کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں۔ حاضرین نے کہا۔ ہاں حضور۔ پھر فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علیؓ کو دوست رکھے۔ بار خدایا جو شخص علیؓ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علیؓ کو دشمن رکھے۔ تو اس کو دشمن رکھ)

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاکؐ نے خدا کے حکم سے کیا چنانچہ بارہا جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپ ڈرتے تھے۔ کہ لوگ کہینگے۔ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبرائیلؑ نے یہ آیت سنائی:۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۖ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَہٗ ۚ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۗ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْکَافِرِیْنَ ؕ

(اے رسولؐ جو حکم تیرے رب نے تجھے دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کی شر سے تجھے بچانیوالا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا)

سو حدیث اور آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جو ولایت علیؓ یا خلافت بلافصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے

کہ حضرت علیؓ کی شکایات بے بنیاد ہیں۔ اور ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیے۔ کہ وہ رسولؐ کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیے۔ اور علیؓ کی عداوت باعث نارضامندے حق تعالےٰ ہے۔

آیت کا معنے ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالےٰ نے بابت توحید نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیے۔ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعہ دھینگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیٹنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا۔ کہ اس کا رسولؐ علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان کر دے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور چیستاں کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ بِوِلَایَۃِ عَلِیٍّ (اے رسولؐ علیؓ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجیے) پھر حضرت جیسا افصح الفصحا ایسا گورکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولتا؟ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ۔

جب خدا نے وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرما دیا تھا۔ تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا؟ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان کر دیتے۔ لیکن شیعہ ایمان سے کہیں کہ اس حدیث اور اس آیت میں کون لفظ ایسا ہے؟ جس سے علیؓ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

لفظِ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ لفظِ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ سے ولایت علیؓ کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں تو اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔

قاموس جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ اَلْمَوْلیٰ اَلْمَالِکُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِیْبُ کَابْنِ الْعَمِّ وَنَحْوِہٖ وَالْجَارُ وَالْحَلِیْفُ وَالْاِبْنُ

وَالْعَمُّ وَالشَّرِيْكُ وَالرَّبُّ وَالنَّاصِرُ وَالْمُحِبُّ وَالتَّابِعُ وَالصِّهْرُ ۔ (قاموس جلد ۴ ص ۳۰۲) (ترجمہ: مولے کا معنے مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسا چچا زاد بھائی وغیرہ اور پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور سانجھی اور آقا اور مددگار اور تابعدار اور داماد ہے)

اب بتایئے! اولٰے بالتصرف کونسی لغت کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے اسقدر مختلف معانی ہوں حتیٰ کہ غلام تابع حکم اور پسر پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محبّ کے اور کوئی معنی موزون نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اس بات کا قرینہ موجود ہے۔ کہ مولے کا معنے محبّ اور دوست کا ہی ہے۔

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونے کا ثبوت کتب شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں۔ اور ہر چند جدّ و جہد کرتے ہیں پر اُن کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی ساحل مقصود پر پہنچ نہیں سکتی۔ ؎

ظفر نے قصۂ زلفِ درازِ جاناں کو ۔ کیا بیان تو کیا کیا بیان میں اولجھا

اِدھر تو یہ کہتے ہیں۔ کہ حدیث خم غدیر خلافت بلا فصل علیؓ پر نصّ جلی ہے۔ اُدھر قصۂ قرطاس کو دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مدّعا میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کی ثابت نہیں ہوتی کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں:-

اوّل۔ جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے ص ۹ میں ذکر وقت وفات رسول صلعم میں لکھا ہے:-

"پس حضرت نے چشم مبارک کھولکر فرمایا۔ اے عبّاسؓ اے عمّ رسول خدا میری وصیّت میری اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عبّاسؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم میں

[illegible] عیالدار ہوں۔ اور آپ ہوا کے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو معاف رکھیئے۔

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اسکو دونگا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دیگا۔ پس جناب امیر سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیّت کو قبول کرو۔ اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ وصیّ کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں کوئی فیصلہ ہوا ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں کہا جاتا۔ کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علیؑ کو کہا جاتا۔ کہ اے علیؓ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصیّ بنا دیا ہوا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

دوم۔ جلاء العیون اردو ص[illegible] میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا۔ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار نیکوکار کی رعایت اور بدکار سے درگذر کرے۔ اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت ممبر پر تشریف لے گئے۔ یہانتک کہ حق تعالے سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر خم غدیر میں آپ خلیفہ بن چکے ہوتے۔ تو حضور یہ نہ فرماتے کہ جو شخص کہ والی امر مسلمانان ہو الخ

بلکہ حضرت علیؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے۔ کہ اے علیؑ تم میرے بعد والی امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

سوم۔ جلاء العیون ص[illegible] میں ہے۔ "شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتؐ رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا

یارسول اللہ اگر امرِ خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا پس ہمکو بشارت دیجئے۔ کہ شاد ہوں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں۔ کہ ہم پر ستم کرینگے۔ اور ہم سے خلافت کو غصب کرینگے پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم کو بعد میرے ضعیف کرینگے۔ اور تم پر غالب ہونگے"۔

اگر حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت کا پہلے فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقعہ پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ "اگر امرِ خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا" یوں کہتے۔ کہ اگر خلافتِ علیؓ جس کا آپ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ قائم و بحال رہیگی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔ الخ

چہارم۔ کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۲۳ میں ہے۔

روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و اربد بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چون داخل مسجد شدند۔ عامر بہ نزدیک آنحضرتؐ آمد و گفت یا محمدؐ اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود۔ حضرتؐ فرمود برائے تو خواہد بود آنچہ برائے ہمہ مسلمانانست و بر تو خواہد بود آنچہ بر ہمہ مسلمانان است گفت میخواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرتؐ فرمود۔ اختیار این امر بدستِ خدا است و بدستِ من و تو نیست (ترجمہ۔ روایت ہے۔ کہ عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بارادہ قتل آنحضرتؐ آئے۔ جب مسجد میں داخل ہوئے۔ تو عامر نے کہا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملیگا؟ آپ نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملیگا۔ جو مسلمانوں کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچیگا۔ تمہیں بھی پہنچیگا پھر اس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا۔ کہ خلافت کا تو ہم فیصلہ بحق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا۔ کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالٰے کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بدیہی ثبوت ہے۔ کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرما گئے۔

پنجم۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۵۹ میں بہ تفسیر آیۂ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا الخ یوں لکھا ہے۔ "علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چون حفصہ بر قصّہ

ماریہ مطلع شد و حضرتؐ را دراں باب عتاب نمود حضرت فرمود کہ دست از من بدار کہ برائے خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و رازے بتو میگویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی بر تو خواہد نفرین خدا و قہر ملائکہ و طعن جمیع مردان حفصہ گفت چنیں باشد بگو آں راز کدام است حضرت فرمود کہ راز آنست کہ ابوبکرؓ بعد از من بجور[لہ] خلیفہ خواہد شد و بعد از و پدر تو خلیفہ خواہد شد حفصہ گفت کہ کے ترا خبر دادہ است ازیں امر حضرت فرمود کہ خدا مرا خبر دادہ است پس حفصہ در ہماں روز ایں خبر را بعائشہؓ رسانید و عائشہؓ پدر خود ابوبکرؓ را باں راز مطلع گردانید پس ابوبکرؓ بنزد عمرؓ آمد و گفت عائشہؓ از حفصہ خبرے نقل کردہ من اعتمادے بر قول او ندارم تو از حفصہ سوال نما کہ ایں خبر راست است یا نہ پس عمرؓ بنزد حفصہ آمد و گفت ایں چہ خبر است کہ عائشہؓ از تو نقل میکند حفصہ در ابتدائے حال منکر شد و گفت من باو سخنے نگفتہ ام عمرؓ گفت اگر ایں خبر راست است از ما مخفی مدار تا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم چوں حفصہ ایں را شنید گفت بلی حضرت چنیں گفت۔

(ترجمہ علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے۔ کہ جب حفصہ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا اور آنحضرتؐ سے شکائیت کی۔ تو حضورؐ نے فرمایا خفا نہ ہو۔ میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے پر حرام کر دیا ہے۔ اور تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کرو گی۔ تو تمہارے لئے برا ہوگا۔ حفصہ نے کہا نہ بتاؤں گی۔ بتایئے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ زبردستی خلیفہ بن جائیگا۔ اور اس کے بعد تیرا باپ عمرؓ خلیفہ ہوگا۔ حفصہ نے کہا آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس حفصہ نے اسی روز یہ بات عائشہؓ کو بتا دی۔ اس نے اپنے باپ ابوبکرؓ کو بتایا۔ اور اس نے عمرؓ سے ذکر کیا۔ کہ عائشہؓ حفصہ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھ کر بتاؤ کیا یہ سچ ہے؟ عمرؓ نے حفصہ سے دریافت کیا۔ پہلے تو انکار کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن عمرؓ نے کہا بتا دو کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم زیادہ حیلہ سازی کریں۔ حفصہ نے کہا ہاں پیغمبرؐ نے مجھے ایسا ہی بتایا ہے)

ایساہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی آیۃ اذ اسرّ النبی الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے

[لہ] یہ ملا باقر مجلسی کی ایجاد ہے۔

اب اس سے تو صاف ثابت ہوگیا۔ کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بخشدی تھی۔ کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہوں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ دیکھو شیعہ کی کتب اس امر پر شہادت دے رہی ہیں۔ کہ حضرت علیؓ کی خلافت نہیں بلکہ بموجب آیت واذا اسرّ النبی الخ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت منصوص ہوچکی تھی جس کی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی۔ اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے مطلع کردیا۔ سچ ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء

شبہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ مقام خم غدیر میں رسول پاکؐ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کے روبرو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کردیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اصحاب رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کا جن کی خلافت کا فیصلہ رسول پاکؐ فرما گئے تھے۔ سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے۔ اور فیصلہ رسولؐ کے خلاف ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کرلیتے۔

شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سوائے تین چار اشخاص مقداد۔ ابوذر۔ سلمان۔ عمار کے باقی جمیع اصحاب نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور جناب امیر علیہ السلام حسنینؓ کو ہمراہ لیکر مہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے۔ کہ میرا ساتھ دو۔ کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا۔ کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا۔ یا حضرت ابوبکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہوکر اصحاب رسولؐ نے قاطبۃً ان کی بیعت اختیار کرلی اہل سنت والجماعۃ کے ہاں ایک صحیح حدیث ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (حضور نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی)

ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۴۳ میں ہے: پیغمبرؐ ہم گفت کہ خدا ایشان را از گرسنگی نمیکشد و ایشان را بر گمراہی جمع نمیکند

---

[1] جلاء العیون اردو صفحہ ۱۳۵ میں ہے۔ جب رات ہوئی۔ جناب امیرؑ حسنینؑ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک ایک گھر میں مہاجر و انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر بغیر تین آدمیوں کے اور کسی نے بیعت قبول نہ کی (انتہی ملخصاً)

(ترجمہ۔ خواص امت نبی آخر الزمان سے تیرھویں بات یہ ہے۔ کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی۔ اور گمراہی پر ان کا اجماع نہ ہوگا)

پھر کیسے مانا جاسکتا ہے۔ کہ امت مرحومہ کلہم گمراہی پر جمع ہوکر خلافت ابوبکرؓ پر متفق ہوگئی۔ اور اپنے رسول پاکؐ کے فیصلہ کی ذرہ پرواہ نہ کی گئی۔ یہ بات کو عقل و نقل دونو تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ کہ بمقام خم غدیر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کردیا تھا۔

ہفتم خم غدیر کا مسئلہ فصل خلافت اس واسطے بھی صحیح نہیں ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعوے خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلافصل پر نص صریح تھی۔ تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کرکے فریق مقابل کو ملزم کرنا چاہیے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے حدیث خم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ہشتم حدیث خم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حدیث قرطاس سے تمسک کرکے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا تصفیہ ہوچکا تھا۔ تو پھر وقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کے فیصلہ لکھنے کے لئے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کہا جائے۔ کہ آنحضرتؐ کو اطمینان نہ تھا۔ کہ آپ کا فیصلہ مان لیا جائیگا۔ تو پھر جب اس کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں لکھا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا۔ تو بحالت مرض ایک تنگ حجرہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلافصل علی المرتضےٰؓ پر کس طرح اطمینان ہوسکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آگے آئیگی)

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیۃ ہے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۝ (ترجمہ۔ تمہارے مددگار خدا و رسول خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز قایم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ رکوع سجود کرنے کے عادی ہیں)

[illegible] "یقیمون الصلوٰۃ" سے حال واقع ہوا ہے۔ یا یہاں رکوع بمعنی خشوع ہے۔

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولیؔ سے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسولؐ اور تمام مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز۔ روزہ حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقعہ پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحج ص۲۸۸ میں ہے:-

كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلْفُ دِيْنَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ اِيَّاهَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ اَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَاَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ؕ

(ترجمہ۔ امیر المومنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے۔ جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ اور رسولؐ پاک نے آپ کو دی تھی۔ جو آنحضرتؐ کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی پس ایک سائل آیا۔ اور اس نے کہا۔ اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے آپ نے وہ شال سائل کی طرف پھینک دی اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت انما ولیکم اللہ الخ اُتاری۔

ہمارا جواب۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علیؓ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے۔ تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔

قاموس میں لکھا ہے۔ الولی القربُ والدّنوّ والولیُّ الاسمُ مِنْهُ وَالْمُحِبُّ وَالصَّدِيْقُ وَالنَّاصِرُ (ولی مصدر کا معنے قرب و نزدیکی کا ہے۔ ولیؔ اس کا اسم ہے جس کا معنے محبّ اور دوست اور مددگار ہے)

اب بتائیے۔ کہ لفظ ولیؔ سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جا سکتی ہے؟

اور روایت جو وضع کی گئی ہے۔ عقلاً و نقلاً قابلِ تسلیم نہیں ہے۔

روایت بالا کے موضوع ہونے کے دلائل

اوّل حضرت علی المرتضےٰؓ کی شانِ والا کی نسبت یہ گمان کرنا۔ کہ وہ دنیاداروں کی طرح ایسی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جلاء العیون کی روایت سے لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؑ کو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ناطہ کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا۔ تو آپ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش فرمایا۔ اور جب سامانِ شادی کے متعلق آپ کو سودا خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خرید کیا۔ علامہ سید علی حائری اپنی مؤلفہ کتاب غایۃ المقصود کے صـ ۶۱ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔

"در آنجا در بیت النبوت از کمال زہد و تقوےٰ و فقر تا سہ یوم فاقہ میگذرانیدند۔ تا آنکہ شہادت آیت وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ الخ نازل شد۔ و اینجا بدون شالہائے خلیل خانی و تہہ مہ کشمیری و سرپٹے نگذارد و آنجا بر حصیر لیف خرما و اکثر بر خاک خوابیدہ و دید فرمود قُم یا اباتراب و از ہماں روز بابی تراب مکنّےٰ شد (ترجمہ۔ وہاں خاندان نبوت حضرت علیؓ کے گھر میں بکمال زہد و تقوےٰ سے تین تین روز فاقہ گذرتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت ویطعمون الطعام نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے۔ کہ خلیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اہل بیت کا یہ حال تھا۔ کہ کھجور کے چھال کی بنی ہوئی بوریا بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے "ابو تراب" چنانچہ آپ کی یہی کنیت مشہور ہو گئی)

علامہ حائری کی اس تحریر اور جلاء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؓ کی زاہدانہ اور صوفیانہ پوزیشن کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ایسی قیمتی پوشاکوں سے جو ایک دنیا طلب شخص کی خواہشات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں

داخل ہے جو ایک متقی مومن بھی پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ حضرت علی المرتضٰی رضؓ ایسے متقی متورع۔ تارک الدنیا عالی رتبت امام کی نسبت خیال کیا جائے۔ کہ وہ ایسے ریشمی اور طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ اصحاب رسولؐ کو دنیاداروں کی طرح زیب و زینت سے سخت نفرت تھی چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے۔ لیکن آپ کی چادر اور کرتہ پر متعدد پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے عاملان (گورنران) سے جس شخص کی نسبت اطلاع ملتی۔ کہ وہ باریک ململ کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً اُن کو طلب کر کے سخت تنبیہ کی جاتی۔ بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعیان علیؓ شجاعت مآب کو باقی خلفاء پر زہد و تقوے میں ترجیح دیتے ہیں۔ تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہئے۔ جس سے حضور ممدوح کی شان تقدس کو بٹہ لگتا ہے۔

دوم۔ اگر مان لیا جائے۔ کہ حضرت علیؓ نے ایسی ریشمی طلائی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو پھر یہ بات قرینِ قیاس نہیں ہے۔ کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے۔ کہ آپ نماز سے فارغ ہولیں ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھی (راہنما) سے پہلے دریافت کر لیتا ہے۔ کہ مسئول عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائل نے ایسی حماقت کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضٰیؓ جن کی نسبت مشہور ہے۔ کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے۔ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے۔ کہ آپ کی نماز عامیوں کی طرح خضوع و خشوع سے خالی تھی۔ آپ نے سائل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں فعل کثیر چادر اتار پھینکنا۔ اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا۔ کیا معنے رکھتا ہے جب ایک فرض نماز آپ ادا کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادائے زکوٰۃ کی طرف متوجہ ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائل کو حلہ دینا تھا تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے۔

سوئم۔ آیت میں وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ لکھا ہے (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز پڑھتے ہیں) اور روایت موضوعہ میں سائل کو چار قیمتی ایک ہزار دینار دینے کا ذکر ہے۔ کیا ادائے زکوٰۃ کا یہی طریق ہے؟ اس سے پہلے ثابت کرنا چاہیے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور اس قدر مال رکھتے تھے۔ کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار یعنی آپ کے ذمے واجب تھی۔ لیکن اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا لیں۔ تو وہ ایسا ثابت نہیں کر سکتے۔ تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے۔ اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی ضعیف روایات سے تمسک کر کے شیعہ حضرات خلافت بلا فصل علی المرتضےٰ کے بارِ ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے

شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ جب رسول خدا نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا۔ تو جناب امیر علیہ السلام کو بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نابکار نے جناب امیرؑ کو طعنہ دیا۔ کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ [illegible] امیر کو یہ بات ناگوار گذری۔ آپ نے رسول خدا سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ اتخلفنی فی النساء والصبیان (کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں) تو حضورؐ نے آپ کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰؑ سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے)

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول پاک حضرت علیؑ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے آپ کی خلافت بلا فصل کا استدلال ہو۔ کیونکہ

(۱) ہارونؑ کو موسیٰؑ نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ کیا تھا جب

سو وہ طور سے واپس ہوئے۔ تو حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ رہے۔ گو وہ نبیؑ مستقل تھے۔ ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۲) اس قسم کی خدمت بسبب قرابت کے اپنے پسر یا داماد کے ہی سپرد کیجا سکتی ہے۔ کہ مستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق۔

(۳) یہ مسلّم ہے۔ کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے پھر خلیفہ کیسے۔ جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے۔ تو مشبہ کی خلافت کیسی؟

(۴) حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابتداری کی وجہ سے دی تھی ورنہ وہ نبی تھے۔ عمر میں موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلا فصل چہ معنی دارد؟

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابتداری موسیٰؑ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیر علیہ السلام بھی خدمات خانگی پر حضورؐ کی عدم موجودگی میں مامور رہے۔ بعد وفاتِ موسیٰؑ حضرت ہارونؑ نہیں۔ بلکہ یوشعؑ بن نون اور کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح بعد وفات نبیؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ ان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِیُّ صلعم یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ (حضورؐ نے فرمایا میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو قدری چیزیں کتاب اللہ اور اپنے اقارب کو اگر تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے)

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کا استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس سے خلافت آنجناب پر دلالت ہو۔ ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے۔ کہ شیعہ و سنی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور

جو عترت رسولؐ کی عزت کرتا ہے۔ اور ان سے تمسک کرتا ہے۔ اور کون فریق ان سے کوسوں دور پڑا ہے؟ سو ثقل اکبر قرآن پاک کی عزت اہل سنت والجماعۃ کے دلوں میں ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہل سنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اس کے حضرات شیعہ قرآن کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو محرّف ناقص پُر از اغلاط سمجھتے ہیں۔ جس قرآن کی انتظار میں ہیں۔ اس کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد جامع القرآن حضرت عثمان بن عفان کی بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے بالکل محروم ہیں۔ برخلاف اس کے اہل سنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سینکڑوں کی ہر ایک مسجد میں ختم قرآن ہوتا ہے۔ لیکن شیعہ تراویح کے سرے ہی سے منکر ہیں اس لئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ثقل اصغر۔ عترت رسولؐ کی عزت بھی اہل سنت والجماعۃ کے دلوں میں ہے ہم عترت رسولؐ سے محبت رکھنا اپنا دین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر زبان طعن دراز کرنا کفر سمجھتے ہیں لعنت و تبرا یاروں کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمۃ للعالمین کی امت میں کسی کو بُرا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ اہل سنت کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے۔ کہ زنگ کینہ و بغض اس کو مکدّر نہیں کر سکتا ہے

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن ٭ آئین ماست کینہ چو آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبان طعن و تشنیع سے نہ اپنا بچ سکتا ہے نہ بیگانہ۔ عترت رسولؐ سے جو سلوک کرتے ہیں۔ اس سے توبہ

توہین عترت رسولؐ

عترت رسولؐ سے مراد آپ کے خویش و اقارب ہیں۔ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ کو معاذ اللہ کافر و منافق کہتے ہیں تحفۃ العوام جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے[1] کتاب تہذیب میں وارد ہے

---

[1] یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے۔ جدید طبع میں یار لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے۔

کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ بنو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراد ان سے چار مرد ہیں کہ حق مرتضےٰؑ کا چھین لیا۔ حسنؑ کو شہید کیا۔ بنسبت نبیؐ کی اتہام بہتان کیا۔ اور چار عورتیں ہیں۔ کہ آزار پہنچایا نسبت جناب رسول مقبولؐ کی۔

اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وَاَبْرَأُ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانَةَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَوْلِيَائِهِمْ (ترجمہ۔ میں بیزار ہوں۔ فلان۔ فلان فلان مرد اور فلان عورت سے لعنت خدا ہو ان پر اور ان کو دوست رکھنے والوں پر) استغفر اللہ۔ حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ بجائے فلان کے نام ان کے لے جنہوں نے حق مرتضےٰؑ کا چھین لیا۔

سُنّی بھائی توجہ کریں

جو سنّی بھائی روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب و ازواج رسولؐ سے یہ سلوک رکھتے ہوں۔ کہ ہر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے کر لعنت و تبرا کرنا انکا یومیہ ورد ہو۔ اور ان بزرگان دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ اُن لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہل سنت و جماعت مسلمانوں کو۔ پھر حیف ہے۔ کہ غیور سنّی ایسے بدطینت اشخاص کو اپنا دوست بنائے۔ جو عترت رسولؐ سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنّیوں سے ان کو ایسا بیر ہو۔

سُنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ کہ اول تو سنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھنا پڑے۔ تو بجائے دعا کے میت پر بددعا کرے چنانچہ تحفۃ العوام ص۱۳۸ میں ہے

اور اگر میت سنّی و خلاف مذہب ہو اور نماز بضرورت کرنا پڑے۔ تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِيْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِهٖ حَرَّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ (ترجمہ۔ اے خدا اس بندے (میت) کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اے خدا اس کو نار جہنم سے جلا

ے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے)

سنیو جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو؟ کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پر کھڑا ہو کر اس کے لئے بددعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہ میں داخل کر اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

نہ آنے دیجو انہیں لاش پر خدا کے لئے ؛ نماز پڑھنے کو آئینگے بددعا کے لئے

پھر عترتِ رسول ؐ میں سے آنحضرت ؐ کی تین لڑکیوں ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب کو اولا رسول ؐ سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین و ہتک عترتِ رسول ؐ ہے۔

حضرت علی المرتضےٰ رضؓ۔ فاطمۃ الزہرا رضؓ حسنین رضؓ سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادعا ہے لیکن ان کی توہین و ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرو حضرت علی ؑ کو گالی گلوچ دے لینا جائز کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص۴۸۳ میں ہے۔

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ عَلٰی مِنْبَرِ الْکُوْفَۃِ اَیُّھَا النَّاسُ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی سَبِّیْ فَسُبُّوْنِیْ (حضرت علی رضؓ نے کوفہ میں ممبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ لوگو تمہیں میری سب و شت کی طرف بلایا جائیگا پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا) واہ چہ خوش! ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت کرے۔ جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔ سہ

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا ؛ تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

پھر حضرت علی ؑ کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لیکر ان کی ہجو ملیح و ہتک صریح کرتے ہیں۔

حضرت علی رضؓ کی ہجو ملیح

طفولیت کا معجزہ۔ شیعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضؓ ابھی شیر خوار بچے تھے۔ کہ مکّہ میں

سلہ حاشیہ ص۱۵۱ پرانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں "اگر میت سنی یا خلاف مذہب ہو" لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسرے تحفۃ العوام میں جو تازہ مطبع نولکشور میں طبع ہوا ہے۔ اس میں یوں لکھا ہے" اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو الخ ص۲۱۶) مطلب دونوں عبارتوں کا ایک ہے کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں یہ لوگ معاذ اللہ دشمن اہل بیت سمجھتے ہیں۔ یہ نوٹ لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی ہے۔ کہ پرانے مطبع کی کتاب نہ ملنے کی وجہ سے یہ لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ تحفۃ العوام ص۱۲۷ میں یہ عبا

کہاں لکھی ہے؟ فافہم ۱۲

یک اژدہا نمودار ہوا جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار الشت لمبے۔ منہ بیس گز چوڑا۔ اور گہرائی میں غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے۔ اژدہا سیدھا حضرت علیؓ کی طرف آیا۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون کا دریا جاری ہو گیا اژدہے کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے۔ آٹھ سو آدمیوں نے بمشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا اور جناب امیرؑ کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا۔ (فضائل مرتضوی ص ۲۱/۲۲)

دوسرا معجزہ۔ خیبر کی لڑائی میں یہودیوں کی طرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت علیؓ کے مقابل آیا۔ آپ نے جو تلوار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں سے اتر کر گاؤ زمین تک پہنچی۔ چاہتی زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبرئیلؑ نے پر نیچے بچھائے جو کٹ کر پرے جا پڑے ؎

زین کو جلا کے پشت فرس پر کیا گزر ؛ دو کر کے زین خاک پہ آئی وہ شعلہ ور
سیماب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر ؛ پہنچی زمین سے گاؤ زمین پر بکر و فر
بیٹھی تو پاس پیک خدائے جلیل کے
اٹھی تو کاٹتی ہوئی پر جبرئیلؑ کے (فضائل مرتضوی ص ۳۵)

ایسا ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں پھر اس کے مقابلہ میں جب آپ سے تفریط سے کام لیکر آپکی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی ہتک صریح

حضرات شیعہ جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو بدلتے ہیں۔ تو شجاعت مآب کو ایسا نکما اور بزدل بنا دیتے ہیں۔ کہ مخالفین آپ کو گلے میں رسی ڈالکر بیعت ابوبکرؓ کے لئے گھسیٹ لے جاتے ہیں۔ اور معاذ اللہ خاتون جنت کے شکم محترم پر دروازہ گرا کر محسنؓ شہید کر دینے کی روایات بیان کرکے توہین عترت رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۱۵۲ میں ہے

پس اشقیاء نے آنحضرت کے گلے مبارک جناب امیرؑ میں رسی ڈالکر مسجد میں لیے اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہؑ کا شکستہ ہوگیا۔ اور سوج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؑ سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور اُن اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہانتک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہؓ کے تھا۔ اور حضرت رسولؐ نے اس کا نام محسن رکھا تھا، شہید کیا۔

اب جائے غور ہے۔ اس سے زیادہ توہین عترت رسولؐ کیا ہوسکتی ہے؟ کہ اصحاب رسولؐ کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں۔ جو حضرت علیؓ اور خاتون جنت کی نہایت درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے؟ کہ اگر اصحاب رسولؐ خاتون جنت جگر گوشۂ رسولؐ کی یوں ہتک کرتے۔ تو کوئی ایک متنفس بھی ان کی بیعت اختیار کرتا۔ اور جناب امیرؓ خاتون جنت کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ کس کی جرأت تھی۔ کہ شیر خدا کی گردن میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر لے جائے۔ اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جس قدر دشمنی اہل بیتؓ کرتے ہیں۔ ایسا خارجی بھی جرأت نہیں کر سکتے۔ ؎

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی ۔ کیوں امن دین کی اڑاتے ہو دھجیاں

حضرت علیؓ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضےٰؓ نے شیعہ وسنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرما دیا ہے چنانچہ نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۹۹ میں ہے۔

سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ
مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ
الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْاِنْسَانِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ اَلَا مَنْ دَعَا اِلٰى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِيْ هٰذِهٖ (دو فریق میرے بارہ میں ہلاک ہو جائینگے۔ محبت و دوستی میں افراط (غلو) کرنے والا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے۔ اور دشمن دشمنی میں افراط کرنیوالا کہ اس کو یہ عناد حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارہ میں وہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ۔ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ۔ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونیوالی بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں۔ ان کو قتل کر دو۔ اگرچہ وہ میری اس دستار کے نیچے ہوں)

جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنت والجماعت پر مہر کر دی ہے۔ اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے کیونکہ رافضی محبت مفرط ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام اور دیگر ائمہ کو مثل انبیا معصوم سمجھتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزمان کا ہم پلہ سمجھتے ہیں۔ رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے آئیگی)

اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں۔ جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم ما کان وما یکون ان کو حاصل ہونا۔ اشیاء کے حلال و حرام کرنے کا اختیار۔ موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں۔ جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب امیر علیہ السلام یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خوارج جو جناب امیر علیہ السلام سے اس درجہ کا بغض رکھتے ہیں۔ کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی مردود ازلی ہیں۔ ہاں فقط اوسط۔ میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ جو جناب امیر علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوی والوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیر علیہ السلام

مذہب حق ہے۔

دوم جناب امیر علیہ السلام نے کھلے الفاظ میں فرمادیا ہے۔ کہ مذہب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سواد اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلّم الثبوت ہے۔ کہ روافض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنت والجماعۃ آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سواد اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہل سنّت رکھتا ہے۔ اس کے حسب فیصلہ جناب امیر علیہ السلام یہی لوگ اہل حق ہیں۔ اور خدائے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ اور اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جناب امیر علیہ السلام شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کیسے ہی محبّان علیؓ کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالتصریح فرمادیا ہے۔ کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے۔ وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہو یعنی مدّعی حبِّ علیؓ کا دعویدار ہو۔

امید ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنّی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی فطرت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے۔ وہ ایسی روشن دلائل سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ؎

گلیم بخت کسی را کہ بافتند سیاہ ❊ بآبِ کوثر و زمزم سفید نتواں کرد

ائمہ اہل بیت کی توہین

جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنّت سے روافض کے سلوک کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہل بیت سے بھی شیعیان علیؓ نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسنؓ

جناب امیر علیہ السلام کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں۔ کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور و ستم کی جس قدر شکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہیں۔

(۱) جلاء العیون اردو ص۴۹۲ میں ہے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں۔ پس سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا معاذ اللہ یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوہ کر دیا اور اسباب امام حسنؓ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرتؓ کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا دوش مبارک سے اُتار لی۔

(۲) جلاء العیون ص۲۷۶۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لیے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل وعیال میں امین ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل وعیال و عزیز قریب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ کو دیدیں۔

(۳) اسی کتاب کے ص۲۷۸ میں ہے۔ شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن لیلےٰ کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اے ذلیل کنندۂ مومنان

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعان علیؓ نے ان کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے کیا حسن سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیرؓ کو معاذ اللہ کافر کہا بلوہ کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ مال لُوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلےٰ کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ پھر ایک مخلص نے آپ کو ذلیل کنندۂ مومنان کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔

متاخرین شیعہ

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ کسی شہدے اوباش کی طرف منسوب کی جائیں۔ تو وہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دے۔

چنانچہ متاخرین شیعہ کا سرگروہ ملّا باقر مجلسی امام ممدوح کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔ جلاء العیون اردو ص [illegible] میں ہے۔ روایت ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؑ مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا سبب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ بوئے خوش استشمام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیّہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب سے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا تم بنی ہاشم میں ایک خصلت بد یہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی۔ اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دی گئی ہے۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ زن امویّہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لاحول ولا قوۃ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو اوباش لوگ بھی کرنے سے شرماتے ہیں۔ اور پاک لوگوں کے ذمے ایسا افترا کہ وہ سر مجلس اجنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سونگھتی ہیں۔ اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ مقدّس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کمینہ حملہ کر سکتے ہیں۔ کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے۔ کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ اکبر ایسے نادان دوستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

دیکھئے۔ تو شیعہ صاحبان جو بھنگ نوشوں کی مجلس میں دارے پر بیٹھ کر آپس میں یاوہ گوئی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی قیاس کرتے ہیں۔ شرم۔ شرم توبہ۔ توبہ ناعاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؑ کی پاک ذات پر کیسا پاجیانہ حملہ کیا ہے۔ کہ وہ سر اجلاس ایسی بدتہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے جو ہوا پرست۔ بے تمیز مشٹنڈے تخلیہ میں بیٹھ کر باہم ایسی فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو امام شیعہ حضرات تو انبیاء کو بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کیا کرتے چنانچہ ہمچ حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد ۱ ص۳ میں رقمطراز ہیں۔ و بسند معتبر حضرت امام رضا منقول است کہ از اخلاق پیغمبران است خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن و بسیار جماع کردن و بسیار زنان داشتن (ترجمہ۔ امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں۔ اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا خوشبو لگاتے رہنا۔ بہت جماع کرنا۔ اور بہت عورتیں رکھنا۔)

لاحول ولا قوۃ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے شیعو! ہوش کرو مخالفین اسلام تمہاری یہ روایات دیکھ کر شانِ انبیاء و ائمہ میں کیا کہینگے؟ افسوس است

بے فروشت خلقم آمد بے اصول ؛ شرم باید از خدا و از رسولؐ

قاتلانِ امام حسینؑ شیعہ تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیجکر امام علیہ السلام کو منگوایا۔ پہلے حضرت امام مسلمؑ کو معہ خورد سال بچوں کے شہید کیا۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو انہی شیعہ حضرات نے نہایت بیدردی سے قتل کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد ۲ ص ۲۷۹ میں تصریح ہے۔

پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھیں۔ کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔ (اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئیگی)

قاتلان امیر علیہ السلام شیعہ تھے

اسی طرح امیر المومنین علی المرتضےؑ بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علیؓ کا مرکز تھا۔ ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۲۲۲ میں درج ہے :۔

علی ابن ابیطالب پے کنندہ ناقہ صالح کے ہاتھ سے اس شہر میں جہاں ہجرت کریگا

وہاں شہید ہوگا - اور وہ شہر علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا محل و مسکن ہوگا ابن ملجم قاتل جناب امیر علیہ السلام شیعہ تھا - جس نے آنجناب سے بمنّت و خوشامد بیعت کی تھی - اور اپنے عہد و پیمان پر قسمیں کھائی تھیں چنانچہ کتاب مذکور کے جلد ا ص ۱۱ میں ہے -

"شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے - کہ جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی - اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا - کہ حضرت سے بیعت کرے - حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی - یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا - اور مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی - جب اس نے پیٹھ پھیری - حضرت نے پھر اسے بلوایا - اور قسمیں دیں - کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا - اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے"۔

ان کوفیوں نے کیسی دغا دی امیر کو   بنکر مرید قتل کیا اپنے پیر کو
بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں   پر بڑھ گئے ہیں رافضی شر و فساد میں
مسلم کو بھی شہید کیا کر کے میہمان   مظلوم کو نہ ایک بھی شیعہ نے دی اماں
پھر کر دیا شہید جناب حسینؑ کو   ابن علیؓ رسولؐ کے اس نور عین کو
یہ ظلم کر کے کرتے ہیں ماتم امام کا   بتلاؤ کون بانی تھا اس قتل عام کا
بلوایا کس نے آپ کو لکھکر مراسلات   پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ و فرات
بھوکے پیاسے مار دیئے اہل بیت سب   بنکر مرید پیر پہ ڈھایا تھا یہ غضب
قاتل جناب کے بھی روافض ہیں آہ آہ   اس پر کتابیں شیعہ کی ہیں سربسر گواہ
ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے   ہیں بانی یہ گویا مرید اس شہید کے
اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب   رونے میں پیٹنے میں نہ ہرگز ہے کچھ ثواب
صابر کو ملتا اجر ہے رب العباد سے   چھوڑے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے
کرنے سے جزع و فزع کے ہوتا ہو بس گناہ   اس مسئلہ پر سارے ائمہ بھی ہیں گواہ
مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیرؔ   کینہ حسد سے اپنا مگر صاف ہے ضمیر

حضرت امام محمد باقرؒ و جعفر صادقؒ علیہما السلام

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہا سے زیادہ عنایت ہے - بلکہ وہ اپنے مذہب

کی ذات پر مدار ہی حضرت امام صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان نے لگائے ہیں بسنکر تعجب آتا ہے۔

(۱) امام محمد باقر کی نسبت شیعہ کی ایک معتبر کتاب حدیث من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص۱ میں لکھا ہے:-

"دَخَلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ الْخَلَاءَ فَوَجَدَ لُقْمَةَ خُبْزٍ فِی الْقَذَرِ فَاَخَذَهَا وَ غَسَلَهَا وَ دَفَعَهَا اِلٰی مَمْلُوْکٍ کَانَ مَعَهٗ فَقَالَ تَکُوْنُ مَعَکَ لِاٰکُلَهَا اِذَا خَرَجْتُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوْکِ اَیْنَ اللُّقْمَةُ قَالَ اَکَلْتُهَا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

(ترجمہ:- امام محمد باقر بیت الخلاء (پاخانہ) میں داخل ہوئے۔ تو وہاں ایک روٹی کا ٹکڑا گوہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھو لیا۔ اور اپنے غلام کے حوالہ کیا۔ کہ اسے محفوظ رکھنا جب میں باہر نکلونگا۔ اسے کھاؤنگا۔ جب آپ باہر نکلے نوکر سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا۔ حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔ کیونکہ تو ٹکڑا کے کھانے کی وجہ سے جنتی ہو گیا۔ اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے)

دیکھئے! یہ کیسا الزام و اتہام ہے۔ کہ آپ گوہ سے ملوث ٹکڑا کو دھو کر کھا لینا جائز نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھتے۔ کہ کھانے سے جنت مل جاتی ہے بھائی جنت تو پاک ہے پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے؟

(۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ کہ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ جنت ایسی ارزاں ہو گئی۔ کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے مل جاتی ہے۔ بہرحال امام ہمام کی طرف ایسی روایت منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی ازحد توہین ہے۔

(۴) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَدْخُلِ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِئْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ یَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَنْ اَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰی بَدَنِهٖ اَلْقَی الْمِئْزَرَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًی لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اِنَّکَ لَتُوْصِیْنَا بِالْمِئْزَرِ وَ لُزُوْمِهٖ وَ قَدْ اَلْقَیْتَهٗ عَنْ نَفْسِکَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّ النُّوْرَةَ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ۔ فروع کافی جلد ۲ ص۹)

یہ - امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے - کہ جو خدا اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے و حمام میں تہ بند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے - ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے تھے - تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگا لیا - جب چونہ لگا چکے - تو تہ بند کھول کر پھینک دیا لام نے عرض کی - میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں - آپ تو ہمیں تہ بند باندھنے کا ہی حکم دیا کرتے تھے - اور آج آپ نے تہ بند اتار کر پھینک دیا ہے - تو فرمانے لگے تجھے معلوم نہیں ہے - کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے)

توبہ توبہ! ائمہ پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے - کہ لوگوں کو تو تہ بند باندھے حمام داخل ہونے کا حکم دیتے تھے - اور خود شرمگاہ کو چونہ لگا کر تہ بند پھینک اپنے غلام سامنے ننگ دھڑنگ کھڑے ہو گئے - اور اس فعل کے معترض ہونے پر یہ جواب صواب دیا - کہ چونہ لگا لینا ستر عورت کے لئے کافی ہے - کیا ایسی حرکت بھی کوئی باحیا دمی کر سکتا ہے ؟ ایسی بیہودہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی ہتک کی جاتی ہے - ستغفر اللہ! ایک اور سنئے -

(۲) فروع کافی جلد ۲ ص میں ہے - عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِیْ قَالَ الْعَوْرَۃُ عَوْرَتَانِ قُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ فَمَسْتُوْرٌ بِالْاَلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ بَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی فَاَمَّا الدُّبُرُ قَدْ سَتَرَتْہُ الْاَلْیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْہُ بِیَدِكَ (ترجمہ:- امام ابو الحسن ماضی فرماتے ہیں - کہ شرمگاہیں صرف دو ہیں اگلی اور پچھلی - پچھلی تو خود چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے - صرف اگلی کو ڈھانپ لو - اور دوسری روایت میں ہے - کہ اگلی کو فقط ہاتھ سے چھپا لو بس ستر عورت ہو گیا)

لاحول ولا قوۃ - اماماں پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے - کوئی باحیا شخص ایسا کر دے نہیں سکتا - کہ انسان الف ننگا ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے -

(۳) اسی فروع کافی جلد ۲ ص میں ہے : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلنَّظَرُ اِلٰی عَوْرَۃِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ اِلٰی عَوْرَۃِ الْحِمَارِ - جمہ :- امام صادق علیہ السلام نے فرمایا - کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے)

واہ چہ خوش! حضرات شیعہ اپنے ائمہ عظام کی طرف کیسے عجیب مسائل منسوب کرتے ہیں کہ مسلمان مرد و عورت کی شرمگاہ تو چونہ سے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد و عورت کی شرمگاہ دیکھا کرو۔ جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

نگاہِ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقانِ کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشت نمونہ از خروار درج کئے جاتے ہیں۔

مسائل شیعہ جو ائمہ اہل بیت کیطرف منسوب کئی گئی ہیں

پہلا مسئلہ۔ یہ ہے۔ کہ خدا تعالے کو بداء ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں۔ اسیوجہ سے اس کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ہو جاتی اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔

یہ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص۸۴ میں مستقل باب ہی بداء کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدَاءِ

(۲) عَنْ مَالِكٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ الْاَجْرِ مَا فَتَرُوْا عَنِ الْكَلَامِ فِيْهِ۔

(۳) عَنْ مُرَازِمِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَا تَنَبَّأَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُقِرَّ لِلّٰهِ بِخَمْسٍ بِالْبَدَاءِ وَالْمَشِيَّةِ وَالسُّجُوْدِ وَالْعُبُوْدِيَّةِ وَالطَّاعَةِ۔

(ترجمہ (۱) زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق ؑ سے روایت کی ہے۔ کہ خدا کی عبادت بداء کے برابر کسی چیز میں نہیں ہے (۲) مالک جہنی کہتے ہیں۔ کہ امام صادق ؑ نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں کتنا ثواب ہے۔ تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرازم بن حکیم راوی ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا۔ کسی نبی کو نبوت نہیں ملی۔ جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء، اور مشیت اور سجدہ۔

عبودیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے بداء کا ضروری مسئلہ ہونا۔ اس کا ثواب عظیم۔ اعلیٰ عبادت میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس سے متعلق ہمیں پہلے کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ بَدَا لَہٗ اَیْ ظَھَرَ لَہٗ مَا لَمْ یَظْھَرْ (فلاں شخص کو بداء ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی۔ جو پہلے معلوم نہ تھی۔

بداء کی مثالیں

شیعہ کی کتابوں میں بداء کے واقعات بہت مذکور ہیں۔ ذیل میں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادقؑ نے بتایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند بیٹے اسمٰعیل کو امامت کے لئے نامزد کیا ہے۔ لیکن بعد میں فرمایا کہ بجائے اسمٰعیل کے موسےٰ کاظم کو خدا نے امام بنایا ہے۔ جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ جَعَلَ اِسْمٰعِیْلَ اَلْقَائِمَ مَقَامَہٗ بَعْدَہٗ فَظَھَرَ مِنْ اِسْمٰعِیْلَ مَا لَمْ یَرْتَضِہٖ فَجَعَلَ قَائِمَ مَقَامِہٖ مُوْسٰی فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ بَدَا لِلّٰہِ فِیْ اِسْمٰعِیْلَ مَا بَدَا لِلّٰہِ فِیْ شَیْءٍ کَمَا بَدَا لَہٗ فِیْ اِسْمٰعِیْلَ ابْنِیْ (ترجمہ:۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے اسمٰعیل کو اپنا قائمقام اپنے پیچھے بنایا پھر اسمٰعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسیٰ کاظم کو اپنا قائمقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو امامؑ نے فرمایا اسمٰعیل کے متعلق خدا کو بداء ہوا۔ اور خدا کو کبھی پہلے ایسا بداء نہیں ہوا۔ جیسا میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارہ میں)

دوسرا واقعہ۔ امام علی نقیؑ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا۔ کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائیگا۔ جب وہ فوت ہو گئے۔ تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلنی پڑی۔ پھر حسن عسکری امام ہو گئے۔ یہ واقعہ اصول کافی ص۲۰۸ میں یوں ہے عَنْ اَبِیْ ھَاشِمِ الْجَعْفَرِیِّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰی ابْنُہٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَاِنِّیْ لَاُفَکِّرُ فِیْ نَفْسِیْ اُرِیْدُ اَنْ اَقُوْلَ کَاَنَّھُمَا اَعْنِیْ اَبَا جَعْفَرٍ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِیْ ھٰذَا الْوَقْتِ کَاَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِنَّ قِصَّتَھُمَا کَقِصَّتِھِمَا اِذْ

كَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ۔ المُرْجَا بَعْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا اللّٰهُ فِيْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ تُعْرَفُ لَهٗ كَمَا بَدَا اللّٰهُ فِيْ مُوْسٰى بَعْدَ مَضٰى اِسْمٰعِيْلَ مَا كَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَهُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَاِنْ كَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ ابْنِيَ الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِيْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ وَمَعَهٗ اٰلَةُ الْاِمَامَةِ (ترجمہ:- ابوہاشم جعفری سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں ابوالحسن (امام نقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا جبکہ ان کے بیٹے ابوجعفر (محمدؒ) فوت ہوگئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ محمدؒ اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دونوں کی طرح ہے۔ اچانک امام نقی میری طرف متوجہ ہوگئے۔ ابھی میں بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا۔ اے ابوہاشم خدا کو ابومحمدؒ یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمدؒ کے بعد بداء ہوا۔ جو بات معلوم نہ تھی۔ وہ معلوم ہوگئی جیسا کہ خدا کو دربارہ موسیٰ کاظم اسمٰعیل کے بعد بداء ہوا تھا جس سے اصل حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابومحمدؒ (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے۔ اور نیز اس کے پاس آلۂ امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بداء کے ماننے سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کرلیا ہے چنانچہ مولوی دلدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الاصول صفحہ ۳۱۹ میں تحریر کیا ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّ الْبَدَاءَ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَقُوْلَ بِهٖ اَحَدٌ لِاَنَّهٗ يَلْزَمُ اَنْ يَتَّصِفَ الْبَارِيْ تَعَالٰى بِالْجَهْلِ كَمَا لَا يَخْفٰى (جاننا چاہیے۔ کہ بداء کا قائل ہونا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے)

اگر متاخرین شیعہ میں سے مولوی دلدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہل سنت نے شرمندہ کیا۔ تو یہ کہنے لگے۔ کہ بداء کا قائل ہونا نہ چاہیے۔ لیکن شیعہ مولوی دلدار علی کو مانیں۔ یا

حاشیہ صفحہ ۱۷۰ سے۔ عجیب ہے حسب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کی پیشانی پر آیہ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھی ہوتی ہے۔ نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ لفافے سربمہر ائمہ کے نام بنام لکھ دیئے تھے جو جبرائیل درگاہ الٰہی سے لائے تھے۔ پھر حضرت امام کو مغالطہ کیسے لگا۔ اسمٰعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہونگے۔ ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوگی۔ اور لفافہ بھی ان کے نام کا موجود ہوگا۔ پھر بھی ان کی شناخت نہ ہوئی۔ مگر اعلان کرنا پڑا کہ اسمٰعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم امام ہوں گے۔ یا للعجب

اصول کافی جیسی مستند اور مصدقہ امام مہدیؑ کتاب حدیث کا اعتبار کریں۔ شیعہ بدا کے ماننے پر مجبور ہیں۔ ؎ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم۔ نعوذ باللہ جب حضرات شیعہ خدا کے بدا کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بنا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت ؎

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اُن کی ؛ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی ص [illegible] میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلتَّقِیَّۃُ مِنْ دِیْنِیْ وَدِیْنِ اٰبَائِیْ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ (امام محمد باقرؑ نے فرمایا۔ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے)

نیز اصول کافی ص [illegible] میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا اَبَا عُمَرَ اِنَّ تِسْعَۃَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّۃِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو عمر نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بےدین ہے)

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین۔ ایمان (تقیہ) چیز کیا ہے؟ سو واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلافِ حق (جھوٹ) بات کہنا اور حق کا اخفا کرنا۔ جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

اصول کافی ص [illegible] میں ہے: عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلتَّقِیَّۃُ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قُلْتُ وَمِنْ دِیْنِ اللّٰہِ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ[1] اَیَّتُہَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ وَاللّٰہِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا وَلَقَدْ قَالَ اِبْرَاہِیْمُ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَاللّٰہِ مَا کَانَ سَقِیْمًا (ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے؟ امامؑ نے فرمایا ہاں خدا کے دین سے ہے۔ یوسفؑ

---

[1] یہ غلط ہے کہ یوسفؑ نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُہَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ ترجمہ۔ کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ قافلہ والو تم چور ہو۔ شیعہ کی قرآن دانی پر افسوس ہے کہ یہ بات حضرت یوسفؑ کی طرف منسوب کر دی۔ کیا کریں معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہو تو اس کو پڑھیں اور معانی سمجھیں۔ ایسا ہی ابراہیمؑ کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں ہرگز جھوٹ نہ تھا۔ بلکہ صادق الایمان شخص کفار کے نرغے میں آ جائے۔ اس کا دل سخت مغموم ہو جاتا ہے۔ صحبت ناجنس سے بڑھ کر بیماری کیا ہوگی۔ تو آپ کا کہنا کہ میں بیمار ہوں امر واقع تھا جھوٹ نہ تھا۔ مگر شیعہ کی سمجھ کو کیا کہا جائے؟

نے کہا اے قافلہ والو تم چور ہو بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیمؑ نے کہا میں بیمار ہوں بخدا وہ بیمار نہ تھے)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں جیسا کہ معاذ اللہ یوسفؑ اور ابراہیمؑ جھوٹ بولے۔ کہ قافلہ والوں نے کوئی سرقہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اور ابراہیمؑ تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۳ میں ہے:-

و در چند حدیث معتبر دیگر فرمود کہ تقیہ ہیچ کس بہ تقیہ اصحاب کہف نمی رسد بدرستیکہ ایشاں زنار می بستند و بعید گاہ مشرکان حاضر میشدند پس خدا ثواب ایشاں را مضاعف گردانید۔

(ترجمہ۔ دوسری احادیث معتبر میں ہے کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ جنجو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے) اور خدا نے ان کا ثواب دو چند کر دیا ہے)

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے۔ کہ مسلمان ہو کر جنجو پہن لیتے۔ اور مشرک بنکر کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ الغرض اللہ! شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں۔ اولیاؤں۔ اماموں کو تقیہ یا جھوٹ کہنے والا کہنے میں تامل کیا کریں۔ مگر نہیں۔ ان کی دست ستم سے نہ امام بچا ہے نہ ولی نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علامہ حائری لکھے گئے ہیں میرے سامنے ہے۔ اس میں بعنوان جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا۔ اس اصول جس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ کیونکہ جس طرح صدر اسلام میں رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۹ انصار واعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا جناب امیر علیہ السلام نے بھی قلت[2] انصار و اعوان

---

[1] رسول خدا اور تقیہ۔ خدا کیلئے غور کرو۔ رسول پاک نے ہر چند کفار کی طرف سے اذیتیں اٹھائیں ہر قسم کی تکالیف کا سامنا ہوا۔ اظہار حق اور اعلان کلمہ توحید سے نہ رکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلاد کفار میں ہوگئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہوگئی۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا؟

[2] قلت اعوان و انصار کا عذر فضول ہے جن کے شامل حال نصرت الٰہی ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعوان کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ ساری خدائی ایک طرف فضل الٰہی ایک طرف۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لیوا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ رسول پاک کے پاس کونسی فوج تھی؟ جب آپ نے ابتداء میں کفار کے سامنے کلمہ الحق توحید کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیر علیہ السلام جیسا کہ نہج البلاغہ میں لکھا ہے۔ سارے جہان کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور حکومت بھی ان کے اختیار میں تھی۔ پھر تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلعم کی شجاعت و قوت جرأت پر کوئی حرف نہیں وارد ہوتا۔ تو لازماً نفس رسول (علی) پر جو کسی طرح پیغمبر سے کسی صفت میں بھی زیادہ نہ تھے۔ کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید برآں جناب امیرؑ نے بھی محض حفاظت اسلام کے لئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے۔ تو صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا۔ پس علیؑ نے بنا بر احادیث معتبرہ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں وہ زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر آپ کو بیعت ثلثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ بیعت کے مقابلہ میں ذوالفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے۔ اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کیلئے وہ مجبور[1] کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی باعتراف اکابر علماء اہلسنت علیؑ نے سیرت[2] ثلثہ پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا۔ اور آپ نے دوران خلافت میں اصحاب ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیار کیا۔

مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجدان مذہب شیعہ نے جب یہ دیکھا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے خطبات اور ائمہ اہلبیت کے اقوال سے اصحاب ثلثہ کی تعریف بیحد پائی جاتی ہے۔ اور نیز جناب امیر علیہ السلام عہد خلافت اصحاب ثلاثہ میں ان سے شیر و شکر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر باتدبیر رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنائم سے حصہ لیتے رہے۔ اور ماہانہ وظائف نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح یقین کیا جائے۔ کہ اصحاب ثلاثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے

---

[1] شیعہ کی کتب معتبرہ اصول و فروع کافی۔ جلاء العیون۔ حملہ حیدری میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے گلے میں رسی ڈالکر بیعت کے لئے ابوبکرؓ کے پاس لیگئے۔ اور آپ نے مجبوراً بیعت کی۔ کیا یہ سب روایات جھوٹی ہیں؟ حائری کے پاس اس کے خلاف کونسی روایت معتبر موجود ہے۔

[2] فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۹ میں تصریح ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں۔ تو لوگ مجھ سے متنفر ہو جائینگے۔ اس لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ کیا جناب امیر علیہ السلام سچے ہیں یا سید علی حائری۔ اس کی تفصیل اپنے موقعہ پر آئیگی۔

مسئلہ تقیہ ایجاد کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت کا تقیہ تھا۔ جو بیحد فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کی دس اجزا میں سے ۹ اجزا تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تقیہ ہی تھا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیہ کافی ہے۔ یہاں تک کہدیا۔ کہ ائمہ اہلبیت نے فرمادیا ہے۔ کہ دین حق ظاہر کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کیلئے ہوتا ہے۔ اصول کافی ص۴۸۵ میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا:۔

يَا سُلَيْمَانُ اِنَّكُمْ عَلٰى دِيْنٍ مَنْ كَتَمَهٗ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَذَاعَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰهُ (اے سلیمان تمہارا (شیعہ کا) ایسا مذہب ہے کہ جو اسکو چھپائے خدا اس کو عزت دیوے۔ اور جو اسکو ظاہر کرے خدا اسکو ذلیل کرے)۔

دوسری جگہ اسی کتاب کے ص۵۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَّلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَاءً (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کردے۔ گویا اس نے ہمیں عمداً قتل کردیا۔ نہ خطاءً)

نیز کتاب مذکور کے ص۱۵۵ میں ہے کہ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا حَدِيْثَنَا سَلَبَهُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ (صادقؑ نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کردے۔ خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے)

ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ حدیثیں یار لوگوں کی گھڑت ہیں۔ ورنہ ائمہ دین ایسا کیوں کہیں۔ کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الٰہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودیٔ خدا ہے۔ اور کہ ائمہ کی حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کردینا ایسا ہے جیسا ان کو عمداً قتل کردینا۔ ہاں یہ درست ہے کہ روافض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے۔ اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد اور امن عامہ میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب روافض ہرگز ہرگز مذہب اہلبیت نہیں ہوسکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات المومنین (ازواج رسولؐ) کو گالیاں دینا ان کو لعنت و تبرا بھیجنا جائز بلکہ و داخل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے سے کہیں چھپتا خلاف بغض و حسد امت کی ماؤں سے + انہیں تم آب کوثر تشہیر و دم شوہیں سکتا

تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک معقول اعجوبہ روزگار ہوتا ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کہ فاعل و مفعول صرف اسی قدر عمل بجالانے سے کلید جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ ص۲۷۱ میں ہے۔ فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ عذاب نہ کیا جائیگا وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کرے۔

(۲) برہان المتعہ مولفہ سید ابوالقاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ امپیریل پریس لاہور کے ص۲ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْہُ سَبْعِیْنَ مَلَکًا یَسْتَغْفِرُوْنَ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعی شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں) ایسا ہی منہج الصادقین ص۴۹۲ میں ہے۔ (۳) قَالَ النَّبِیُّ صلعم مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً اَمِنَ سُخْطَ اللّٰہِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ حُشِرَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ زَاحَمَنِیْ فِی الْجِنَانِ (نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے خدا کے قہر سے نجات ملے۔ جو دو مرتبہ کرے اس کا حشر پاک لوگوں (پیغمبروں۔ اماموں۔ ولیوں) کے ساتھ ہوگا۔ جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)

(۴) قَالَ النَّبِیُّ صلعم مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً عُتِقَ ثُلُثُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ عُتِقَ ثُلُثَاہُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ کُلُّہٗ مِنَ النَّارِ۔ (رسول نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث اور جو تین مرتبہ متعہ کرے اس کا تمام

بدن آتشِ دوزخ سے آزاد ہوجاتا ہے)

(۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ عَلِیٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَتِیْ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسنؓ کا پائے۔ جو دو دفعہ متعہ کرے تو امام حسینؓ کا درجہ حاصل ہو۔ تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؓ کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ متعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم رتبہ ہو جائے) ایسا ہی شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین ص۳۵۶ میں ہے۔

سبحان اللہ شیعہ مذہب میں متعہ مبارک کی کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز۔ روزہ۔ نہ حج وزکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے۔ کہ حسب روایت نمبر ۱ عمر بھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹکٹ مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متعہ جیسا کار ثواب کر لے عذاب دوزخ سے نجات مل جائے اور حسب روایت نمبر ۲ متعہ کنندہ جب غسل جنابت کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو بے تعداد قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک اس نیک مرد متعہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ بموجب روایت نمبر ۳۔ ایک دفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الٰہی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ یہ عمل کرنے سے حشر مع الابرار (صدیقین۔ شہداء۔ انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ تیسری دفعہ عمل متعہ بجا لانے سے تو جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے جو نبی آخر الزمان کے لئے مخصوص ہے۔ بفحوائے روایت نمبر ۴۔ ایک دفعہ متعہ کرنے سے بدن کی ایک تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔

بمنطوق روایت نمبر ۵۔ متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسنؓ کا دو مرتبہ کرنے سے امام حسینؓ کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؓ کا اور چار دفعہ متعہ کرنے سے رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج وزکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت جن میں بدنی ومالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں بس چار دفعہ کار ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔ ہم خرما وہم ثواب۔ حظ نفس بھی حاصل ہو اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ علیؓ۔ رسولؐ پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعیم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ بیہودہ روایات جو ائمہ دین کی طرف

منسوب کی جاتی ہیں۔ فی الواقعہ ان کے ہی اقوال ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے۔ اور وہ جنّت الفردوس کا مالک بنجائے اور اماموں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاہِہِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ایسے اقوال کا ائمہ اہل بیتؑ کی طرف منسوب کرنا عترت الرسولؐ کی بہت بڑی ہتک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

افسوس ہے۔ کہ متعہ جیسا حیا کش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کرکے دامنِ اسلام پر ایک بدنما دھبہ لگاتا ہے۔ ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتایئے اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

متعہ کیا چیز ہے؟

متعہ فی الحقیقت زناہ ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف ساری وہی ہیں۔ کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں تعداد بھی متعین نہیں جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کر سکتا ہے جیسا زناہ میں خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے ایسا ہی متعہ میں بھی ہے۔ پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسی طرح ممتوعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرت متعہ۔ بازاری عورتوں کے لئے اُجرت خرچی چار آٹھ آنہ یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن ممتوعہ عورت کی اُجرت (خرچی) حسب روایات کتب شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۲ میں ہے عَنِ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَدْنٰی مَا یُتَزَوَّجُ بِہِ الْمُتْعَۃُ قَالَ کَفٌّ مِّنْ بُرٍّ (راوی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ متعہ کی کم درجہ اجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گیہوں۔

دوسری روایت اسی کتاب کے اسی صـ میں ہے عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰی مَہْرِ الْمُتْعَۃِ مَا ہُوَ قَالَ کَفٌّ مِّنْ طَعَامٍ دَقِیْقٍ اَوْ سَوِیْقٍ اَوْ تَمْرٍ۔ (ابو بصیر کہتا ہے۔ میں نے صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ متعہ میں ادنےٰ مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستو یا کھجور)

بے تعداد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ میں عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے۔ ممانعت نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الْمُتْعَۃِ اَھِیَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِیْنَ (فروع کافی جلد ۲ صـ ۱۹۱) (ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام متعہ کے بارہ میں دریافت کی گئی۔ کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا۔ بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے)

عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْیَنٍ قَالَ مَا یَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَۃِ قَالَ کَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا۔ کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جتنا جی چاہے)

ایک عورت سے بار بار متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق مغلظہ دیجائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ لیکن متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے

عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ جُعِلْتُ فِدَاکَ الرَّجُلُ یَتَزَوَّجُ الْمُتْعَۃَ وَیَنْقَضِیْ شَرْطُھَا ثُمَّ یَتَزَوَّجُھَا رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰی بَانَتْ مِنْہُ ثُمَّ یَتَزَوَّجُھَا الْاَوَّلُ حَتّٰی بَانَتْ مِنْہُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثَۃَ اَزْوَاجٍ یَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ یَّتَزَوَّجَھَا قَالَ نَعَمْ کَمْ شَاءَ لَیْسَ ھٰذِہٖ مِثْلُ الْحُرَّۃِ ھٰذِہٖ مُسْتَاجَرَۃٌ وَھِیَ بِمَنْزِلَۃِ الْاِمَاءِ (زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے۔ اور اس کی شرط پوری ہو جانے پر دوسرا شخص اس سے متعہ کر لے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے۔ پھر پہلا اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کر چکی ہو۔ کیا پہلا شخص پھر اس سے متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ جی چاہے متعہ کیا کرے۔ یہ آزاد اور اصیل عورت نہیں بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے۔)

متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے کہ ایک عورت سے ایک رات میں دس بیس آدمی ملکر متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں۔ اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کی حیض بند ہو چکی ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز ہو

چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔ وَاَمَّا ثَانِیًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهٗ اِلٰی اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ یَّتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُوْنَ لَیْلَةً وَّاحِدَةً مِنِ امْرَاَةٍ سَوَاءٌ کَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِمَّا خَانَ فِیْ بَعْضِ قُیُوْدِهٖ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذٰلِكَ بِالْاٰیِسَةِ لَا بِغَیْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ (ترجمہ مصنف نواقض الروافض نے جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ وہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے اشخاص ایک رات میں ملکر ایک عورت سے متعہ کریں۔ وہ حیض والی ہو یا آئسہ ہو۔ سو اس میں خیانتاً بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں۔ کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ جس کو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے حیض آتا ہو یا نہ)

بہر حال خواہ عورت آئسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعہ کرنا کتنا بڑا بیحیائی کا فعل ہے۔ جس کو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

ایک بیہودہ حکایت

دلدادگان متعہ نے بسا اوقات عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ ایسی بیہودہ حکایات سے ائمہ اہل بیت کی کہاں تک ہتک و توہین ہوتی ہے:

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں ہے۔ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَیْرٍ اللَّیْثِیُّ اِلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ فَقَالَ لَهٗ مَا تَقُوْلُ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ اَحَلَّهَا اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَعَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ فَهِیَ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَقَالَ یَا اَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ یَقُوْلُ هٰذَا وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَنَهٰی عَنْهَا فَقَالَ وَاِنْ کَانَ فَعَلَ فَقَالَ اُعِیْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنْ تُحِلَّ شَیْئًا حَرَّمَهٗ عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهٗ فَاَنْتَ عَلٰی قَوْلِ صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلٰی قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فَهَلُمَّ اُلَاعِنْكَ اَنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَیْرٍ فَقَالَ اَیَسُرُّكَ اَنَّ نِسَاءَكَ وَبَنَاتِكَ وَاَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ یَفْعَلْنَ قَالَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ حِیْنَ ذَکَرَ نِسَاءَهٗ وَبَنَاتِ عَمِّهٖ (خلاصہ ترجمہ۔ ابن عمیر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب

میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمیر نے کہا آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اسکی حرمت کا فتوٰے دیدیا ہے۔ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت حضرت عمرؓ نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔ امام باقرؑ نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر قائم رہ میں رسول اللہؐ کے قول پر کاربند ہونگا پہلی بات قول رسولؐ ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمیر نے کہا کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں۔ بہنیں۔ پھوپھیاں یہ فعل کریں۔ امام باقرؑ نے یہ بات سنکر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا)

ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے اگر امام باقرؑ معاذ اللہ متعہ کی حلّت کے اس قدر قائل تھے۔ کہ اس کو سنّت الرسولؐ اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہوگئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو۔ وہ عورتوں کے لئے باعث شرم وعار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جو ذکور کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ وبالعکس اصل سے صاف ثابت ہے۔ کہ متعہ عورت و مرد کیلئے یکساں حرام ہے۔ نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اسی کتاب میں ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریبًا ایک ہی قسم کا ہے اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

متعہ سے ممانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۲ میں ایک حدیث ہے۔ جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ فِی الْمُتْعَۃِ دَعُوْھَا اَمَا یَسْتَحْیِیْ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّرٰی فِیْ مَوْضِعِ الْعَوْرَۃِ فَیَحْمِلُ ذٰلِکَ عَلٰی صَالِحِیْ اِخْوَانِہٖ وَاَصْحَابِہٖ (مفضل کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ

دیکھے۔ اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے)

نیز اسی کتاب میں اسی صفحہ پر درج ہے۔ كَتَبَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوَالِيهِ لَا تُلِحُّوا عَلَى الْمُتْعَةِ إِنَّمَا عَلَيْكُمْ إِقَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَشْتَغِلُوا بِهَا عَنْ فُرُشِكُمْ وَحَرَائِرِكُمْ فَيَكْفُرْنَ وَيَتَبَرَّيْنَ وَيَدْعِينَ عَلَى الْآمِرِ بِذَٰلِكَ فَيَلْعَنُونَا (فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۲) ترجمہ حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا۔ کہ متعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سنّت بجا لاؤ۔ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ معطّل رہیں۔ اور پاکباز رہکر ہماری دامنگیر ہوں۔ اور ہمیں (اس وجہ سے کہ ہم نے حکم متعہ دیا ہے) لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلّی ممانعت ہے اور یہ بات کہ احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و تخالف ہے۔ کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست اور کونسا نادرست ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے۔ جسکو ہم اپنے موقعہ پر بیان کرینگے

غرض متعہ جیسا مخرّب اخلاق حیا سوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بندگانِ نفس و ہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے ؎

مطلب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو تو مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

چوتھا مسئلہ۔ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلّم ہے۔ کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث قطب۔ ولی امام ہو۔ لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص۵۴ میں ہے "اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیرؑ اور دیگر تمام ائمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں"۔

پانچواں مسئلہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہ خدا کی زبان، منہ۔ آنکھ۔ ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی) ہیں۔ اصول کافی ص۸۳ میں ہے: عَنْ أَسْوَدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَنْشَأَ يَقُولُ ابْتِدَاءً مِنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أَسْأَلَهُ نَحْنُ حُجَّةُ اللَّهِ وَنَحْنُ بَابُ اللَّهِ وَنَحْنُ لِسَانُ اللَّهِ وَنَحْنُ وَجْهُ اللَّهِ وَنَحْنُ عَيْنُ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَنَحْنُ وُلَاةُ أَمْرِ اللَّهِ فِي عِبَادِهِ (سعد بن سعید کہتا ہے۔

ہیں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے کہ میں نے دریافت کیا ہو۔ ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا کا منہ اور خدا کی آنکھیں اس کی مخلوق میں ہیں اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں)

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِیْ هَاشِمُ بْنُ اَبِیْ عَمَّارٍ الْجَنْبِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُ اَنَا عَیْنُ اللّٰهِ وَاَنَا یَدُ اللّٰهِ وَاَنَا بَابُ اللّٰهِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے میں نے امیر المومنینؑ سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں)

چھٹا مسئلہ۔ اگرچہ اسلام کا یہ مسلم عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق سے افضل ہیں لیکن شیعہ اس کے خلاف حضرت علیؑ کو رسول کے ہم رتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ یَا سُلَیْمَانُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُؤْخَذُ بِهٖ وَمَا نَهٰى عَنْهُ یُنْتَهٰى عَنْهُ جَرٰى لَهٗ مِنَ الْفَضْلِ مَا جَرٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (صادقؑ نے فرمایا اے سلیمان جو امیر المومنین حکم دیں یا جس سے منع کریں۔ اس سے باز رہو علیؑ کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسولؐ کو ہے)

پھر اسی صفحہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا قَسِیْمُ اللّٰهِ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِیْسَمِ وَلَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جَمِیْعُ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحُ بِمِثْلِ مَا اَقَرَّتْ لِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حُمِلْتُ عَلٰى مِثْلِ حَمُوْلَتِهٖ وَهِیَ اللّٰهِ وَهِیَ حَمُوْلَةُ الرَّبِّ وَاِنَّ مُحَمَّدًا یُدْعٰى وَیُکْسٰى وَیُسْتَنْطَقُ وَاُدْعٰى فَاُکْسٰى وَاُسْتَنْطَقُ فَاَنْطِقُ عَلٰى حَدِّ مَنْطِقِهٖ وَلَقَدْ اُعْطِیْتُ خِصَالًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ عُلِّمْتُ عِلْمَ الْمَنَایَا وَالْبَلَایَا وَالْاَنْسَابِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ فَلَمْ یَفُتْنِیْ مَا سَبَقَنِیْ وَلَمْ یَعْزُبْ عَنِّیْ مَا غَابَ عَنِّیْ اُبَشِّرُ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کُلَّ ذٰلِكَ مَکَّنَنِیَ اللّٰهُ فِیْهِ بِاِذْنِهٖ (ترجمہ۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں میں فاروق اعظم ہوں۔ اور صاحب عصا و میسم ہوں تمام ملائک و روح نے اسی طرح میرا اقرار کیا جیسا کہ رسولؐ کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا جو رسولؐ کی سواری منجانب اللہ تھی محمد (صلعم) بلائے جائینگے اور پوشاک پہنائے جائینگے۔ اور کلام کئے جائینگے۔ اسی طرح میں بھی پکارا جاؤنگا۔ اور پوشاک پہنایا

جاؤنگا - اور بلایا جاؤنگا - اور کلام کرونگا - رسولؐ کی کلام کی طرح میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں - مجھے موتوں مصیبتوں نسبوں فیصلہ حق کے علوم دیئے گئے ہیں - پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں - اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں - میں خدا کے حکم سے بشارت دونگا - اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کر دونگا - ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دیدیا ہے ۔)

ان روایات سے ثابت ہے - کہ فضیلت میں رسولؐ اور علیؓ میں کچھ فرق نہیں ہے پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے - کہ جملہ فضائل رسولؐ علیؓ کو حاصل ہیں - دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے - کہ جو خصوصیات رسول اکرمؐ کی ہیں - ان سب میں علیؓ ان کے شریک ہیں - بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسولؐ سے بھی علیؓ کا نمبر فائق ہو گیا ہے ۔

بحار الانوار جلد ۹ ص۱۱۵ میں ہے - ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں - کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا - اے علیؓ تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں - کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں ہیں - اوّل یہ کہ فاطمہؓ جیسی تمہاری بیوی ہے حالانکہ اس جیسی میرے لئے نہیں ہے - اور تمہارے نطفہ سے تمہارے دو بیٹے ہیں - کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں - اور خدیجہؓ جیسی تمہاری ساس ہیں - ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے - اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے - حالانکہ ایسا میرا کوئی خسر نہیں ہے - اور جعفرؓ جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں - حالانکہ ان جیسا میرا کوئی نسبی نہیں ہے - اور فاطمہ بنت ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں - ان جیسی میری والدہ نہیں ہے ۔

ساتواں مسئلہ - یہ مانا ہوا مسئلہ ہے - کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک) ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے - کہ آنحضرتؐ کو ائمہ طاہرین سے ملکر بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے چنانچہ حق الیقین اردو ص۹۶ میں ہے - "حدیث میں

ف سبحان اللہ اثبات فضیلت علیؓ کے لئے موجدانِ مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استدلال قائم کیا ہے - اس منطق کے رو سے تو ایک رعیت کا ادنےٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے - یوں کہکر کہ ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے - لیکن آپ کا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے - یا ایک زندیق شان الٰہی میں یوں کہدے کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالیہ اور وحدہٗ لا شریک ہے - لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے - اس لئے نعوذ باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں - ع

ہر شے میں رائے شیعہ باضطراب ہے - جو بات کی خدا کی قسم لاجواب ہے -

اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت بھی تمام ائمہ طاہرین کے ساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں یا تمام روحوں کے قبض کرتے ہیں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور ان یاران سے جن کی عقل ضعیف ہے۔ اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا۔ کہ میں بحکم خدا زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہوں"۔

آٹھواں مسئلہ۔ موت وحیات ائمہ کے اختیار میں۔

یہ مسلّم امر ہے۔ کہ موت وحیات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ ائمہ اہلبیت کو موت وحیات پر کلّی اختیار تھا۔ چاہے مریں یا نہ مریں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵۸ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔ بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ فَاِنَّہُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِیَارٍ مِّنْہُمْ (باب ہے اس کا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور موت ان کے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیُّ اِمَامٍ لَا یَعْلَمُ مَا یُصِیْبُہٗ وَاِلٰی مَا یَصِیْرُ فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِحُجَّۃٍ لِلّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ (ابوبصیر کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچیگی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں ہو سکتا)

نواں مسئلہ۔ یہ مسئلہ بھی مسلّم ہے۔ کہ علم ما کان وما یکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے۔ بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاَنَّہٗ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِمْ شَیْءٌ (باب اس کا کہ آئمہ کو علم ما کان وما یکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے۔

کتاب مذکور کے ص۱۶۰ میں ہے۔ سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا فِی الْجَنَّۃِ وَاَعْلَمُ مَا فِی النَّارِ وَاَعْلَمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (امام صادق نے فرمایا۔ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے میں وہ سب کچھ جانتا ہوں۔ اور گذشتہ وآئندہ کل واقعات دنیا کا بھی مجھے علم ہے)

دسواں مسئلہ۔ آسمان وزمین وما فیہا جناب امیرؑ کے تابع حکم۔

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و ما فیہما سب کچھ ہے۔ چنانچہ حق الیقین ص ۳۶۶ میں ہے۔ میں صاحب عصا و میسم ہوں۔ میں وہ ہوں[1] کہ خدا نے ابر و زلزلوں اور رعدوں اور برقوں کو اور تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریا اور ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت کا ہادی ہوں۔

گیارھواں مسئلہ۔ میت پر بد دعا۔

ایک مشہور کہاوت ہے۔ "مرے ہوئے کو مارے شاہ مدار"۔ مرے ہوئے شخص سے کسی کو بغض باقی نہیں رہتا۔ ہر ایک شخص کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لیے دعا خیر کرتا ہے لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطن ہیں۔ کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سنی ہو۔ تو اس کے جنازہ میں کھڑے ہو کر بجائے دعا کے بد دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بروایت تحفۃ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ ائمہ طاہرین کے ذمے بھی الزام عاید کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فروع کافی ص ۹۹ جلد ۱ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یَمْشِیْ فَلَقِیَہٗ مَوْلًی لَّہٗ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْنَ تَذْھَبُ یَا فُلَانُ قَالَ فَقَالَ لَہٗ مَوْلَاہُ اَفِرُّ مِنْ جَنَازَۃِ ھٰذَا الْمُنَافِقِ اَنْ اُصَلِّیَ عَلَیْھَا فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُنْظُرْ اَنْ تَقُوْمَ عَلٰی یَمِیْنِیْ فَمَا سَمِعْتَنِیْ اَقُوْلُ فَقُلْ مِثْلَہٗ فَلَمَّا اَنْ کَبَّرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا عَبْدَكَ اَلْفَ لَعْنَۃٍ مُؤْتَلِفَۃٍ غَیْرَ مُخْتَلِفَۃٍ اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِیْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَاَصْلِہٖ حَرَّ نَارِكَ وَاَذِقْہُ اَشَدَّ عَذَابِكَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَتَوَلّٰی اَعْدَاءَكَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَاءَكَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّكَ (ترجمہ۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا۔ حضرت امام حسینؑ جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کا غلام راستہ

---

[1] تو پھر خلفاء ثلٰثہ کے مقابلہ قلت اعوان و انصار کا عذر درست نہ ہوا۔ جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ اور دریا اور رعد و برق بلکہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو ثلاثہ کے مقابلہ سے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو حکم دیتے دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا۔ اور رعد و برق کو اشارہ کر دیتے ان کے مکانوں میں ان کو جلا کر بھسم کر دیتے۔ مہاجرین و انصار کے در بدر حسنینؑ کو ساتھ لیے امداد حاصل کرنے کیلئے پھرنے کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس۔ شیعہ صاحبان ایسی خلاف عقل باتیں لکھ کر جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ اور صفات مختصہ باری میں جناب امیرؑ و ائمہ کو شریک گردانتے ہیں۔

میں مل گیا۔ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟ غلام نے کہا۔ اس منافق کے جنازہ سے بھاگتا ہوں اس پر نماز پڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا۔ دیکھ میری داہنی جانب کھڑا ہو جانا اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا جب تکبیر ہوئی۔ امام حسینؑ نے یوں کہا۔ الٰہی تو اپنے فلاں بندے پر ہزار ہزار لعنتیں کر جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں۔ الٰہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر اور آگ کی گرمی میں تپا۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا۔ کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور تیرے نبیؐ کی اہلبیت کا دشمن تھا)

جائے غور ہے کہ حضرت امام حسینؓ جیسے بے رو و ریا شخص کو جس نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹوا دیا۔ ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی جس کی وجہ سے حاضرینِ جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑا پکّا اور سچّا مسلمان تھا۔ کہ اس کے جنازہ میں امام حسینؓ جیسے برگزیدہ امام بہ نفسِ نفیس تشریف لائے اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی۔ غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا۔ کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دی یا بددعا کرتے رہے۔

دوم۔ نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتا ہے۔ اگر جناب امامؑ کو اس کمبخت میت کیلئے بددعا کرنا ہی منظور تھی۔ تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا مقام کی بددعا، تو گھر بیٹھے ہی تیر بہدف تھی۔

دیکھئے! کیسی کیسی بیہودہ روایات گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمّے اتہام لگاتے ہیں بھلا جس شخص کے نانا رسولؐ پاک کی یہ شان ہو۔ کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں۔ تو اس کے لئے طلب مغفرۃ کریں۔ حتّیٰ کہ ربّ العزّۃ فرمائے۔ کہ اگر ستّر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے استغفار کی گئی۔ تو بھی یہ بخشا نہ جائیگا۔ قربان جائیں اس نبیؐ رؤف و رحیم کے کہ آپ فرمانے لگے میں اکثر دفعہ استغفار کرونگا۔ شاید یہ بخشا جائے۔ پھر امام حسینؓ اپنے جدّ امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں۔ کہ میّت کے جنازہ پر دعا کرنے کیلئے مدعو ہوں۔ اور اُلٹے بددعا کرنے لگیں استغفر اللہ

بارھواں مسئلہ۔ امام ران سے نکلتے ہیں۔

قرآن گواہ ہے کہ تولّد ہر ایک انسان کا ماں کی رحم سے ہوتا ہے۔ آیۃ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ امامؑ رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ چنانچہ حق الیقین صفحہ ۱۴۲ میں ہے" دوسری روایت کے مطابق حضرت

نے فرمایا۔ کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پہلو میں رہتا ہے۔ اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں۔ اور خدا نے چرک و نجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔"

تیرھواں مسئلہ۔ خنزیر کے بال و چمڑہ۔ وغیرہ

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال پشم۔ چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالکر پینا۔ وضو کرنا حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) فروع کافی جلد ۱ ص ۳ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنِ الْحَبْلِ یَکُوْنُ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِیْرِ یُسْتَقٰی بِهِ الْمَاءُ مِنَ الْبِئْرِ هَلْ یُتَوَضَّاُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَاْسَ (ترجمہ۔ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ خنزیر کے بالوں کی رسی سے کنوئیں سے پانی نکالکر اس سے وضو کیا جا سکتا ہے آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے)

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ ص ۱۳ میں ہے۔ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ فَشَعْرُ الْخِنْزِیْرِ یُعْمَلُ حَبْلًا وَیُسْتَقٰی بِهٖ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یُشْرَبُ مِنْهَا اَوْ یُتَوَضَّاُ مِنْهَا قَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ وَزَادَ فِیْهِ عَلِیُّ بْنُ عُقْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ رِبَاطٍ قَالَ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ کُلُّهٗ ذَکِیٌّ۔ (راوی کہتا ہے۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے جس سے پانی پیا جائے یا وضو کیا جائے۔ کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن رباط نے یہ ایزاد کیا ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہیں)

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ ص ۸ میں ہے۔ سُئِلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقِیْلَ لَهُمَا اِنَّا نَشْتَرِیْ ثِیَابًا یُصِیْبُهَا الْخَمْرُ وَوَدَكُ الْخِنْزِیْرِ عِنْدَ حَاکَتِهَا اَنُصَلِّیْ فِیْهَا قَبْلَ اَنْ نَغْسِلَهَا فَقَالَا نَعَمْ لَا بَاْسَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ اَکْلَهٗ وَشُرْبَهٗ وَلَمْ یُحَرِّمْ لُبْسَهٗ وَمَسَّهٗ وَالصَّلٰوةَ فِیْهَا (ترجمہ: ۔ امام محمد باقرؑ اور جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں۔ کہ ان کو خنزیر کی

چربی اور شراب لگا ہوتا ہے۔ کیا ان کو تحقیق کر دھوئے بغیر نماز ان میں پڑھی جا سکتی ہے انہوں نے کہا ہاں بیشک خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے لوث کپڑے کا پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے۔ (خوب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو یا شراب سے آلودہ ہو۔ اس کو خوشی سے استعمال کرو۔ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ۔ مذی۔ ودی

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے۔ وہ پلید ناقض الوضو ہے لیکن شیعہ مذہب میں مذی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ نماز فاسد ہوتی ہے۔ اگرچہ ایڑیوں تک بہ کر چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی بھی حاجت نہیں ہے چنانچہ فروع کافی جلد ا ص ۱۲ میں ہے۔ عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان سال من ذکرک شیء من مذی او ودی وانت فی الصلوٰۃ فلا تغسلہ ولا تقطع الصلوٰۃ ولا تنقض لہ الوضوء وان بلغ عقبیک فانما ذلک بمنزلۃ النخامۃ (ترجمہ: امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو۔ تو اس کو مت دھو۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو اگرچہ بہکر تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی)

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۲ میں ہے کان امیر المؤمنین علیہ السلام لا یری فی المذی وضوءا ولا غسل ما اصاب منہ۔ وروی ان المذی والودی بمنزلۃ البصاق والمخاط فلا یغسل منہما الثوب ولا الاحلیل (ترجمہ: امیر المؤمنین ؑ مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جس کو مذی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے۔ کہ مذی اور ودی تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں۔ پس جس کپڑے کو لگ جائیں۔ اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں ہے)

واہ شیعہ پاک مذہب کا کیا کہنا۔ منہ ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا۔ جیسے منہ ناک سے رطوبت نکلی ہوئی پاک ہے۔ ویسا ہی اس ناپاک عضو مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت

بھی پاک ہے۔ سو کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔

پندرھواں مسئلہ (کنوئیں میں کُتّا)

کتا نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارا نہ نکلے پاک نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ مذہب میں ہے کہ کتا مرغی بلی چوہا وغیرہ کی طرح پانی میں جائے۔ تو صرف پانچ ڈول نکالو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص۲ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْفَارَۃِ وَالسِّنَّوْرِ وَالدَّجَاجَۃِ وَالطَّیْرِ وَالْکَلْبِ قَالَ مَا لَمْ یَتَفَسَّخْ اَوْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُ الْمَاءِ فَیَکْفِیْکَ خَمْسُ دِلَاءٍ (ترجمہ: صادق علیہ سے چوہا۔ بلی۔ مرغی۔ پنچھی۔ کتے کی بابت دریافت کیا۔ (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا اگر سوج نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدلے۔ تو پانچ ڈول نکالدینا کافی ہیں)

سولھواں مسئلہ۔ (کنوئیں میں گوہ)

شیعہ مذہب کے رُو سے کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول نکالنا کافی ہیں۔ اور گل جائے تو چالیس ڈول۔ من لایحضرہ الفقیہ ص۵ میں ہے۔ مَتٰی وَقَعَ فِی الْبِئْرِ عَذِرَۃٌ اُسْتُقِیَ مِنْھَا عَشْرَۃُ دِلَاءٍ فَاِنْ ذَابَتْ فِیْھَا اُسْتُقِیَ مِنْھَا اَرْبَعُوْنَ دَلْوًا اِلٰی خَمْسِیْنَ دَلْوًا۔ (ترجمہ: جب کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول پانی کے نکالے جائیں۔ اور گل جائے تو چالیس سے پچاس تک نکالدیں)

سترھواں مسئلہ۔ کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے۔ گوہ گیلا ہو یا خشک تو کچھ حرج نہیں ہے۔ وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ مذکور میں ہے۔ وَاِنْ وَقَعَ فِی الْبِئْرِ زَنْبِیْلٌ مِّنْ عَذِرَۃٍ رَطْبَۃٍ اَوْ یَابِسَۃٍ اَوْ زَنْبِیْلٌ مِّنْ سِرْقِیْنٍ فَلَا بَاْسَ بِالْوُضُوْءِ مِنْھَا وَلَا یُنْزَحُ مِنْھَا شَیْءٌ (ترجمہ کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گیلا ہو یا خشک زنبیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے۔ کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارواں مسئلہ۔ نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے۔ عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو۔ تو وہ تالی پیٹے یا رانوں پر ہاتھ مارے من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یُرِیْدُ الْحَاجَۃَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ وَالْمَرْاَۃُ اِذَا اَرَادَتِ الْحَاجَۃَ تُصَفِّقُ

(امام صادق نے فرمایا۔ نمازی مرد نماز میں ہو۔ اور کسی بات کی حاجت ہو۔ تو ہاتھ سے اشارہ کرکے مانگ لے۔ اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو۔ تو وہ تالی بجائے)

انیسواں مسئلہ۔ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا (فروع کافی جلد ۲ ص [illegible] میں ہے۔ وَقَعَ الْفَارَةُ اَوِ الْكَلْبُ فِي السَّمْنِ وَالزَّيْتِ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ حَيًّا لَا بَاْسَ بِاَكْلِهِ (ترجمہ: چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے ہی نکل جائیں۔ اس گھی وغیرہ کو کھایا جا سکتا ہے۔ کچھ حرج نہیں۔)

بیسواں مسئلہ۔ گوشت کی دیگ پکائی جائے۔ اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل پڑے شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھا لو (کتاب مذکور ص [illegible] میں ہے قِدْرٌ طُبِخَتْ فَاِذَا فِيْهِ فَارَةٌ يُهْرَاقُ مَرَقُهَا وَيُؤْكَلُ لَحْمُهَا بَعْدَ اَنْ يُغْسَلَ (ترجمہ دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو۔ تو شوربا پھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے)

اکیسواں مسئلہ۔ ایک پانی کا پرنالہ دوسرا پیشاب کا جاری ہو آپس میں مل جائیں۔ تو کپڑا یا اور چیز جس کو وہ پانی لگ جائے پلید نہیں ہوتے (فروع کافی جلد ۱ ص [illegible] عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ اَنَّ مِيْزَابَيْنِ سَالَا اَحَدُهُمَا مِيْزَابُ بَوْلٍ وَالْاٰخَرُ مِيْزَابُ مَاءٍ فَاخْتَلَطَا ثُمَّ اَصَابَكَ مَا كَانَ بِهِ بَاْسٌ (ترجمہ: ۔ صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دو پرنالے جاری ہوں۔ ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور وہ دونوں اکٹھے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ تیرے بدن (یا کپڑے) سے لگ جائے۔ اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

بائیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں جنب شخص کھا پی سکتا ہے۔ قراۃ قرآن و ذکر اذکار بھی کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۲۶ میں ہے۔ عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجُنُبِ يَاْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيَقْرَاُ قَالَ نَعَمْ يَاْكُلُ وَيَشْرَبُ وَيَقْرَاُ وَيَذْكُرُ اللّٰهَ مَا شَاءَ (ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کیا جنب شخص کھا پی سکتا ہے اور قرآن پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے کہا ہاں کھائے پیئے قرآن پڑھے جس قدر ذکر اذکار کرنا چاہے کرے)

تئیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ میں ہے

عن یونس بن یعقوب قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الجنازۃ أصلي علیہا علی غیر وضوء فقال نعم انما ھو تکبیر و تسبیح و تحمید الخ (یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ہاں جنازہ صرف تکبیر اور تسبیح اور حمد و ثنا ہے)

چوبیسواں مسئلہ شیعہ مذہب کے رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی یا جورو کی بیٹی سے زنا کرے۔ عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۵۱ میں ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام انہ قال فی رجل زنا بام امرأتہ او بابنتہا او باختہا فقال لا یحرم ذلک علیہ امرأتہ (امام باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا۔ کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زناہ کرے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔

پچیسواں مسئلہ۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زناہ کرے۔ تو وہ مزنیہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہو جاتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۵۲ میں ہے۔ قال قال ابو جعفر صلوات اللہ علیہ ان زنا رجل بامرأۃ ابیہ او جاریۃ ابیہ فان ذلک لا یحرمہا علی زوجہا ولا یحرم الجاریۃ علی سیدہا (زرارہ کہتا ہے۔ امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی جورو یا لونڈی سے زناہ کرے۔ تو وہ عورت مزنیہ اس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی)

چھبیسواں مسئلہ۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث استبصار ص ۱۳۰ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلاف وضع فطری حرکت کرنا جائز ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲ ص ۱۳۱ میں یوں لکھی ہے۔ عن حماد بن عثمان قال سألت ابا عبد اللہ او اخبرنی من سألہ عن الرجل یأتی المرأۃ فی ذلک الموضع وفی البیت جماعۃ فقال لی ورفع صوتہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ من کلف مملوکہ ما لا یطیق فلیعنہ ثم نظر فی وجوہ اھل البیت ثم اصغی الی فقال لا بأس بہ (ترجمہ۔ حماد بن عثمان روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام صادق سے دریافت کیا۔ کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے

بلند آواز سے فرمایا۔ کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھکر خدمت لینی جائز نہیں۔ بلکہ اسے فروخت کر دینا چاہیے۔ (غرض یہ تھی۔ کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ دیکھکر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا۔ کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام علانیہ طور پر یہ مسئلہ بتانے سے شرماتے تھے۔ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالکر راوی کے کان میں کہدیا۔ کہ ہاں اس فعل میں کچھ حرج نہیں ہے۔

فروع کافی جلد ۲ ص ۲۴۳ میں ہے۔ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنْ مَّوَالِيكَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ هَابَكَ وَاسْتَحْيٰ مِنْكَ اَنْ يَّسْئَلَكَ قَالَ وَمَا هُوَ قُلْتُ اَلرَّجُلُ يَاْتِيْ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا قَالَ ذٰلِكَ لَهٗ قُلْتُ فَاَنْتَ تَفْعَلُ قَالَ اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ (ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا۔ کہ مرد اپنی عورت کی مقعد میں دخول کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے (خود را فضیحت دیگرانرا نصیحت)

ستائیسواں مسئلہ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا۔ چومنا جائز ہے فروع کافی جلد ۲ ص ۲۴۷ میں ہے۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَنِ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ فَرْجَ امْرَاَتِهٖ قَالَ لَا بَاْسَ (ترجمہ: علی بن جعفر سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام ابوالحسن ؑ سے دریافت کیا۔ کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو چوم سکتا ہے؟ آپ نے کہا۔ کچھ حرج نہیں ہے۔

اٹھائیسواں مسئلہ۔ اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی مضائقہ ندارد۔ اسی کتاب کے صفحہ میں ہے۔ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلٰى امْرَاَتِهٖ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ قَالَ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ وَهَلِ اللَّذَّةُ اِلَّا ذٰلِكَ (ترجمہ:۔ اسحاق بن عمار نے صادق ؑ سے دریافت کیا۔ کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ بحالت برہنگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضائقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے)

حاشا وکلا ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیاکش مسائل منسوب کرنا ان کی نہایت درجہ کی توہین ہے

ایسی باتیں تو شہوانی مزاج تماشبین بھی کرتے سے شرماتے ہیں۔

اُنتیسواں مسئلہ۔ عاریۃ الفرج (شرمگاہ دوسرے کو عاریتاً دیدینا) بھی جائز لکھا ہے۔ استبصار جلد ۲ ص۷۵ میں ہے۔ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ عَارِیَۃِ الْفُرُوْجِ قَالَ لَا بَأْسَ بِہٖ (امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفرج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مضائقہ نہیں) استغفر اللہ۔

تیسواں مسئلہ۔ جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک ایسا مسئلہ منسوب کیا گیا ہے جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت اکیلی جنگل میں جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا۔ اس شرط پر پانی دیتا ہوں کہ مجھ سے ہم بستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا۔ عورت امیر المومنین عمرؓ کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا۔ عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا پس یہ نکاح ہوگیا۔ چلو چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۸ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ اِلٰی عُمَرَ فَقَالَتْ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَطَهِّرْنِیْ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُرْجَمَ فَاُخْبِرَ بِذٰلِکَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَقَالَ کَیْفَ زَنَیْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِیَۃِ فَاَصَابَنِیْ عَطَشٌ شَدِیْدٌ فَاسْتَسْقَیْتُ اَعْرَابِیًّا فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ اِلَّا اَنْ اُمَکِّنَہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَلَمَّا اَجْهَدَنِی الْعَطَشُ وَخِفْتُ عَلٰی نَفْسِیْ فَاَمْکَنْتُہٗ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ تَزْوِیْجٌ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ (صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیر علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زنا کیا ہے؟ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا مجھ سے ہم بستری کرے تو پانی دونگا۔ جب پیاس نے مجھے بیتاب کیا اور مر جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہوگیا۔ جائے غور ہے کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروّج تھا ہی۔ اس روایت پر عمل کیا جائے۔ تو زنا کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے

ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا۔ وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی۔ وہاں بھوک ستاتی ہے۔ پھر دونوں طریق والے نکاح ہو گیا۔ زنا نہ رہا۔ تعجب ہے کہ ارکانِ نکاح دو گواہ و ایجاب و قبول سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی۔ اس کی کانشنس نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ سمجھتی تھی۔ کہ میں نے خلافِ شرع جرم زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ خوفِ عقبیٰ سے دربارِ شریعت میں گئی۔ تاکہ سزا ہو کر عفوِ جرم ہو۔ امیر علیہ السلام نے حکم دے دیا۔ سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ کس قدر بہتان امیر علیہ السلام پر ہے۔ مخالف اسلام یہ واقعہ سُن لے۔ تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعیانِ علیؓ ہیں۔ جو آپ کو یوں مطعون کرتے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ؎ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کسی نے سچ کہا ہے ؎ دشمنِ دانا بہ از نادانِ دوست۔

اکتیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں ہے۔ کہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور مرد جماع کرنا چاہے۔ تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہیے۔ تحفۃ العوام صفحہ ۲۱۰ میں ہے "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو"۔ اللہ رے بے شرمی۔

بتیسواں مسئلہ۔ لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کے رو سے لڑکیوں کو بھی ختنہ کرنا چاہیے۔ فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ فِی الرِّجَالِ وَمَکْرُمَۃٌ فِی النِّسَاءِ (ترجمہ۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ختنہ لڑکوں میں تو سنت ہے اور عورتوں میں باعثِ فضیلت ہے) ایسا ہی حق الیقین اردو صفحہ ۸۶ میں ہے۔ "ختنہ کا حکم سنت واجب ہے پسر کے لئے۔ اور دختر کیلئے شوہر کے نزدیک اس کی قدر و منزلت کا باعث ہے"۔ واہ چہ خوش۔

تینتیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب کے رو سے خصی مرد سے عورتوں کو ستر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ بَزِیْعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ قِنَاعِ الْحَرَائِرِ مِنَ الْخِصْیَانِ فَقَالَ کَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلٰی بَنَاتِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَا یَتَقَنَّعْنَ قُلْتُ فَکَانُوْا

---

[1] ایسا ہی فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ میں ہے۔

احراراً قال لا قلتُ فالاحرار یتقنّع منهم قال لا (ترجمہ: محمد بن اسمٰعیل کہتا ہے میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کیا اصیل عورتوں کو خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہئے۔ آپ نے کہا خصی مرد امام ابوالحسنؑ کی لڑکیوں کے سامنے ہوا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کیا وہ مرد اصیل تھے؟ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اصیل خصی مرد سے پردہ کرنا چاہئے۔ کہا نہیں)

چونتیسواں مسئلہ جلق (مشت زنی) کرنے میں کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص [illegible] میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتُہ عن الدلک قال ناکح نفسہ لا شیء علیہ (ترجمہ۔ امام جعفر صادقؑ سے دربارہ جلق (مشت زنی) دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا اپنے وجود سے فعل . . . . کرتا ہے۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے)

پینتیسواں مسئلہ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ ص ۲۵ میں لکھا ہے۔ جو شخص محرم عورتوں۔ ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کرے۔ اس کو زناہ نہیں کہتے۔ بلکہ من وجہ یہ فعل حلال ہے۔ جو اولاد پیدا ہو۔ اس کو اولاد زناہ کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے۔ وہ قابل سزا ہے۔ ملخص عبارت یوں ہے۔ الذی یتزوج ذوات المحارم التی ذکر اللہ عز وجل تحریمہا فی القرآن من الامہات والبنات الی آخر الآیة کل ذلک حلال من جہة التزویج ولا یکون اولادہم من ہذا الوجہ جلد الحد لانہ مولود بالتزویج رشدة (ترجمہ: جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں بیٹیوں وغیرہ سے تا آخر آیة تک ذکر ہے نکاح کرے یہ سب حلال ہیں۔ نکاح کی جہت سے اور ان کی اولاد اس وجہ سے اولاد زناہ نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں تہمت دے کہ وہ ولد الزناء ہیں) اس کو سزا تازیانہ دی جائیگی۔ کیونکہ وہ نکاح صحیح سے پیدا ہوئے ہیں نعوذ باللہ شیعہ کے مسائل کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے ؎

جلا نک الخطار بجل راہی ؎ لعمری انت اذکی الاذکیاء

چھتیسواں مسئلہ شیعہ کے نزدیک سنی مسلمان کتے اور ولد الزناء سے بھی برا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ ص [illegible] میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا تغتسل من البئر التی یجتمع فیہا غسالة الحمام فان فیہا غسالة ولد الزنا وہو لا

يُطَهِّرُ إِلَى سَبْعَةِ آبَاءٍ وَفِيهَا غُسَالَةُ النَّاصِبِ وَهُوَ شَرُّهُمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَهْوَنَ مِنَ الْكَلْبِ وَإِنَّ النَّاصِبَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْكَلْبِ (ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جس میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولدالزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولدالزنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ناصبی[1] (سنی) کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے اور وہ ناصبی (سنی) ولدالزنا اور کتے سے بھی بدتر ہے۔ خدا نے تمام مخلوق سے برا کتے کو بنایا ہے۔ اور ناصبی (سنی) کتے سے بھی برا ہے)

دیکھو شیعہ صاحبان سنیوں کو کتے اور ولدالزنا سے بھی برا سمجھتے ہیں پھر اگر سنی ان سے برتاؤ کریں۔ تو ان سے بڑھکر کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

سینتیسواں مسئلہ شیعہ کے عقیدہ کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا داخل ثواب ہے۔ چنانچہ پہلے بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز حق الیقین صفحہ ۵۱۹ میں ہے۔ "اور ہمارا اعتقاد اس برات (تبرا) میں یہ ہے۔ کہ بیزاری طلب کرنا چاہئے چاروں بتوں سے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویہ اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہؓ و حفصہؓ و ہندہ و ام الحکم اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے"

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگان دین اصحاب ثلاثہ کو بت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور امہات المومنین ازواج رسول ؐ کو لعنت و تبرا دینا واجب سمجھتے ہیں۔ اور اس لعنت و تبرا میں تمام دوستداران اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک کو بھی شریک کرتے ہیں پھر اگر ہم ان کو کافر کہیں۔ تو ہمیں متعصب اور اتفاق میں خلل انداز سمجھا جاتا ہے ؎

ایک ہم ہیں کہ کریں آہ تو ہو جاتے ہیں بدنام ۔ ایک وہ ہیں کہ کریں قتل تو چرچا نہیں ہوتا

اٹھتیسواں مسئلہ شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہل بیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجنا واجب ہے

---

[1] شیعہ سنی کو ناصبی کہتے ہیں جیسے حق الیقین صفحہ ۵۲۲ میں ہے۔ ابن ادریس نے کتاب سرائر میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانتے۔ اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے ناصبی ہے۔

جنہوں نے دعوے امامت کیا چنانچہ حق الیقین صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے۔ یہ کہ ثلاثہ دشمنان آلِ بیت اور معاویہ و یزید و دیگر مخالفین اہل بیت سے بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے خلافت کا جھوٹا دعوے کیا۔ بلکہ خلفاء اسمعیلیہ اور زیدیہ سے بھی بیزاری واجب ہے کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعوے کیا۔

جائے غور ہے۔ کہ شیعیان علیؓ کے دست ستم سے اولاد علیؓ (اہل بیت) بھی نہیں بچ سکے۔ او شما تو کس شمار میں ہیں۔ ع

صوفی و زاہد ہیں دونوں تیرے غمزہ سے تباہ ؛ خانقاہ گرچہ ہے ویراں تو خرابات خراب

اوتالیسواں مسئلہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۱ میں ہے۔ کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی عبارت یہ ہے۔ "ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اُقِرَّ لَکَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ بَلٰی فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَکَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُکْرَہٌ لَکَ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِکْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ اَوْلٰی لَکَ حَقَنْتَ دَمَکَ وَلَمْ یَنْقُصْکَ ذٰلِکَ مِنْ شَرَفِکَ (ترجمہ۔ پھر یزید نے امام زین العابدینؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ اور ان کو وہی بات کہی۔ جو قریشی مرد کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا یہ تو بتاؤ۔ کہ اگر میں (تمہاری بیعت کا) اقرار نہ کروں۔ تو مجھے بھی قتل کر دیگا۔ جیسا کہ کل مرد قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدین نے کہا میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو۔ یا فروخت کرو۔ یزید نے کہا۔ تو نے اچھا کیا ہے۔ اپنی جان بچالی ہے۔ اور تیرے شان میں کچھ کمی نہیں ہوئی)

غور کرو شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت والجماعت یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل سنت کو تو اس ملعون کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں۔ کہ حضرت امام زین العابدین کی یزید ملعون سے بیعت کے قائل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت تسلیم کرنے پر موت کو ترجیح دے۔ اور امام سجاد زین العابدین جو اس امام عالی مقام کے فرزند تھے۔ جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنی اہل بیت کی جان

قربان کر دی۔ اُن سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام علیہ السلام سے استقامت میں بڑھ نکلا۔ کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی۔ لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

چالیسواں مسئلہ تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ نماز، روزہ۔ حج و زکوٰۃ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے۔ کہ بعض شیعہ نماز، روزہ۔ حج و زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں۔ تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے گویا یہ سب امور فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔

اصول کافی ص۱۸۳ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّصَلِّیْ عَمَّنْ لَا یُصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الزَّکٰوۃِ لَھَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یَّحُجُّ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَا یَحُجُّ وَلَوْ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الْحَجِّ لَھَلَکُوْا وَھُوَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَوَاللّٰہِ مَا نَزَلَتْ اِلَّا فِیْکُمْ وَلَا عَنٰی بِھَا غَیْرَکُمْ (ترجمہ:۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعوں کے طفیل بے نمازوں کو بچا لیتا ہے۔ اور اگر ہمارے سارے شیعہ بے نماز ہو جائیں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے نہ حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مدافعت نہ کرے۔ تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے غیر بالکل مراد نہیں ہیں پھر تمام شیعہ کو کیا پڑی ہے۔ کہ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کی اصالتاً تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہونگے۔ جو یہ فرائض ادا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز۔ بے روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ تعالیٰ امان دیدیگا۔

خوب۔ شیعہ صاحبان کے لئے بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں۔ جن کی بدولت بے حد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لانے والوں کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامہ اعمال میں لکھی

جاتی ہے۔ جیسا کہ متعہ جیسا کار ثواب کرنے والے ہیں (کما مرّ)

یہ بھی کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ بنارِ اسلام پانچ ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولائیت۔ مگر ان سب سے فضیلت ولائیت کو ہے۔ جیسا کہ اصول کافی صہ میں ہے۔ نیز جناب امیر علیہ السلام کی ولائیت کے قائل ہو جانے سے شیعہ صاحبان داخل جنت ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص جب سال بھر میں ایک دفعہ غم امام حسینؓ میں سینہ کوبی کر لیں۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ایسی صعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے۔ کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام پر ایک دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا۔ پھر ثقل اصغر ائمہ اہل بیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی۔ اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک مسائل منسوب کرتے ہیں۔ جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دایرۂ اسلام سے ہی خارج کر دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی پانچویں دلیل

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ اجر نہیں مانگتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں۔ کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا اتنا اجر مانگتا ہوں۔ کہ میرے قریبیوں (اہل بیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علیؓ پر کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ اگر یہی معنے تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضور علیہ السلام کے اقرباء سے دوستی رکھنا ضروری ہے۔ تو اہل سنت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ مان لو۔ جب جناب ممدوح خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہوگا۔

تو اس کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ حالانکہ آیت کا وہ معنے کریں۔ جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت پر حرف آتا ہے۔ جب حق تعالےٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے۔ تو ختم المرسلین کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی شان اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیت سے مخالف ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (کہہ دے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ نہ مجھے تکلف چاہتا ہوں)

اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو) جس کا دوسرا معنے یہ ہوگا۔ کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی و جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں بلکہ خود غرضی میں داخل ہوگا جس کا آنحضرت کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے۔

علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں مخاطب قوم کفار ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے۔ کہ کفار جبکہ جناب رسالت مآب سے دشمنی رکھتے تھے۔ تو اس حالت میں آپ ان کو کس طرح کہہ سکتے تھے۔ کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔

نیز آیت میں لفظ اَلْقُرْبٰی واقع ہے۔ ذَوِی الْقُرْبٰی نہیں۔ سو قُربیٰ کا معنے رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار اس کا معنے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

صحیح مفہوم آیت کا یہی ہے۔ کہ آپ کفار مشرکین سے کہہ دیجئے۔ کہ تم میرے ساتھ ناحق دشمنی کرتے ہو میں تم سے تبلیغ رسالت کا کچھ اجر تو نہیں مانگتا۔ یعنی اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا رشتہ دار بھی ہوں۔ اس لیے بجائے دشمنی کے تم سے محبت و مودت کی مجھے امید ہونی چاہئے پھر اس آیت کا مفہوم وہی لیا جائے۔ جو شیعہ کہتے ہیں۔ تو بھی اس میں اس امر کی کہاں تخصیص ہے۔ کہ وہ حضرت کے قرابتی یہی چار فرد علیؓ فاطمہؓ حسنینؓ ہی ہیں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت سے استدلال اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ آیت مکی ہے اور اس کے نزول کے وقت حسنینؓ ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ جناب امیر کی زوجیت میں آئی تھیں بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد کے ہیں۔

خواہ آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ کیا جائے۔

شیعہ کی چھٹی دلیل

شیعہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ پر آیت تطہیر سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ط (خدا چاہتا ہے۔ کہ اے اہل بیت تم سے رجس (ناپاکی) کو دور کردے۔ اور تم کو پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت جن میں حضرت علیؓ بھی داخل ہیں۔ معصوم تھے۔ اس لئے وہی امامت کے لائق تھے۔ غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد تمام آیات میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ پھر یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اور پیچھے ازواج کا تذکرہ ہو۔ اور درمیان میں ایک ٹکڑا اس کے خلاف حضرت علیؓ فاطمہؓ حسنینؓ کے خطاب میں آجائے۔ جو کہ بلاغت کے بالکل خلاف ہے۔ بہرحال کوئی باسمجھ اور باانصاف شخص ماقبل و مابعد دیکھ کر ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوم لفظ اہل بیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہلخانہ عورت کو کہتے ہیں۔ ہندی میں گھر والی عورت سے مراد ہوتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ نہ ہوں۔

سوم قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی بی بی حضرت سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی۔ اور انہوں نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط (کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ کو تعجب کرنا چاہئے۔ خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں اے اہل بیت تمہارے شامل حال ہوں۔ وہ حمد کیا ہوا بزرگتر ہے) اس جگہ لفظ اہل بیت سے مراد باتفاق شیعہ و سنی حضرت سارہ ہیں۔ تو پھر آیت متنازعہ میں اہل البیت سے مراد خلاف

محاورۂ قرآن غیر ازواج کیوں ہوں۔

حجت تمام۔ اہل البیت گھر والے ہی ہوتے ہیں۔ جو بیت کے لئے گھر میں ہی رہیں یہ صفت ازواج میں ہی پائی جاتی ہے۔ جس گھر میں نکاح ہوگیا۔ وہیں کی ہو رہیں۔ لیکن بیٹیاں یا لڑکے یا داماد چونکہ دوسرے گھر میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ اپنے گھر میں رہتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی نکاح کے بعد اپنے شوہر علی المرتضےٰؓ کے گھر میں چلی گئیں۔ حسینؓ کا تولد ہی دوسرے گھر میں ہوا۔ پھر رسولِ پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی ان کی بیبیاں ہی تھیں۔ اس لئے اہل بیت النبی بغیر ان کے کوئی ہو نہیں سکتا۔

اعتراض شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراض ہے۔ کہ اگر اہل البیت سے مراد نساء النبیؐ (ازواج رسولؐ) ہوتیں تو بجائے عنکم اور یطہرکم ضمائر مذکر کے عنکنّ اور یطہرکنّ ضمائر مؤنث استعمال ہوتیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ اہل البیت کے لفظ کا مصداق مؤنث (ازواج) ہیں۔ لیکن چونکہ لفظ اہل البیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمائر مذکر استعمال ہوئیں۔ جیسا کہ دوسری آیت مذکورہ میں بھی باوجود اس کے کہ خطاب حضرت سارہ (مؤنث) سے تھا لیکن بلحاظ تذکیر لفظ اہل البیت علیکم ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اہل بیت میں خود ذات اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے۔ کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے برعایت ادب و تعظیم حضور والا تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کے لئے ضمیر مذکر آجایا کرتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ فَاِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَاءَ سِوَاکُمُ۔ ایسا ہی موسیٰؑ کے قصہ میں مذکور ہے۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا (موسیٰؑ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھہر جاؤ) سو یہاں بجائے امکثی کے امکثوا ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ امید ہے کہ اسقدر جوابات سے معترض کی پوری تسلی ہو جائیگی۔

دوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ حدیث کساء سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ آیت حضرت علیؓ

فاطمہ حسنینؓ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ یعنی جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے انہیں چار بزرگواروں کو بلا کر چادر کے نیچے کر لیا۔ اور دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ (اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں پس ان سے گناہ دور کر اور ان کو پاک کر جیسا پاک کرنے کا حق ہے) اگر اہل بیت سے مراد ازواج رسولؐ تھیں۔ تو ان کو کیوں بلا کر یوں دعا کی۔

جواب

سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے۔ تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے۔ کہ آیت کا مصداق ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ السلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبت تھی۔ اس لیے چاہا کہ یہ بھی اس انعام الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے ان کو بلا کر کے دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ یہ لوگ بھی حقیقتہً نہیں تو معنےً و حکماً میرے اہل بیت میں داخل ہیں۔ ان کو بھی رجس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ چار ہی آیت کے مصداق ہوتے۔ تو الٰہی حکم آ جانے کے بعد پھر ان کے لئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جو تحصیل حاصل تھا۔

اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض فوجی ملازمین کے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا۔ کہ جن فوجیوں نے جنگ یورپ میں خدمات کی ہیں۔ ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اس قدر ماہوار وظیفہ ملا کرے گا۔ سو جن لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے۔ جب ان کو یہ انعام ملا۔ تو بعض فوجی اصحاب نے سرکار کی خدمت میں عرضیاں دیں۔ کہ حضور فلاں لڑکا میرا متبنّٰی ہے۔ جو بیٹے کے قائم مقام ہے اسکو بھی اس انعام سے حصہ ملنا چاہیے۔ چنانچہ سرکار نے ازراہ مہربانی ایسے لڑکوں کو بھی جو بطور متبنّٰی پیش کئے گئے۔ وظائف دیدیئے۔

سو ایسا ہی مانحن فیہ میں خیال کرنا چاہیے۔ کہ جب اہل بیت النبیؐ ازواج رسولؐ کے متعلق تطہیر کا انعام نازل ہوا تو حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی۔ نواسوں۔ داماد کو بھی پیش فرمایا۔ کہ یہ لوگ بھی میرے اہل بیت میں داخل ہیں ان کو بھی یہ انعام عطا ہو۔

اسی کی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہ نے رسول صلعم سے عرض کی۔ اَلَسْتُ مِنْ اَھْلِکُمْ (کیا میں اہل بیت میں داخل نہیں) آپ نے فرمایا۔ اَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ (تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے) یعنی تو حقیقی طور پر اہل بیت ہے جن سے اللہ تعالٰے نے خطاب فرمایا

[illegible]

چونکہ ام سلمہ کے لئے دعا، تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اس کو آپ نے دعا میں داخل نہ فرمایا۔

بر تقدیر تسلیم

یہ تسلیم بھی کرلیں۔ کہ آیت تطہیر کے مصداق ازواج نہیں۔ بلکہ چار اصحاب کسا ہیں۔ تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؓ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خدا چاہتا ہے۔ کہ اہل بیت تمہارے رجس (گناہ) دور کردے۔ اگر پہلے ہی سے وہ معصوم تھے۔ تو رجس کا ازالہ بے معنے ہوگا۔ جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر رب العباد کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مطلوب ہوتی۔ تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اَذْهَبَ الرِّجْسَ عَنْكُمْ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (خدا نے تم سے رجس کو دور کردیا ہے۔ اور تمہیں کلی طور پر پاک کردیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

دوم۔ اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیر علیہ السلام اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کردے اور اپنی نعمتوں کا تم پر اتمام کرے) دوسری جگہ ہے۔ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطٰنِ (اور دور کردے تم سے شر شیطان کو) سو یہ آیات اصحاب بدر (جن میں اصحاب ثلاثہ بھی داخل ہیں) کی عصمت کی بھی دلیل ہونی چاہئیں۔ ایک ہی قسم کے الفاظ دونو جگہ ہیں۔ بلکہ اصحاب کی نسبت اتمام نعمت کا مضمون مزید برآں ہے۔ اگر اصحاب بدر کی عصمت باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی۔ تو اصحاب کسا کی کیوں مانی جائے۔ بہرحال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا۔

شیعہ کی ساتویں دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (آپ کہدیں آؤ بلالیں اپنے بیٹوں اور بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنے وجودوں اور تمہارے وجودوں

کو پھر مباہلہ کریں۔ خدا کی لعنت جھوٹوں پر ہو)

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ نصارٰے نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو حضرت رسولؐ انہیں چار بزرگوں علیؓ و فاطمہؓ و حسنینؓ کو ساتھ لیکر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہؓ کی رسولؐ پاک کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؓ ہی آپ کی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے۔ کہ آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؓ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں۔ اور بس۔ نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے آیت کا مفہوم صاف یہ ہے۔ کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کے لئے نکلیں۔ مباہلہ کرنے والے بذاتِ خود اور ان کی اولاد اُن کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے درجہ اول اسلام حضور علیہ السلام اور ان کے اصحاب تھے جو کفار سے جہاد و قتال کرتے تھے اس لئے یہ سب لوگ انفسنا میں داخل تھے۔ انہوں نے اِدھر سے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا۔ درجہ دوم میں ان کی اولاد و اخلاف و ذکور و اناث۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابوحارثہ سید۔ عاقب معہ اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیعہ کا یہ کہنا کہ سوائے چار بزرگواروں کے حضور علیہ السلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا۔ یا آپ کسی کو ساتھ نہ لیگئے مضمون آیت کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام معہ علیؓ۔ فاطمہؓ حسنینؓ کے نکلے تو انفسنا۔ ابنائنا کا مضمون تو پیدا ہو سکتا ہے۔ یعنی رسولؐ علیؓ بذاتِ خود نکلے اولاد رسولؐ سے فاطمہؓ و حسنینؓ ساتھ ہوئے لیکن نسائنا کا مضمون کیونکر پیدا ہو سکتا ہے حضرت فاطمہؓ نساء الرسولؐ نہیں۔ بلکہ ابناء الرسولؐ میں داخل تھیں۔ پھر آیت کا مضمون کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ تو رسولؐ اور رسولؐ کے سواران فوج اصحاب کبار سے ہوا۔ اور وہ صرف مباہلہ کے لئے حضرت رسولؐ ان کے داماد علیؓ آپ کی دختر فاطمہؓ اور حسنینؓ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں۔ حضرت رسولؐ اور حضرت علیؓ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے۔ لیکن فاطمہؓ و حسنینؓ جو قتال و جدال کے قابل نہ تھے۔ اگر مقابلہ میں نکل کر چشم زخم بھی اٹھائیں تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی۔ جبکہ ان کے اصطفیا

کے لیے عمرؓ فاروق اور ابوبکرؓ صدیق صحیح و سلامت زندہ موجود رہتے ۔

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ کہ حضور علیہ السلام نے مباہلہ کے لیے حضرت علیؓ ، فاطمہؓ ، حسنینؓ کو ہی ساتھ لیا ۔ اور جب آیت سے حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی ۔ تو اس کے خلاف روایات خواہ کتب شیعہ کی ہوں ۔ یا اہل السنۃ کی ۔ قابل استدلال نہیں ہو سکتیں ۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں ۔ اور کتب اہل السنۃ میں بھی دست اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے ۔

ایک عجیب روایت

حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۲۷ میں ہے ۔ چوں این آیت نازل شد قرار کردند کہ روز دیگر مباہلہ کنند و نصاریٰ بجاہائے خود برگشتند پس ابو حارثہ با اصحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمد با فرزندان و اہل بیت خود مے آید پس بترسید از مباہلہ او و اگر با اصحاب و اتباع خود مے آید از مباہلہ او پروا مکنید ۔ (ترجمہ ۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی ۔ اور دوسرا دن مباہلہ کیلئے مقرر ہوا ۔ اور نصاریٰ نے اپنی جگہ پر واپس ہوئے ۔ تو ابو حارثہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ کل دیکھنا ۔ اگر محمد (صلعم) اپنے فرزندوں اور اہل بیت کے ساتھ مباہلہ کے لیے نکلیں ۔ تو تمہیں ڈرنا چاہیے ۔ اور اگر اپنے اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں ۔ تو ذرا پرواہ نہ کرنا

اب جائے غور ہے ۔ کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؓ اور دیگر اہل بیت سے اس قدر خوش اعتقادی کس وجہ سے ہو گئی تھی ۔ کہ مباہلہ کے لیے ان کے نکلنے سے ان کی روح کانپتی تھی ۔ ممکن ہے ۔ کہ حضرت علیؓ کو تو انہوں نے دیکھا ہو اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا حکم لگا لیا ہو ۔ لیکن حسنینؓ اور جناب سیدہؓ کو انہوں نے کیسے دیکھ لیا ۔ کہ ان کے آنے میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا ۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں ۔ ورنہ کفار کو دہشت جناب رسول پاکؐ اور ان کے اصحاب کبار جو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے مصداق تھے سے تھی ۔ اور وہ ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے تھے انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا نہ مقابلہ بلکہ مصالحت پر مجبور ہو گئے ۔

اگر بالفرض مان لیا جائے ۔ کہ مہم نجران جناب امیرؓ کی طفیل ہی سر ہوئی ۔ تو یہ ایسی کون سی بڑی بات ہے ۔ ایک موضع جس میں صرف چالیس یا پچاس آدمی کی آبادی ہو ۔

قبضۂ اسلام میں آجانے سے اسلام کی شوکت میں کیا کچھ اضافہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ رضی کی جدّ و جہد اور جانفشانی و بیان سپاری کا نتیجہ ہے۔ کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اقطاع الارض میں نور اسلام پھیلا۔ اور ظلمت کفر دور ہوئی۔ رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ۔

غرض شیعہ بیچارے اثبات مدّعا۔ خلافت بلافصل امیرؓ کے لئے ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ مگر ساحل مقصود پر پہنچنا مشکل ہے ؎

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی ؛ کیں راہ کہ تو میروی بترکستانست

غرض قرآن و حدیث میں کوئی دلیل خلافت بلافصل علی المرتضیٰؓ پر نہیں ہے۔ اور شیعہ اپنے دعوے پر کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔ نص قرآن و حدیث اس کے خلاف ہے۔ اور واقعات بھی اسی امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ خلافت خلفاء ثلاثہؓ کا حق تھی حسب منشاء ایزدی مجلس شورے مہاجرین و انصار کے اجماع سے عمل میں آئی۔ اس لئے تنقیح ۲ بھی بحق اہل سنت خلاف شیعہ ثابت ہے۔ یہ دو تنقیحات اہم تھیں۔ اس لیے ان کی بحث لمبی ہو گئی ہے۔ اب باقی دو امور پر مختصر بحث کی جاتی ہے۔

تنقیح سوم۔ کیا حضرت علیؓ خود طالب خلافت تھے؟

اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ جناب امیر علیہ السلام وفات نبوی ؐ کے بعد خلافت حاصل کرنے کے شائق تھے۔ اور اس کے لئے جدّ و جہد کی۔ اور حسب زعم شیعہ اس کوشش میں مہاجرین و انصار کے گھروں میں حسنینؓ کو ساتھ لئے دربدر پھرتے رہے۔ یا یہ صرف جناب امیر علیہ السلام پر اتہام و بہتان ہے۔ ہم جناب ممدوح کے چند اقوال نہج البلاغۃ سے پیش کرتے ہیں۔ اول وہ خطبہ جو جناب امیر علیہ السلام نے عباس اور ابوسفیان کے خطاب میں فرمایا۔ جب انہوں نے آپ سے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

(۱) نہج البلاغۃ صفحہ ۲۳ میں ہے۔ اَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَ عَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ وَ ضَعُوا تِيجَانَ الْمُفَاخَرَةِ۔ اَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ اَوِ اسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ وَ لُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا وَ مُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ اِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ اَرْضِهٖ (ترجمہ:۔ اے لوگو فتنہ کی موجوں کو نجات کی کشتیوں میں بیٹھ کر طے کرو۔ اور مسلمانوں میں منافرۃ (مخالفت) پیدا کرنے کا طریق چھوڑ دو ※

بنا دو اور مفاخرت کے تاج اتار دو۔ کامیاب وہ ہے جو قوت بازو سے اٹھے یا اطاعت کر کے امن حاصل کرے۔ یہ پانی گدلا ہے اور لقمہ ایسا ہے کہ کھانے والے کا گلا پکڑ لے۔ جو شخص میوہ کو قبل از پختہ ہونے کے توڑتا ہے

وہ ایسا ہے کہ گویا دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی کرے (اس خطبہ میں جناب امیرؓ اپنے دعویٰ خلافت کو قبل از وقت تصور کرتے ہیں *

(۲) نہج البلاغہ ص[illegible] میں ہے وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا (میرا وزیر رہنا تمہارے لئے میرے امیر ہونے سے بہتر ہے۔ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خلافت و امارت کے ہرگز خواہاں نہ تھے اور آپ نے صاف فرما دیا کہ خلفائے ثلاثہ کی وزارت کو میں اپنی امارت و خلافت پر ترجیح دیتا ہوں

(۳) نہج البلاغہ صـ۱۹۵ میں ہے ۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَّلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْہَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْہَا۔ (ترجمہ: - خدا کی قسم مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی - اور نہ حکومت کی حاجت تھی - البتہ تم نے مجھے خلافت کی طرف بلایا - اور اس پر مجھے برانگیختہ کیا)

اس کلام سے ثابت ہے - کہ آپ نے اپنے وقت میں بھی خلافت اپنی خواہش سے قبول نہیں کی - بلکہ آپ کو مجبوراً دوسروں کے اصرار سے منصب خلافت اختیار کرنا پڑا)

اگرچہ اس بارہ میں اور بھی جناب امیر علیہ السلام کے اقوال موجود ہیں - مگر چونکہ خطبات مسطورہ بالا سے ہمارا دعوے پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے - اس لئے بخوفِ طوالت باقی اقوال کو ترک کیا جاتا ہے - پھر جب اس قدر تحقیق سے اقوال صریحہ سے ثابت ہو گیا - کہ آپ خلافت بلافصل تو کیا بلکہ اپنے وقت کی خلافت کے بھی چنداں خواہاں نہ تھے - بلکہ قوم نے آپ کو اس کے لئے انتخاب کر کے ان کو تخت خلافت پر متمکن ہونے کے لئے مجبور کر دیا تھا - اور آپ انکار نہ کر سکتے تھے - تو یہ امر کہ آپ کو خلافت بلافصل حاصل کرنے کا اس قدر اشتیاق تھا - کہ اس کے چھن جانے پر عوام کی طرح اپنی بیوی بچوں کو ہمراہ لیکر مہاجرین و انصار کے در بدر پھرتے رہے - بالکل روافض کی گھڑت ہے - اور تنقیح سوم بھی ہمارے حق میں خلاف شیعہ ثابت ہے -

تنقیح چہارم

رہا یہ امر کہ آں جناب نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی یا نہ - سو یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ آپ نے اپنے وقت میں ہر سہ خلفاء کی بیعت کر لی - ہاں اہل سنّت کا یہ

اعتقاد ہے۔ کہ آپ نے ان کو خلفائے حق سمجھ کر بطیب خاطر بیعت قبول فرمائی۔ اور شیعہ کہتے ہیں۔ کہ آپ نے یہ بیعت بہ طیب خاطر نہیں بلکہ بالجبر کی۔ چنانچہ شیعہ کی تمام کتابوں میں یہ مضمون بالصراحۃ درج ہے۔ کہ ابوبکرؓ کی بیعت سے آپ پہلو تہی کرتے تھے۔ لیکن ان کو گردن میں رسّی ڈالکر گھسیٹ کر دربار صدیقی میں لایا گیا۔ اور اس لئے جبراً و قہراً آپ کو بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ذرا بھی عقیدت ہے۔ ہرگز باور نہیں کر سکتا۔ کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی جبر و دستی کر کے ان سے بزور بیعت منوا سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ بیشک آپ پر زبردستی کی گئی۔ آپ کو طوق بگردن گھسیٹ کر لے جایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے۔ کیونکہ آپ کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ اس رکیک عذر کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس کو صبر نہیں کہتے۔ کہ ایک شخص حق پر ہو۔ اور اس کا حق زبردستی چھین لیا جائے۔ اور ناحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوائیں۔ اس کو یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے۔ کہ گلے میں رسّی ڈالکر بازار میں گھسیٹا جائے۔ اس کی عصمت مآب بیوی خاتون جنت کو کوڑوں سے پیٹا جائے۔ بطن مبارک پر لات مار کر اسقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے ایسے شخص کو حلیم اور بُردبار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پرلے درجہ کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا وکلا کوئی مسلمان ایسے دور از عقل ڈھکوسلا کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلافت خلفاء ثلاثہ کو صحیح تصوّر فرما کر بخوشی خود ان کی بیعت کی۔ اور ان کے عہد خلافت میں اپنے مفید مشوروں سے خلفاء اسلام کو مستفید کرتے رہے۔ اور ان سے ملکر کام کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھا کیں۔ غنائم سے حصّہ بخوشی لیتے رہے

بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو بذلّت و رسوائی رسّی سے باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

اور اس طرح رسم بیعت بزور ادا ہوئی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ میں بھی گریبان گھسیٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے:-

"پس خالد بن ولید دوڑا۔ اور تلوار غلاف سے کھینچ کر کہا۔ بخدا سوگند اگر بیعت نہ کروگے۔ تو میں تم کو قتل کردونگا۔ جناب امیر علیہ السلام نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر حرکت دی۔ اور دور پھینکدیا۔ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر چند سعی کی مگر جناب امیرؑ نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ابوبکرؓ نے اپنا دست نحس دراز کرکے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔"

عجیب بات ہے شیعہ حضرات جناب امیرؓ کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھائے جاتے ہیں۔ کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی۔ کہ تلوار گر پڑی۔ لیکن آخرکار جناب موصوف کو ایسا مغلوب بنایا جاتا ہے۔ کہ زور سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا گیا۔ اور ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔

بہرحال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیرؓ کی بے بسی اور مجبوری کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک مصلحت سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت بخوشی قبول کر لی[1] چنانچہ فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹ میں یوں ہے

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمَّا صَنَعُوْا اِذْ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَمْنَعْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ اَنْ یَّدْعُوْا اِلٰی نَفْسِهٖ اِلَّا نَظَرًا لِلنَّاسِ وَتَخَوُّفًا عَلَیْهِمْ اَنْ یَّرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ فَیَعْبُدُوا الْاَوْثَانَ وَلَا یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَکَانَ الْاَحَبَّ اِلَیْهِ اَنْ یُّقِرَّهُمْ عَلٰی مَا صَنَعُوْا مِنْ اَنْ یَّرْتَدُّوْا عَنْ جَمِیْعِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّمَا هَلَکَ الَّذِیْنَ رَکِبُوْا فَاَمَّا مَنْ لَمْ یَصْنَعْ ذٰلِکَ وَدَخَلَ فِیْمَا دَخَلَ مِنْ

---

[1] شرح نہج البلاغہ مصنفہ سلطان محمود طبسی جلد ۲ میں ہے۔ روی انہ کانت وجوہ الناس الی علی علیہ السلام فلما ماتت فاطمۃ انصرفت وجوہ الناس عنہ وخرج من بیتہ فبایع ابابکر اور روایت کی گئی ہے کہ لوگوں کی توجہ امیرؓ کی طرف تھی جب جناب سیدہ فوت ہوگئیں تو لوگوں کی توجہ کم ہوگئی تو آپ نے گھر سے

الاسلام فلذالک کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا (ترجمہ: زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روائت کی ہے آپ نے فرمایا- لوگوں نے جب یہ بات کی- کہ بیعت ابوبکرؓ کر لی- تو امیر علیہ السلام کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا- کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلاتے سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا- (کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے ہٹا کر اپنی بیعت کی طرف بلائیں) تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں- اور رسالت محمد صلعم سے منکر ہو جائیں- اور آپ اس بات کو پسند کرتے تھے- کہ ان کو اس بات (بیعت ابوبکرؓ) پر ٹھہرا رہنے دیں اس سے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں اور بہرحال وہ لوگ ہلاک ہو گئے- جو لوگ بیعت ابوبکر پر متفق ہو گئے- ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل نہ تھے- اور لوگوں کو دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المومنین بیعت میں داخل ہو گئے- وہ کافر نہیں ہوئے- نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں یہی وجہ ہے- کہ امیرؑ نے اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا- اور مجبور ہو کر بیعت کر لی- جب کہ اپنے مددگار نہ دیکھے)

اس روائت سے معلوم ہوتا ہے- کہ جناب امیرؑ نے دیکھا- کہ صحابہ کلہم بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں- اور آپ کا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے- اور حالت ایسی نازک ہو گئی ہے- کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے منحرف ہو کر آپ اپنی بیعت منوانا چاہیں- تو لوگ اسلام ہی کو خیرباد کہدیں- تو آپ نے اپنے استحقاق خلافت کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا- لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں جتایا- اور مصلحتاً خود بھی بیعت کر لی- نہ کسی نے آپ کو مار پیٹ کی- نہ کوئی ناگوار قضیہ پیش آیا- آپ نے عین مآل اندیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا- بلکہ بطیب خاطر خود بیعت کر لی- ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعوے میں کامیاب نہیں رہتے- اور بلاشبہ تنقیح چہارم بھی بحق اہل سنت خلاف اہل تشیع ثابت ہو جاتی ہے-

فیصلہ

جب ہر چہار امور تنقیح بحق اہل سنت و الجماعۃ خلاف شیعہ براہین قاہرہ قرآن و حدیث و احادیث ایمۂ اہل بیت و اقوال جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہو گئے ہیں۔ تو دعوے شیعہ باطل قرار دیا جا کر ڈگری بحق اہل سنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے۔ اور قرار دیا جاتا ہے۔ کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص قرآن و حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور انتخاب خلافت شورے مہاجرین و انصار اور اتفاق اہل حل و عقد سے عین منشاء ایزدی سے درست طور پر ہوتا رہا۔ جناب امیرؓ ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انہوں نے برضا و رغبت ہرسہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق تھی۔ شیعہ کا یہ سب شور و شغب ان کی لاعلمی اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔ اور درحقیقت دوستی کے لباس میں یہ جناب امیرؓ اور جملہ اہل بیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل ساطعہ سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب قیامت تک شیعہ نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان آن حضرتؐ کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دینگے۔ اور استدلال عقلی نقلی سے شیعہ کے ان ہذیانات کا قلع قمع کر دینگے۔ واللہ الموفق۔

مطاعن شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل سنت والجماعۃ میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن شیعہ ان سے اغماض کر کے پھر نئے نئے رنگ میں ان ہی اعتراضات کو دہرایا کرتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے پہلے لکھکر ان کے دندان شکن جواب لکھ دیئے جاتے ہیں تاکہ اہل سنت مناظرین کو ان کے خرافات کی جوابدہی میں سہولت ہو۔

پہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبرؓ کی نسبت یہ ہے۔ کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس لشکر کو خود تیار کرکے اسامہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ اور سب کو نام بنام متعین کر دیا۔ اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا۔ کہ جھّزوا جیش اسامۃ لعن اللّٰہ[1] من تخلف عنہا۔ اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تخلف کریگا۔ مورد لعنت ہوگا۔

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے تجہیز جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا اس کی تعمیل صدیق اکبرؓ نے بوجہ احسن کی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کے لئے مہم روانہ کی جائے۔ آپ نے منگل کے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہو گئے۔ اس سے دوسرے روز (خمیس) کو باوجود بیماری کے آپ نے بدست خود نشان (علم) کی درستی فرمائی۔ اور اسامہ کو فرمایا۔ اُغْزُ بِسْمِ اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ (خدا کا نام لیکر خدا کی راہ میں جہاد اور کافر باللہ سے قتال شروع کر دو) اسامہؓ حسب ارشاد نبویؐ علم ہاتھ میں لیکر باہر نکلا۔ اور نشان بریدہ بن حصیب اسلمی کے حوالہ کر دیا۔ اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا۔ تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہو جائے۔ صحابہ کبار۔ مہاجرین انصار۔ صدیقؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ علی رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر اصحاب نے بھی ادھر تیاری کرکے اپنے اپنے خیمے مقام مذکور میں بھیجے اتنے میں حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہو گئی۔ اور عشاق رسولؐ بیقرار ہو گئے حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امامت نماز پر مامور فرمایا۔ کتب طرفین میں اس کا ذکر موجود ہے) ۱۰ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسیقدر افاقہ ہوا۔ اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ نے بغلگیر فرما کر دعا خیر فرمائی۔ اسامہؓ کوچ کے لئے تیار تھے۔ کہ ام ایمن مادر اسامہؓ

---

[1] جملہ لعن اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روافض کا الحاق ہے۔ ۱۲

ان کے پاس پہنچکر کہنے لگیں۔ کہ حضورؐ کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ اسامہؓ اور دیگر لشکریان یہ خبر وحشت اثر سنکر ششدر رہ گئے۔ اور کمریں کھولدیں۔ اور نشان در دولت نبویؐ پر نصب کر دیا۔ حضور کے وصال کے بعد جب تجہیز و تدفین سے فراغت ہوئی۔ اور منصب خلافت پر صدیق اکبرؓ جاگزین ہوئے۔ تو اسامہؓ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا۔ اور فوج جمع ہونے لگی۔ اس اثنا میں مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہ نے حضرت ابا بکرؓ صدیق سے عرض کی۔ کہ اس موقعہ پر لشکر اسامہ کی روانگی مہم روم پر ملتوی کر دی جائے تاکہ مدینہ منورہ معرض خطر میں نہ رہے۔ لیکن صدیقؓ اکبر نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ جس لشکر کو آقائے نامدار حضورؐ تیار فرما چکے ہیں۔ میں اس کو کبھی روک نہیں سکتا۔ اور مہم کو ضرور روانہ کرونگا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکر اسامہؓ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لیکر ہمراہ خود لیا۔ تاکہ ان کی تدبیر کار سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کر کے حدود شام کو مفتوح کیا۔ اور مدینہ میں با فتح و ظفر واپس آ گئے۔

سو یہ اعتراض جناب صدیق اکبرؓ پر کرنا کہ آپ نے لشکر اسامہؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی۔ درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ نے اس لشکر ظفر پیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور جہزوا الخ کی تعمیل کا حق ادا کیا۔ اور اگر روافض کا یہ اعتراض ہے۔ کہ آپ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا۔ (خود ساتھ نہیں گئے) تو ایسا اعتراض روافض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ جب خلیفہ۔ بادشاہ کسی مہم کو کسی افسر کے ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے۔ تو حقیقت میں قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے۔ اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج بدون سامان خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہؓ کو بھیجکر

زید بن حارثہ کا خوب انتقام لیا۔ اور اسامہؓ مہم سر کرکے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسولؐ پاک کی منشاء و حکم کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔ کہ آپ بھی لشکر اسامہؓ کے ساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں عاشقانِ ذات والا آپ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے۔ تو مخالفین نابکار کا ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض ہوتا۔ کہ ملک گیری کی ہوس میں آقائے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یارانِ خاص باہر سفر میں چل دیئے۔ اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا۔ تو یہ اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی۔ ؎

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بھی واضح رہے۔ کہ جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تھا۔ تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی۔ کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسولؐ بارِ خلافت آپ کے سر پر ڈالا گیا۔ تو پھر تعمیل ارشاد اسی طرح ہو سکتی تھی۔ کہ خود امورِ خلافت کا سرانجام کریں۔ اور آزمودہ کار فوج کو ماتحتی اسامہؓ پوری تیاری سے روانہ کرکے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے۔ اور فتح و ظفر کا سہرہ صدّیق اکبرؓ کے سر بندھا۔ حاسد نابکار کڑھا کریں ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست ؛ کہ از مشقّت او جز بمرگ نتواں رُست

دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورۂ برات کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکّہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ لیکن بعد میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور پیغام دیا۔ کہ اس کام کے لئے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورۂ برات انجام دیا۔ تو جب آپ صرف ایک سورۃ کی تبلیغ کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ تو وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتے تھے۔ جس کے ذمے تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے

جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات[1] میں یوں ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ پیچھے سے سورۂ برات کا نزول ہؤا۔ تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضےٰؓ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھیرتا ہے۔ کہ جس کام کے لئے حضرت ابوبکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لئے وہ کام آخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہوسکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے۔ تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ کہ سورۂ برات کے احکام کی بھی تبلیغ کر دی جائے۔ لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا۔ جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابوبکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی۔ کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کا توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوسکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا بھائی یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو۔ اس کام کے لئے منتخب نہیں ہوسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سورۂ برات میں اس امر کا اعلان مقصود تھا۔ کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے۔ اب مشرکین کو مسجد نبویؐ اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا۔ کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا۔ تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے رفع کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کے لئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکرؓ میں

---

[1] بیضاوی۔ مدارک۔ زاہدی تفسیر نظام نیشاپوری۔ جذب القلوب۔ شرح مشکوٰۃ میں یہی روایت اختیار کی گئی ہے۔

فرماتے۔ تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیق اکبرؓ کا ہی انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی جو کام جناب صدیقؓ کے سپرد کیا گیا۔ وہ بہت بڑا امر اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جاکر احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے۔ ان سب کا تصفیہ و فصل خصومات کا کام صدیق اکبرؓ کے سپرد تھا جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے۔ سب کا فتوے آپ ہی صادر کرتا تھا۔ ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو بڑا مجتہد بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورہ برات کی چند آیات کا با آواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا۔ جو ہر ایک حافظ قرآن جہیر الصوت اس کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔ کہ کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی۔ وہ ایک سورت قرآن کے جابجا سنا دینے کے قابل نہیں تھا۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیقؓ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ اس سے حضرت علی المرتضےٰؓ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

کتب حدیث و سیر سے ثابت ہے۔ کہ اس موقعہ پر جناب امیر علیہ السلام ہر ایک امر میں حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ جب جناب امیر علیہ السلام بسواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ اَ اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَامُوْرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر) آپ نے جواب میں فرمایا۔ جِئْتُ مَامُوْرًا (میں آپ کے ماتحت ہو کر آیا ہوں)

خلاصہ یہ کہ امیر حج کے ذمے جو چھ لاکھ نفوس کے سردار تھے۔ اتنا بڑا کام تھا۔ کہ ان سے اصالتاً سورہ برات کا جابجا ہر خیمہ اور ہر ڈیرہ میں جاکر سنانا

متعذر تھا۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور یوں حضور علیہ السلام کے دو جلیل القدر اصحاب نے حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بیقدری کی جائے۔

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایکدفعہ اسامہؓ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم گردانا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے۔ تو ایسے معمولی اشخاص کے تابع حکم نہ گردانے جاتے۔

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں۔ حالانکہ اسبات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر اعتراض کیسا۔

دوم یہ کہ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہکر کام کرنے پر مامور کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر مقرر کرنا منظور ہوتا ہے۔ پہلے اس کو کام سکھانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کی ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص جو سول میں پہلے ہی سے آئی۔ اے۔ سی منظور کئے جاتے ہیں پہلے ان کو پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے۔

ایسا ہی جو شخص صیغہ فوج میں ڈائرکٹ کمیشن حاصل کرکے جمعدار یا صوبیدار یا لفٹنٹ گھر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو پہلے کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پریڈ سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو ای۔ اے۔ سی یا فوجی سردار پر فوقیت یا فضیلت حاصل ہے

لکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت خلافت و امامت حاصل کرنی تھی۔ اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو۔ او تابع رہ کر ان کو اپنے زمانۂ اقتدار و متبوعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدر و منزلت ہو۔

سوم اسامہ و عمرو بن العاص کی امارت ایک جزوی مصلحت کی وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ اہل روم و شام نے اسامہ کے باپ زید کو بیدردی سے قتل کردیا تھا اس کا انتقام اسی صورت میں ہوسکتا تھا۔ کہ مقتول کا فرزند (اسامہ) خود اپنے باپ کا بدلہ لیکر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ او تدبیر میں طاق تھا۔ اور اس وقت ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑا تھا۔ جو بڑے مکار اور پُر دغا تھے۔ اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ جو اس فن میں خاص مہارت رکھتا ہو۔

چہارم۔ اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔ تو پھر جناب امیر علیہ السلام پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؓ کو چھوڑ کر اسامہ و عمرو بن العاص کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ جس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہوسکتی ہے نہ فضیلت امیرؓ ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ نے کہا ہے۔ اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ فَاِنِ اسْتَقَمْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ زُغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ (میرے لئے بھی شیطان ہے۔ جو وساوس ڈالتا ہے پس اگر میں راہِ راست پر چل رہا ہوں۔ تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کچھ کجی دیکھو۔ تو مجھے سیدھا کردو) پھر ایسا شخص قابل امامت و خلافت کس طرح ہوسکتا ہے۔ جو شیطانی وساوس سے نہیں بچ سکتا)

جواب

اول تو اہل سنت کی کسی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے اگر بالفرض یہ درست ہو تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاءؑ کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ احادیث صحیحہ میں ہے۔ کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ اور جن بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کمال کسر نفسی سے ایسا فرما دیا ہو۔ تو یہ آپ کی نیک طینتی اور بے نفسی کا ثبوت ہے۔

انبیاءؑ باوجود عصمت ایسے کلمات فرمایا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطائیں معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي (میں اپنے نفس کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کرے) حضرت امیر علیہ السلام اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔ ؎

ذُنُوبِي بَلَائِي فَمَا حِيلَتِي ۔ إِذَا كُنْتُ فِي الْحَشْرِ حَمَّالَهَا

(میرے گناہ میری مصیبت ہیں میرا کیا چارہ ہوگا۔ جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا) دیوان علیؓ

حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ وَضَعْفِ الْيَقِينِ وَإِنِّي أَشْكُو سُوءَ مُجَاوَرَتِهِ إِلَى لِطَاعَةِ نَفْسِي (صحیفہ سجادیہ) (شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے۔ اور میں اس کے برے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں)

اگر انبیاءؑ کے اقوال بالا اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے نبوت و امامت میں فرق نہیں آتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کسر نفسی سے یوں کہہ دیا۔ تو کیا مضائقہ۔

پانچواں طعن (جنازہ رسول)

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کا جنازہ نہیں پڑھا

اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ گمراہ ہوں۔ کہ جن لوگوں نے اپنے رسول ؐ پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی۔ وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں؟

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آج کل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں۔ تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر افسوس ہے بجہالت اپنی کتابوں سے بھی انہیں واقفیت نہیں ہے۔

(۱) شیعہ کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی کے ص ۲۸۶ میں لکھا ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَوْجًا فَوْجًا (امام باقرؑ نے فرمایا جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے۔ آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی) یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ الف و لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنے دیتا ہے۔ اس لئے بقول حضرت امامؑ جب جمیع مہاجرین و انصار کا نماز جنازہ رسول ؐ پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی یہ بکواس کہ شیخین نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت رکھتا ہے۔ تم سچے ہو۔ یا حضرت امامؑ سچے۔

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ مطبع حسینی رامپور کی مجلس اول ص ۱۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ کَیْفَ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِ فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِمَامُنَا حَیًّا وَّمَیِّتًا فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ عَشَرَةً فَصَلُّوْا عَلَیْهِ یَوْمَ الْاَثْنَیْنِ وَلَیْلَةَ الثُّلٰثَاءِ حَتَّی الصُّبْحِ وَیَوْمَ الثُّلٰثَاءِ حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْهِ صَغِیْرُهُمْ وَکَبِیْرُهُمْ وَذَکَرُهُمْ وَاُنْثَاهُمْ وَنَوَاحِی الْمَدِیْنَةِ بِغَیْرِ اِمَامٍ

(ترجمہ۔ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے

مرد و عورت نے مدینہ اور اردگرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز گذاری)

اب شیعہ خود ہی انصاف کریں۔ کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے۔ مرد و عورت مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ تو کیا مہاجرین و انصار اور صغیر و کبیر اور ذکر و انثیٰ کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز نہ پڑھی تھی۔ تو امامؑ نے ان کو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

اگرچہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں۔ اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ جو سرخیل مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ لیکن ضدی شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اب ہم وہ روایات لکھے دیتے ہیں جن سے حضرت ابو بکرؓ کا شامل نماز جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص۲۸۵ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَتَی الْعَبَّاسُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَؑ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا اَنْ یَّدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْمُصَلّٰی وَ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ رَجُلٌ مِّنْھُمْ فَخَرَجَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَؑ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِمَامٌ حَیًّا وَّ مَیِّتًا وَقَالَ اِنِّیْ اُدْفَنُ فِی الْبُقْعَۃِ الَّتِیْ اُقْبَضُ فِیْھَا ثُمَّ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشَرَۃً عَشَرَۃً یُصَلُّوْنَ ثُمَّ یَخْرُجُوْنَ (ترجمہ: امام جعفرؑ نے فرمایا۔ حضرت عباسؓ حضرت امیر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں دفن کریں۔ اور کہ ان میں سے ایک شخص (ابو بکرؓ) امام ہو۔ پس امیر علیہ السلام لوگوں کے پاس آئے۔ اور کہا کہ رسولؐ پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ اور آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ جہاں میرا انتقال ہو۔ پھر امیرؑ دروازہ پر کھڑے

ہو گئے۔ اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی۔ نماز پڑھتے پھر چلے جاتے تھے۔)

اس روایت سے ثابت ہے۔ کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے۔ اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا۔ کہ آپ کو امام بنایا جائے۔ لیکن امیر علیہ السلام کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں ہے۔ دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی پھر کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ ابوبکر نے نماز نہیں پڑھی۔ ممکن ہے۔ اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ آپ کا نام بالتصریح موجود نہیں ہے۔ لو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ا ص۶ میں ہے۔ "جناب صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ عباسؓ جناب امیرؑ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا۔ لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ حضرتؐ کو بقیع میں دفن کریں۔ اور ابوبکرؓ آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؑ نے کہا۔ بدرستیکہ رسول خدا پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات میں ہیں۔ اور حضرتؐ نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں وہاں دفن ہونگا۔ جہاں میری روح قبض کی جائے)

اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائیگی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ حسب روایت امام صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ ہی امام ہوں۔ (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔) پھر کس قدر بے خبری ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اچھے خلیفے تھے۔ کہ رسولؐ کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

روافض فضائل ابوبکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی

خبار میں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول صـ۷۷ میں تصریح ہے۔ کہ پیارے رسولؐ سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمراز یار غار ابوبکرؓ کو ہی بتلائیں۔

زہے نصیب ابوبکرؓ زہے قسمت ابوبکرؓ۔ کتاب مذکور میں یوں درج ہے:۔

"ثعلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا اس وقت ابوبکرؓ آئے۔ اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ وجنت الماویٰ و رفیق اعلیٰ وعیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ کو غسل کون دیگا۔ حضرتؐ نے فرمایا جو میرے اہل بیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپ کو کفن کرینگے۔ حضرتؐ نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں یا جامہ ہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش اور غلغلہ آواز مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کانپنے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ صبر کرو خدا تم لوگوں سے عفو کرے۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ رسول پاکؐ آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو اپنا صادق الوداد اور محرم راز دوست سمجھتے تھے۔ کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں۔ کہ آخری وقت میں رسول پاکؐ ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے۔ کہ نہ علیؓ کو نہ دیگر اہل بیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا۔ بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے تابعدار یار غار کو ہی یہ شرف عطا ہوا۔

سچ ہے ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جب ابوبکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدیؐ پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ نماز جنازہ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کما ینبغی قلع وقمع ہو چکا۔ اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور

طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

چھٹا طعن (قضیۂ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے۔ کہ ابو بکرؓ صدیق نے فدک بنت رسولؐ (فاطمۃ الزہراؓ) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا۔ اور رسول پاکؐ نے خاتون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شدومد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور طاعنین کے خیال میں یہی ایک بڑا قلعہ ہے۔ جس پر ان کے باقی مطاعن کی دارومدار ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح وبسط سے کلام کرکے اس ہوائی قلعہ کے پرخچے اڑائیں گے۔ تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ کہ طاعنین کہاں تک راہ حق سے بھٹکے ہوئے اور ہوائی باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ میں آیا۔ اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے۔ اور رسولؐ پاک اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت علیہم السلام کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے۔ جو خیبر کے نواح میں ہے۔ اور جو یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرتؐ فتح خیبر سے واپس ہوئے۔ تو **محیصہ بن مسعود انصاری** کو اہل فدک کے پاس آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار **یوشع بن نون** نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضورؐ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اور صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ جائیداد قبضۂ اسلام میں بدون لڑائی بطور صلح آئی تھی۔ اس لئے اس کو فی کہتے ہیں۔ اور فی کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے۔ وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی

کل کائنات چند کھجوریں ہیں۔ جن کے متعلق اس قدر دوہائی مچائی جاتی ہے۔ کہ صحابہ نے خاتون جنت کی جائیداد چھین لی۔ خاتون جنت نے مقدمہ بازی کی۔ معتبر شہادت گذاری۔ جو مسترد کی گئی۔ اور دعوے خارج کیا گیا لیکن شیعہ کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہے۔

فدک کی حقیقت شیعی نقطۂ خیال سے

شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی میں صـ۵۴۳ میں ایک طوالی حدیث لکھی ہے جس میں حضرت ابوالحسن موسےٰؑ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مکالمہ کیا۔ اس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ يَا اَبَا الْحَسَنِ حُدَّهَا لِيْ فَقَالَ حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِنْهَا سِيْفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا كُلُّهُ فَقَالَ كَثِيْرٌ وَاَنْظُرُ فِيْهِ (مہدی نے کہا اے ابوالحسن فدک کی حد بتایئے۔ امامؑ نے کہا ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے۔ اور دوسرا سرزمین مصر۔ ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے۔ امامؑ نے کہا ہاں خلیفہ نے کہا یہ تو ایک ملک ہے۔ اور میں اس بارہ میں غور کروں گا)

شیعہ کی اس حد شماری سے جو امامؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک آدھی دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ فدک لاکھوں کی جائیداد تھی۔ جو ابوبکرؓ نے دبا لی۔

اب قابل غور بات یہ ہے۔ کہ کیا رسول پاکؐ دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ کہ نبوت کے اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا وہ سب اپنی دختر نیک اختر کے حوالہ کر دیا۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں کیا کہینگے۔ کہ تمہارے رسولؐ نے دعوئے رسالت اسی لئے کیا تھا۔ کہ ملک کے ملک اکٹھے کر کے بیٹیوں کے حوالے کرتے جائیں۔ غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاکؐ اور آپ کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی۔ کہ باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فاقے گذرتے تھے۔ اور گیہوں کی

روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی درع چند دراہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ لاریب آپ کی صداقت کی بھی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دنیا کو ایک پرِ پشہ کی وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور آپ کے اہل بیت بھی اسی کے خوگر تھے۔ کہ فاقے رہ کر یاد خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمے یہ ایک بہت بڑا افترا ہے کہ آپ نے ایک بڑا ملک جو بغیر فوج کشی ہاتھ لگا۔ فقرا و مساکین امت کو محروم کر کے سارا کا سارا اپنی بیٹی کو دیدیا۔ اور اسی طرح لخت جگر رسولؐ فاطمۃ الزہرا پر یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ کہ آپ دنیا حقیر کی اس قدر دلدادہ تھیں۔ کہ متاع الدنیا کے لیے کچہریوں میں مقدمات لڑاتی پھریں۔ استغفر اللہ۔

فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلمہ فریقین ہے۔ کہ فدک مال فیٔ تھا۔ جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا۔ اس کے متعلق ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کہ مال فیٔ کے متعلق قرآنی فیصلہ کیا ہے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورۂ حشر میں ہے:-

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ (ترجمہ۔ جو زمین یا جائیداد بطور فیٔ اہل دیہات سے رسولؐ کو ملی۔ وہ خدا و رسولؐ اور قرابتداران رسولؐ اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں اور فقراء مہاجرین اور ان سب مسلمانوں کیلئے (وقف) ہے۔ جو آئندہ دنیا میں آئیں گے)

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے۔ کہ مال فیٔ (جو بدون لڑائی ہاتھ آئے) جب وہ غیر منقولہ ہو۔ تو کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقدار رسولؐ اور قرابتداران رسولؐ کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم و مسکین یا مسافر ہوں۔ اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے جلا وطن کئے گئے۔ اور جو آئندہ پیدا ہوں گے یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلۂ قرآن کہ فدک (مال فیٔ)

رسول پاکؐ نے صرف فاطمۃ الزہراؑ کی ملکیت میں دیدیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلانا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذمے اتہام لگانا ہے کہ آپ نے حکم خداوندی کو پس پشت ڈالکر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھکر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو یہ ثابت کریں۔ کہ فدک مال فئی نہ تھا۔ اور اگر یہ تسلیم ہے تو پھر اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں۔ جن کا ذکر آیت مذکورہ میں بالصراحتہ ہے۔

کیا فدک رسول پاکؐ کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمۃ الزہراؑ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ فدک آپ کو بطور ہبہ ملا تھا۔ اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں۔ کہ فدک رسول پاکؐ کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اسباب کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے۔ جو کسی شخص کو وراثتاً ملے۔ یا اس نے ذاتی کمائی سے اس کو خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آباؤ اجداد سے فدک ترکہ میں ملا۔ اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدن سے پیدا کیا۔ یہ مسلّم امر ہے۔ کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے۔ وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسا ہی جو اراضیات امام یا نبیؑ کے قبضہ میں آئی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں۔ بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلی نے اس کے متعلق حسب ذیل ریمارک کیا ہے۔ جو ہر ایک ذی البصیرت کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ "یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ بات نہایت مختصر تھی۔ اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا۔ کہ

بحث کے دائرے میں لایا جائے۔ کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤدؑ زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی۔ اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری مملوکہ حکومت۔ مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے۔ اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ بلکہ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے۔ وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آجکل کے مذاق کے موافق بالکل ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خالصہ ان کے بیٹے۔ بھائی۔ ماں۔ بہن وغیرہ میں تقسیم ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا۔ اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلّم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علیؓ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے۔ تو یہ نہیں ہوا کہ ان کی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا۔ اور حسینؓ و عباسؓ و محمد حنفیہ و زینب وغیرہ کو جو حضرت علیؓ کے وارث تھے۔ اس کا کچھ حصہ سہام کے پڑتہ سے ملتا۔ بلکہ صرف حضرت امام حسنؓ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت علیؓ کے جانشین تھے۔ (الفاروق جلد ۲ ص ۱۷۱)

پس جب فدک حضور علیہ السلام کے ذاتی املاک سے ہی نہ تھا۔ تو اس کا ہبہ بحق خاتونِ جنت کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ایک عجیب قصّہ

ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصّہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی ص ۵۳۳ میں ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوْجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صلعم وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ فَلَمْ يَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ هُمْ فَرَاجَعَ فِيْ ذٰلِكَ جِبْرَائِيْلُ رَبَّهٗ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنِ ادْفَعْ فَدَكَ اِلٰى فَاطِمَةَ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَيْكِ فَدَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْكَ

(ترجمہ:۔ امام ابوالحسنؑ نے کہا خدا نے رسولؐ کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (دے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی۔ تو رسولؐ کو معلوم نہ ہو سکا۔ کہ ذوالقربیٰ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیلؑ سے استفسار کیا۔ اور جبرائیلؑ نے رب العزۃ سے استصواب کیا۔ تو خدا نے وحی بھیجی (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہؓ کو دیدیجئے۔ تب رسولؐ نے بلا کر کہا۔ فاطمہؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ فدک تجھے دیدوں۔ فاطمہؓ نے کہا میں نے خدا و رسولؐ سے یہ عطیہ قبول کیا)

قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا۔ کہ اس سے رسول پاکؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ماکان و مایکون سے آگاہ ہونے کے ذالقربیٰ کا معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالےٰ پر یہ الزام آتا ہے۔ کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا۔ کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا۔ اور اس کے متعلق بلا وجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا۔ کہ جبرئیلؑ کو مدعو کر کے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیلؑ بارگاہ رب العزۃ میں دوڑے گئے۔ اور وہاں سے آیت کا معنی پوچھکر پھر رسولؐ کو سمجھایا۔ کتنا آسان تھا۔ کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَاٰتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ (فاطمہؓ کو فدک دیدیجئے) شیعہ صاحبان ایسی بودی باتیں کہکر ناحق جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں۔ کہ یہ آیت[1] مکی ہے۔ اور مکہ میں فدک کہاں تھا۔

---

[1] آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ سورۂ روم اور بنی اسرائیل میں ہے حالانکہ بالاتفاق دونوں سورتیں مکی ہیں۔

وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد قبضۂ اسلام میں آیا۔ پھر جب تک ایک چیز ابھی تک ہاتھ ہی میں نہیں آئی۔ تو اس کی بخشش کیسی۔ یا للعجب

دعوٰے ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ فاطمۃ الزہراؓ نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہونے کا دعوٰی دربار صدیق میں دائر کیا۔ اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علیؓ و امّ ایمن) بھی پیش کئے۔ لیکن ابو بکرؓ نے شہادت رد کر دی۔ اور دعوٰے خارج کر دیا گیا۔ سو اول تو اس واقعہ کا ثبوت اہل سنّت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو۔ تو اس سے حضرت ابو بکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکم قرآن وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ (دو مرد گواہ رکھو۔ دو نہ مل سکیں۔ تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں)

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا۔ نہ دو مرد اور نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لئے اگر ابو بکر صدیقؓ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنّت کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی تھی۔ کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفۂ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کہ یوں نہیں یوں ہونا چاہیئے۔ اور خلیفۂ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سنکر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

عدالت و انصاف کا بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ ایوان عدالت میں شاہ و گدا۔ امیر و غریب۔ شریف۔ رذیل سب ہم رتبہ سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی بڑے کی عظمت کی پاسداری سے اصولِ شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ وَاسْتَشْهِدُوا الخ کا حکم عام ہے۔ جس سے کوئی مستثنٰے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شرع کی مہارت کے باوجود جناب امیر علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے ناکمل شہادت لیکر ایوان عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا ہو۔ تو خلیفۂ رسولؐ کا اہم فرض تھا۔ کہ بہ تعمیل حکم خدائے جلیل اس ناکمل شہادت کی بناء پر خاتون جنّت کے حق میں ڈگری نہ دیں۔

ایسے فیصلہ سے جو جناب امیر علیہ السلام اور خاتون جنت کو بجائے اس کے کو ناراض ہوں۔ حاکم شرع (خلیفہ) کی داد دینی چاہیے تھی کہ الٰہی فرمان کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصل خصومات کے لئے زید بن ثابت قاضی مقرر کئے تھے۔ ایک دفعہ فاروق اعظم کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابیؓ بن کعب سے تھا۔ اور ابیؓ نے دعوے زید کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے زید نے خلیفہ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر ابیؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ ابیؓ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدے کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زید نے فاروق اعظم کے رتبہ کی پاس کر کے ابیؓ سے درخواست کی۔ کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں۔ تم منصب قضاء کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔
(الفاروق جلد ۲ صـ۳۵)

ایسا ہی شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعوےٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنینؓ سے شہادت طلب کی۔ جناب امیرؑ نے امام حسنؑ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی۔ کیونکہ ایک حضرت امیرؑ کے صاحبزادے تھے۔ اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لا یحضرہ الفقیہ کتاب القضاء میں مرقوم ہے۔ کہ جناب امیرؑ قاضی مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضاء سے معزول نہ کیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعوے ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ حضور علیہ السلام

باقی اقرباء کو محروم کر کے اکیلے فاطمۃ الزہرا رضؓ کو یہ جایداد دے سکتے تھے۔ اور دیتے کس طرح جب جایداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی۔

دعوےٰ وراثت

جب ہبہ کی طرف سے فیل ہوتے ہیں۔ تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے ابوبکر رضؓ کے پاس دعوےٰ کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہئے۔ سو یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے

(۱) اس لئے کہ وراثت بھی اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے۔ جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب فدک حسب مسئلۂ قرآن مال فیٔ (وقف) تھا۔ اور عامۂ مسلمین کا حق تھا۔ تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر ورثاء کو محروم کر کے اکیلے حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور وراثت لینے کا کیا حق تھا۔ حضرت کی نو بیویاں اور حضرت عباسؓ (چچا) بھی موجود تھے پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنّت کو مل سکتا تھا علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلۂ فدک جاری ہو سکتا۔ اور انبیاء کے ترکہ میں توریث جائز ہوتی۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس سے آپ کی دختر حضرت عائشہ رضؓ بھی بہرہ یاب ہوتیں۔ اور حضرت عباسؓ بھی حضرت ابوبکر رضؓ کے ہمیشہ مؤید رہے۔ ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔

(۳) اس لئے کہ آنحضرتؐ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔

سوال شیعہ

آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ عام ہے پھر رسول اللہؐ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ کوئی استثنا نہیں۔ اور حدیث صحیح بھی ہو۔ تو آیت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات ہیں جو بظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسولؐ اس حکم سے مستثنے ہوتے ہیں جیسے آیت فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ۔ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ چار بیویاں کرنا جائز ہیں۔ اس سے زائد نہیں۔ رسول پاکؐ اس سے مستثنے ہیں۔ چنانچہ آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثناء کے نہ ہونے کے رسولؐ مستثنے ہیں۔ اسی طرح یوصیکم اللہ الخ سے بھی آپ مستثنے ہیں۔ اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے۔ اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے

سوال شیعہ

حدیث لا نورث الخ حضرت ابو بکرؓ نے خود ہی وضع کر لی۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

جواب

شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے۔ یہی حدیث شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں میں بروایت ائمہ اہل بیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہل بیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی ص۱۸ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَ ذٰلِکَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوْرِثُوْا دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّاِنَّمَا اَوْرَثُوْا[1] اَحَادِیْثًا مِّنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث الانبیاء) پائی۔ اس کو بہرہ وافر ملا۔

اس حدیث میں مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ انبیاء مال دنیا میراث ہرگز نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے جسکو یہ میراث ملی۔ وہی کامیاب ہوا۔ اب تو شیعہ کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی۔ کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ

---

[1] دوسری حدیث مندرجہ ص۱۸ میں اَوْرَثُوا الْعِلْمَ ہے ۱۲

غلط اور موضوع ہے۔ یہ حجت اسوقت چل سکتی تھی جب شیعہ کی کتابیں اہل سنت کے پاس موجود نہ ہوتی تھیں۔ اب تو خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں تمام علماء اہل سنت کے پاس موجود ہیں۔ اس لئے اب شیعہ کو سمجھ سوچکر بات کرنی چاہیے۔ ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ٭ جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے

سوال شیعہ

دوسری آیات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ انبیاء مال دنیا ترکہ میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان کی اولاد وارث ہوسکتی ہے۔ پھر حضرت فاطمہؓ دختر رسولؐ کو کیوں ورثہ نہ ملے۔ آیات یہ ہیں (۱) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (سلیمانؑ داودؑ کے وارث ہوئے) (۲) رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ (اے خدا مجھے اپنی بارگاہ سے ایسا ولی عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو)

جواب

شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس۔ جن آیات کو وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ دونوں آیات میں میراث نبوت وحکمت مراد ہے۔ اور یہی ورثاء انبیاء نے میراث حاصل کی۔ پہلی آیت میں حضرت سلیمانؑ کا وارث داودؑ ہونا بھی اسی معنی سے ہے۔ کہ داودؑ کی میراث نبوت آپ ہی نے سنبھالی۔ ورنہ اگر دنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنی ٹھیک نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت داودؑ علیہ السلام کے نہ صرف حضرت سلیمانؑ واحد فرزند تھے۔ بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے۔ اگر آیت میں مالی وراثت مراد ہوتی تو چونکہ باپ کے مال کے سارے بیٹے وارث ہوتے ہیں اس لئے سب کے سب وارث ہوتے نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ وارث ہوسکتے تھے الّا چونکہ میراث نبوت حضرت سلیمانؑ ہی کو ملی۔ اس لیے آیت وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا۔ کہ نبیوں کی میراث مالی نہیں ہوتی۔ ورنہ سلیمانؑ کے اکیلے وارث ہونے کا مضمون صحیح نہ ہوتا۔ انبیاءؑ کی میراث علم ونبوت ہوتی ہے۔ اس لئے بمطابق العلماء ورثۃ الانبیاء ان کے حقیقی وارث وہی ہوتے ہیں۔ جو منصب نبوت وحکمت سنبھالتے ہیں۔ دوسری آیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا (ہم نے داودؑ اور سلیمانؑ کو علم عطاء فرمایا) وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ (سلیمانؑ نے کہا

لوگوں میں جانوروں کی بولی کا بھی علم عطا ہوا ہے۔ فی الحقیقت مال دنیا کا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت کا باعث ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں کفار مردود فرعون جیسے مال دنیا کے مالک گذر چکے ہیں۔ انبیاء کی دولت علم و حکمت نبوت ہوتی ہے۔ اور نبی کا صحیح وارث وہی کہلاتا ہے جسکو یہ دولت نصیب ہو

مال دنیا خاکساراں را دہند ؛ عاقبت پرہیزگاراں را دہند

ایک اور حدیث سے بھی یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ سلیمانؑ کی وراثت مالی نہ تھی ۔ وہ حدیث یہ ہے اِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاوُدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَیْمَانَ (اصول کافی ص) (سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلعم سلیمانؑ کے وارث ہوئے) اس حدیث نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ سلیمانؑ کی وراثت مالی نہ تھی۔ ورنہ ان میں اور ہمارے رسولؐ پاک میں کئی پشتیں گذر گئیں اور سلیمانؑ کا وارث حضرت رسول پاکؐ قرار دیئے گئے۔ کون نادان کہہ سکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا کوئی مال (زمین) باقی رہ گیا تھا جو ہمارے رسولؐ کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ حضورؐ حضرت سلیمانؑ کے بعد کامل و مکمل نبی ہوئے اسلئے گویا حضرت سلیمانؑ کے ترکہ (نبوت) کے صحیح معنوں میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں ۔

دوسری آیت ۔ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے ایسا ولیعہد عطا فرما جو میرے بعد میری اور آل یعقوبؑ کی میراث سنبھالے) اس آیت سے تو شیعہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ذکریاؑ نے جو ولد صالح کی تمنا کی تھی وہ اسی لئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے۔ اور آپکو کھٹکا تھا ۔ کہ اسکو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں کوئی بیٹا پیدا ہو جائے تو اسکے نصیب ہو کیونکہ اول تو انبیاء کو مال و دولت دنیا سے کام ہی کیا ۔ اگر ہو بھی اور وارث تو انکو ملنا پسند نہ ہو تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کیا جا سکتا ہے ۔ اور پھر آثار موت دکھلائی دیتے ۔ ہر مال راہ خدا میں خرچ کر دیا جاتا ۔ اور انبیاء کے دل بخل و حسد سے بالکل پاک ہوتے ہیں ۔ دنیا داروں کی طرح انکو اپنے جدّیوں سے یہ ضد کیونکر ہو کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو کوئی چیز نہ ملے ۔ فی الحقیقت آپکی دعا یہی تھی کہ قوم میں آپکو کوئی ایسا نظر نہیں آتا تھا ۔ جو ان کے بعد مالک نبوت یا خلافت ہو کر اصلاح خلق کر سکے ۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ مجھے ایسا ولیعہد عطا ہو ۔ جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے ۔ اور اصلاح خلق اللہ کر سکے ۔

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو اور یَرِثُنِیْ کا مضمون صحیح بھی ہو تو یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت ذکریاؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے ۔ تو کیا اب تک آل یعقوبؑ کا مال بغیر منقسم پڑا تھا ۔ کہ وہ سب مال حضرت یحییٰؑ بن

ذکریا کو ملنا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے یعنی ایسی اولاد عطا ہو جو اس ودیعۂ نبوت کا منصب سنبھال سکے جو آل یعقوبؑ کا ورثہ تھا۔ یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہوگا۔ غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اور یہ آیات شیعہ کی تائید نہیں بلکہ ان کے دعوے کی سخت تردید کرتی ہیں۔

تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ فدک مملوکہ خاص آنحضرتؐ کا نہ تھا نہ آپ نے فاطمہؓ کو بطور ہبہ دیا۔ نہ بطور وراثت آپکو مل سکتا تھا۔ یہ مال فیٔ تھا۔ مساکین و یتامیٰ و فقراء غرباء کا حق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں وہی عمل کیا جو جناب رسالت مآبؐ نے کیا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علیؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعوے کے بطلان کی صریح دلیل ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی فدک ورثاء فاطمہؓ میں تقسیم نہیں کیا بلکہ بدستور سابق عامۃ المسلمین کیلئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فدک میں کوئی دست اندازی نہیں کی بلکہ بدستور رہنے دیا۔ اس کے متعلق ہم اصول کافی کتاب الروضہ ص۲۹ سے ایک خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا درج کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے اپنے وقت میں فدک بھی ورثاء فاطمہؓ کو نہ دیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنا چاہتے تھے نہ کیں مثلاً حلت متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ پانچ تکبیر جنازہ بھی نہ پڑھ سکے۔ نماز تراویح کو بھی موقوف نہ کرا سکے

ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ وَحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ وَشِيْعَتِهٖ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِيْ اَعْمَالًا خَالَفُوْا فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُتَعَمِّدِيْنَ لِخِلَافِهٖ نَاقِضِيْنَ لِعَهْدِهٖ مُغَيِّرِيْنَ لِسُنَّتِهٖ وَلَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلٰى تَرْكِهَا وَحَوَّلْتُهَا اِلٰى مَوَاضِعِهَا وَاِلٰى مَا كَانَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَتَفَرَّقَ عَنِّيْ جُنْدِيْ حَتّٰى اَبْقٰى وَحْدِيْ اَوْ قَلِيْلٌ مِّنْ شِيْعَتِيَ الَّذِيْنَ عَرَفُوْا فَضْلِيْ وَفَرْضَ اِمَامَتِيْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ ذِكْرُهٗ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَمَرْتُ بِمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَدَدْتُهٗ اِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَضَعَهٗ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرَدَدْتُ فَدَكَ اِلٰى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَدَدْتُ صَاعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا كَانَ اِلٰى اَنْ قَالَ وَاَمَرْتُ بِاِحْلَالِ الْمُتْعَتَيْنِ وَاَمَرْتُ

بالتکبیر علی الجنائز خمس تکبیرات - الی ان قال اذاً لتفرقوا عنی واللّٰہ لقد امرت الناس ان لا یجتمعوا فی شہر رمضان الا فی فریضة واعلمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعة فتنادی بعض اہل عسکری ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام غُیّرت سنة عمر ینہانا عن الصلوٰة فی شہر رمضان تطوعاً (ترجمہ جناب امیرؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپکے گرد آپ کے اہلبیت اور خواص شیعہ بیٹھے ہوئے تھے پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسول خداؐ کی مخالفت کی گئی ہے۔ اور دانستہ خلاف کیا ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسولؐ کی سنت تبدیل کی گئی ہے۔ اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کیلئے کہکر اصلی حالت پر لانا چاہوں جیسا کہ رسولؐ کے وقت میں تھا۔ تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہجاؤں یا چند شیعہ رہجائیں۔ جو میری فضیلت اور میری خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسولؐ سے جانتے ہیں اگر میں کہوں۔ کہ مقام ابراہیمؑ اس طرح کر دیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے وقت میں تھا اور باغ فدک کو ورثائے فاطمہؑ کو واپس دلا دوں۔ اور صاع وہی کر دوں جو رسولؐ کے وقت میں تھا۔ اور دونوں متعہ کی حلت کا فتوے دیدوں۔ اور پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نوافل (تراویح) کیلئے مجتمع ہونا بدعت ہے۔ تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ ملکر لڑائی کر رہے ہیں منادی کر دی کہ اے مسلمانو حضرت علیؑ عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز نفل (تراویح) پڑھنے سے منع کرتا ہے)۔ اس خطبہ سے ثابت ہوا۔ کہ جناب امیرؑ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ تو فدک ورثائے فاطمہؑ کو واپس لا سکے۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر نماز جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے۔ نہ بدعت تراویح کو ہی موقوف کر سکے تو اب سوال یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں۔ ہوتی رہیں۔ احکام جور و جفا جو نافذ کر گئے تھے بدستور جاری رہے۔ یہاں تک بے بس تھے۔ کہ باغ فدک بھی حسنینؑ وغیرہ کو نہ دلا سکے۔ متعہ جیسے فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی نہ ہو سکی۔ نماز تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے۔ پھر آپ کی خلافت سے آپکے شیعہ کو فائدہ ہی کیا پہنچا۔ یہ بھی تعجب ہے کہ خلفاء ثلثہ کی زندگی

میں تو درۂ عمرؓ یا تیغ صدیقیؓ کا لوگوں کو خوف تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا۔ کہ ان ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیرؑ کے خطبات بلیغہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نیز ذوالفقار حیدری کی ہیبت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کہ صداقت تھی جو ان کو فتح کر چکی تھی۔ اور وہ حق کا تخم کسی تدبیر سے بھی قلوب مومنین سے نہ مٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں باغ فدک سے متعلق فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس میں کچھ دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورثاء فاطمہؓ اس سے بہرہ یاب ہوئے اور ظاہر ہے۔ کہ یہ تو سب حیلے بہانے ہیں کہ لوگوں کے افتراق کا خوف تھا۔ یا مصلحت وقت کا اقتضا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فدک کے متعلق امیرؑ کو خوب معلوم تھا کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن و حدیث رسولؐ تھا۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا۔ تو جب جناب امیرؑ نے طرز عمل سے فیصلہ صدیقؓ کی تصدیق کر دی۔ تو اب شیعہ کا کیا حق ہے۔ کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

جواب شیعہ۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے وقت میں فدک اس لیے واپس نہیں لیا۔ کہ مغصوبہ چیز کا واپس لینا شان امامت کے خلاف تھا۔

جواب الجواب۔ ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر مغصوبہ چیز کا واپس لینا درست نہ تھا تو خلافت مغصوبہ کیوں واپس لے لی گئی۔ جناب امیرؑ نے اپنے فائدہ کی چیز (خلافت) تو لے لی لیکن ورثاء فاطمہؓ کی حق تلفی روا رکھی گئی۔ بغرض شیعہ کے خلاف یہ ناطق حجت اور قطعی دلیل ہے۔ کہ فدک خاتون جنت کا ہرگز حق نہ تھا۔ ورنہ جناب امیرؑ اپنے زمانۂ اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کر کے حسنینؓ اور دیگر ورثاء خاتون جنت کو ضرور ضرور فدک دے دیتے۔ جب آپؓ نے اور نہ امام حسنؓ نے فدک واپس لیا تو ظاہر ہے۔ کہ فیصلہ خلفاء سابق کو ناطق سمجھ کر اس کی مخالفت نہ کی گئی۔ ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔ جناب امیرؑ اور حضرت امام حسنؓ کے اس طرز عمل نے شیعہ کی چون و چرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا چاہیے۔ کہ ؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

غضب فاطمہؓ۔ شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں فدک کے متعلق دعوےٰ کیا۔ ابوبکرؓ نے نہ دیا تو فاطمہؓ غضبناک ہوئیں۔ اور پھر حضرت ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔ غضب فاطمہؓ موجب غضب خدا و رسولؐ ہے اس لئے حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کا غضب ہوا۔ قابل خلافت نہ تھے۔

جواب۔ اوّل صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کیجاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے صرف حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ اور یہ قصہ درایتًا ناقابل تسلیم ہے۔ اول اس لیئے کہ حضرت فاطمہ بنت رسولؐ سے جن کا لقب ہی بتول (تارکۃ الدنیا) تھا یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ چند کھجوروں کیلئے مقدمہ بازی شروع کر کے کچہری میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالتًا حاضر ہو کر مخاصمہ کریں۔ اور باغ نہ ملنے پر یہاں تک غضبناک ہو جائیں کہ خلیفۂ وقت سے بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ جو راوی اس قصہ کی ہیں۔ انکو عدالت میں جانے اور مقدمے سننے کی کب اجازت تھی کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔ **دوم** حدیث میں اکثر جگہ لفظ وجدتْ ہے جس کا معنی ندامت (پشیمان ہوئیں) کے ہیں یعنی جب صدیق اکبرؓ سے آپ نے معقول جواب سن لیا۔ تو اپنے دعوے کرنے پر آپ کو ندامت ہوئی۔ اور پھر آپ نے کبھی اس متعلق پھر کبھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اس کا معنی بھی یہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہوئیں۔ **سوم**۔ اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت فاطمہؓ اسباب پر خفا ہو گئیں تو یہ اقتضاءِ بشریت ہے جس حدیث میں وعید ہے اس میں لفظ مَنْ اَغْضَبَهَا ہے۔ یعنی جس شخص نے دانستہ آپ کو غضبناک کیا۔ یہاں اغضاب نہیں ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے یہ معاملہ آپ کو غضبناک کرنے کے لیئے نہیں کیا بلکہ بتعمیل ارشاد رسولؐ و حکم قرآن ایسا کیا۔ اس لیئے آپ کا یہ فعل حضرت فاطمہؓ کو ناراض کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ نیک نیتی سے بہ تعمیل حکم خدا و رسولؐ تھا۔ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات انسان کو معمولی بات سے غصہ آجایا کرتا ہے اور اس سے کوئی برا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے۔ حضرت موسیٰؑ ایک اولوالعزم رسول تھے جب کوہ طور سے چلہ پورا کر کے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضبناک ہوئے کہ الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا۔ اور اپنے بھائی ہارون (نبیؑ) کو سر اور ڈاڑھی سے پکڑ کر کھینچا جب ہارونؑ نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا کہ مجھے بے عزت کر کے دشمنوں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں (یہ قصہ قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہے بخوف طوالت آیات نہیں لکھی گئیں) جیسا ایک رسولؐ کا اپنے بھائی نبی پر اسطرح غضبناک ہو کر دست و گریبان ہونا طرفین میں کسی کے خطاکار ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت فاطمہؓ اگر غصہ کر لیں تو آپ کا یا جناب صدیق اکبرؓ کا مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ **چہارم** شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت

فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جنابِ خاتونِ جنت حضرت علیؓ پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالت مآب کے گھر چلی گئیں اور حضرت رسول خدا بھی اس واقعہ سے سخت رنجیدہ خاطر ہوئے اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ (فاطمہؓ میری جگر گوشہ ہے جس نے اسے غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا) تو جب حضرت فاطمہؓ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؓ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور نہ وہ وعید کے تحت میں آسکتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ہم جلاء العیون مولفہ ملا باقر مجلسی سے ذیل میں ایسے ایک دو واقعات درج کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۸۰ میں ہے۔ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفےٰ اور مناقب خوارزمی میں بسند ہائے معتبر ابوذر و ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ میں تھے ان کے لئے کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی کہ اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے اس کنیز کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیجا اور وہ کنیز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ سر جناب امیرؑ کا اس کنیز کے دامن میں ہے جب وہ حالت ملاحظہ فرمائی متغیر ہوئیں اور پوچھا کیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا بخدا سوگند میں نے اس کے ساتھ کوئی امر نہیں کیا اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو کہ میں بجا لاؤں جناب سیدہ نے کہا مجھے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی پس جناب فاطمہؓ نے چادر سر اوڑھی اور اسپر برقعہ ڈالکر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں۔ اور قبل اس کے کہ جناب فاطمہؓ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبرئیل از جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپکو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ اس وقت فاطمہؓ تمہارے پاس علیؑ بن ابیطالب کی شکایت کرنے آتی ہیں تم حق علیؑ میں کوئی چیز فاطمہؓ سے قبول نہ کرنا جب جناب فاطمہؓ داخل دولت سرا پدر بزرگوار ہوئیں حضرت رسولؐ نے فرمایا علیؑ کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں پس جناب فاطمہؓ جناب امیرؑ کے پاس تشریف لائیں اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ ایسی زود رنج تھیں کہ کنیز کو جناب امیرؑ کے پاس دیکھ کر خفا ہو گئیں جناب امیرؑ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا۔ اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں حتیٰ کہ جبرئیلؑ کو جناب امیرؑ کی صفائی کرنے کی ضرورت پڑی اور جناب رسولؐ کے فرمانے پر واپس بخانہ ہوئیں۔

دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؑ جلاء العیون اردو صفحہ ۲۶۲ میں ہے۔ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک شقی جناب سیدہ کے پاس آیا اور کہا کہ علیؑ بن ابیطالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شقی سے کہا کہ تو قسم کھا اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔ جب فاطمہؑ کو بہت غیرت آئی اس لیے کہ حق تعالٰے نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کے واسطے جو بوجود غیرت صبر کرے ایک ثواب مقرر کیا ہے مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کے واسطے نگہبانی کرے پس جناب فاطمہؑ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور متفکر رہیں یہانتک کہ رات ہوئی جب رات ہوئی امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھایا اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لیگئیں جب جناب امیرؑ گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو وہاں نہ دیکھا بہت غم ہوا۔ اور سخت دشوار ہوا مگر تشریف لیجانیکا سبب معلوم ہوا۔ اور شرم و حجاب دامنگیر ہوا کہ جناب سیدہ کو ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے بلائیں پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جاکر بہت نمازیں ادا کیں اور ایک تودہ خاک جمع کرکے اس پر تکیہ فرمایا۔ جب جناب رسول خدا نے جناب فاطمہؑ کو محزون پایا غسل کیا۔ اور لباس پہنکر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں مشغول رکوع و سجود تھے بعد ہر دو رکعت کے دعا مانگتے تھے۔ کہ خداوندا فاطمہؑ کے حزن کو زائل کر اس لیے کہ جب گھر سے باہر آئے تھے جناب فاطمہؑ کو دیکھ آئے تھے کہ آپ کروٹیں لیتیں اور نالہ ہائے بلند کھینچتی تھیں۔ جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؑ کو نیند نہیں آتی اور بیقرار ہے۔ فرمایا اے دختر گرامی اے فاطمہؑ اٹھو۔ جب فاطمہؑ اٹھیں جناب رسولؐ خدا نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثوم کو ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیرؑ پہنچے۔ اسوقت جناب امیرؑ آرام فرما رہے تھے پس حضرت رسولؐ خدا نے پاؤں جناب امیرؑ کے پاؤں پر رکھکر اور ہلا کر فرمایا۔ اے ابوتراب اٹھو بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیرؑ گئے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلا لائے۔ جب نزدیک جناب رسول خدا حاضر ہوگئے حضرت نے ارشاد کیا یا علیؑ مگر تم نہیں جانتے کہ فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے اور میں فاطمہؑ سے ہوں۔ جسنے اسے آزار دیا اس نے مجھے آزار دیا۔ اور جسنے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا مثل اس کے ہے۔ کہ میری حیات میں آزار دیا۔ اور جسنے اسے میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے جیسا کہ گویا میری وفات کے بعد آزار دیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ اسیطرح ہے۔ پس جناب رسول خدا نے فرمایا۔ تم کو

کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا۔ امیرؑ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپکو براستی بھیجا ہے قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہؓ سے کسی نے کہا ہے فی الواقعہ صحیح نہیں ہے۔ اور میرے دل میں بھی وہ امر نہیں گذرے۔ جناب رسول خدا نے کہا تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے پس جناب فاطمہؓ شاد و خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کسی کے محض کہہ دینے سے کہ جناب امیرؑ دختر ابوجہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہوگئیں اور یہاں تک بے صبری فرمائی کہ جناب امیرؑ سے اس امر کا تفحص بھی نہ کیا اور بدون اجازت بعدم موجودگی جناب امیرؑ بال بچوں سمیت میکے گھر چلی گئیں اور آپکو اسقدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی کروٹیں بدلتی بیقراری اور بے چینی طاری تھی جناب رسول خدا سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہؓ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیرؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اپنے یار و غمخوار صدیق و فاروق کو بلا کر جناب امیرؑ کو ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؑ پر کوئی طعن نہیں آیا اور نہ ناراضگی فاطمہؓ سے کوئی خراب نتیجہ نکلتا ہے تو حضرت فاطمہؓ کی خفگی کے متعلق جو فرضی طور پر حضرت ابوبکرؓ کی نسبت بیان کیجاتی ہے کیوں اس قدر شور و غل برپا کیا جاتا ہے۔

جناب سیدہ کی نازک مزاجی ۔ چونکہ جناب سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ شیعہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں۔ ان سے آپ کی تنگ حوصلگی، غیر مآل اندیشی، خفیف الحرکتی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت شیعہ کی ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

روایات شیعہ ۔ شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر بوجہ اس کے کہ نقل کفر کفر نباشد۔ ناظرین کی توجہ کیلئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۱۳۰ میں ہے۔ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ ہوا۔ جناب فاطمہؓ سے پنہان حضرتؐ نے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا میرا آپکو اختیار ہے۔ ولیکن زنان قریش کہتی ہیں۔ کہ علیؓ بزرگ شکم اور طویل دست ہیں اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں۔ اور ہمیشہ خندہ دہان اور مفلس ہیں۔ کیا ایک شریف خرم محترم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ بحالت کنوارگی اپنے سرور عالم کے سامنے ایسی کلام کریں۔ کہ ابا جان مجھے تو عذر نہیں لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں۔ کہ وہ بڑے پیٹو ہیں۔ ہڈیوں کے جوڑ ناموزوں ہیں۔ اور سر

سے سمجھتے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہؓ نے رسولِ خدا سے جناب امیرؑ کی شکایت کی۔ کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں۔ فقرا اور مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں"۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ ایسی طماع و حریص تھیں کہ جناب امیرؑ کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی ان کو ناپسند تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کی نسبت ایسی نا ملائم حرکات کی نسبت کرنے سے دریغ نہیں کرتے جو ایک معمولی دنیادار کی بہو بیٹیوں کیلئے بھی باعثِ شرم ہے۔ تو یہ لوگ بات کا جھگڑا بنا کر فدک کی چند کھجوروں کیلئے جناب سیدہ کو گلیوں میں پھرانے کبھی حضرت عمرؓ سے دست و گریباں ہونے کبھی حضرت ابوبکرؓ پر خشمناک ہونے کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک حضرت فاطمہؓ کو دیکر سند بھی تحریر کر دی تھی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ "بروایت دیگر ابوبکرؓ نے نامہ لکھا۔ اور جناب فاطمہؓ کو دیا۔ عمرؓ نے راستے میں دستِ تعدی سے جناب فاطمہؓ سے نامہ لیکر اس نامہ پر تھوکا اور پھاڑ ڈالا"۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک دیکر نامہ بھی لکھ دیا تو پھر بھی تم جناب صدیقؓ کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب احسان فراموش ہو خدا تمہیں ہدایت کرے

جناب سیدہ کی رضامندی حضرت ابوبکرؓ سے ۔ شیعہ کی معتبر کتاب محاج السالکین میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا۔ اور آپ نے فیصلہ حضرت ابوبکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے تو اب ناحق والے کیوں شور مچا رہے ہیں۔ روایت یوں ہے۔ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ لَمَّا رَاٰی اَنَّ فَاطِمَۃَ انْقَبَضَتْ عَنْہُ وَهَجَرَتْہُ وَلَمْ تَتَکَلَّمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِیْ اَمْرِ فَدَکَ کَبُرَ ذٰلِکَ عِنْدَہٗ فَاَرَادَ اسْتِرْضَاءَھَا فَاَتَاھَا فَقَالَ لَھَا صَدَقْتِ یَا ابْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْمَا ادَّعَیْتِ وَلٰکِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقْسِمُھَا فَیُعْطِی الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ بَعْدَ اَنْ یُّعْطِیَ مِنْھَا قُوْتَکُمْ وَالصَّانِعِیْنَ فَقَالَتْ افْعَلْ فِیْھَا کَمَا کَانَ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُ فِیْھَا فَقَالَ وَلَکِ اللّٰہُ عَلَیَّ اَنْ اَفْعَلَ فِیْھَا مَا کَانَ یَفْعَلُ اَبُوْکِ فَقَالَتْ وَاللّٰہِ لَتَفْعَلَنَّ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ فَقَالَتْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ فَرَضِیَتْ بِذٰلِکَ وَاَخَذَتِ الْعَھْدَ

عَلَیْہِ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ یُعْطِیْہِمْ مِنْہَا قُوْتَہُمْ فَیُعْطِی الْفُقَرَاءَ وَالْمَسَاکِیْنَ (ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ امر ان پر شاق ہوا اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے۔ اور کہا آپ نے بیشک سچ کہا ہے اے بنت رسولؐ لیکن میں نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے محتاجوں مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا کرتے تھے۔ جبکہ پہلے تم اہلبیت کو خرچ دیتے تھے اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے جناب فاطمہؓ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میرے والد ماجد رسولخدا کیا کرتے تھے تو ابوبکرؓ نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا جیسے جناب رسولخدا کیا کرتے تھے۔ جناب سیدہ نے فرمایا بخدا تم ایسا ہی کرو گے ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا ہی کرونگا جناب فاطمہؓ نے کہا خدایا اس پر گواہ رہنا پھر جناب سیدہ اسبات پر رضامند ہو گئیں اور عہد لیلیا۔ ابوبکرؓ پہلے انکو خرچ دیا کرتے تھے۔ اور بعد میں غرباء و مساکین کو دیتے تھے)

اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسولخداؐ کا قبضہ فدک پر متولیانہ تھا آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلبیت کو سالانہ قوت دیکر باقی غرباء و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دائرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھا ہے۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالہ سے درج کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا

معقولی بحث ۔ اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں۔ کہ کیا رسولخداؐ نے فدک سچ مچ حضرت زہراؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی جاگیر جسکی آمدنی (بقول شیعہ) ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ بیان کیجاتی ہے۔ پیغمبر خداؐ نے حضرت فاطمہؓ کے سپرد کر دی ہو اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ہو کیا یہ اسوۂ حسنہ رسولؐ سے توقع کیجا سکتی ہے۔ کہ مسلمان تو روٹی سے محتاج ہوں گھر در سے مستغنی ہو کر اصحاب صفہ کا لقب پائیں کفار کے حملوں سے ایک لحظہ بھی چین نہ پڑے۔ بلکہ خود رسولؐ کا یہ حال ہو کہ صبح کے طعام کے بعد نان شبینہ کیلئے توکل پر سہارا ہو امہات المومنین مسکینی میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم فاقوں سے پیٹ کی آگ دفع کریں اور رحمۃ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے رہیں۔ اور اتنی بڑی جاگیر سے نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کیلئے مخصوص کر دیں کیا اس رسولؐ برحق کیلئے جو فقیروں کا ملجا غرباء کا سہارا غلاموں کا

سوائے بیجا والی۔ اور اخلاق حمیدہ کا مجسم تھا۔ یہ تمام باتیں محالات وغیر ممکنات سے ہیں۔ نقیض کیا وہ اپنی غرض سے ایسا مستغنی المزاج ہو گیا تھا کہ ان ہتھکنڈوں سے اسے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ بھی کرتا تھا۔ وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا۔ کہ وہ مہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور مالوں کو راہ خدا میں قربان کیا ہجرت کے مصائب برداشت کئے اور خوشی سے فقر و فاقہ قبول کر کے ہمیشہ اسلام کیلئے شمشیر بکف رہے۔ نان جویں کو بھی ترسیں اور رسول کریم کا ابر رحمت اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے کیا اس سالار اعظم ﷺ نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی وسعت اور اولوالعزمی تھی۔ اور جو گروہ مسلمین کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دعویدار تھا۔ یہ امید کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیش نظر ہوں اغماض کو کام میں لا کر اوامر الہٰی سے تجاوز کر کے تمام کے حقوق بلا وجہ تلف کر دے۔ کیا ممکن ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان اس قدر سادہ لوح تھے کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو ان کے حق میں روا رکھی گئی ہو وہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنان اسلام ان حالات کی موجودگی میں بہ بانگ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے کہ ان کی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دفینہ اور ایثار و اخلاق مکارم کی تکمیل کا ذریعہ بنا۔ نعوذ باللہ میدان عمل میں اس کے خلاف کرے۔ کیا ہم حضرت ابوبکر یا فاروق جیسے مجسم اخلاق و اسوہ حسنہ سے یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے باپ کی پیاری امت تو اس رنج و مصیبت میں گرفتار ہو اور وہ انکی بیٹی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں۔

سوال طعن - حضرت ابوبکرؓ کا قول ہے۔ لست بخیرکم و علیؓ فیکم اقیلونی اقیلونی (میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں جبکہ علیؓ تم میں موجود ہیں۔ مجھے واپس کر دو واپس کر دو) اس سے فضیلت حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ پر ثابت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب - اولاً یہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اسکا وجود نہیں ہے اگر اہلسنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابوبکرؓ کا درج ہوتا تو ہم پر جواب دہی فرض ہوتی۔ و اذ لیس فلیس ثانیاً صحابہ کرام کے اس قسم کے اقوال انکی کمال بے نفسی اور زہد و اتقا کی وجہ سے ہوتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا زیر ہونا تیرا زبر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ انا و لا غیری کا دم بھرنا دنیاداران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بار گراں اہل حل و عقد نے بالاجماع انکی گردن پر رکھ دیا اور انہوں نے باحسن وجوہ اسکا انجام دیا۔ ثالثاً اس قول سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ پر فضیلت تھی۔ یا آپ خلافت کے نا اہل تھے۔ ایسے کسر نفسی کے کلمات کہنے والے کی عظمت شان پر دلالت کرتے ہیں ؎

تواضع کند ہوشمند گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

تکبر وغرور شیطانی اوصاف ہیں۔ بزرگان خدا باوجود کمال وجلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں۔ تکبر ونخوت نے ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور تواضع اور منکسر المزاجی کی وجہ سے ہی حضرت آدمؑ مقبول بارگاہ ایزدی ہوئے ہیں۔ رانده شد ابلیس از مستکبری ۔ گشت مقبل آدمؑ از مستغفری

آٹھواں طعن ۔ ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے۔ اور ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب ۔ یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا۔ بلکہ آجکل کے شیعہ نے یہ طعن اپنی جہالت کی وجہ سے ایجاد کیا ہے۔ چنانچہ مناظرہ کنڈیاں ضلع میانوالی میں شیعوں کے مناظر مرزا احمد علی امرتسری نے یہ اعتراض کیا تھا۔ ہم وہ حدیث لکھ دیتے ہیں جس کی بنا پر یہ طعن کیا گیا ہے۔ حدیث یوں ہے۔ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَیْدِیِّ وَکَانَ مِنْ کُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم مَرَّ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّھُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ مَالَکَ یَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَا اَبَا بَکْرٍ نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَةَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَکَذٰلِکَ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم قَالَ مَالَکَ یَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰی کَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّیْعَةَ وَنَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ بِهَا مِنْ عِنْدِیْ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰئِکَةُ فِیْ مَجَالِسِکُمْ وَعَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً (حنظلہ اسیدی سے روایت ہے جو کاتب رسول پاک تھا۔ ابوبکرؓ کے پاس سے گذرا جبکہ وہ رو رہا تھا۔ ابوبکرؓ نے پوچھا حنظلہ تجھے کیا ہوا۔ اس نے کہا اے ابوبکرؓ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم رسول خداؐ کے پاس ہوتے ہیں جب ہمیں دوزخ وجنت کی یاد دلاتے ہیں گویا ہم ان کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم گھر کو جاتے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے ملتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا بخدا اے حنظلہ میری بھی یہی حالت ہے۔ چلو رسول خداؐ کے پاس چلیں۔ ہم حضورؐ کے پاس گئے۔ جب آپ نے حنظلہ کو دیکھا پوچھا اے حنظلہ تمہیں کیا ہوا۔ کہا حضورؐ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپکی خدمت میں ہوتے ہیں جبکہ آپ ہمیں دوزخ وجنت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم نے آنکھوں سے دیکھ لئے پھر جب گھر کو جاتے ہیں اور اہل وعیال اور بال بچوں سے ملتے ہیں ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تمہاری وہ حالت برقرار رہے جو میرے پاس بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے۔ تو فرشتے تمہاری مجلسوں تمہارے بستروں تمہارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں گاہے چنیں گاہے چناں) اس روایت سے صحابہ رسول اکرمؐ کے کمال زہد و تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کی خواہش یہی ہوتی کہ ہمیشہ ہماری حالت وہی رہے۔ جو حضورؐ کے پاس بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے۔ کہ دنیا وما فیہا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اور جنت ودوزخ آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

نہیں ہے۔ بلکہ متاخرین شیعہ کا اختراع کردہ ہے۔ چنانچہ کنڈیاں میں مرزا احمد علی امرتسری نفس ناطقہ علامہ حائری نے یہ طعن پیش کیا تھا۔

جواب

متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آجکل کے شیعہ ؎

بے حیا باش و ہرچہ خواہی گو

کے مصداق ہو کر ایسی بے تکی باتیں ؎ عربی کی نہ فارسی نہ ترکی نہ تال کی نہ نغمہ کی نہ سُر کی ہانک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض اس طعن کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔

ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے:۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِاَبِيْ بَكْرٍ فَهُوَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا اَبَا بَكْرٍ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَكَذٰلِكَ وَانْطَلِقْ فَامَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَاَنَّا رَاْيَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَدُوْمُوْنَ

حنظلہ اسدی سے مروی ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا کہ وہ ابوبکرؓ کے پاس سے گزرا جب کہ وہ رو رہا تھا۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے اے ابوبکرؓ۔ ہم رسول خداؐ کے پاس ہوتے ہیں جبکہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم دوزخ و جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں۔ عورتوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں۔ اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہؐ کے پاس چلیں۔ ہم دونو رسول خداؐ کے پاس گئے۔ آپ نے دریافت کیا حنظلہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا حضور حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر کو جاتے ہیں۔ بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسی حال پر

عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي تَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَٰئِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً (صحیح ترمذی ص۲۱۳)

جو میرے پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے۔ تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں آکر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ ساعت بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔

نادان معترض نے اس حدیث سے ٹھوکر کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کی احادیث ان کی مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آگے بھی بیان ہوگا۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ اس واقعہ سے حنظلہ اور حضرت ابوبکرؓ کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے یا ان کا کمال ایمان اور خوف وخشیۃ الٰہی ثابت ہوتی ہے۔ کہ باوجود ان انوار وبرکات لوٹنے کے جو حضور علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں میسر تھے۔ خوف خدا کی یہ حالت تھی۔ کہ صرف اسباب پر وہ کانپ رہے تھے۔ کہ جب حضور انور کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں۔ تو دنیا کے کام دھندوں میں شاغل ہو جاتے ہیں۔ ڈر ہے کہ اس کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں۔ کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب وخطاب والے مجتہد بھی خشیۃ الٰہی دل میں رکھتے ہیں۔ کلّا وحاشا زردے پلاؤ کھا کر رات سے تو غفلت میں پڑے گوز چلتے رہتے ہیں۔ دن سے تو مریدوں میں بیٹھے حقہ گڑگڑاتے رہتے ہیں ؎

نہ آداب قرآں نہ داب صلاح ٭ دھواں یک طرف ہیں ریاح

بھائی ہم تو دعا کرتے ہیں۔ کہ ایسا اتفاق ہم کو بھی نصیب ہو لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اسی مضمون کی حدیثیں اصول کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ص[illegible] میں ہے۔

دَخَلَ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حُمْرَانُ بْنُ أَعْيَنَ فَكَلَّمَهُ حُمْرَانُ بِالْقِيَامِ قَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُخْبِرُكَ أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاكَ لَنَا وَأَمْتَعَنَا بِكَ إِنَّا نَأْتِيكَ فَمَا نَخْرُجُ مِنْ عِنْدِكَ حَتَّى تَرِقَّ قُلُوبُنَا وَتَسْلُو أَنْفُسُنَا

حمران بن اعین امام محمد باقرؓ کے گھر گیا جب اٹھنے لگا تو کہا اے امام خدا آپ کی عمر دراز کرے اور ہمیں آپ کی ذات سے نفع بخشے ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کی خدمت سے اٹھتے وقت ہمارے دل بڑے نرم ہوئے ہوتے ہیں۔ اور دلوں کو دنیا سے قطع تعلق

عن الدنیا ویہون علینا ما فی ایدی الناس من هذه الاموال ثم نخرج من عندک فاذا صرنا مع الناس والتجار احببنا الدنیا قال فقال ابو جعفر علیه السلام انما هی القلوب مرة تصعب ومرة تسهل ثم قال ابو جعفر علیه السلام اما ان اصحاب محمد صلی الله علیه وآله وسلم قالوا یا رسول الله نخاف علینا النفاق قال فقال ولم تخافون ذلک قالوا اذا کنا عندک فذکرتنا ورغبتنا وخلنا ونسینا الدنیا وزهدنا حتی کانا نعاین الآخرة والجنة والنار ونحن عندک فاذا خرجنا من عندک ودخلنا هذه البیوت وشممنا الاولاد ورأینا العیال والاهل یکاد ان نحول عن الحال التی کنا علیها عندک حتی کانا لم نکن علی شیء افتخاف علینا ان یکون ذلک نفاقا فقال لهم رسول الله صلی الله علیه وآله کلا ان هذه خطوات الشیطان فیرغبکم فی الدنیا والله لو تدومون علی الحال التی وصفتم انفسکم بها لصافحتکم الملائکة ومشیتم علی الماء

ہو جاتا ہے۔ اور مال و متاع دنیا کو ہم حقیر سمجھتے ہیں جب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں اور بیوپاریوں سے ملتے ہیں۔ پھر ہمیں مال دنیا سے محبت ہو جاتی ہے۔ امام ع نے فرمایا۔ دل کبھی سخت ہو جاتے ہیں اور کبھی نرم پھر کہا۔ اصحاب رسولؐ کہتے تھے یا رسول اللہ ہمیں اپنے منافق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ اصحاب نے کہا جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمیں پند و نصیحت کرتے اور ترغیب اور ترہیب کرتے ہیں ہم ڈر جاتے ہیں۔ اور دنیا بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ گویا اپنی آنکھوں سے آخرت اور بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب آپ سے اٹھ کر نکلتے ہیں۔ اور گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اولاد کو پیار کرتے ہیں۔ اور اہل و عیال کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ گویا ہماری وہ حالت جو آپ کے حضور میں ہوتی ہے۔ تبدیل ہو سکتی ہے کیا آپ ہم پر نفاق کا اندیشہ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ وہ تمہیں دنیا کی رغبت دیتا ہے۔ بخدا اگر تم اس حالت پر رہو جو تم نے ذکر کیا ہے۔ تو آسمان کے فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ اور تم پانی پر چلنے لگو۔

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ ۴۲۵ میں ہے۔

عن حمران عن ابی جعفر علیه السلام قال ان رجلا اتی رسول الله صلی الله علیه

حمران روایت کرتا ہے۔ امام محمد باقرؑ سے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا حضور

وَ اٰلِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَافَقْتُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا نَافَقْتَ وَلَوْ نَافَقْتَ مَا اَتَيْتَنِيْ فَعَلِّمْنِيْ مَا الَّذِيْ رَاَيْتَ اَظُنُّ الْعَدُوَّ الْحَاضِرَ اَتَاكَ فَقَالَ لَكَ مَنْ خَلَقَكَ فَقُلْتَ اَللّٰهُ خَلَقَنِيْ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَقَالَ اِيْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَكَانَ كَذَا فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اَتَاكُمْ مِنْ قِبَلِ الْاَعْمَالِ فَلَمْ يَقْوَ عَلَيْكُمْ فَاَتَاكُمْ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ لِكَيْ يَسْتَزِلَّكُمْ فَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلْيَذْكُرْ اَحَدُكُمُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ۔

جس نے نفاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا۔ اور اگر نفاق کرتا۔ تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر فرمایا بتا تو نے کیا دیکھا ہے میں گمان کرتا ہوں۔ کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے۔ اور تجھے کہا ہے۔ کہ کس نے تجھے پیدا کیا تو نے کہا خدا نے۔ پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ بخدا حضور یہی بات ہے آپ نے فرمایا شیطان نے اعمال کے بارے میں تمہیں گمراہ کرنا چاہا ہے۔ وہ اس بات پر قادر نہیں ہو سکا پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے تاکہ تمہیں لغزش دے جب ایسا ہو تو تم خدا کے وحدہ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان دفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہل بیت مذکور ہیں۔ حدیث حنظلہ کی تشریح کر دی ہے۔ جن کا مضمون بعینہ وہی ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زاید ہے۔ کہ اصحاب کرام کمال خوف الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے وسوسوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آجاتا۔ حضورؐ ان کی تشفی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے کچھ تغیر نہیں ہوتا اور جن کے ایمانوں میں کچھ خلل ہو۔ ان کو ہماری سرکار میں آنے اور استغفار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں۔ جو ایک ڈاکو چور کی طرح تمہارے خزانۂ ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ اعمال کی وجہ سے تو تم پر اس کا کچھ بس چل نہیں سکتا۔ کہ تمہیں پھسلا سکے۔ ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی ضعیف حرکات سے اس کو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے تم لوگ راسخ الایمان۔ صالح الاعمال ہو اور یہی تمہارے کمال ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حملوں کے وقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو۔ امید ہے۔ کہ

معترض کی کسی قدر تشفی ہوگئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھدیں کہ خاصانِ خدا کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی صفحہ [illegible] میں ایک حدیث ہے۔ کہ وَاللّٰہِ مَا یَنْجُوْ مِنَ الذَّنْبِ اِلَّا مَنْ اَقَرَّ بِہٖ (بخدا گناہ سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقراری ہو) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو پیغمبر معصوم تھے۔ کہتے ہیں۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (میں اپنے نفس کو مبرا نہیں سمجھتا کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے) کیا معترض اس سے یہ استدلال کریگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے مبرا نہ تھے۔ بلکہ نفس امارہ کے تابع حکم تھے) ایسا خیال کرنا ایک معصوم نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ تو بتاؤ۔ کہ حضور نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو لیکن اصول کافی صفحہ [illegible] میں ایک حدیث ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (امام جعفر صادقؑ کا قول ہے۔ کہ آنحضرت دن میں ستر دفعہ اللہ عزّ وجلّ سے طلب مغفرۃ کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہوسکتا ہے۔ کہ العیاذ باللہ آپ گنہگار تھے۔ اس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔

پھر جناب امیر علیہ السلام جن کو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا اشعار ذیل میں اقرار فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں۔

ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ جَانِیْ بِہَا	میرے گناہ میرے لئے مصیبت ہیں اور میرا کیا چارہ ہوگا جب قیامت میں ان کا بوجھ میرے سر پر ہوگا۔
اَتَیْتُکَ بَاکِیًا فَارْحَمْ بُکَائِیْ رَجَائِیْ مِنْکَ اَکْثَرُ مِنْ خَطَایَا	الٰہی تیرے حضور میں روتا ہوا آیا ہوں میری گریہ زاری پر رحم کیجیے تیرے فضل کی امید میری خطا سے بڑھکر ہے۔
یَظُنُّ النَّاسُ بِیْ خَیْرًا وَاِنِّیْ لَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّیْ	لوگ مجھے اچھا سمجھتے ہیں اور میں سب سے برا ہوں اگر تو مجھے معاف نہ کرے

اب بتاؤ ان اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کرسکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام نہ صرف خطاکار بلکہ شر الناس (بدترین خلائق تھے)۔

شیعہ معترض کو اگر ذرہ بھی عقل ہے۔ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس کی اس منطق کی زد الٹی اس کے مذہب پر اور پیشوائے مذہب (جناب علی المرتضےٰؓ) پر پڑتی ہے۔ ذرہ ہوش کیجیے ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی ؎ یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ نعمہائے غیر متناہی جو واہب العطایا سے ان کو حاصل ہیں۔ گناہ سمجھ کر ہر وقت باعتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب صـ۵۴ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں متصور ہونگی)

اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعیہ ہو چکا ہے۔ یہ مطاعن حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق تھے۔ اب وہ مطاعن لکھے جاتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروق اعظمؓ کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

نواں طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ اشْتَدَّ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم وَجَعُہٗ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدَ نَبِیٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَاْنُہٗ اَھَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا یَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِیْ فَالَّذِیْ اَنَا فِیْهِ خَیْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِیْ اِلَیْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُهُمْ وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ نَسِیْتُهَا۔

ابن عباسؓ نے کہا جمعرات کا دن اور وہ کیسا دن تھا۔ کہ اس میں آنحضرتؐ کو درد کی شدت تھی پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی اس کے بعد نہ گمراہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس جھگڑنا نہ چاہیئے۔ اور کہنے لگے آپ کا کیا حال ہے کیا آپ ہجرت (دنیا سے) کرتے ہیں آپ سے دریافت تو کرو ان لوگوں نے آپ سے سوالات شروع کئے پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ پھر آپ نے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دو (۲) کہ وفد کو میری طرح عطیے دیتے رہنا تیسری سے ابن عباسؓ نے سکوت فرمایا کہا میں بھول گیا

توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِالْکَتِفِ

وَاللَّوحِ وَالدَّوَاتِ (میرے پاس شانہ اور دوات یا تختی و دوات لاؤ) ایک جگہ ہے فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ (بعض نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ ایک جگہ یوں ہے (فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا مِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُوْمُوْا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

(ترجمہ۔ عمرؓ نے کہا حضورؐ کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن ہے کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا۔ بعض کہتے تھے۔ کہ حضور کو کاغذ دو ایسی تحریر لکھدیں کہ اس کے بعد تم کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ۔ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے۔ جب شور و غل بڑھ گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ چلے جاؤ۔ عبد اللہ کہتے ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی۔ جو حضورؐ اور لوگوں میں تحریر کے متعلق رکاوٹ پڑ گئی۔ کیونکہ شور و غل زیادہ ہو گیا تھا)

خلاصہ طعن شیعہ

اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

(۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپکا قول بحکم آیت وما ینطق الخ سراسر وحی تھا۔ اور ردّ وحی کفر ہے۔

(۲) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسولؐ کے حضور میں رفع صوت کیا۔ جو بحکم آیت ولا ترفعوا اصواتکم الخ ممنوع تھا۔

(۴) وصیت میں رکاوٹ ڈالکر حق امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی

جواب

اوّل۔ یہ حدیث چند طرق سے مروی ہے۔ سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت ان کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۶۸ھ مطابق ۶۸۷ء طائف میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضورؐ کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہلبیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہ سے جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ بھی شامل ہیں۔ کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر بڑے بڑے حضوری اشخاص پاس ہوا کرتے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی بھی مشکل ہوتی ہے۔ پھر جب درائت کے اعتبار سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس پر شیعہ صاحبان کے اس قدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

دوم۔ الزامات جو حضرت عمرؓ کے ذمے عاید کیے جاتے ہیں۔ الفاظ حدیث میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سب سے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوپا جاتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انہوں نے قول آنحضرتؐ کو ہذیان سے نسبت دی۔ لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش قسمتی سے ہذیان کا معنے لیتے ہیں وہ اہجر ہے۔ لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے۔ کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا۔ حدیث میں فقالوا ما شانہ اھجر اِستفہموہ لکھا ہے۔ یعنے حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغہ کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد

نیز اہجر کا معنے ہذیان کرنا شیعوں کی ڈبل جہالت کی دلیل ہے۔ معنے عبارت یہ ہے۔ کہ حضور کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے

دریافت تو کرو۔ اگر ہجر کے معنے ہذیان کے جائیں۔ تو استفہموہ کا معنے صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں۔۔ اور ہذیان ایسکی باتیں کہہ رہا ہے۔ تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہیگا کہ اس سے پوچھو تو سہی۔ کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنون کو مجنون یقین کرنے کے بعد بھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ استفہموہ اہل فہم کو سمجھانے کے لیے کافی ہے۔ کہ یہاں اہجر کا معنے وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں۔۔ بلکہ اس کا معنے یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے۔ کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں لکھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ پھر یہ موقعہ نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وہ معنے ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں۔ تو پھر وہ سارے ہوائی قلعے جو اسی لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر ہجر کا معنی بفرض محال ہذیان بھی کئے جائیں۔ تو چونکہ لفظ اہجر میں ہمزہ استفہام موجود ہے۔ اور یہ استفہام انکاری ہوگا۔ تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا نہیں ہو سکتا مطلب قائل کا یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ آپ ہذیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہئے۔ کہ کیا اس تحریر سے بحکم وحی کسی ضروری مسئلہ کا فیصل مقصود ہے یا بطور استحسان حضور کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے جب حضور کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

اور حدیث سے یہ ظاہر ہے۔ کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے۔ بعض اصرار کرتے تھے۔ کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے بعض قول عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے تھے۔ کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کوئی امر باقی نہیں ہے۔ اس لئے حضور کو ایسے وقت میں تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہونگے۔ اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمے لگائے جاتے ہیں۔۔ ان کے ذمہ دار جناب امیر علیہ السلام اور جملہ بنو ہاشم بطریق اولے ہونگے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے فرمان نبوی کی تعمیل نہ کی۔ تو جناب امیر علیہ السلام کا فرض تھا۔ کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ جناب نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم ہوا تھا۔ یا ویسے مصلحتاً حضور کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت جناب خلافت علی مرتضیٰ کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بروز خم غدیر حضورؐ نے خلافت علیؑ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علیؓ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ خلافت علیؓ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالات کی خود تردید کر دی۔ اور وصیت تو تحریر ہی نہ ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر یہ تحریر ضروری اور بحکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے خلاف رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکم الہی کی تعمیل سے قاصر ہوئے۔ تو آپ کے ذمے سخت الزام عاید ہوتا ہے۔ کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی۔ اور حضرت علیؓ اور دیگر اہل بیت کے ذمے یہ الزام ہے۔ کہ انہوں نے چند اجنبی اشخاص کی حمایت کی وجہ سے رسول پاکؐ کی امداد نہ کی۔ کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر سکے اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیر علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہئے ؎

مردم از دست غیر نالہ کنند سعدی از دست خویشتن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے۔ اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا۔ نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے۔ کہ ان دو فریق سے حضورؐ نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے

دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا۔ کہ مجھے بیہودہ تکلیف نہ دو۔ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ حاضرین نے آپ سے بار بار سوال شروع کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم جو مجھے تحریر کرنے کے لئے بازرق کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کچھ تحریر کرانا چاہتے تھے۔ نیز اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ حضورؐ کچھ خلافت کے متعلق تحریر فرمانا چاہتے تھے۔ تو شیعہ اس حدیث سے یہ کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ کہ خلافت علیؓ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے۔ کہ خلافت صدیق اکبرؓ کا لکھنا منظور ہو۔ اور چونکہ بنو ہاشم کو حضورؐ کا رجحان معلوم تھا۔ کہ امامت نماز پڑھنی آخری وقت ابوبکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا گیا۔ اسی لئے کاغذ قلم دوات پیش کرنے سے اہل بیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شوروغل کو اہل البیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے بالفاظ ذیل ملاحظہ ہوں۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا (اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے۔ اور تو سب جگہ اہل البیت سے حضرت علیؓ فاطمہؓ اور حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل البیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد لئے جا کر اختلاف اور جھگڑا کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے یا للعجب۔ غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جبکہ حدیث میں تنازعوا اختصموا قالوا وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازع اور جھگڑا اور رفع صوت رد قول رسولؐ حق تلفی امت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علی المرتضیٰؓ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا نہیں تو کسی کا بھی نہیں

حسبنا کتاب اللہ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق محبت رسول کی وجہ سے رائے پیش کر دی۔ کہ جب یہ مسلّم امر ہے۔ کہ دین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج تمہارا دین کامل

مکمل ہو گیا ہے)۔ تو پھر حضور اقدسؐ کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شایان ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ عمرؓ کی رائے زریں سے نہ اگر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاکؐ نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرما دی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضور زندہ رہے اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا پھر کبھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے۔ تو تمام مسلمان اس کے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کے لئے کافی و وافی سمجھتے ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے۔ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔

ردّ قول رسولؐ

اگرچہ ردّ قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہل بیت رسولؐ کے ذمے عاید ہوتی ہے۔ لیکن اگر بفرض محال اس کا ملزم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبّت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ داخل جرم نہیں ہو سکتا۔

اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیّت سے ہو۔ ردّ قول رسولؐ جرم ہے۔ تو اس جرم کے مرتکب جناب امیر علیہ السلام بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں ہے۔ کہ جب غزوۂ حدیبیہ میں صلحنامہ لکھنا تجویز ہوا۔ اور امیر المومنین علی المرتضٰی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمد رسول اللہ لکھا تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا کہ اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمدؐ بن عبداللہ لکھیں پس حضورؐ نے فرمایا یا علی محو کن آنرا و محمدؐ بن عبداللہ بنویس چنانچہ او میگوید حضرت امیر فرمود کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد۔ حضرت رسولؐ بدست خود آنرا محو کرد۔ (ترجمہ۔ اے علیؓ لفظ محمد رسول اللہ کو مٹا کر بجائے اس کے محمدؐ بن عبداللہ لکھدو۔ جیسا کہ مخالف کہتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کا نام پیغمبری سے کبھی محو نہ کروں گا۔ تو آپ نے کاغذ لیکر اپنے ہاتھ سے اس کو مٹا دیا)

اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں۔ کہ کیا یہ ردّ قول رسولؐ اور آپ کا عدول حکم نہ تھا اگر جناب امیر علیہ السلام اقتضائے عقیدت و محبت سے رسولؐ کی اس تعمیل حکم سے انکار

کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے۔ تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرزِ عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیر علیہ السلام کے خلاف رائے آپ نے کاغذ لیکر خود اس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب امیر نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ۔ شریف مرتضٰے (علم الہدےٰ) اپنی کتاب دُرر الغرر میں یوں لکھتے ہیں عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ اَبِيْهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ قَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ عَلٰى مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةِ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٍّ كَانَ يَزُوْرُهَا وَيَخْتَلِفُ اِلَيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ وَانْطَلِقْ فَاِنْ وَجَدْتَهٗ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا اَقْبَلْتُ نَحْوَهٗ عَلِمَ اَنِّيْ اُرِيْدُهٗ فَاَتٰى نَخْلَةً فَرَقٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَاِذَا هُوَ مَجْبُوْبٌ اَمْسَحُ لَيْسَ لَهٗ مَا لِلرِّجَالِ لَا قَلِيْلٌ وَّلَا كَثِيْرٌ قَالَ فَاَغْمَدْتُ السَّيْفَ وَرَجَعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (ترجمہ۔ محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی مرتضٰےؑ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت ان کے چچازاد بھائی قبطی کے اعتراض کیا۔ جو اکثر ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تلوار لو پس اگر تجھے اسکے پاس ملے اسے قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا۔ اور اس نے میرا ارادہ بھانپا۔ تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا۔ اور پاؤں اوپر کو اٹھا لئے۔ میں نے اسے دیکھا۔ کہ وہ صاف مجبوب (مقطوع النسل) ہے۔ مردوں کی ان کی کچھ بھی علامت نہیں ہے پس میں نے تلوار میان میں کر دی۔ اور واپس ہو کر حضورؐ کے پاس گیا۔ اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضورؐ فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے ہمارے اہل بیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔)

اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور قبطی کو تلوار سے قتل نہ کیا۔ بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار میان میں کر لی۔ جب اس صورت میں جناب امیر علیہ السلام پر نافرمانی رسولؐ کا الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اسی میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بیگناہ کی مفت جان جاتی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جب

مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی کہ حضورؐ کو بوجہ تکلیف نہ دیکھا جائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

(نوٹ) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورؐ کے ازواج مطہرات ہی اہل بیت ہیں حضو اریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تکمیل واقعہ: شیعہ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے امالی میں یہ روایت لکھی ہے۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ اَعْطٰی فَاطِمَۃَ سَبْعَ دَرَاہِمَ وَقَالَ اَعْطِیْہَا عَلِیًّا وَمُرِیْہِ اَنْ یَّشْتَرِیَ لِاَہْلِ بَیْتِہٖ طَعَامًا فَقَدْ غَلَبَہُمُ الْجُوْعُ فَاَعْطَتْہَا عَلِیًّا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم اَمَرَکَ اَنْ تَبْتَاعَ لَنَا طَعَ فَاَخَذَہَا عَلِیٌّ وَخَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ لِیَبْتَاعَ طَعَامًا لِاَہْلِ بَیْتِہٖ فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُوْ مَنْ یُّقْرِضُ الْمَلِیَّ الْوَفِیَّ فَاَعْطَاہُ الدَّرَاہِمَ (ترجمہ:- رسول پاکؐ نے فاطمہؓ کو سات درہم دیئے۔ اور فرمایا۔ علیؓ کو دو۔ تاکہ اپنے اہل وعیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم ہیں۔ جناب سیدہؓ نے حضرت علیؑ کو وہ درہم دیکر فرمائش رسولؐ کی اطلاع کر دی۔ آپ وہ درہم لیکر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص کو یہ آواز کرتے سنا کہ کون شخص ہے۔ جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپ نے وہ درہم اس کے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت رسول پاکؐ کے اس ارشاد کی کہ ان دراہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے۔ جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کرتے ہوئے وہ درہم ایک سائل کو دیدیئے۔ کیا یہ فرمان نبویؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ اور رد قول رسولؐ کا جرم امیر علیہ السلام پر عائد نہیں آتا۔ اگر جناب امیر علیہ السلام کا یہ فعل ایثار نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور ان کو معلوم تھا۔ کہ صاحب حق حضرت زہراؓ اور حسنینؓ اس سے ناراض نہ ہونگے۔ نہ جناب رسولؐ ناخوش ہونگے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی۔ کہ سائل کی حاجت روائی کیجائے۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسول پاکؐ کو اس تعمیل حکم سے بجائے خوشی کے تکلیف اور دقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے ٹالنے پر جناب والا آخر کار خوش ہونگے ایسا کر دیا۔ تو کونسی خطا کی۔ غرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ نخل امید بار آور نہیں ہوتی۔ جو ان پاک نفوس اصحاب کرام پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں۔ آخر ان کو کہنا پڑتا ہے۔ سہ

نخلِ امید نہ اکبار بھی سرسبز ہوا ٭ لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے والے

خلاصہ جواب

اول تو یہ حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایتًا حجت نہیں ہوسکتی۔ دوم حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہذیان کی نسبت دی۔ کیونکہ لفظ اھجر میں ہجر کے معنے ہذیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے بلکہ سیاق و سباق کا یہی اقتضا ہے۔ کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے۔ اور اگر ہجر کا معنے ہذیان ہی لیا جائے۔ تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہذیان ہورہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے۔ کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ ہیں۔ حسبنا کتاب اللّٰہ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا فیصلہ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو۔ تو شیعہ کا ادعا نصِ خلافت حضرت علیؓ کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ حضور پر الزام آتا ہے۔ کہ آپ نے تبلیغ حکم الٰہی میں قصور کیا۔ حضور علیہ السلام کی رائے میں رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ مجھے دق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رہکر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا نافرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے تو اس کے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر اہل بیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کرکے تحریر حاصل کرتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علی المرتضےٰؓ نے متعدد دفعہ فرمان نبوی کی مخالفت کی اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافت حضرت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام استدلات کی تردید کردیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔ افسوس است

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ ٭ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ جناب سیدہؑ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ دیں۔ ان کو کوڑوں سے پیٹا شکم مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیر علیہ السلام کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزور بیعت ابوبکرؓ کرائی

جواب

یہ سب باتیں بیہودہ خرافات ہیں۔ جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس یاوہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ توہین اہل بیت رسالت کے لئے ایک سخت پاجیانہ ناپاک حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ جناب سیدہ خاتون جنت لخت جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشۂ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہیں۔ کیا اس کو صبر کہہ سکتے ہیں۔ یا غایت درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس کی عورت کی ہتک کی جائے۔ خدا نخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم داماد رسولؐ اور لخت جگر رسولؐ کی حمایت کے لئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی نہ خلفاء۔ نمونہ محشر برپا ہو جاتا کیا ایسی حرکت کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ تمکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا تھا۔ ابھی ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائع فراق رسولؐ سے پرجوش ہیں۔ کلیجے دہل رہے ہیں پھر خاندان رسالت کی بے ادبی کو کوئی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیر خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے۔ کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لیجائے

شیعہ بیچارے عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بصیرت ان کی ان باتوں کو بے بنیاد ہوا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلاء العیون اردو ص۳۸ میں درج ہے۔ بسند معتبر بسیار جناب صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوبکرؓ نے جناب امیرؑ سے غصب خلافت کی۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ کیا رسولؐ خدا نے میرے اطاعت کا تجھے حکم نہیں دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکم اطاعت دیتے تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ اگر اب تو پیغمبرؐ کو دیکھے۔ اور وہ تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کریگا۔ ابوبکرؓ نے کہا ہاں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل۔ جب مسجد قبا میں پہنچے۔ ابوبکرؓ نے دیکھا۔ حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت نماز سے فارغ ہوئے جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ ابو بکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم اسے نہیں دیا۔ جناب رسولؐ خدا نے ابو بکرؓ سے کہا۔ میں نے مکرر تجھے علیؑ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابو بکرؓ نے خائف و ترساں معاودت کی۔ راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ وہ گروہ ہلاک ہے۔ جو تجھ ایسے احمق کو اپنا سردار کرے۔ مگر تو نہیں جانتا۔ کہ یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کو اس قدر قدرت تھی۔ کہ جناب رسولؐ خدا کو مسجد قبا میں ابو بکرؓ کے سامنے زندہ لا کھڑا کیا۔ پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے دلوں کو کیوں مسخر نہ کر لیتے۔ دوم جب ابو بکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال اہل و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسولؐ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی زور کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپ سے یہ ارشاد سن کر کہ اطاعت علیؑ تجھ پر فرض ہے۔ عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے۔ کہ خلفاء اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور بزرگان اسلام پر طعن و تشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔ خدا ہی ہدایت کرے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے راستی پر آ خدا کو مان کر

گیارھواں طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا جناب امیر علیہ السلام نے کہا۔ اِنْ کَانَ لَکَ عَلَیْهَا سَبِیْلٌ لَیْسَ لَکَ عَلٰی مَا فِیْ بَطْنِهَا سَبِیْلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے لیکن اس کے بچہ شکم کو سزا دینے کا تجھے اختیار نہیں ہے عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کی۔ اور کہا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محصنہ مزنیہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا جس کی سزا رجم ہے۔ اس کے

حمل کا جناب امیر علیہ السلام کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ پیٹ کی بات (حمل) کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گذر جائے۔ سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب امیر علیہ السلام نے بتا دیا کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتوی کر کے جناب امیر علیہ السلام کی اس اطلاعدہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے۔ اور سزا نافذ ہو جاتی۔ تو بچہ شکم پر اس کا اثر پڑتا۔ وہ مر جاتا بعد مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا۔ مجھے اس قدر رنج و افسوس ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔ نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صداقت باطنی و خشیتہ الٰہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضٰےؑ سے آپ کو ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپ کو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فیمابین عداوت و دشمنی ہوتی۔ تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

بارھواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرانے مہر باندھنے سے منع کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ خدا فرماتا ہے۔ اتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (اگر عورتوں کو گرانقدر خزانہ بھی مہر میں دیدو۔ تو واپس نہ کرو۔) اس پر خلیفہ نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا۔ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں حتی کہ مستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

؎ بر ایں فہم و ادراک باید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپ کا نام سنکر لرز رہے تھے۔ ان کی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک ادنے عورت سر دربار ٹوک دیتی ہے۔ اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے

تو خلیفۂ وقت قرآن پاک کے ادب کے لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی اور دیگر اشخاص کو استنباط معانی قرآن کی ترغیب کی غرض سے کہتے ہیں۔ کہ عمرؓ کو ادعاء افقہ النّاس ہونے کا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق رکھتی ہے۔ کہ قرآن میں تدبر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سر دربار اس کی قطع کلام کرتا۔ تو جانبر ہونا مشکل تھا یہی اصول مساوات ہے جس پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی وصف ہے۔ جو خاصان حق میں پائی جاتی ہے ؎

راندہ شد ابلیس از مستکبری ؛ گشت مقبل آدم از مستغفری

معترض جس کی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر وصف کو داخل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افقہ النّاس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں کمتر سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ المرتضےٰ باوجود افضل النّاس ہونے کے خود کو شرّ النّاس کہتے ہیں ؎

یظنّ النّاس بی خیرا و انّی ؛ لشرّ النّاس ان لم تعف عنّی

حقیقت میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ سب سے زیادہ آیات قرآن کے معانی سمجھنے والے رسول پاک تھے لیکن آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہر بہت معمولی بندھوائے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اعظم برکۃ ایسرھنّ صداقا (بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم باندھا جائے اور گراں مہر کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں فتنہ و فساد مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اپنے قدر سے بڑھ کر جو شخص دکھلاوے کے لئے حق مہر زیادہ مقرر کر دے جس کی ادائگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر ایک معاملہ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔ آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مہر میں قنطار گرانقدر خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اس کا منشا یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے۔ تو پھر دیگر اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفۂ وقت نے عورت کی یہ فقاہت دیکھ کر کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے محض اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی

کے لئے اس کی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لئے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبر کا اشتیاق بڑھے۔ اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو کہ جانشین رسول صلعم نے ہر ایک فرد بشر کو ادنےٰ ہو یا اعلےٰ رائے زنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سبحان اللہ۔ جاہل معترض کمال نادانی سے ہنر کو عیب سمجھ رہا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؎ عیب نماید ہنرش در نظر

جناب امیر علیہ السلام کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن عبد البر نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَنْ مَسْأَلَةٍ فَقَالَ فِيهَا فَقَالَ الرَّجُلُ لَيْسَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عَلِيٌّ أَصَبْتَ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (ایک شخص نے علی المرتضیٰؓ سے کچھ مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا اس کا جواب یہ نہیں۔ بلکہ اس طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے۔ تو نے ٹھیک کہا اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے۔

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلّم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کر لے۔ تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ اس وقت نبی نہیں تھے کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقع ہو گیا تھا۔ حاشا و کلا۔

قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں [illegible] حضرت سلیمانؑ کا

تیرہواں طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلعم لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ فَكُنْتُ أَنَا وَلِيَّ رَسُولِ اللهِ صلعم وَوَلِيَّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و عباسؓ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اور جو ایسا ہو وہ قابل خلافت کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا۔ کیونکہ ان میں کسی قدر مادہ انصاف موجود تھا۔ اور شرم وغیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک ہیں۔ اور فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ پر عمل پیرا ہیں۔ اس جگہ حضرت عمرؓ تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں۔ کہ جو فیصلہ ابوبکرؓ نے مطابق فرمان نبویؐ کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا کیا تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھ کو اس بارہ میں کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے۔ کہ میں اور ابوبکرؓ اپنے دعوے میں سچے بارّ راشد حق کے متبع ہیں۔ یہ روزمرّہ کا محاورہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے دعوے میں فی الواقعہ سچّا ہوتا ہے۔ وہ اپنی برّیت کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ کیا تم مجھے کوئی چور، بدمعاش۔ ڈاکو سمجھتے ہو۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیز دبا رکھی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب تم جانتے ہو۔ کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ تو مجھ پر اس بات کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم۔ حدیث میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علیؑ کی معیت میں آ کر یہ الفاظ کہے تھے۔ اِقْضِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ھٰذَا الْکَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ۔ (میرے اور اس (علیؓ) جھوٹے۔ آثم۔ غادر۔ خائن کے مابین فیصلہ کرو) حضرت عباسؓ نے بھی جوش میں آ کر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ کیا یہ شخص (حضرت علیؓ) کاذب۔ آثم الخ ہے کہ تم اس کے دعوے کو درست نہیں سمجھتے ہو۔ اس لئے جواب میں بھی وہی الفاظ حضرت عمرؓ نے اپنی اور حضرت ابوبکرؓ کی نسبت دہرائے۔ تاکہ حضرت عباسؓ کا جوش فرو ہو۔ کہ اگر حضرت علیؓ کاذب۔ آثم الخ نہیں ہے۔ تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنے دعوے میں صادق تابع رشد و ہدایت ہیں۔ پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور قضا کے خلاف جو مطابق فرمان رسولؐ پاک ہے۔ کیوں صدائے احتجاج بلند کرتے ہو۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ عم رسولؐ نے جو الفاظ کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن اپنے برادر زادہ حضرت علیؓ کی نسبت استعمال کئے۔ فی الواقعہ وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ فی الواقعہ حضرت عباسؓ و علیؓ شیخین کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے۔ شرم! شرم!! شرم!!! ؎

لامذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

چودہواں طعن

میزان الاعتدال میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین (اے حذیفہ بخدا میں منافقوں سے ہوں) تو پھر حضرت عمرؓ خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب

اوّل میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف و موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے راوی زید بن وہب کی نسبت لکھا گیا ہے۔ فی حدیثہ خلل کثیر (زید کی حدیث مرویہ میں بہت خلل ہے) اور اس روایت کو جھوٹ اور محال کیا گیا ہے۔ شیعہ کی خیانت قابل داد ہے۔ کہ سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے لا تقربوا الصلوٰۃ اور وانتم سکارٰی سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ دوم اگر روایت صحیح بھی ہو۔ تو جیسا کہ طعن ۱۳ میں مفصل بحث ہو چکی ہے۔ خوف و خشیۃ الٰہی سے خاصان خدا اپنے آپ کو کمترین خلائق سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے آپ کو شر الناس کہہ دیا۔ کما مر ذکرہ۔ اس اعتراض کا مفصل جواب دیکھنا ہو۔ تو طعن ۱۳ کے جواب کو پڑھنا چاہیے۔ جہاں شیعہ کی کتب حدیث سے اسی مضمون کی متعدد حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ کہ دوستداران رسول ؐ جب دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو کر دربار رسالت سے لمحہ بھر بھی غیر حاضر ہو جاتے تھے۔ تو اسکو نفاق سے تعبیر کرنے لگتے۔ اور آنحضرت سے استغفار کرتے تھے۔ اور حضورؐ ان کی تسلی فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہارے کمال ایمان کی یہ علامت ہے۔ کہ تھوڑی تھوڑی باتوں سے تمہارے دلوں پر خوف الٰہی طاری ہو جاتا ہے۔ اور تم میری بارگاہ میں دوڑے آتے ہو۔ ورنہ منافقوں کو دربار رسالت سے کیا کام۔ کاش! جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسے واہی تباہی اعتراضات کرنے سے شرماتا۔ بندۂ خدا منافق تو اسے کہا جاتا ہے۔ جو

لہ اصول کافی ص۱۱ میں ہے۔ التواضع الیہ احب من الشرف یستکثر قلیل المعروف من غیرہ ویستقل المعروف من نفسہ ویری الناس کلہم خیرا منہ وانہ شرہم فی نفسہ وھو تمام الامر (ترجمہ انکسار اور تواضع فخر اور غرور سے بہتر ہے۔ مومن کی شان ہے۔ کہ دوسرے کی تھوڑی نیکی کو زیادہ سمجھے۔ اور اپنی بہت نیکی کو کمتر جانے۔ اپنے سے تمام لوگوں کو اچھا سمجھے۔ اور یہ کہ وہ سب سے بدتر ہے۔ اس کو کہتے ہیں کمال ایمان +

اپنے نفاق کو چھپاتا اور اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہے۔ یہ تو مومن کامل کا خاصہ ہے۔ کہ باوجود کمال ایمان کے خود کو ناقص تصور کرتا ہے۔ کیا تمہیں آدم علیہ السلام کی دعا یاد نہیں ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے اللہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے)

کافی کلینی میں۔ اعتراف الذنوب ایک مستقل باب باندھکر احادیث لکھی گئی ہیں۔ کہ مومن کی شان ہے۔ کہ وہ معترف الذنوب ہو کر استغفار کرے۔ کاش کور معترض جناب امیر علیہ السلام کی دعا، مندرجہ نہج البلاغۃ صفحہ [illegible] پڑھکر اس کے الفاظ ذیل پر غور کرتا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ فَاِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا وَاَيْتُ مِنْ نَفْسِيْ وَلَمْ تَجِدْ لَهٗ وَفَاءً عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا تَقَرَّبْتُ اِلَيْكَ بِلِسَانِيْ ثُمَّ خَالَفَهٗ قَلْبِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ (ترجمہ: پروردگارا میرے اس گناہ کو بخش دے جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف عود کروں۔ تو تو اپنی بخشش کے ساتھ میری طرف عود کر۔ خداوندا تو اس وعدے کو بخش دے جو میں نے اپنے نفس سے کیا ہے۔ اور تو نے میری طرف سے اس کی وفا کو نہیں پایا۔ پروردگارا میرے اس عمل کو بخش دے جس کی وجہ سے میں نے تیرا تقرب حاصل کیا۔ اور پھر میرے قلب اور میری عقل نے اس کی مخالفت کی۔ خداوندا میری آنکھوں کے اشاروں۔ میرے الفاظ کی لغزشوں۔ دلی خواہشوں اور ہفوات زبان کو بخش دے۔ (نہج الفصاحۃ صفحہ [illegible])

کیا حضرت علی المرتضیٰ کے اس دعا کے الفاظ دیکھکر کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ فی الواقعہ آنجناب گناہگار تھے۔ اور بار بار گناہ کی طرف عود کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے۔ یا وعدہ کر کے اس کی وفا نہ کرتے تھے۔ یا ان کا دل ان کی زبان کے خلاف کرتا تھا زبانی کچھ کہتے اور دل میں کچھ اور ہوتا) یا ان کے اشارات بصر۔ الفاظ کی لغزشیں۔ خواہشات قلب ہفوات لسان قابل مواخذہ تھے۔ اگر مغفرۃ الٰہی شامل حال نہ ہو۔

نہیں نہیں یہ سب کچھ اسی خوف و خشیۃ کا نتیجہ ہے جو ایک کامل الایمان شخص کے رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے۔ کہ اپنی عبادتوں کو گناہ۔ اپنے ایمان کو نفاق۔ اپنی حرکات و سکنات کو لغزشیں۔ اپنے کلام کے اذکار کو ہفوات سے تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے۔ اور ایک کور باطن شخص اس کے ظاہری الفاظ انکسار کو دیکھکر اس کی پاک باطنی سے اغماض

کرتا ہوا اس کو واقعی خطاکار اور گناہگار سمجھتا ہے۔ مگر ایک سیاہ باطن رافضی ان عاشقانہ رموز کو کیا جانے ؎

تو خود مے نشنوی بانگ دہل را ٭ رموز سرّ سلطاں را چہ دانی

پندرہواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حدیبیہ میں کہا اے رسولؐ جب سے اسلام لایا ہوں۔ مجھے شانِ نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق شیعہ کو پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں۔ اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھائے۔ جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم اگر اقتضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی معاملہ میں تردد پیدا ہو اور وہ پھر فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے حضرت ربّ العزّت سے احیاء اموات کا نشان اطمینان قلب کے لئے طلب کیا۔ کیا ان کے کمال ایمان میں اس سے کچھ نقص واقع ہوا۔

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ سے ہجو قسم کی ایک ایت پیش کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے تھے۔ خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آگے پیچھے اسپ سواروں کی گارد تھی۔ لیکن حضرت امامؑ ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیعہ نے آپ سے استفسار کیا۔ جبکہ آپ اپنے دولتخانہ پر تشریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی مَنْزِلِیْ اَتَانِیْ بَعْضُ مَوَالِیْنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُكَ فِیْ مَوْكِبِ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ وَهُوَ عَلٰی فَرَسٍ وَقَدْ اَشْرَفَ عَلَيْكَ يُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَيْنِیْ وَبَيْنَ نَفْسِیْ هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ وَصَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ يُقْتَدٰی بِهٖ وَهٰذَا اٰخَرُ يَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَيَقْتُلُ اَوْلَادَ الْاَنْبِيَاءِ وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ فِی الْاَرْضِ

بِمَا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَهُوَ فِي مَوْكِبِهٖ وَاَنْتَ عَلٰى حِمَارٍ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتّٰى خِفْتُ عَلٰى دِيْنِيْ وَنَفْسِيْ قَالَ فَقُلْتُ لَوْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِيْ وَبَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَاحْتَقَرْتَهٗ وَاحْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِيْهِ فَقَالَ اَلْآنَ سَكَنَ قَلْبِيْ (ترجمہ:- حضرت امامؑ نے فرمایا۔ جب میں گھر میں واپس آیا۔ تو میرا ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا میں آپ پر قربان۔ بخدا میں نے آپکو منصور کی ارذل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آپ کی طرف جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یہ (امام) خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہے۔ اور صاحب حکم ہے جس کے حکم کی ہم اتباع کرتے ہے۔ اور یہ دوسرا (منصور) ایک ظالم شخص ہے جو اہل بیت رسولؐ کو قتل کرتا اور زمین میں خونریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ وہ لاؤ لشکر کے ساتھ جا رہا ہے۔ اور آپ گدھے پر ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا حتیٰ کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پھر میں نے اسے کہا۔ کاش تو ان فرشتوں کو دیکھتا جو میرے گرد و پیش اور دائیں بائیں جا رہے ہیں تو تو منصور اور اسکی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھتا۔ اس شیعہ محب امامؑ نے کہا۔ اب میرے دل کو تسلی ہو گئی ہے

بتلایئے! امام صادق علیہ السلام کے خاص الخاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہدیا۔ کہ مجھے آپ کی امامت کے متعلق ایسا شک واقع ہو گیا۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے۔ لیکن جب امامؑ نے زور کرامت سے اس کو صف ملائکہ دکھا دی۔ تو اسے پورا اطمینان ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امامؑ اس شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا حضرت امامؑ نے اسے فتوائے کفر دیدیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ سو اسی طرح سے اگر حضرت عمرؓ نے بھی کہدیا ہو۔ اور پھر اعجاز نبویؐ سے بدایت مزید اطمینان قلب کا باعث ہوا ہو۔ تو یہ تو نور علیٰ نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے ان نکات کو کیا سمجھیں۔ جب عقل ہی نہیں ہے ~

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک ؂ کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے۔ اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کیے جاتے ہیں ان کی فہرست شروع ہوتی ہے۔

سولھواں طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے۔ اور اس لئے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے۔ ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیائے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے انجیل و توراۃ کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو تو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی۔ لیکن شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے ائمہ اہل بیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا۔ حضرت علیؓ نے تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا۔ کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور آخر امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لیکر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ حصہ جلایا ہوگا۔ جو قرآن نہ تھا لیکن حضرت امیر علیہ السلام اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غایب غلا کر کے اس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے بڑھکر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے؟ کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کیلئے تھا۔ اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیر علیہ السلام نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بیدردی سے گم کر دیا گیا جس کا کوئی ورق تک ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام لے رہے ہیں۔ اسی کو نمازوں میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلانی پڑتی ہے اسی کا ثواب اپنے مُردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اس کے کہ ائمہ اہلبیت کو کوسیں۔ کہ انہوں نے قرآن جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ الٹا حضرت عثمانؓ کو مطعون کرتے ہیں جن کی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی) اُن کے

بڑھکر کفران نعمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بیچاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھ سکتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را ✱ بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی صفحہ میں ہے۔ کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَہَا مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اَئِمَّۃٌ اَزْکٰی مِنْ اَئِمَّتِکُمْ۔ نوٹ۔ قرآن موجودہ میں یوں ہے۔ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ اَرْبٰی مِنْ اُمَّتِکُمْ۔ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَئِمَّۃٌ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ اَئِمَّۃٌ قُلْتُ فَاِنَّا نَقْرَأُ اَرْبٰی قَالَ فَقَالَ مَا اَرْبٰی وَاَوْمٰی بِیَدِہٖ فَطَرَحَہَا

راوی کہتا ہے میں نے حضرت امامؑ سے پوچھا کیا یہ اَئِمَّۃ ہے۔ آپ نے کہا ہاں خدا کی قسم اَئِمَّۃ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم اَرْبٰی پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اَرْبٰی کیا ہے پھر آپ نے (جوش میں آ کر) ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے۔ اس سے بڑھکر توہین قرآن کیا ہو سکتی ہے۔ کہ صرف اتنی بات پر کہ قرآن میں بجائے اَئِمَّۃ کے اُمَّۃ اور اَزْکٰی کی بجائے اَرْبٰی لکھا تھا۔ آپ نے غصہ میں آکر قرآن کو زمین پر پٹک دیا۔ کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دینگے۔ کہ امام معصومؑ کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے۔

سترہواں طعن

حضرت عثمانؓ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے اسکو اس کی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔

جواب

حضور صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ کہ اس کی منافقین اور کفار سے دوستی تھی۔ اور احتمال فتنہ و فساد تھا۔ اور چونکہ حکم بنو امیہؓ سے تھا۔ اور شیخین تیم اور عدی

ے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ مبادا پرانی عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آتی تھی۔ پھر عود کرے۔ اور حکم کسی قسم کی شر و فساد کا باعث ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار ابن العم تھا۔ اور خیر مرض الموت میں حضرت عثمانؓ نے رسولؐ پاک سے سفارش کر کے اس کا قصور معاف کرالیا ہوا تھا جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس کو واپس بلالیا تھا۔ کیونکہ اس کے عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس کے بعد کسی قسم کا کوئی فتنہ و فساد نہ کیا۔ وہ ایک ضعیف العمر بڈھا پیر فرتوت ہو چکا تھا کسی قسم کے شور و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا

اٹھارہواں طعن

حضرت عثمان نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا جو بڑا مفسد تھا۔ چنانچہ اسی کی شرارت آخرکار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی۔ جب آپ نے محمد بن ابو بکر کو بمشورہ حضرت علی المرتضیٰؑ حاکم مصر بنا کر روانہ کیا تھا۔ پیچھے سے مروان نے جو میر منشی تھا ایک دوسرا خط حضرت عثمانؓ کی مہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دیکر بھیجدیا۔ کہ محمد بن ابو بکر مصر آئیں انکو قتل کر دیا جائے۔ خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابو بکر واپس آئے۔ اور فتنہ و فساد ہوا شہادت حضرت عثمانؓ وقوع میں آئی۔

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبویؐ یا عہد خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک حضرت عثمانؓ کوئی عالم الغیب نہ تھے۔ کہ آئندہ کے حالات ان کو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اس کو ملازم رکھ لیا۔ آخرکار اس نے شرارت کی۔ لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کہ مروان کے متعلق باوجود اس کی شرارت ظاہر ہو جانے کے جنگ جمل میں جب وہ گرفتار ہو گیا تھا حسنینؑ نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھڑوا دیا۔ جیسا کہ نہج البلاغۃ میں ہے۔ اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ کہ مروان جنگ جمل میں

گرفتار ہوگیا۔ اور اس نے حسنینؓ سے سفارش چاہی۔ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی۔ اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا۔ اور اس کی بہت کچھ عزت افزائی کی گئی تھی۔ لیکن اس بدنہاد نے آخر کار نمک حرامی کی۔ اور محبان اہل بیت پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیر علیہ کو علم ماکان و مایکون بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۹۹ میں ہے۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم ملعون بھی آیا۔ کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اسے بلوایا۔ اور قسمیں دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا۔ اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے۔"

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؓ کر کے مریدان خاص میں اپنا نام لکھوالیا تھا۔ جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا۔ تو جب امیر علیہ السلام نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بدبخت تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا بُرا امام تھا کہ مجھے ایسی سزا دی۔ میں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ آیا تجھے اوروں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے مجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کروں۔ اور میں نے تجھے آسیب نہ پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا و بخشش کی۔ کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیونکر اس بدنہاد پر اسقدر احسانات کئے۔ اور مہربانی کرتے رہے۔ اور عطا و بخشش فرماتے رہے پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے۔ جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے کہ انہوں نے مروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

۱۹ انیسواں طعن

حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی۔ اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اوّل تو یہ بات سراسر بہتان و افترا ہے۔ جب آپ کے بڑے بڑے مقتدر رشتہ دار حضرت طلحہ۔ زبیر۔ حضرت معاویہ۔ عمرو بن العاص موجود تھے جنہوں نے طلب قصاص میں جنگ ہائے عظیم کئے۔ اور نیز صدہا زر خرید جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپ کی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کرو کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے ان کی شان اقدس میں کیا کمی ہوسکتی ہے۔ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ کفار اشرار نے اس سے بڑھ کر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ تو بڑے آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعات اہانت و ذلت اہل بیت (شہیدان کربلا) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذ اللہ ان کی شان والا میں کچھ نقص واقع ہوسکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کرنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کرلینا چاہیے کہ کیا اس سے ہم پر تو زد نہیں پڑتی۔ مگر ان کا تو یہ اصول ہے۔ کہ پرائی شگون کے لئے اپنی ناک کٹوا دیجائے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کیگئی جو مدفن ازواج مطہرات و اولاد امجاد و اکثر اصحاب باصفا ہے۔ اس امر کی تصدیق شیعہ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض حضرت عثمان غنیؓ وہ برگزیدہ خلیفۂ رسولؐ تھے۔ جن کو دوہری دامادی رسولؐ مقبول کا فخر حاصل تھا۔ آپ کے مال طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپ کے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور جانب شرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بری و بحری جنگ عظیم ہوکر اہل روم کو مسخر کیا گیا عراق و عجم و خراسان زیر نگین السلطنت ہوئے پس آپ کی شہادت پر ترقی اسلام کا خاتمہ ہوگیا۔ عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں صرف خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحاب نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی منقبت میں یوں دُر افشانی کی ہے۔

نبیؐ کی بہن کے تھے عثمان بیٹے ؎ ہو کیا اس سے بڑھکر نجابت غنیؓ کی

سبب اسلام کے ہوئی دور عسرت ؎ ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنی کی
ہوئی فوت اک ۔ دوسری دیدی بیٹی ؎ یہ دل میں نبیؐ کے تھی وقعت غنی کی
نبیؐ نے سفارت پہ مکّے کو بھیجا ؎ تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنی کی
علیؓ ان کے ہمزلف زہراؓ تھی سالی ؎ یہ سبطین سے تھی قرابت غنی کی
ہے اوراق تاریخ میں ثبت ابتک ؎ شجاعت علیؓ کی سخاوت غنی کی

(دائرۃ الاصلاح لاہور)

مطاعن صحابہ ثلٰثہ پر مدلّل بحث ہو چکی۔ آپ کے فضائل بشہادت کتاب اللہ و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو صحابہ ثلٰثہ سے کہاں تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے شیر و شکر رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں سامنے موجود نہیں ہیں۔ تو ان کے نام پکار کر ان کی یاد تازہ کرتے رہیں

اصحاب ثلٰثہ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام

کتب معتبرہ تواریخ فریقین سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ جو لیلےٰ بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ رکھا۔ جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام عثمانؓ رکھا جو امّ البنین بنت حرام بن خالد سے متولّد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام امّ المومنین زوجہ رسول خداؐ کے نام پر میمونہ رکھا۔ دوسری دو صاحبزادیوں کے نام رقیہ و امّ کلثوم رکھا جو رسول پاکؐ کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے۔ جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئی تھیں۔ ایسا ہی حضرت حسنؑ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ جو آپ کی منکوحہ اہلیہ سے تھا۔ ایک کا نام عمرؓ رکھا۔ جو آپ کی جاریہ (کنیز) کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس امام زین العابدینؑ نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمرؓ رکھا۔ اور حضرت امام موسےٰ کاظمؑ نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ اور ایک کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ حضرت امام رضاؑ نے اپنی دختر کا نام عائشہ

رکھا۔ اور حضرت امام علی نقی ؓ نے بھی اپنی نورِ چشمی کا یہی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ السلام اور ان کے فرزندان گرامی کو حضرات ثلثہ اور ازواج مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور ذی شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھیگا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کو مدتیں گذر گئیں۔ لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا شمر نہیں رکھا۔ یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت و عظمت اصحاب ثلثہ ثابت کرنے کے لئے ہے۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ بس تمام نزاع کے فیصلہ کے لئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ صحاب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ؎ بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

لطیفہ

ہمارے ایک شیعی دوست حکیم جمشید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں۔ جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ان کے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لیکر ہر وقت گالیاں دیا کریں۔ میں نے کہا۔ آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب تھے۔ اور آپ کو معلوم تھا۔ کہ آپ کے لخت جگر امام حسین ؓ کو یزید ملعون شمر بدبخت کے ذریعہ شہید کریگا۔ اس لئے آپ کو اپنے بیٹوں کے نام یزید اور شمر رکھ دینے چاہیئے تھے۔ تاکہ ان کو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے۔ تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کردیں۔ اپنے عزیزوں میں سے کسی کے نام یزید و شمر رکھا کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مومنوں کی شان سے بمراحل بعید ہے۔ کافی کلینی کی حدیث دیکھو منافق کی علامات میں سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے۔ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (جب جھگڑتا ہے فحش گوئی کرتا ہے) جناب امیر علیہ السلام تو وہ پاک باطن تھے۔ کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفق و مدارا

کرنے کی سفارش فرمائی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۲۱۲ میں ہے۔

"جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قاتل کی امام حسنؓ سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا کہ اسے کھانا پانی دو۔ اور اس کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفق و مدارا کرو۔ اور جب میں دنیا سے رحلت کر دوں۔ اس پر ایک ضربت سے قصاص کرنا۔ اور جسم اس کا آگ سے نہ جلانا۔ اور مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں۔ کان ناک اور جمیع اعضا اس کے نہ کاٹنا۔ کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مثلہ ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سگ درندہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہو گیا۔ سزاوار زیادہ ہوں۔ کہ اسے عفو کر دوں۔ اس لئے کہ ہم اہل بیت صاحب کرم و عفو و رحمت ہیں۔" پھر تعجب ہے۔ کہ حضرت سید جیسے شیعہ آپ کی نسبت یہ خیال کریں۔ کہ اپنے بیٹوں کے نام اصحاب کے نام پر اس لئے رکھے تھے۔ کہ ان کو گالیاں دیکر دل کے بخار نکالتے ہیں جب زندگی میں تو ان کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ وظائف لیتے رہے۔ غنائم سے حصہ وصول کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینی کونسی جوانمردی ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ تھا جو درج کیا گیا۔ فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

شیعہ سے چند سوالات

ہم شیعہ اصحاب سے چند سوال کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کرینگے۔ اور اگر جواب نہ دے سکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہ راست پر آجائیں۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر اصحاب ثلثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے۔ ان کو اہل بیت سے بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔

(۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر منافق تھے۔ تو رسولؐ پاک نے اپنی بیٹیوں کے ناطے ان کو کیوں دیئے۔ اور ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس کی صریح ممانعت کر دی ہے۔ کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں۔ یا ان سے لئے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں

حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ اگر کہا جائے۔ کہ انہوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپ کی شجاعت وغیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی۔ تو ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے

(۴) اگر وہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول پاکؐ اور حضرت امیرؑ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (اے نبیؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ اور قَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ (اور کافروں سے قتال کیجئے۔ تاکہ فتنہ مٹ جائے۔ اور دین حق پھیل جائے

(۵) جب بقول شیعہ اصحاب ثلٰثہؓ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ فدک دبا لیا۔ جناب سیدہؓ کی سخت ہتک کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی اگر کہو صبر کیا۔ تو پھر سوال ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ سے کیوں جنگ کر کے صدہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؓ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں

(۶) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ اِلَّا قَلِیْلًا (منافق لوگ نبیؐ کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ ٹھہر نہیں سکینگے) حالانکہ اصحاب ثلٰثہؓ زندگی میں جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے۔ اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاورت (ہم نشینی) حاصل ہے۔ کہ دو بار آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا۔

(۷) قرآن میں ہے۔ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ (میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ) تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلٰثہؓ جناب رسولؐ اور جناب امیرؑ کے دشمن تھے۔ تو کیوں رسولؐ پاک نے ان کو دوست بنائے رکھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسولؐ جناب امیر علیہ السلام کیوں ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے۔ تو پھر وہاں سے ہجرت کیوں نہ کی۔ جو ایسے موقعہ پر فرض ہو جاتی ہے۔

(۸) قرآن میں ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں) اگر اصحاب ثلٰثہؓ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی ہمیشہ ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسرےٰ کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہیں کو ملی۔

(۹) اگر خلافت اصحاب ثلثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد دختر شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؑ کو دیدی تھی۔ آپ نے کیوں قبول کی۔ جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی۔ تو امام معصوم نے کیوں عطیہ نادرست اور ناجائز میں تصرف کیا۔ جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ کہ متعی مرد اور متعوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ائمہ اہل بیت کیوں اس کار ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ علی المرتضیٰؓ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ مرثیوں میں ان کا نام کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ جبکہ وہ علی المرتضیٰؓ کے فرزند جناب سیدہ کے بطن سے تھے۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسینؑ پر انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے صحابہ کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے۔ تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔

کافی کلینی میں تصریح ہے۔ کہ رسول پاکؐ کے فوت ہوتے ہی تمام صحابہ سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہے۔ کیا خدا نے صرف ان تین چار آدمیوں کے لئے اتنا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المومنین نہیں کہلا سکیں گے۔ بلکہ آپ تو صرف ان تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دینگے ہمیں تو امید نہیں ہے[۱]

---

[۱] ہم آگے کسی موقعہ پر اولاد جناب امیر علیہ السلام کا نقشہ اور شہدائے کربلا کے اسماء فہرست درج کر دیں گے۔

عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر ؎ جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں

اصحاب ثلثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے۔ اب ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا خدا اور رسولؐ بھی نہیں بچے لیکن اصحاب ثلثہ کے بعد زیادہ غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے ہے اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں۔ جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا طعن۔ قرآن میں ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت عائشہؓ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کارزار میں نکلکر شریک جنگ ہوئیں۔ جہاں کہ ہزارہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب۔ نادان معترض جسکو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنے کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اس کا یہ معنے ہے۔ کہ گھر کی چاردیواری میں عمر بھر ایسی محبوس و مقید رہیں۔ کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کے لیے بھی جائز نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ ازواج مطہرات کو حج وعمرہ کے لئے ساتھ لیجایا کرتے تھے میکے جانے۔ عیادت مریض۔ تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ جانے کی اجازت تھی۔ پھر آیت سے مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات اور زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (اے نبیؐ اپنی عورتوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہدیجئے۔ کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اس بات کے قریب تر ہے۔ کہ پہچانی جائیں۔ اور ایذا نہ اٹھائیں) حدیث میں ہے۔ کہ اس آیت کے

نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ (اب تمہیں اجازت دی گئی ہے۔ کہ اپنی حاجت کے لئے نکل سکو)

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کے لئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ کا یہ سفر جہاد۔ حج وعمرہ کے سفر کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن الزبیرؓ آپ کے حقیقی ہمشیرہ زادہ اور طلحہ بن عبید اللہؓ آپ کے بہنوئی۔ ام کلثوم بنت ابوبکرؓ زبیر بن العوام دوسرے بہنوئی۔ اسما بنت ابوبکرؓ اور ان کی اولاد سب محرم تھے علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے۔ اس لئے آپ کے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ لَمَّا بَلَغَهَا بَيْعَةُ عَلِيٍّ اَمَرَتْ اَنْ يُعْمَلَ لَهَا هَوْدَجٌ مِنْ حَدِيْدٍ وَجُعِلَ فِيْهَا مَوْضِعُ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ فَخَرَجَتْ وَاَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا (جب حضرت عائشہؓ کو بیعت علی المرتضےٰؓ کی اطلاع ملی۔ حکم دیا کہ آپ کے لئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ رکھا جائے پس آپ نکلیں۔ جبکہ طلحہؓ و زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے) اب بتلایئے۔ ایک اہم دینی ضرورت کے لئے اپنے محرموں کے ساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جب کہ پردہ کا بھی اسقدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہلسنت پر ایسے اعتراض کرنے کے وقت اپنے گھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے دست و گریبان ہوئیں۔ فَاَخَذَتْ بِتَلَابِيْبِ عُمَرَ وَجَذَبَتْهُ اِلَيْهَا (جناب سیدہ نے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریبان ہونا جائز ہے۔ شیعہ اسبات کے بھی قائل ہیں۔ کہ جناب سیدہ نے باغ فدک کے لئے دربار خلافت میں اصالتاً جا کر دعوےٰ کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنت کو سوار کر کے مہاجرین و انصار کے گھر بہ گھر پھرے۔ کیا یہ باتیں

دوسرا طعن حضرت عائشہؓ نے جناب امیرؑ سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ کی بغا جائز نہیں۔ اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر بھی عائد ہوتا ہے۔ کہ بحکم وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (رسولؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) جب حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کی ماں تھیں۔ آپ کو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (ماں باپ کو اُف تک بھی نہ کہو)

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ جنگ وجدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہؓ اور ان کے طرفدار حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے ان کے قاتل امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ امیر علیہ السلام ان کے شر وفساد کے اندیشہ سے ان کو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا۔ کہ شاید قتل عثمانؓ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ ہو۔ حالانکہ جناب امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے۔ جس کا اظہار بار بار آپ بذریعہ خطوط وخطبات کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا۔ کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین سے معرکہ کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار صلح وصفائی ہوئی حضرت عائشہؓ اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو بڑی عزت وتکریم سے گھر پہنچایا۔ اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بننا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو ہی یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ آپ کے حجرہ میں آپ کی گود میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی بریت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے قاذفین (طاعنین کو عتاب ہوا) پھر جو لوگ حضرت صدیقہؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا اور رسولؐ سے دشمنی رکھتے

حاشیہ صفحہ ۲۸۵ (۱) حق الیقین ص۱۲۲ میں ہے۔ میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد اس کے فاطمہ وحسنینؑ کا ہاتھ تھام کر تمام اہل مدینہ اور ان لوگوں کے گھر گیا۔ جنہوں نے کہ راہ دین میں سعی وکوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی۔ کہ میرے حق کی اعانت کریں۔ اور ان کو اپنی نصرت واعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا۔ اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان و ابوذر و مقداد اور عمار (رضی اللہ عنہم)

ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡکُمۡ۔

تیسرا طعن ۔ حضرت عائشہؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کو دفن کرنے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام ورثا کا حق تھا۔

جواب ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دیکر ان کو ان کا مالک کردیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو مدفن رسولؐ و خلفاء رسولؐ ہے۔ حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو ان کی ملکیت تھا۔ اس لئے ان کو اختیار تھا۔ کہ اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کی وہاں مزارات کی اجازت دیں۔ اگر عائشہؓ کی ملکیت نہ تھی۔ تو حضرت امام حسنؓ نے اپنی مزار کے لئے حضرت عائشہ سے کیوں اجازت طلب فرمائی۔ (یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے) قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حجرات ازواج مطہرات کی ملکیت تھے۔ جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے۔ وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ (تم اپنے مکانوں میں بیٹھی رہو) اگر بیوت ازواج کی ملکیت نہ ہوتے تو فِیۡ بُیُوۡتِ النَّبِیِّ ہوتا۔ غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السلام نہ دیگر ائمہ اہل بیت کو سوجھا اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں۔ ہم تو یہی کہینگے ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری اغیار غلط ؎ کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے طومار غلط

اب ہم حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کو شیعہ صاحبان سخت مطعون کرتے ہیں

حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہؓ کو بہت کوستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کی وجہ سے ہوا۔ وہ باہم جدی بھائی تھے۔ اصحاب رسولؐ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کاتب وحی بھی تھے۔ حضورؐ کے سالا بھی تھے۔ آپ کی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ پھر اس ایک واقعہ سے جس کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ آپ کو بُرا کہنا۔ اپنے نامۂ عمل کو سیاہ کرنا ہے۔ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہوا کرتے ہیں۔ اور صلح و صفائی بھی ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے۔ کہ اس تنازعہ کی وجہ سے ایک کو بُرا بھلا کہے۔

حضرت یوسفؑ پران کے بھائیوں نے کس قدر مظالم توڑے۔ اور تکلیف دی تھی لیکن

حضرت یوسف ؑ نے ان کی خطا کو معاف کر دیا۔ باہم بغلگیر ہوئے۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس بارہ میں کیا فتوے دیا ہے۔ ان کو مسلمان اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ یا کافر و منافق۔ اور ان کو لعن طعن کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا اس سے منع فرمایا ہے۔ سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدستخط خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد و امصار میں شائع کی تھی جو نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران ص۲۲۶ میں ہے۔ درج ذیل کی جاتی ہے۔ جس سے امیر علیہ السلام کے خیالات کا پتہ ملتا ہے۔ جو امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کی نسبت بعد واقعہ جنگ تھے۔ وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ بِهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا إِنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ بُرَآءُ (ترجمہ حضرت علیؓ نے ایک گشتی چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا۔ کہ ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں ہے۔ کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ؐ ہے۔ اور ہمارا اسلام میں دعوے بھی ایک رہا ہے۔ ہم ان سے دربارہ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے۔ اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے اختلاف صرف خون عثمانؓ کے متعلق تھا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں)

حضرت امیر علیہ السلام کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے کہ آپ نے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا کہ ہمارا اور اہل شام (حضرت معاویہ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارہ میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ وہی خدا اور رسول ؐ ان کا ہے۔ جو ہمارا ہے۔ اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک ہی ہے۔ اور اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم ان کو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتلایئے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب امیر علیہ السلام جن سے جنگ ہوئی۔ وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیرؓ ان کو منافق و کافر قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں۔ کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل الایمان سمجھیگا جیسے جناب امیر علیہ السلام ان کو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت معاویہؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے۔ بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے یزید لعین سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کے لئے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی۔ فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال ائمہ اہل بیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا۔ شیعہ کے عجیب و غریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو ناظرین پڑھ کر حیران ہونگے۔ کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتدا کس طرح ہوئی اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی یہ حیرت دفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں تصریح ہے۔ کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے

عبداللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (صنعان) کا باشندہ تھا۔ یہودی تھا۔ بعدہٗ بظاہر اسلام لایا لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تخریب اسلام کی جد و جہد میں سرگرم تھا۔ اور اسلام لانے کی غرض ہی یہ تھی۔ کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے۔ تاریخ طبری میں اس کا حال یوں لکھا ہے "عبداللہ ۳۵ھ میں مسلمان ہوا۔ تاکہ حضرت عثمانؓ اس کی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بدنصیب انتی حضرت عثمانؓ کی غائبانہ برائیاں کرتا تھا۔ اس لئے مذہب رجعت کا ایجاد کیا ہے۔" (ملخص ترجمہ تاریخ طبری باب اول)

شیعہ کی مستند کتاب الطواق الحمایۃ بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے

انہ قال مررت بقوم ینتقصون ابابکر
وعمر فاخبرت علیا وقلت لولا انھم
یرون انك تضمر ما اعلنوا ما اجترؤا
علی ذالك عبد اللہ بن سبا وھو کان
اول من اظھر ذلك فقال علی اعوذ
باللہ رحمھما اللہ ثم نھض واخذ
بیدی وادخلنی المسجد فصعد المنبر
ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت
دموعہ تتحادر علی لحیتہ وجعل ینظر
للبقاع حتی اجتمع الناس ثم خطب
فقال ما بال قوم یذکرون اخوی
رسول اللہ ووزیریہ وصاحبیہ
وسیدی قریش وابوی المسلمین و
انا بریء مما یذکرون وعلیہ معاقب
صحبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم بالحب والوفاء والجد فی امر اللہ
یامران وینھیان ویقضیان و
یعاقبان لا یری رسول اللہ صلعم
کرایھما رایا ولا یحب کحبھما حبا لما
یری من عزمھما فی امر اللہ فقبض وھو عنھما
راض والمسلمون راضون فما تجاوزا فی
امرھما وسیرتھما رای رسول اللہ
صلعم وامرہ فی حیاتہ وبعد موتہ
فقبضا علی ذلك رحمھما اللہ فوالذی

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو ملا جو شیخین کی تنقیص شان کرتے تھے میں نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی۔ اور یہ کہا کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں سے متفق نہ ہو۔ تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبد اللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا حضرت علیؓ نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں خدا شیخین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا خود منبر پر چڑھے۔ پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی۔ اور وہ سفید تھی۔ آپکے آنسو ریش پر گرنے لگے۔ آپ مسجد کے مکانات دیکھنے لگے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر خطبہ شروع کیا۔ کیا حال ہے اس گروہ کا جو رسول اللہ کے دو بھائیوں۔ آپکے دو وزیروں آپکے دو یاروں قریش کے دو سرداروں مسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ذکر کرتے ہیں میں ان کی اس جرأت سے بیزار ہوں۔ اور میں انہیں اس بات پر سزا دونگا۔ رسول خدا کے دو اصحاب تھے۔ جو جدّ و جہد اور وفاداری سے احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے اور فصل خصومات کرتے اور مجرموں کو سزا دیتے تھے۔ رسولؐ خدا ان کی رائے کے برابر کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے۔ اور ان کی محبت کے برابر کسی کی محبت تصور نہ فرماتے تھے کیونکہ آپ نے انکو کار خیر میں مستعد و مضبوط پایا آپ ان سے راضی گئے اور تمام مسلمان ان سے راضی تھے انہوں نے اپنے کام و روش میں حضورؐ کی رائے مبارک آپ کی زندگی میں تجاوز نہ کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی پوری اتباع کی۔ اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔

خالق الحبة وبرأ النسمة لا يحبهما الا مؤمن فاضل ولا يبغضهما الا شقي مارق حبهما قربة وبغضهما مروق۔

خدا کی ان دونوں پر رحمت ہوجیو۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے دانہ کو چیرا اور ذی روح کو پیدا کیا ان کا دوست مومن کامل ہے اور ان کا دشمن بدنصیب خارج از اسلام ہے ان کی محبت باعث قرب الہی ہے۔ اور ان کی عداوت موجب زوال ایمان۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔

لعن الله من اضمر لهما الا الحسن الجميل ويبري ذلك انشاء الله ثم ارسل الى ابن سبا فسيره الى المدائن وقال لا تساكني في بلدة ابدا۔

خدا اس شخص کو لعنت کرے جو ان کی نسبت سوائے حسن خیر و خوبی کے اپنے دل میں رکھتا ہے اور وہ اس کا ثمرہ دیکھ لیگا۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیجکر اسکو مدائن کی طرف نکال دیا اور حکم نافذ فرمایا کہ یہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے۔

ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ بغض و عداوت اصحاب کا بیج اسی یہودی عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال آدمی پیدا کر لئے تھے۔ اور ان کو کہتا تھا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہی ہے۔ بظاہر تقیہ کرکے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی شکایت جناب امیر علیہ السلام تک پہنچی۔ تو آپ لاحول پڑھنے لگے۔ اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے بر سر منبر ایک فصیح خطبہ پڑھ کر فضائل شیخینؓ کا اعتراف کیا۔ کہ وہ رسولؐ کے بھائی دست و بازو۔ یاران غار۔ سرداران قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے۔ ان کے دشمنوں سے میں سخت بیزار اور انہیں سزا دینے پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخینؓ نے رسولؐ پاک کا پورے طور پر حق صحبت ادا کیا۔ اور تبلیغ احکام الہی اور امر و معروف اور نہی منکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حضورؐ ان کی رائے کو ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے۔ اور ان سے سب سے بڑھکر محبت و پیار فرماتے تھے۔ حضورؐ ان سے راضی و خوشنود ہوکر فوت ہوئے۔ اور کافۃ المسلمین ان کے کارناموں پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے رسولؐ پاک کی زندگی میں اور بعد وفات پورے طور پر اتباع کی۔ اور سر مو سیرت الرسولؐ سے تجاوز نہ کیا۔ حتیٰ کہ اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس بلیغ خطبہ میں بالآخر حلفیہ طور پر فرمایا۔ کہ جو شیخین سے محبت رکھے۔ وہی مومن کامل ہے۔ جو بدنصیب ان سے بغض و عناد رکھے۔ وہ خارج از اسلام کھلا کافر ہے۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے اس صریح فیصلہ پر صاد کرینگے۔ یا اس کو بھی تقیہ یا مرضیہ پر محمول کرینگے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آپ نے اس نابکار ابن سبار کو اس جرم پر کہ وہ لوگوں کو شیخین کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا۔ ملک بدر فرما دیا۔ اور اس کے لیے یہ سزا تجویز کی کہ وہ مردود عمر بھر کسی ایک بستی میں رہنا نہ پائے۔ تاکہ اپنی شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ دربدر مارا مارا پھرا کرے۔

ایک اور روایت کتب شیعہ سے لکھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبار ہے چنانچہ ایک شیعہ مجتہد فاضل استرآبادی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَانْظُرُوْا اِلٰی عِبَارَةِ الْکَشِّیِّ ذَکَرَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ سَبَا کَانَ یَھُوْدِیًّا وَاَسْلَمَ وَوَالٰی عَلِیًّا وَکَانَ یَقُوْلُ وَھُوَ عَلٰی یَھُوْدِیَّتِہٖ فِیْ یُوْشَعَ وَصِیِّ مُوْسٰی بِالْغُلُوِّ فَقَالَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ عَلِیٍّ مِثْلَ ذٰلِکَ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْھَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاَظْھَرَ الْبَرَاءَ مِنْ اَعْدَائِہٖ وَکَاشَفَ مُخَالِفِیْہِ وَاَکْفَرَھُمْ فَمِنْ ھٰھُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّیْعَةَ اَصْلُ التَّشَیُّعِ وَالرَّفْضِ مِنَ الْیَھُوْدِیَّةِ۔

عبارت کشی دیکھو بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ اسلام لایا اور علیؓ کا محب بنا۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں یوشع وصی موسیٰ کی نسبت غلو کرتا تھا پھر اسلام کے بعد رسولؐ خدا کے فوت ہو جانے پر علیؑ کے بارہ میں ایسا خیال رکھتا تھا۔ اور وہ پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؑ کا اعلان کیا۔ اور ان کے اعداء سے تبرا کیا علیؑ کے مخالفین کو برا کہتا اور انکو کافر قرار دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں۔ کہ تشیع اور رفض کی اصل بنا یہودیت پر ہے۔

اس روایت نے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے۔ سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔ کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کے وقت یوشع خلیفہ موسیٰ کی نسبت غالیانہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ امامت علیؑ (خلافت بلا فصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبداللہ بن سبا کی طرف سے ہوا۔ اور لعنت و تبرا کی سنت کا بھی وہی امام ہے۔ اس بات کا بھی اعتراف ہے۔ کہ ان ہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہلسنت)

کہتے ہیں۔ کہ تشیع و رفض کا بانی و موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ اور رفض و تشیع یہودیت کی ایک شاخ ہے) مبارک مبارک ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ؎ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

حضرات شیعہ کو جب کہا جائے۔ کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبداللہ یہودی ہے۔ وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو روایت بالا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔ بہر حال بقول شخصے ؎ ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں۔ حق بر زبان جاری۔ اس امر کا پران کو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ کہ بیشک عبداللہ بن سبا یہودی نے موالات علیؓ کے بھیس میں حضرات شیخین سے بغض و غلو کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی۔ جلا وطنی کی سزا بھی پائی۔ جناب امیر علیہ السلام نے بر سر منبر اس کو اور اس کی ذریت کو پھٹکار بھی کی۔ لیکن جو شرارت کا تخم بو چکا۔ اس نے آخر بار ور ہونا تھا پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ کرتے رہے۔ اب علانیہ ہونے لگی اعاذنا اللہ منہ۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنا تھی۔ اس نے اپنے زمانہ جلا وطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی بعض کو یہ کہا۔ کہ علیؓ خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا۔ کہ وہ نبی ہیں۔ وحی ان کے پاس آئی تھی۔ لیکن غلطی سے جبرائیلؑ محمدؐ کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا۔ کہ وصی نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے ان کی تفصیل تحفۂ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوط میں موجود ہے لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ ایسے بھی شیعہ ہیں۔ کہ جو جناب امیر علیہ السلام الوہیت کے قائل ہیں بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور زیادہ وہ ہیں۔ جو ان کو وصی نبی اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں وہ غلو کرتے ہیں۔ کہ رسولؐ پاک سے بھی ان کو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں حق الیقین اردو ص ۳ میں ہے۔ کہ ان بزرگواروں کے غرائب احوال و محاسن صفات

اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو کہ ان کے سبب مشاہدہ کرتے تھے۔ غالیوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے ص۱۳ میں ہے بعض غالیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے ائمہ ہدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اس کتاب کے ص۱۹ میں یوں لکھا ہے بعض غالیان شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ نے حضرت رسولؐ خدا صلعم اور ائمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے۔ یا ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

نیز حق الیقین ص۸ میں ہے بعض غالیوں کا یہ قول ہے۔ کہ حضرت امیرؑ حضرت رسولؐ سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے۔ جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے۔ کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا۔ نفع و نقصان پہنچانا موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف ان کو پیدا کیا ہے۔ پھر معطل ہو گیا اور [illegible] کے کل اختیارات ائمہ اہل بیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے۔ کہ خدا نے رسولؐ اور حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیت میں حلول کیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو گیا ہے۔ یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ جناب امیرؑ حضرت رسولؐ سے افضل ہیں۔ حق الیقین میں تصریح ہے۔ کہ یہ سب شیعیان علیؑ ہیں اور ان کے اور دیگر ائمہ ہدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں۔ بقول شخصے ؎

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

یہ ساری مہربانی یہودی یمنی صنعانی (ابن سبا) کی ہے۔ جس نے اس نئے نرالے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری و باطنی سے اپنے متبعان (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔

اور سچ پوچھو۔ تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کو اگر خدا نہیں تو خدا کے قریب قریب ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں۔ کہ ائمہ

ہوئے۔ علم ماکان ومایکون رکھتے ہیں۔ مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے۔ چاہے مریں۔ چاہے زندہ رہیں۔ آسمان وزمین ومافیہا کا ان کو کلی علم ہے۔ حق الیقین ص[illegible] میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے۔ کہ بادل اور رعد وبرق نور وظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا سورج چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں۔ اب بتائیے! خدائی کی کونسی صفت باقی رہ جاتی ہے۔ غرض وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ فرقہ امامیہ۔ اثنا عشریہ کی کتب حدیث وتفسیر میں اس کی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے یا اللہ کہنے کے بجائے یا علیؓ کا ورد پکارتے ہیں۔ السلام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ جو سلام بنا لیا ہے۔ یا علیؓ مدد اس سے ان کے اس عقیدہ کی کہ وہ حضرت علیؓ کو خدا سے کم نہیں سمجھتے۔ پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور آپ کی نبوت یا افضل النبی ہونے کا یقین تو رگ وریشہ میں سمایا ہوا ہے چنانچہ اشعار ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) غَلَطَ الْاَمِیْنُ فَجَازَهَا عَنْ حَیْدَرَۃٍ ؎ یعنی جبرئیل امین نے غلطی کر کے نبوت علی کو نہ دی

(۲) جبرئیل کہ آمد ز برِ خالق بیچوں ؎ در پیشِ محمدؐ شد و مقصود علی بود [جبرئیل جو درگاہ الٰہی سے آیا اور محمدؐ کے پاس چلا گیا دراصل مقصود تو علیؓ تھے۔

چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں۔ جو عبداللہ بن سبا نے قائم کی۔ اس لئے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ مہربانی اسی استاد ازل (ابن سبا) کی ہے۔ ؎

ہر خس وخار کہ در راہ تو دے دارد ؎ آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

شیعہ کا ادعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ سب شیعہ تھے۔ رسول پاکؐ بھی شیعہ تھے۔ ؎ بریں عقل ودانش بباید گریست۔ ان کو اتنی سمجھ نہیں۔ کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے۔ جب بقول ان کے غصب خلافت

ہوا جو لوگ تینؓ یاروں کو مانتے۔ اور ایک حضرت علیؑ کو نہیں مانتے۔ وہ خارجی اور جو ایک حضرت علیؑ کو مانتے اور تین کو نہیں مانتے وہ شیعہ اور رافضی کہلاتے ہیں۔ پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد جبکہ نہ حضرت علیؑ تھے نہ باقی یاران نبیؐ۔ اور حضرت رسولؐ پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے دربار میں جگہ ہی کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام وسحر کے رفیق۔ سفر وحضر کے ہمدم کیوں ہوتے۔ حضورؐ ان کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے۔ نہ ان کی بیٹیاں لیتے۔ یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ آپ شیعہ نہ تھے۔ ورنہ یہ تین بزرگواران یاران نبیؐ نہ کہلاتے۔ ہاں حضرت علیؑ بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے مشیر کار۔ ہر امر میں ان کے معین ومددگار نہ بنے رہتے۔ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے۔ اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کو نکاح نہ کر دیتے۔ ان کی مدح وتوصیف میں رطب اللسان نہ رہتے۔ غرض دربار مرتضوی میں بھی دربار مصطفوی کی طرح شیعیت کو جگہ نہیں ملی۔ بلکہ آپ مجمع عام میں بر سر منبر اصحاب رسولؐ کی تعریف کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کرو شیعیت کا سراغ چلتا ہے۔ تو اسی ابن سبا سے جس کو جناب امیر علیہ السلام نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا۔ اور ملک بملک مارا مارا پھرتا رہا۔

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں شیعیت کی نسبت کیا فیصلہ ہے شیعہ بڑا ناز کیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنیوں کا نام نشان قرآن میں نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے مراد کفار اشرار ہیں اور بس۔ آؤ قرآن پاک کی ورق گردانی کریں۔ پھر شیعہ تفاسیر سے اس کا معنے تلاش کریں۔ شاید شیعہ حضرات میں سے کسی کو سمجھ آجائے۔ کہ یہ منحوس نام قرآن میں نیکوں کی بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں غرور کیا۔ اور شیعہ فرعونی رعیت کا نام ہے جس کا سرگروہ فرعون ہے (شیعہ مبارک)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۲)

یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ہو گئے شیعہ شیعہ اے میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ا صفحہ ٣٧٩ میں اس کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔ کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ کفار پر استعمال ہوا ہے۔

(٣) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا (پارہ ٧ پاؤ ٣) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے۔ کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے۔ یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ عمدۃ البیان جلد ا صفحہ ٢٥٣ میں ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ فرقوں۔ فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(٤) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (پارہ ٢١ پاؤ ٢) یعنی اے لوگو نہ ہو تم اُن شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا عمدۃ البیان جلد ٣ صفحہ ٣١ میں لکھا ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں۔ بت پرستوں اور مخالفانِ دین۔ یہود۔ نصاریٰ وغیرہ کو کہا گیا ہے۔

(٥) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (پارہ ١٤ پاؤ ١) یعنی ہم بھیج چکے ہیں۔ اے رسولؐ تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں اور نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسولؐ مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے۔ عمدۃ البیان جلد ٢ صفحہ ١٦٧ میں ہے۔ کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو خدا کے پیغمبروں اور رسولوں کو ٹھٹھہ مخول کرنیوالے کافر تھے۔

(٦) كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ یعنی ایسا کیا گیا اگلے شیعوں کے ساتھ بیشک وہ بدگمان اور تہمت کرنے والے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ٣ صفحہ ٩٣ میں ہے کہ یہاں شیعہ ان کافروں کو کہا گیا ہے۔ جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے۔ اور جن پر عذاب نازل ہوا

(٧) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ (پارہ ٢٧ پاؤ ٢) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے اگلے شیعوں کو۔ اشیاع جمع شیعہ کی ہے عمدۃ البیان جلد ٣ صفحہ ٣٣٣ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے

(٨) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا۔ (پارہ ١٦ پاؤ ٢) یعنی قسم ہے تیرے رب کی۔ کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے ان کو شیطانوں

کے ساتھ پھر حاضر کرینگے۔ انہیں گرد اگرد دوزخ کے جب وہ زانوؤں کے بل چلکر آئینگے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا (پھر ہم نکالیں گے دوزخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا۔ ان میں سے بہت سخت خدا سے سرکش یعنی کفار و شیاطین سے جو بڑا کافر و نافرمان شیعہ ہوگا۔ پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالینگے عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۱۱ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالینگے۔

ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق۔ کفار۔ مشرکین۔ فتنہ باز۔ فسادیوں۔ یہود و نصارا سرکش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے۔ پھر شیعہ خود ہی غور کریں۔ کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔ لفظ شیعہ پر ناز ہے۔ تو لیجئے ان آیات کا مصداق بننا گوارا کیجئے۔ آخر قرآن کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخصے سہ

کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی گو واں نہیں پہ ان سے نکالے ہوئے تو ہیں

ہاں دو آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنے میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ اپنی قدامت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ (پارہ ۲۰ رکوع ۲) یہ اس کے گروہ سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں سے) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا معنے دوست و رفیق ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کے رفقاء کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا لیکن یہ محض شیعہ کی نافہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ مگر منافق و مشرک تھا۔ اور اسی گروہ میں سے تھا۔ جو اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ اسی کا نام سامری تھا۔ جو گوسالہ پرستوں کا استاد تھا یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے دن بھی اسی شیعہ کو لفظ مجرمین[1] میں شمار کیا۔ پھر دوسرے دن تو اس کی نسبت صاف صاف [2] فرمادیا۔ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ (یعنی تو ایک مفسد بدخواہ بظاہر گمراہ ہے پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا

---

[1] قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ (موسیٰ نے کہا اے رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہونگا یعنی جیسے ایک مفسد بدکار کی مدد کرنے سے گناہ کیا ہے۔ پھر ایسا بھی نہ کرونگا۔

[2] فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ (صبح کو موسیٰ اٹھا اس شہر میں گھبرایا ہوا راہ دیکھتا۔ ناگاہ وہی شخص نظر آیا جسنے کل مدد مانگی تھی اسے فریاد کرتا ہے۔ موسیٰ نے کہا بیشک تو صریح گمراہ ہے) یہ وہی شیعہ تھا جسنے پہلے روز آپ کو اشتعال دلا کر ایک آدمی مروا ڈالا۔ دوسرے روز پھر اسیطرح اسے چلاتا ہوا آپ کو اکسانے کے لئے آیا۔ تو آپ نے اسے کہدیا۔ ہٹ جاؤ۔ تم ایک مفسد صریح گمراہ آدمی ہو۔

اچھے شخص پر نہیں۔ بلکہ بُرے شخص پر اطلاق ہُوا ہے۔ یہ شخص موسیٰؑ کا دوست نما دشمن (منافق) تھا جس کی وجہ سے آپ کو شہر چھوڑ کر مدین کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبت سفر برداشت کرتے ہوئے۔ ایک نیک مرد شعیب کے ہاں جاکر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن سے جلا وطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (یعنی اس کے گروہ میں سے تھا ابراہیمؑ جب کہ آیا رب اپنے کی طرف سلامت دل لیکر) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیمؑ (پیغمبر پر اطلاق ہوا ہے) اور ابراہیمؑ شیعہ تھے۔ لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن دانی کا نتیجہ ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہُوا جس سے نکلکر آپ اپنے رب کی طرف صاف دل ہوکر آگئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکلکر آپ ہدایت یافتہ ہوکر اپنے رب کے پاس آگئے۔ جو نوحؑ کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی۔ اور نوحؑ کے وعظ و نصیحت سے ان کو کچھ اثر نہ ہُوا تھا۔ یہ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون ہے۔ کہ اسے رسولؐ تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کی طرح شیعہ کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی سمجھ کا فرق ہے

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ ؎ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر ہی نہیں۔ اس لیئے ہم لفظ سنّت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں۔

قرآن میں لفظ سنّت کی تعریف

(۱) سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (عمدۃ البیان جلد ۳ صہ۹ میں ہے۔ کہ سنّت طریقہ اللہ کا ہے۔ جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔

(۲) یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَیَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْكُمْ (پارہ ۵ پاؤ ۱) عمدۃ البیان جلد صہ۲۳ میں ہے۔ ہدایت کرے اللہ کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے گذرے۔

(۳) سُنَّةَ مَنْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا (سنّت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے۔ اور نہ پائیگا تو میری سنّت و دستور میں تفاوت یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنّت کا طریقہ چلا آیا ہے عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں ہے۔ طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلا دے۔ تو ہم ہلاک کرتے ہیں اس کو۔ اور نہ پائیگا تو اسکے واسطے اس سنّت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِیْلًا (پارہ ۲۶ پاؤ ۲) عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں ہے یعنی سنّت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۴ پاؤ ۱) گذر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا۔

(۶) اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۵ پاؤ ۴) عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنیوالا اگلے لوگوں کو۔

(۷) سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۔ عمدۃ البیان جلد ۴ صفحہ ۱۹ میں ہے۔ سنّت طریقہ اللہ کا ہے۔ اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے۔

(۸) قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ (کفار کو کہدیجیے اگر وہ باز آجائیں۔ ان کے پچھلے گناہ بخشدیئے جائینگے۔ اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا۔ تو پہلوں کا طریقہ گذر چکا ہے۔ (یعنی خدا ان سے وہی سلوک کریگا جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے)

(۹) فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا (یعنی وہ نہیں دیکھینگے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی)

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنّت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے۔ پھر سنی اور اہل سنّت وہ لوگ ہیں۔ جو سنّت الرسولؐ کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ متبع السنّت ہے۔ اسی کی تاکید رسولؐ پاک اور ائمہ ہدیٰ کرتے رہے۔ کہ سنّت الرسولؐ کو کبھی نہ چھوڑنا لیکن آج مدعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو جہالت سے لفظ سنّت اور اہلسنّت پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں۔ کہ رسول ؐ پاک اور ائمہ اہل بیت سنّت الرسول ؐ کی اتباع کی ہدایت فرماتے رہے۔

اتباع سنّت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد ۱ صـ۳۲ میں ہے۔ شیخ مفید و شیخ طبرسی نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت رسول ؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی۔ اور حضرت کو معلوم ہوا کہ اب زمانۂ رحلت قریب ہے ہمیشہ خطبہائے بلیغ فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے۔ اور وصیت فرماتے تھے۔ کہ میرے طریقہ اور سنّت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد ۱ صـ۲۰۵ میں جناب امیر ؑ کی آخری وصیّت کے الفاظ یوں درج ہیں میری وصیّت تم سے یہ ہے۔ کہ شرک بخداوند بزرگوار نہ لانا اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا۔ اور سنّت و طریقہ حضرت رسول ؐ کو ضایع نہ کرنا۔

(۳) نہج البلاغہ صـ۱۲۲ میں ہے میں تم کو دو چیزوں کی وصیّت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری محمد ؐ کی سنّت کو ضایع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور صـ۱۴۲ میں ہے۔ امام وہ ہے جو سنّت نبی ؐ کا عامل ہو۔ اسی کتاب کے صـ۳۹۵ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنّت پیغمبر کو زندہ کریگا۔

(۵) فروع کافی جلد ۲ صـ۲۱۳ میں ہے مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (جو شخص میری سنّت سے روگردان ہو وہ مجھ سے نہیں ہے)

دیکھئے رسول ؐ پاک اور جناب امیر علیہ السلام نے جو وصیّت بوقت وفات فرمائی۔ وہ اتباع سنّت الرسول ؐ ہے۔ امام کی تعریف ہی یہی بیان کی کہ جو سنّت نبوی کا عامل ہو اور جو سنّت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنّت یا اہل السنّت پر تمسخر کرتے ہیں۔ وہ رسول ؐ پاک اور حضرت علی المرتضےٰ کے اقوال پاک کو جھٹلاتے ہیں۔ بیشک بقول رسول ؐ و ائمہ اہل بیت بشہادت کتب شیعہ۔ وہی فرقہ حقّہ ناجی ہے۔ جو اہل سنّت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی ہسٹری قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جابجا فرعونی گروہ۔ کفار و مشرکین۔ یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے پھر تعجب ہے۔ کہ شیعہ یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ کہ شیعہ کا

ذکر تو قرآن میں ہے۔ لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام ونشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے ؎

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے ⁖ لیتا تھا کام منہ کا شکم میں ناف سے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور جس قرآن جمع کردہ علیؑ پر ان کا ایمان ہے۔ وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا۔ اور ظاہر ہے۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے۔ اور کروڑوں آئندہ مرینگے۔ لیکن اس موہومہ قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے۔ ہم دلائل سے بیان کریں گے۔ کہ حدیث صحیح کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس لئے کہ رواۃ حدیث ایسے ملے ہیں۔ کہ ان کے سرغنوں پر ائمہ اہل بیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت سست کہا۔ ائمہ نے ان کو کوسا۔ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویانِ حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت سے ہیں۔ اور منجملہ مبشرین بالجنۃ ہے (دیکھو رجال کشی ص۱۳۳) اس کی نسبت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں زُرَارَۃُ شَرٌّ مِّنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی (رجال کشی ص۱۱۱) یعنی زرارہ یہود ونصاریٰ سے بھی بدتر ہے) یہ بھی فرمایا۔ کَذَبَ عَلَیَّ وَاللّٰہِ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ (رجال کشی ص۱۰۶) خدا کی لعنت ہو زرارہ پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے) یہی زرارہ صاحب ہیں۔ جنہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو بڈھا بے علم کہا۔ جیسا کہ اصول کافی ص۵۵ میں ہے۔ کہ زرارہ کو امام ممدوح سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی۔ جب امامؑ نے زرارہ کو اس پر تنبیہ کی۔ تو کہنے لگا شَیْخٌ لَا عِلْمَ لَہٗ بِالْخُصُوْمَۃِ (اس بڈھے کو خصومت کا علم نہیں ہے۔

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زرارہ پر امام نے اور امام پر زرارہ نے لعنت کی (معاذ اللہ) دوسرا راوی ابو بصیر ہے جس نے ابا جعفر صادقؑ کو طماغ بتایا جس پر کتے

نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے علم کو ناقص کہا (تنقیح ص۱۹۵)

ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں جن کی نسبت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ کَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِؑ (مختار امام زین العابدینؑ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ یعنی ان کے امام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حدیث حکم بن عتیبہ ہے۔ زرارہ نے امام جعفر صادقؑ سے کہا۔ کہ حکم بن عتیبہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا نماز مغرب مزدلفہ سے ورے پڑھ لے۔ اس پر امام صادقؑ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا مَا قَالَ اَبِیْ هٰذَا کَذَبَ الْحَکَمُ ابْنُ عُتَیْبَةَ عَلٰی اَبِیْ عَلَیْهِ السَّلَامُ (رجال کشی ص۱۳۵)

(میرے باپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حکم بن عتیبہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے)۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ کَانَ لِلْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْهِ وَکَانَ لِلْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْهِ وَکَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَکَانَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ (رجال کشی ص۱۵۰) یعنی امام حسنؑ کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا۔ جو امام حسینؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد امام محمد باقرؑ پر جھوٹ باندھنے والے تھے) پھر بتائیے۔ جب ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں مشتہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ حسینؑ اور امام زین العابدین اور امام محمد باقرؑ تک حضرت صادقؑ نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو پھر احادیث شیعہ کا اعتبار کیا رہا۔

اور سنئے! امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کَانَ بَنَانُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ مُغِیْرَةُ ابْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ بَشِیْرٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ اَبُو الْخَطَّابِ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَذَاقَهُ اللّٰهُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَالَّذِیْ یَکْذِبُ عَلَیَّ مُحَمَّدُ ابْنُ فُرَاتٍ (رجال کشی ص۱۹۵)

یعنی بنان امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا خدا نے اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے

مغیرہ بن سعید امام باقرؑ پر۔ محمد بن بشیر موسیٰ رضاؑ پر۔ ابو الخطاب امام صادقؑ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا ان کو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور مجھ پر محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے) دیکھئے امام صادق نے تو صرف امام باقرؑ تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی۔ لیکن امام رضاؑ نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں کی تشریح کر دی۔ جو اپنے اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے ؎ ایں خانہ تمام آفتاب است

جب تمام رواۃ کی حالت یہ ہو کہ انہوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ۔ کافی تہذیب استبصار وغیرہ میں بھری ہیں۔ جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ کہ ائمہ طاہرین نے ایسا فرمایا ہو۔ (کما مرّ تفصیلہ)

اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کی کارگذاری ہے۔ کہ جنکو زرارہ۔ ابو بصیر۔ مختار۔ مغیرہ جیسے سرگرم ممبر مل گئے۔ جو کوفہ میں بیٹھکر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے۔ چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اوپر تک پہنچنا ضروری ہے۔ روایت حدیث کے لئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمے لگا کر روایت سبکدوش ہو جائے۔ اس لئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقس علی ہذا۔

روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے۔ کہ حدیث کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اول و آخر اور درمیان کے کچھ الفاظ لکھکر حدیث کی روایت کیجائے۔ اگر کسی کی کتاب میں

کوئی حدیث لکھی ہوئی ملجائے تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ روایت کر دے۔ اس کی روایت قبول کر لینا جائز ہے سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی عنہ کو گناہ ہوگا۔ یہ جملہ امور احادیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِؑ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْكَ فَاَزِیْدُ وَاَنْقُصُ قَالَ اِنْ تُرِیْدُ مَعَانِیَهٗ فَلَا بَاْسَ بِهٖ (اصول کافی ص۲۱) محمد بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفرؑ سے دریافت کیا۔ کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہوں تو کچھ حرج نہیں)

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِؑ اَلْحَدِیْثُ اَسْمَعُهٗ مِنْكَ اَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْكَ اَوْ اَسْمَعُهٗ عَنْ اَبِیْكَ اَرْوِیْهِ عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ اِلَّا اَنَّكَ تَرْوِیْهِ عَنْ اَبِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِؑ لِجَمِیْلٍ مَا سَمِعْتَ مِنِّیْ فَارْوِهٖ عَنْ اَبِیْ (اصول کافی ص۲۹) امام بصیر نے امام جعفرؑ سے کہا۔ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ وہ آپ کے والد سے اور جو آپ کے باپ سے سنوں وہ آپ سے روایت کر سکتا ہوں یا نہ۔ آپ نے کہا دونوں سے روایت کرنا یکساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے)

(۳) عَنِ ابْنِ مَحْبُوْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِؑ یَجِیْئُنِی الْقَوْمُ فَیَسْتَمِعُوْنَ مِنِّیْ حَدِیْثَكُمْ فَاَضْجَرُ وَلَا اَقْوٰی قَالَ فَاقْرَاْ عَلَیْهِمْ مِنْ اَوَّلِهٖ حَدِیْثًا وَمِنْ وَسَطِهٖ حَدِیْثًا وَمِنْ اٰخِرِهٖ حَدِیْثًا (اصول کافی ص۲۹۔)
عبد اللہ نے امام جعفرؑ سے کہا۔ میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں۔ اور میں بیان احادیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا اول و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو)

(۴) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الْحَلَّالِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی الْحَسَنِ الرِّضَاؑ اَلرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِنَا یُعْطِیْنِی الْكِتَابَ وَلَا یَقُوْلُ اِرْوِهٖ عَنِّیْ یَجُوْزُ لِیْ اَنْ اَرْوِیَهٗ عَنْهُ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ الْكِتَابَ لَهٗ فَارْوِهٖ عَنْهُ (اصول کافی ص۲۹)
(احمد بن عمر حلال نے امام رضاؑ سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو

اور یہ نہ کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کر۔ کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے یا نہ۔ آپ نے کہا کہ اگر تجھے معلوم ہے۔ کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے

(۵) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ: اِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِیْثٍ فَاَسْنِدُوْہُ اِلَى الَّذِیْ حَدَّثَکُمْ فَاِنْ کَانَ حَقًّا فَلَکُمْ وَاِنْ کَانَ کَذِبًا فَعَلَیْہِ (اصول کافی صـ۳۲)

امام جعفرؒ نے کہا امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو۔ تم اس کے راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہو۔ تو تمہیں ثواب ہوگا۔ جھوٹی ہو تو اس کا گناہ بگردن راوی ہے)

اب دیکھئے! اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا روا ہو تو حدیث کا کیا اعتبار (اصول کافی صـ۳۳ میں رواۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اول منافق۔ دوم مخطی صادق فی الوہم۔ سوم مصیب فی الروایۃ اور حدیث منسوخ۔ چہارم مصیب فی الروایۃ اور حدیث غیر منسوخ۔ پھر جب منافق اور مخطی اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز ہو۔ تو حدیث کس طرح معتبر ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ باعث ثواب ہے۔ اس لئے یہ پتہ لگنا مشکل ہے۔ کہ راوی نے حدیث کو سچے دل سے سچ سمجھکر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف یا مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھدیا ہے۔

ائمہ اہل بیت پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب:۔ اہل بیت کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہانتک بہتان باندھا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے باقی سب جھوٹ چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی صـ۳۳ میں درج ہیں۔ اس کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ مَا بَالِیْ اَسْئَلُکَ عَنِ الْمَسْئَلَۃِ فَتُجِیْبُنِیْ فِیْہَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ یَجِیْئُکَ غَیْرِیْ فَتُجِیْبُہٗ فِیْہَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ اِنَّا نُجِیْبُ النَّاسَ بِالزِّیَادَۃِ وَالنُّقْصَانِ (منصور بن خازم کہتا ہے میں نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ اور آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور

اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا ہم لوگوں کو گھٹا کر جواب دیتے ہیں۔

(۲) عن زرارة ابن اعین عن ابی جعفر قال سألته عن مسئلة فاجابنی ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جاء اخر فاجابه بخلاف ما اجابنی و اجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منهما بخلاف ما اجبت به صاحبه فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم ثم قال قلت لابی عبد الله شیعتکم لو حملتموهم علی الاسنة او علی النار لمضوا وهم یخرجون من عندکم مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه (زرارہ بن اعین کہتا ہے۔ کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف اور جواب دیا۔ پھر ایک تیسرا شخص آگیا۔ اور وہی مسئلہ پوچھا۔ اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص سے بھی مخالف جواب دیا جب وہ دونوں چلے گئے۔ تو میں نے پوچھا حضور یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں جنہوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا۔ اے زرارہ یہی بات ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہوجاؤ۔ تو لوگ ہمارے بارہ میں تم کو سچا سمجھ لینگے۔ اور یہ امر ہماری اور تمہاری زندگی کے لئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ یہ لوگ تمہارے (راسخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم ان کو نیزوں پر یا آگ پر برانگیختہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹینگے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ سے یہ لوگ مختلف متعارض جواب سنکر جاتے ہیں۔ پھر امام جعفر علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا جو ان کے والد نے دیا تھا۔ ناظرین غور کرسکتے ہیں۔ کہ ائمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کرسکتا ہے۔ کہ وہ ایک ہی مسئلہ میں تین ایسے شخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں تین مختلف متعارض جواب دیں۔ (مثلاً ایک کو کہیں کہ یہ چیز حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ حلال ہے نہ حرام) یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دو صریح جھوٹ اور ایسا جھوٹ کہنا

جب درازیٔ عمر اور باعث بقائے حیات سمجھا جائے۔ پاک لوگوں کے منہ سے کبھی
ٹ نہیں نکل سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے۔ کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ
لِکُ (راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے) اگر بفرض محال ائمہ اہل بیت کا
حال تھا۔ کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق جھوٹ سچ کہہ دیتے
تھے۔ تو پھر ان کی احادیث کا کیا اعتبار ہوگا۔ اور وہ کیونکر قابل عمل ہونگی۔ جب ایک ہی
مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں۔ تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا
دونوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائینگی۔

اہل السنّت سے عداوت

ایک اور بات بھی ازبس عجیب ہے۔ جو مذہب اہل بیت اختراع کیا گیا ہے۔ کہ ان کا فتویٰ
ہے۔ کہ اہل سنت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنّت الرسولؐ کے مطابق کیوں نہ ہو اسکی
مخالفت ہی کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۳۳ میں ہے۔ قُلْتُ فَاِنْ کَانَ الْخَبَرَانِ
عَنْکُمَا الْمَشْهُوْرَیْنِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْکُمْ قَالَ یُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُکْمُهٗ
حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَیُؤْخَذُ بِهٖ وَیُتْرَکُ مَا خَالَفَ حُکْمُهٗ
حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ الْخَبَرَانِ عُرِفَ حُکْمُهُمَا
مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا الْخَبَرَیْنِ اَحَدُهُمَا مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْاٰخَرُ مُخَالِفًا لَهُمْ بِاَیِّ
الْخَبَرَیْنِ یُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَفِیْهِ الرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ فَاِنْ
وَافَقَهُمَا الْخَبَرَانِ جَمِیْعًا قَالَ یُنْظَرُ اِلٰی مَا هُمْ اَمْیَلُ حُکَّامُهُمْ وَقُضَاتُهُمْ فَیُتْرَکُ
وَیُؤْخَذُ بِالْاٰخَرِ (راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کہ اگر دو حدیثیں آپ سے مشہور
ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ
وسنت الرسولؐ کے مطابق ہو اور عامہ (اہلسنّت) کے مخالف ہو اس کو لیا جائے۔ اور
جو کتاب وسنّت کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا۔ اگر دونوں حدیثیں
کتاب وسنّت سے ماخوذ ہیں۔ اور ایک اہل السنّت کے مطابق دوسری ان کے مخالف
ہے۔ ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہل السنّت کے مخالف ہو اس کو لینا بھلائی ہے۔ میں نے کہا۔
اگر دونوں حدیثیں اہل السنّت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھا جائے۔ کہ کس طرف

جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اور دوسری پر عمل کیا جائے) جائے غور ہے۔ کہ اہل بیت کو اہل السنۃ سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ اگر انکا قول مطابق کتاب اللہ اور سنّت الرسول بھی ہو۔ اور اسی کے مطابق ایمہ کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتّی الامکان اس کی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ کلّا و حاشا۔ پاک لوگوں کی کسی سے عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مل گیا۔ سر جھکا دیا۔ انظر الی ما قال لا الی من قال ایک مسلّم مقولہ ہے یہ سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے۔ جو اسلام میں تفرقہ کی بنا ڈالنے کے لئے ایسے ایسے خرافات لکھدیئے گئے ہیں۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول ؛ شرم بادا از خدا و از رسولؐ

اب ہم شیعہ کے بعض مسائل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تعزیہ داری۔ ماتم۔ سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کا مسئلہ ہے جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرّم کی ایجاد اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنّت یزید تازہ کرنے کے لئے سال بسال ماہ محرّم میں کیجاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ شیعیان حسینؓ کیلئے نجات اخروی کے لئے اسیقدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسینؓ میں سینہ کوبی کر لیں۔ ماتمی لوگ بغیر کسی باز پرسش کے سیدھے جنّت میں چلے جائینگے۔ اور ان سے نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ تم نے دنیا میں نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض ادا کئے ہیں یا نہ۔ شیعہ کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں ہے۔ جیسا کہ انکا اعتقاد ہے۔ کہ مسیحؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادت امام حسینؓ ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ضروری ہے۔ کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس ماتم قائم کر کے خوب روئیں اور پیٹیں۔ ہم بخشے جائینگے۔ اور جنّت ہمارے ہی لئے ہے۔ سنّیوں کی کیا مجال کہ جنّت کا نام بھی لے جائیں۔

ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا۔ ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعہ کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالف ہیں۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ ہم شیعہ بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع

کسی پیغمبرؑ یا امامؑ سے ہوا۔ اگر کسی نبیؑ یا امامؑ یا صحابیؓ سے اس کی ابتدا ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ بدعات محرمہ ہے۔ اور بس۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ شہادت حسینؑ کے بعد اس کی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہینگے۔ کہ اس سے پیشتر بھی آئمہ بزرگان دین شہید ہوچکے ہے۔ پھر کیوں سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا۔

جناب امیر علیہ السلام نہایت بیدردی سے مسجد خانہ خدا میں شہید کیے گئے حسنینؑ نے ان کے غم میں مجالس ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسنؑ بھی زہر خورانی سے شہید کئے گئے حضرت امام حسینؑ نے اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین نے محشر خیز واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیٹنے رونے کی رسم ادا کی ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تعزیے نہیں نکالے۔ پھر ان سے بڑھکر کس شخص کو شہداء کربلا کا غم ہوگا۔ کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہوسکتی۔ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم وفات رسولؐ مقبول کا ہوا۔ مگر اہل بیت نے یا صحابہؓ نے کبھی نوحہ۔ بکا اور مرثیہ خوانی اور سینہ زنی کی رسم ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے۔ کہ یہ نئی بدعات باعث ثواب اور موجب نجات ہوسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جابجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے۔ اور مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے۔ کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (اے رسولؐ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے۔ کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم بھی خدا کے لئے ہیں۔ اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے)

مسلمانوں کو ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (صبر اور نماز کے وسیلے سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے ہاں ان ڈرنے والوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے۔ کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں)

پھر معلوم نہیں۔ قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے۔ کہ کوئی واقعہ ہائلہ (مصیبت)

پیش آجائے۔ تو سوانگ بنا کر خوب جزع فزع کرو۔ کپڑے پھاڑ دو۔ رخسار پر طمانچوں سے لال کر دو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہولہان کر دو۔ شاید اُس قرآن میں یہ حکم ہو۔ جو سترہ ہزار آیۃ کا ہے۔ اور جو ابھی کسی گوشہ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر سے پُر ہے۔ اور کسی ایک جگہ بھی جزع فزع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی ص۳۲ میں یہ حدیث لکھی ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِکَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِیْمَانُ (امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ صبر ایمان کے سر کے جا بجا ہے۔ جب سر کٹ جائے۔ تو جسد بیکار ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب صبر چھوڑ دیا جائے۔ ایمان جاتا رہتا ہے) پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے اور روتے پیٹتے۔ سینہ کوبی کرکے بے صبری دکھاتے ہیں بشہادت حضرت امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں۔ ایمۂ اہل بیت نے جزع فزع سے یہاں تک منع فرمایا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ص۱۲۳ میں درج ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ؈ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ (اب برخلاف اس کے جو لوگ منہ پر طمانچے رسید کرنا اور سینہ کوبی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادق ع کے قول کی تکذیب کرتے ہیں)

اسبارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا ایک قول ہے۔ جو نہج البلاغہ ص۹۳ میں یوں درج ہے۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَہٗ وَهُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْهِیْزَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ قَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاِنْبَآءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَآءً وَلَوْ لَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَآءَ الشُّؤُوْنِ۔ (امیر علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں۔ جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور سلسلہ وحی ہے۔ آپ ایسے خاص ہوئے۔ کہ ماسوا سے

منع کر دیا۔ اور آپ کا فیض ایسا عام ہوا۔ کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے اگر آپ نے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے۔ کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی) دیکھئے! جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسولؐ پر جزع و فزع چھوڑ کر صبر سے کام لینا۔ اور اس کی وجہ رسولؐ پاک کے امر بالصبر و نہی عن الجزع کو دلیل پیش کرنا اس امر کی فیصلہ کن دلیل ہے۔ کہ بعد از رسولؐ اور کسی شخص کی وفات یا شہادت پر جزع و فزع کرنا اور بے صبری دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھ کر کوئی سخت صدمہ مسلمانوں کے لئے بالخصوص اصحاب و اہل بیت رسولؐ کے لئے ہو نہیں سکتا۔ اور جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضےٰؓ کو تھا کسی اور شخص کی وفات سے کسی جگر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع و فزع اور سینہ کوبی تو کجا آنسو بہانے تک کو بھی خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا۔ تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات یا شہادت پر اس کے خلاف رونا پیٹنا اور سینہ زنی کرنا روا ہو سکتا ہے۔ یہ کسی ایسے ویسے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں۔ جن پر شیعہ مذہب کی دار و مدار ہے اس لئے شیعہ کو ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا ہے

گل و گل چیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

رسولؐ پاک کی وصیت دربارہ ممانعت جزع فزع

اس بارہ میں ناطق فیصلہ آنحضرتؐ کی آخری وصیت ہے۔ جو بوقت وفات آپؐ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کو فرمائی۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو جلد ا ص ۶۶ میں لکھا ہے "اے فاطمہؓ واضح ہو کہ پیغمبرؐ کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئیں۔ اور واویلا نہ کہنا چاہیئے۔ ولیکن وہ کہنا۔ جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے مرنے میں کہا۔ کہ آنکھیں روتی ہیں۔ اور دل درد میں آتا ہے۔ اور میں نہیں کہتا ہوں کہ موجب غضب پروردگار ہو۔ اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں"۔

نیز اسی کتاب کے ص ۶۷ میں یوں لکھا ہے:

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ آنحضرت رسولؐ نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا۔ اے فاطمہؑ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔ اور واویلا نہ کہنا۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔"

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضورؐ اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کا تم کو صدمۂ عظیم ہو گا۔ لیکن جہاں کی طرح جزع و فزع مت کرنا۔ نہ سر پیٹنا نہ گریبان چاک کرنا۔ نہ واویلا کرنا نہ نوحہ کرنا نہ نوحہ گروں کو گھروں میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے۔ تو تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے۔ کہ اپنے والد سرور دو عالم کا ماتم خوب زور شور سے کرنا۔ خود بھی سر پیٹنا اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطراف سے نوحہ گروں کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کرنا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرما دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ جملہ حرکات ممنوع ناجائز۔ داخل معصیت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے۔ بلکہ میت کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ چنانچہ جلاء العیون صـ۳۳ میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے جو آخری وصیت اہل بیت و اصحاب کو فرمائی۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

"پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر صلوات بھیجنا اور سلام کرنا۔ اور مجھ کو نالہ و فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا۔"

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ۱ صـ۱۲۱ میں یوں درج ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا فتوے کفر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ماتمیوں کے لئے فتوئے کفر صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۱ صـ۱۲۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ صَبُوْرٌ وَّاِنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ جَزُوْعٌ (امام صادقؑ نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ صبر کرتا ہے۔ اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر

سے پیش آتی ہے۔ اور اسے مصیبت آجاتی ہے - اور وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔)

اس حدیث میں حضرت امام ؑ نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتلائی ہے۔ کہ مومن کو مصیبت آجائے۔ تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے۔ اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام ؑ نے بتلا دی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النُّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِہٖ (جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادق ؑ سے پوچھا جزع کیا ہے۔ فرمایا انتہائی جزع ویل وعویل کی پکار کرنا۔ اور منہ پر طمانچے لگانا۔ سینہ زنی کرنا بال نوچنا ہے۔ اور جس شخص نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا)

یہ بات الم نشرح ہے۔ کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل وعویل کیا کرتے۔ منہ پیٹتے۔ سینہ کوٹتے اور بال اکھیڑتے اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتوے امام ؑ والا مقام یہ کافر ہیں اور خلاف شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہل بیت کو بغور پڑھکر اس فعل خلاف شرع سے باز آئینگے۔

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا اور قول رسول ؐ قول جناب امیر ؑ اور اقوال امام جعفر صادق ؑ پیش کر دیئے ہیں۔ کہ خدا و رسول ؐ خدا نے صبر کا حکم دیا۔ اور جزع سے منع کیا ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جزع کا فتوے دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادق ؑ نے تو صریح الفاظ میں جزع کی تشریح فرما کر فتوے دیدیا ہے۔ کہ جزع فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ ایسا ہی جناب امام حسین ؑ نے بھی اپنے عمل

حاشیہ صفحہ ۳۱۳ سے ایسا ہی شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ حِیْنَ مَوْتِہٖ یَا فَاطِمَۃُ لَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْہًا وَّلَا تُرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَّلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً
(رسول ؐ نے بوقت وفات حضرت فاطمہ ؑ کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیٹنا بال نہ بکھیرنا واویلا نہ کرنا - اور نہ نوحہ کرانا)

سے بتا دیا کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے۔ صبر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا ص۱۱۱ میں ہے۔ لَمَّا اُصِیْبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نَعَی الْحَسَنُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَھُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَأَ الْکِتَابَ قَالَ یَا لَھَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَھَا مَعَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ مِنْکُمْ بِمُصِیْبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَہٗ بِیْ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ اَعْظَمَ مِنْھَا وَصَدَقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ (جب جناب امیرؑ کی شہادت کا واقعہ ہوا۔ حضرت امام حسنؑ نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی۔ جب امام حسینؑ نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے۔ وہ میرے واقعہ ہائلہ وفات کی مصیبت کو یاد کرے۔ کیونکہ وفات رسولؐ سے بڑھکر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی۔ اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے) یعنی حضرت امام حسینؑ نے اس خبر وحشت اثر کو سنکر ندبہ جزع نہ فزع نہ کی۔ بلکہ صبر و شکیبائی سے کام لیا۔ اور یہ فرمایا کہ وفات رسولؐ سے بڑھکر بقول آنحضرتؐ مسلمانوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم ہے۔ تو پھر کس مصیبت پر بے صبری کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

امام حسینؑ کی آخری وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب اثارۃ البصائر جلد ص۲۹ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ نے کربلا کے مقتل میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا۔ کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے۔ اسی کی قسم دیکر کہتا ہوں۔ کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔

اس سے زیادہ واضح دلائل اس امر کی کہ شہداء کربلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا ناجائز ہے۔ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں یہ وصیت فرمادی۔ کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا۔ نہ منہ پیٹنا نہ بال نوچنا۔ نہ گریبان چاک کرنا بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا جناب سیدہ نے وفات رسولؐ پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف

حسینؑ میں اس قدر طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں۔ کہ عورتیں۔ مرد جمع ہو کر سینہ کوٹتے منہ پیٹتے ے والے کی دہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں۔ پس سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے حکم کی نافرمانی کرتے اور خدا و رسولؐ کو ناراض کرتے ہیں۔ اب بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے کہ مجلس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں کو معطر تیل لگا کر کنگھی پٹی کئے ایک دوسرے کی دید بازی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور راگ ممنوع میں سُر اور تال سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سینہ زنی کی جاتی ہے۔ اور تعزیہ پر نذر و نیاز چڑھائے جاتے سجدے ہوتے عرضیاں گذاری جاتی ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے۔ جس کی مخالفت نہ کتب اہل السنّۃ بلکہ کتب اہل تشیع میں بھی بالتشریح لکھی ہے۔ چنانچہ شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۲۳۴ میں ذیل آیۃ ولنبلونکم الخ یوں لکھا ہے۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ آیت میں ہے وہ ان کے حال پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ معرکہ آنحضرتؐ کا بڑا معرکہ ہے۔ اور رونا رلانا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں۔ باجے بجاتے اور بجواتے ہیں۔ اور مرثیوں میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں۔ اور غلو اور تفویض کی باتوں کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں۔ اور جو راگ کہ شرع میں ممنوع ہیں۔ اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں۔ اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے۔ اور تعزیوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی باندھتے ہیں۔ اور یا کاغذ کی روٹی کتر کر باندھتے ہیں۔ اس مراد سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی۔ تو میں چاندی کی روٹی گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہوگا۔ تو ہم چاندی کا لڑکا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اوّل کہ یہ تصویر انسانی ہے۔ اور تصویر کے بنانے سے اجتناب لازم ہے۔ اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہیے کہ وہ قاضی الحاجات ہے۔ نہ غیر اس کا۔ ہاں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری حاجت بر لاوے۔ اور

ان کے واسطے دعا مانگنا موجب قضائے حاجت اور باعث حصول مقصد ہے۔ جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جہلا، تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کفار ومشرکین کا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور تعزیہ اور علم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیے۔ البتہ اگر کربلا معلےٰ کی طرف منہ کرکے حضرت امام حسینؓ کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔"

دیکھئے سید عمار علی جو ایک غالی شیعہ ہے۔ وہ بھی اپنی کتاب میں بدعات تعزیہ کی سخت مذمت کرتا ہے۔ کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئینگے۔

یہ ماتم بھی عجیب ہے۔ کہ ڈھول بجا کر گتکہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیہ کے ہمراہ شاہدان بازاری کا جمگھٹا ہوتا ہے۔ جو سر و پا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غنیمت سمجھکر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے۔ جنہوں نے جناب امام حسینؓ کو شہید کرکے ڈھول وباجے بجائے اور محفلہائے شادمانی قائم کیں۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے۔ کہ قاتلان حسینؓ کون لوگ تھے۔ یہی مخلصان شیعہ تھے۔ جس پر کتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

قاتلانِ حسینؓ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسینؓ کو اہل کوفہ نے جو شیعیان علی کا مولد و مسکن تھا۔ بے تعداد تاکیدی خطوط لکھکر بلوایا۔ آپ نے پہلے اپنے عمزاد بھائی حضرت امام مسلمؓ کو روانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی بیدردی سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا ہمام پہنچے۔ آپ کو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے شہید کیا۔

شیعیانِ کوفہ کی خط وکتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رامپور صفحہ ۲۸۵ میں لکھا ہے۔ وَبَلَغَ اَهْلَ الْكُوْفَةِ هَلَاكُ مُعَاوِيَةَ وَعَرَفُوْا خَبَرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاجْتَمَعَتِ الشِّيْعَةُ فَكَتَبُوْا اِلَيْهِ ثُمَّ سَرَّحُوْا بِالْكِتَابِ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْمَعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَالٍ فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتّٰى قَدِمَا عَلَى الْحُسَيْنِ بِمَكَّةَ لِعَشْرٍ مَضَيْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

(جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی۔ اور امام حسینؓ کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔ اور عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۰ر ماہ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں جا پہنچے) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ کہ ایک دن میں چھ سو خطوط آپ کے پاس جا پہنچے۔ اور بالآخر ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے۔ فَوَرَدَ عَلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ سِتَّۃُ مِائَۃِ کِتَابٍ وَّتَوَاتَرَتِ الْکُتُبُ حَتّٰی اجْتَمَعَ عِنْدَہٗ اثْنَا عَشَرَ اَلْفَ کِتَابٍ۔ یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خطوط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعبی نے روایت کی ہے۔ وَبَایَعَ الْحُسَیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا مِّنْ اَہْلِ کُوْفَۃَ عَلٰی اَنْ یُّحَارِبُوْا مَنْ حَارَبَ وَیُسَالِمُوْا مَنْ سَالَمَ (یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعیان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی۔ کہ اگر وہ لڑینگے۔ تو ہم لڑینگے۔ اگر وہ صلح کریں۔ تو ہم ہر حال میں ان کے تابع دار اور مطیع ہیں۔ آخر الامر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا۔)

فَعِنْدَ ذٰلِکَ رَدَّ جَوَابَ کُتُبِہِمْ یُمَنِّیْہِمْ بِالْقَبُوْلِ وَیَعِدُہُمْ بِسُرْعَۃِ الْوُصُوْلِ (یعنی امام صاحب نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا۔ اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرمانے کا دیا۔ اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا (الخ)

شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب ص ۱۲ میں ہے۔ کہ جب امام حسینؓ ظلم اعدا سے تنگ آکر مرقد مطہر رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے۔ تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان بیوفا نے نامے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے۔ بعض ناموں کا مضمون یہ تھا۔ لَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَّجْمَعَنَا بِکَ عَلَی الْحَقِّ یعنی اے حضرتؑ امام ہم پیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لایئے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ پر جاری کر دے۔ اور شیث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْضَرَّتِ الْجَنَّاتُ وَاَیْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاَقْدِمْ عَلَیْنَا لَکَ جُنْدٌ عَلٰی جُنْدٍ وَالسَّلَامُ۔

(یعنی بعد حمد و صلوٰۃ کے تحقیق صحرا و بیابان سبز و خوش ہیں۔ اور درخت میوہ جات بارور ہیں۔ پس آپ ہماری طرف تشریف لایئے۔ کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے

گیا ہے۔ اور شب و روز انتظار کرتے ہیں الخ نیز کتاب مذکور ص ۵۶ میں لکھا ہے۔ کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امام مسلمؓ کی ہوئی۔ تو آپ نے تمام لشکر جمع کیا۔ اور فرمایا۔ وَقَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمُ الْاِنْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ فِيْ غَيْرِ حَرَجٍ لَيْسَ عَلَيْهِ ذِمَامٌ الخ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ذلیل و خوار کرنے والے شیعہ ہی لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک ہمیں ہمارے شیعہ نے بلا کر خوار کیا۔ اور نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ پس اب جو چاہے واپس چلا جائے۔ جو چاہے ہمارے ساتھ رہے جو چلا جائے اسے کچھ حرج نہیں ہوگا۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات سنکر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَمْ اٰتِكُمْ حَتّٰى اَتَتْنِيْ كُتُبُكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ كَارِهِيْنَ لِمَقْدَمِيْ اِنْصَرَفْتُ عَنْكُمْ (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا۔ مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ اور اگر تم میرے آنے سے منکر ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں پھر لوٹ جاؤں الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون جلد ۲ ص ۳۴۰ میں ایک خط شیعہ کوفہ کا بدیں مضمون مسطور ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ نامہ سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہیں۔ حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبّار و معاند کو کہ بغیر رضامندی امّت ان پر حاکم ہوا تھا۔ ہلاک کیا۔ اور وہ بجور و عدوان امّت پر حاکم ہوا۔ اور ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا۔ اور نیکان امّت کو قتل کیا۔ اور بداطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا۔ اور اموال خدا کو مالداروں اور جبّاروں پر تقسیم کیا۔ خدا اسے نفرین کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین

کی۔ اور واضح ہو۔ کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے۔ کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید اللہ تعالے الحق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے۔ اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دارالامارۃ میں بیٹھا ہے۔ اور ہم جمعہ و عیدین کو وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں۔ اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہمکو ملیگی۔ تو ہم اسے کوفہ سے نکال دینگے۔

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین ابن علیؑ ابن ابیطالب ہے۔ اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں ہواخواہوں کے پاس تشریف لایئے۔ کہ جمیع مردمان ولائت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔ البتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لایئے۔ والسلام۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین ابن علیؑ کا مومنوں مسلمانوں شیعیان کی طرف ہے۔ اما بعد بہت قاصدوں اور بیشمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی و سعید کے ہاتھ بھیجا مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں یہ لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لایئے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق ہدائیت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عمؑ و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں۔ کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے۔ بمشورہ عقلا و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اسیوقت میں انشاءاللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤنگا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں امام وہی ہے۔ جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور آئین قیام کرے۔ اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلاء العیون ص ۱۳۴)

ان تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ شیعیان کوفہ نے کس منت و سماجت سے ارادتمندانہ اور مخلصانہ خطوط لکھکر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر انہی

بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا۔ جیسا کہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۴۸۲ میں تصریح ہے۔

”پس بیس ہزار مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر کھینچی۔ اور تلوار بیعت ہائے حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔“

اسی کتاب کے صفحہ ۴۶۹ میں لکھا ہے۔ کہ امامؑ نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا۔ کہ تم نے مجھے طلب کیا۔ اور اظہار ہمت کے دم بھرے۔ اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور حالانکہ میری طرف سے کوئی ابتک بیوفائی کی بات بہ نسبت تمہارے واقعہ نہیں ہوئی۔

ماتم حسینؑ کی ابتدا

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے۔ کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد ماتم حسینؑ کرنے والے بھی وہی آپ کے قاتل شیعہ غداران کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم صفحہ ۸۰۲ میں ہے۔ کہ جب امام صاحب شہید ہو گئے۔ تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا۔ کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی فَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَنُوْحُوْنَ وَيَبْكُوْنَ تب ابن حسینؑ نے فرمایا۔ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بِصَوْتٍ ضَئِيْلٍ اَتَبْكُوْنَ مِنْ اَجْلِنَا فَمَنْ ذَا الَّذِيْ قَتَلَنَا یعنی جب شیعیان کوفہ نے ماتم برپا کیا تو فرمایا زین العابدینؑ نے باریک آواز سے اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو ہمارے لئے۔ یہ تو بتاؤ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا۔ (یعنی تم ہی تو ہمارے قاتل ہو۔ پھر رونے چلانے کا کیا معنے)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۱ میں ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا ثُمَّ اِنَّ كُلْثُوْمَ اَطْلَعَتْ رَاْسَهَا مِنَ الْمَحْمَلِ وَقَالَتْ لَهُمْ مَهْ يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ تَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبْكِيْنَا نِسَاءُكُمْ فَالْحَاكِمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْفَصْلِ الْقَضَايَا۔ (یعنی مائی صاحبہ ام کلثوم نے محل سے اپنا سر نکال کر فرمایا۔ کہ چپ رہو اے کوفیو تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔ اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجب ہے بروز قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کریگا۔ اور بدکرداروں کو جہنم واصل کریگا)

خبار ماتم ص۲۲۲ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا۔ اَیُّهَا النَّاسُ نَاشَدْتُکُمْ للّٰہِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّکُمْ کَتَبْتُمْ اِلٰی اَبِیْ وَخَدَعْتُمُوْهُ (یعنی اے گروہ [illegible] تم نے مددگار کی مجھکو سچ کہو۔ جو میں کہتا ہوں۔ کہ تم نے کس قدر خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ظلم و ستم پر کمر باندھی۔

حضرت زینبؑ کا خطبہ

خبار ماتم صـ۲۳ میں ہے۔ کہ حضرت زینبؑ نے جب اہل کوفہ کا رونا پیٹنا دیکھا۔ تو آپ نے ایک طبہ پڑھا جس میں ان بیوفا شیعوں قاتلان حسینؑ کو بددعا کی گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَبِیْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَیَا اَهْلَ الْکُوْفَةِ تَبْکُوْنَ وَتَنْتَحِبُوْنَ اِیْ وَاللّٰهِ فَابْکُوْا کَثِیْرًا وَّاضْحَکُوْا قَلِیْلًا (یعنی فرمایا مائی صاحبہ نے عد حمد و صلوٰۃ کے کہ اے اہل کوفہ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے ہو تم بہت اور تھوڑے ہنسو (یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب ہو) (کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا مضمون پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے)

مائی صاحبہؑ کی بددعا

س دن ماتم قایم کیتا کوفیاں بے ایماناں
خاطر کارن اہل بیتاں گھولیاں خوب زباناں

کھیاں باہیں وین الائے ماتم سخت اٹھایا
مرثیہ پڑھدے ڈھول وجاندے ہے ہے شور مچایا

س امام حسینؑ ولیندی سن کے ایہہ فرماوے
کہیا فقیر گنہگار لوکو وچ کناندے آوے

تم والیاں بول الایا سن توں سیدزادی
دین دنیدے اندر وا ام عزت ہے تساڈی

م تیرے واکر سے روندے زاروزاری
بی بی کہیا چپ کرو تاں دساں حقیقت ساری

ن کے سخن ہوئے گا وہ ساکت بی بی نے فرمایا
واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا

تعریف کراں اس رب دی جس نے ملک وسایا
پڑھاں درود رسول اللہؐ تے جیہا شان سوایا

س نے سچیاں خبراں ربّ صلعم ظاہر کر دکھلایا
جس نے خبراں صبرؑ الیاں ساتوں کھول سنایاں

ب دعا رب خدا دے سچے دلوں بجانوں
شالا روندے پٹدے جاوو سارے اس جہانوں

نی شانوں کدے نہ ہووے نا رب کدے ہساوے
روز حشر تک وقت تساڈا ایویں رب لنگھاوے

پئی دعا قبول مالی دی کھیتی پاک الٰہی   دیکھو حق تک سارا لوٹا ہے اندر گمراہی
چڑھدے سال ایہہ ماتم کردے رب تعین آل نو دردے   دل وچ ہتک امام مکرم خستہ کردے

پہلا ماتمی یزید ہے

اخبار ماتم میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سب سے اوّل ماتم یزید عنید کے گھر ہوا۔ اس لئے ماتم گویا یزید کی سنت ہے۔ باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم ص ۹۶ میں ہے۔ لَمَّا جَلَسْنَا بَيْنَ يَزِيْدَ رَقَّ لَنَا وَأَلْطَفَنَا وَأَمَرَ بِأَهْلِ بَيْتِ حُسَيْنٍ أَنْ يَدْخُلُوْا دَارَهٗ فَلَمَّا دَخَلَتِ النِّسْوَةُ دَارَ يَزِيْدَ لَمْ يَبْقَ مِنْ آلِ مُعَاوِيَةَ وَأَبِيْ سُفْيَانَ أَحَدٌ إِلَّا اسْتَقْبَلَهُنَّ بِالْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ وَالنِّيَاحَةِ عَلَى الْحُسَيْنِ وَخَرَجَتْ هِنْدَةُ حَتّٰى شَقَّتِ السِّتْرَ وَهِيَ حَاسِرَةٌ فَقَالَتْ يَا يَزِيْدُ رَأْسُ ابْنِ فَاطِمَةَ مَصْلُوْبٌ عَلٰى فِنَاءِ بَابِيْ فَوَثَبَ إِلَيْهَا يَزِيْدُ فَغَطَّاهَا وَقَالَ نَعَمْ فَاعْوِلِيْ عَلَيْهِ يَا هِنْدَةُ وَالْقِيْنَ مَا عَلَيْهِنَّ مِنَ الثِّيَابِ وَالْحُلِيِّ وَأَقِمْنَ الْمَاتَمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ أَيَّامٍ وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ يَنُوْحُوْنَ وَيَبْكُوْنَ فَقَالَتْ زَيْنَبُ مَا هٰذَا الْبُكَاءُ فَقَالُوْا لِأَجْلِ أَخِيْكِ وَأَشَارَتْ إِلَى النَّاسِ أَسْكُتُوْا فَسَكَتَتِ الْأَجْرَاسُ فَارْتَعَدَتِ الْأَنْفَاسُ فَقَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ

(جب اہل بیت یزید کے سامنے لائے گئے۔ بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور اہل بیت کے لئے حکم کیا۔ کہ میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں۔ بنو سفیان کی تمام عورتیں رونے پیٹنے لگیں۔ اور امام حسینؓ پر نوحہ شروع کر دیا۔ ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی۔ اور کہنے لگی۔ اے یزید کیا جگر گوشہ فاطمہؓ (حسینؓ) کا سر مبارک نیزہ پر تنا ہوا میرے گھر کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا۔ اور اس کو کپڑوں سے ڈھانکا۔ اور کہا ہاں۔ تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پہ اتار پھینکو۔ اور تین دن صف ماتم بچھائے رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے۔ تو حضرت زینبؓ (ہمشیرہ امام حسینؓ) نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے بی بی صاحبہ نے کہا۔ چپ کرو۔ گھڑیال چپ کرائے گئے۔ اور شور بند ہوا۔ تو آپ

فصیح و بلیغ خطبہ پڑھنے لگیں۔ (جس میں بد دعا کی گئی)

شیعہ غور کریں کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں۔ اور پہلا ماتمی کون شخص ہے اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتب میں تصریح ہے۔ کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید عنید ہے۔ تو ان کو شرم کرنا چاہیے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں ایک شاعر نے کیسا عبرت آموز مضمون اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم اردو

بے ادب کون تھا اور ظلم کیا کس نے
ابن حیدر کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے
کس نے خط بھیجے ذرا دیکھو کتابیں اپنی
سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ رلایا کس نے
حیدرؑ کے دولارے پہ چلا کر خنجر
دشت پر کرب وبلا میں تھا لٹایا کس نے
وہ حسینؑ ابن علیؑ لخت جگر پاک نبیؐ
نور زہراؑ کی شعاعوں کو بجھایا کس نے
تھا جو گلزار محمدؐ کا وہ تازہ پودا
آتش جور و جفا سے تھا جلایا کس نے
فخر اسلام کو جل یوسف ثانی کو وہاں
قتل کر رتبۂ اسلام گھٹایا کس نے
قتل احمدؐ تھا وہ لاریب جو تھا قتل حسینؑ
سچ کہو خون پیغمبر کا بہایا کس نے
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا
بہتی ندیوں سے تھا پھر مار ہٹایا کس نے
خانۂ زہراؑ کے جلانے کی ہے تہمت کن پر
خیمہ کو کرب وبلا میں تھا جلایا کس نے
حضرت فاطمہ زہراؓ کے جگر کی دولت
دشت پر خار میں لی لوٹ لٹایا کس نے
کیسا کو ایک سے دعوے تھا محبت بڑھ کر
حیف اس عہد محبت کو بھلایا کس نے
اہل تطہیر جو تھیں پردہ نشینان امام
در بدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے
گھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردان خدا
لکھ کے خط مکہ سے تھا انکو بلایا کس نے
پر جبریل کے سایہ میں جو رہتے تھے سدا
خاک اور دھوپ میں تھا انکو گرایا کس نے
ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسم اطہر
روش نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے

دیگر

بوسہ گاہ پاک محمدؐ تھے جو انور شفتین
پے بہ پے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے
دوش سرورؐ پر سواری تھے جو کرتے رہتے
بیچ پاؤں کے گرا ان کو رونڈایا کس نے
یہ تھا شیعان علیؑ کا سب جور و جفا
ہے جو ان کی معتبر کل کتب میں لکھا ہوا
دیکھ لو تم کوفہ کے وہ جملہ شیعان علیؓ
قلب کے کوڑھی تھے وہ اور بے وفا تھے وہ سدا

جلتے سب خطوات پر جن کے محبانِ حسینؓ روتے ہیں اور سینہ کوبی سے نہیں ٹلتے ذرا
کام انکا ہے یہی ابا اور اجداد سے چل بسینگے اس جہاں سے کرتے یہ آہ و بکا

ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک اور روشن دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن کریم پارہ ۲ میں ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں۔ ان کو مُردے مت کہو) نیز پارہ ۴ میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں۔ ان کی نسبت مُردے ہونے کا گمان بھی نہ کرو) پھر سید الشہداؓ کو مردہ قرار دیکر ان کا ماتم کرنا قرآن پاک کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے۔ کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ صـ۳۲ میں ہے۔ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی۔ یا اس کی مثال بنائی۔ وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید یا اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے۔ تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولٰے موجب ضلالت ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن وحدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو بقول اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے۔ کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں۔ یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کودنا بھی ہے۔ ؎ آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو۔
سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں۔ منہ پر

ر رکھ لیتی ہیں۔ اسی دستور کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حالانکہ
ب کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مسرت تھی۔ اور وہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے
اعث ہو سکتی ہے۔ لیکن شیعہ کی خوش فہمی قابل داد ہے۔ کہ اس سے جواز ماتم پر
وت استدلال کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل

شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ یعقوب علیہ السلام فراق یوسفؑ میں بہت روئے
نانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ
عقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ اور ان کو بہت رنج تھا)
علوم نہیں کہ اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے
ور کس لفظ کا معنی رونا پیٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت ان کی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کی
ریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے فراق کا
س قدر رنج و غم تھا۔ کہ غم کی وجہ سے انکا دماغ کمزور ہو کر بصارت جاتی رہی تھی
ر شیعہ کا خیال صحیح ہو۔ تو مِنَ الْحُزْنِ کی جگہ مِنَ الْبُكَاءِ وَالصُّرَاخِ ہونا چاہئے
حالانکہ آیت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث
تا۔ تو آج دنیا کے کل ماتمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ تو اس قدر
یا کرتے ہیں۔ کہ نمونۂ محشر برپا ہو جاتا ہے۔ تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے
ئی ماتمی ماتم کیوجہ سے اندھا ہوا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے۔ کہ
تی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی وجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گریہ و بکا، انکی
سینہ کوبی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ اڑانے کی خاطر ہے۔ اور بس۔ اگر
شیعہ لوگ اس موقعہ پر دیگ نہ پکایا کریں۔ تو مجلس ماتم میں اُلّو بولا کریں۔ صرف
ؤ زردہ کی خاطر میراثی، قلندر اور مسلی وغیرہ ماتم حسینؑ کے بہانہ سے جمع ہو جاتے
یں۔ اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ کارنامہ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا
ہے۔ کہ روح یزید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی۔ اور یوں تو ذاکروں، مرثیہ خوانوں
یزید علیہ ما علیہ کا ایسا احسان عظیم ہے۔ کہ اس کا شکریہ ان سے ادا ہونا محال ہے

اگر یزید لعین یہ کرتوت نہ کرتا۔ تو ان ٹکڑ گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لئے گویا ماہ عید ہوتا ہے۔ پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ بیاضیں لے رات بھر مرثیے یاد کیا کرتے ہیں۔ حلق سنوارتے۔ منہ بناتے اور تال سُر نکالتے رہتے ہیں۔ ادھر ماہ محرم نمودار ہوا۔ اُدھر ان پر چاندی برسنے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ بھگت ہونے لگتی ہے۔ روٹیاں مفت کی ملتی ہیں۔ اور روپے پیسے الگ۔ ان کو تو یزید کے نام کی ماہ بماہ شیرینی دینی چاہیے بلکہ اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیے۔

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ماتم کی رسم کس پیغمبرؑ یا کس امامؑ یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ ماتم باعث ثواب ہوتا۔ تو ائمہ معصومینؑ اس سے محروم نہ رہتے۔ جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس کو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہیے۔ خدا کرے۔ شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے باز آجائیں۔ اور سال بسال سوانگ بنا کر توہین اہل بیت کرنے سے اجتناب کریں واللہ ہو الہادی۔

اب ہم ان اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہ ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کرینگے۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہل السنۃ والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث نقل ہو چکی ہے کہ اگر اہل سنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو۔ تو بھی حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیے۔ اس لئے معاملات میں عبادات میں ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں ہم ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں۔ تو وہ کھولکر۔ ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ وہ پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں۔ اور وہ مسح کرتے ہیں ہم سلام مسنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ تو بجائے اس کے یا علی مدد پکارتے ہیں۔ ہم لبوں کے بال کاٹتے اور داڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں۔ تو وہ مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی چٹ کرا دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں۔ تو وہ دارہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے اور حقّہ چڑھاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل

رنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ)

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے ستدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی ہوشمند اس کو پڑھ کر راہ راست آ جائے۔ واللہ الموفق

عقلی دلیل

نماز عجز و نیاز کا نام ہے۔ اس میں جلسہ۔ قعدہ۔ قیام۔ رکوع و سجود وغیرہ جملہ حرکات و سکنات ظہار عجز و انکسار کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور نہایت درجہ تذلل اور تضرع مطلوب ہوتا ہے آن حکیم میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ بیشک نجات ان مومنوں کے لئے ہے۔ جو اپنی نماز میں خضوع و خشوع کرتے ہیں) دوسری جگہ ہے۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ (خدا کی حضور میں ادب و انکسار سے کھڑے ہو) غرض نماز میں اصل مقصود یہ ہے۔ کہ انسان اپنے معبود کے سامنے مودبانہ کھڑا ہو کر ذات کبریائی کی عظمت و جلال کا اعتراف کرتے ہوئے زبان سے رکان سے اپنی عاجزی۔ انکساری۔ خاکساری کا اظہار کرے۔ تاکہ دریاء رحمت ری جوش میں آ کر اس کی سیہ کاریوں اور گناہگاریوں کو دھو ڈالے۔ اور اس کے مہ اعمال میں نیکی اور ثواب لکھا جائے۔

ہر ایک ذی عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ طریق عجز و نیاز یہی ہے۔ کہ دست بستہ کھڑے ہو کر اپنے رب العباد کے سامنے عرض و معروض کیا جائے۔ ہاتھ کھول کر اکڑ کر کھڑا ہو جانا ہرگز طریق ادب نہیں ہے۔ تم دیکھتے ہو معمولی انسانوں حکام و امراء کے سامنے بھی پیش ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک شاہی دربار کا یہی آئین ہے۔ کہ غلام و خدمتگار اور پیشکار وہاں دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑے یا واجب التعظیم بزرگ کو خط لکھنا شروع کرے۔ تو یوں لکھنا شروع کرتا ہے۔ کہ دست بستہ سلام کے بعد یوں عرض ہے۔ کوئی قاصد کسی بزرگ کی طرف بھیجا جائے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔ پھر جب اس کے سر کا

احکم الحاکمین کے دربار میں دینی و دنیوی برکات حاصل کرنے کی تمنا میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگیں۔ تو عرفاً و اصطلاحاً و شرعاً طریق ادب یہی ہے۔ کہ ہاتھ باندھکر کھڑے ہوں۔ یہ کوئی طریق ادب نہیں ہے۔ کہ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر کھڑے ہوجائیں۔ بلکہ یہ حد درجہ کی گستاخی ہوگی۔ خضوع و خشوع اور قنوت اسی میں متصور ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھکر پڑھیں۔ ہاتھ کھولے ہوئے اکڑ کر سلیوٹ کرنا نصارے کی آئین ہے۔ اسلامی طریق اس سے جداگانہ ہونا چاہیے۔

نقلی دلائل

پہلی دلیل۔ قرآن میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (خدا کی نماز ہاتھ باندھکر پڑھ) نحر کا معنے کتب لغت میں ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔ چنانچہ علم لغت کی سب سے بڑی مستند اور متداول کتاب قاموس جلد ١ ص ٣٣٢ میں باب الراء فصل النون میں ہے نَحَرَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوۃِ اِنْتَصَبَ وَنَهَدَ صَدْرَہٗ اَوْ وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ (نماز میں نحر کا معنی یہ ہے۔ کہ سینہ قبلہ رو سیدھا کرکے یا دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھکر کھڑا ہو) علم لغت سب کے لئے یکسان حجت ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ آیت فَصَلِّ میں چونکہ نماز پڑھنا صاف قرینہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں نحر کا معنی یہی ہے۔ کہ داہنا ہاتھ بائیں پر رکھکر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو) امام فخر الدین رازی رحؒ نے تفسیر کبیر جلد ٨ ص ١٢٤ میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضےٰ کا قول یوں نقل کیا ہے۔ والاشھر وضعھا علی النحر علی عادۃ الخاشع الخاضع (والنحر کا اشہر اور اظہر معنی یہی ہے۔ کہ سینہ پر ہاتھ باندھکر نماز پڑھے۔ جیسے کہ خشوع و خضوع کا طریق ہے) ایسا ہی تفاسیر در منثور معالم التنزیل تنویر المقباس حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری۔ ترمذی۔ دارقطنی وغیرہ میں حضرت علیؓ اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی

دوسری دلیل۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر خدا کے حضور میں پیش ہوئے۔ تو جوتیاں اُتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور طریق ادب بھی بتایا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔

وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (اور باندھ طرف اپنی اپنے ہاتھ ادب و نیاز سے) اس واقعہ کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ سورۂ قصص اور طٰہٰ میں۔ سورۂ طٰہٰ میں نماز پڑھنے کا یوں ارشاد ہے۔ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (پھر جب موسیٰؑ اس آگ کے پاس آئے۔ تو آواز آئی۔ اے موسیٰ میں میں تیرا رب ہوں۔ جوتیاں اتار دے۔ تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے تجھے چن لیا۔ تو سن جو وحی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ)

دوسرے موقعہ پر سورۂ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں عصا ڈالنے گریبان میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ وَاضْمُمْ اِلَيْكَ الخ بھی مذکور ہے۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں۔ اس لئے اگرچہ اس جگہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ مذکور نہیں ہے۔ لیکن حکماً گویا وہی حکم یہاں بھی موجود ہے اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضم ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جناح کا معنی ہاتھ ہے۔ جو اسم جنس ہونے کی وجہ سے واحد اور جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ رَهْب کا معنی عاجزی کا ہے معنی آیت وَاضْمُمْ الخ کا یہ ہے۔ کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے اور عاجزانہ صورت دکھانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر کہ داہنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر باندھنا چاہیئے۔ سو چونکہ داہنا بائیں سے افضل ہے۔ اس لئے بحکم اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى (اوپر کا ہاتھ نیچے سے بہتر ہوتا ہے)۔ داہنے کو اوپر اور بائیں کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا۔ وہو المقصود۔

چونکہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے۔ اور

؎ سورۂ کوثر میں نحر سے مراد قربانی لینا اس لئے درست نہیں ہے۔ کہ قربانی کا حکم مدینہ طیبہ میں ہوا۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ مدنی میں لفظ وَالْهَدْيَ اور سورۂ حج مدنی میں مَنْسَكًا کے لفظ سے اس کا حکم ہوا۔ لیکن سورۂ کوثر مکی ہے۔ قربانی کے حکم سے پہلے دس سال مکہ میں دربارہ نماز نازل ہو چکی تھی۔ ۱۲

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے مزید دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ضدی خصم (شیعہ) کے لئے ان کی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ إِذَا قَامَتِ الْمَرْأَۃُ فِي الصَّلٰوۃِ جَمَعَتْ بَيْنَ قَدَمَيْهَا وَلَا تُفَرِّجُ بَيْنَهُمَا وَتَضُمُّ يَدَيْهَا إِلٰى صَدْرِهَا لِمَكَانِ ثَدْيَيْهَا (زرارہ سے روایت ہے۔ کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے۔ اور ان میں فاصلہ نہ ہو۔ اور دونوں ہاتھ سینہ پر پستانوں کی جگہ باندھ لے) بعینہ یہی روایت علل الشرائع صفحہ ۱۳۵ اور تہذیب الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صریح حکم کتب شیعہ میں موجود ہے۔ تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں کیلئے نماز میں تذلل و انکسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لئے اکڑ کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلوب ہے۔ کیا شیعہ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کیلئے عبادات میں یکساں ہیں۔ پھر کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مرد کو کھول کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔

چوتھی دلیل۔ شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعۃ البیضاء صفحہ [illegible] میں تصریح ہے۔ تو اس وقت ناممکن ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو۔ جب دیگر امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے۔ تو اقتداء ابوبکرؓ میں بھی ایسا ہی کرتے ہونگے۔ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر مامور ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ کہ شیعہ کو چاہئے۔ کہ اہل سنت والجماعت کے پیچھے تقیہ کرکے نماز پڑھا کریں۔ اس سے ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو بالضرور پھر جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ ثواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں۔

استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيْحَهُ (پرندے صف باندھے عبادت خدا کرتے ہیں۔ خدا ہر ایک کی نماز و تسبیح

جاتا ہے) اور ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے۔ یہ از بس عجیب بات ہے حیوانی و انسانی عبادت میں ضرور تمیز ہونا چاہیئے۔ خدا ان بے تمیزوں کو ہدایت کرے کیسی بے تکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں۔ پھر شیعوں کو بھی بازو ہلاتے رہنا چاہیئے۔ پرندے جدھر منہ آئے اڑتے جاتے ہیں۔ قبلہ کے پابند نہیں۔ لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے۔ اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (یعنی عجز و انکسار سے یکجا کھڑے ہو کر نماز گذارو) غرض کہ انسان ہو کر لایعقل حیوانات چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا۔ ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے۔ بلکہ مضحکہ اطفال ہے۔ شیعہ کی دلائل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ہاتھ کھلے ہوئے ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار کس طرح پکڑے جا سکتے ہیں۔

جواب

اوّل تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بہ حالت مجبوری ہوتی ہے اس لئے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فریق لڑنے کو چلا جاتا ہے۔ دوسری جماعت آکر نماز پڑھتی ہے پھر پہلی جماعت آکر بقیہ نماز پڑھ لیتی ہے۔ لیکن صلوٰۃ امن میں ایک رکعت پڑھ کر کوئی ایسا عمل کریں۔ تو نماز باطل ہو جاتی ہے دوم شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں رکھتے۔ بلکہ اکثر ہتھیار جسم سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور عہد رسالت میں تو ہتھیار ہی اسی قسم کے تھے۔ جو جسم سے بندھے ہوئے ہوتے تھے۔ تلوار کمر سے بندھی رہتی تھی۔ تیر ترکش (جھولا) میں پڑے ہوئے جسم سے پیوست ہوتے تھے۔

ایسی صورت میں ہاتھ باندھکر نماز بھی نماز بھی پڑھ سکتے تھے۔ اور وَلْیَاخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ (ہتھیار پکڑ رکھنے) کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرتے سے شرم آنا چاہئے۔ مگر کیا کریں۔ الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

تیسری دلیل ۔ شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے۔ حقیقت میں امام مالکؒ مجتہد مذہب نہیں۔ بلکہ ایک اور صاحب مالک بن عطیہ (شیعی) ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہم نامی کی وجہ سے اس مسئلہ کو امام مالکؒ کی طرف منسوب کر بیٹھے ہیں۔ امام مالکؒ کی مشہور و متداول کتاب موطا امام مالک موجود ہے۔ اس میں وضع الیدین احدھما علی الاخریٰ حدیث موجود ہے۔ امام موصوف بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم امام ممدوح کے مقلد نہیں ہیں۔ کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے۔ یہ سب بودے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب فقہ سے ائمہ اہل بیت۔ حضرت علیؓ۔ امام حسنؓ امام حسینؓ کا مذہب ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا ثابت کر دیں۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کیا شیعہ حضرات سے کوئی صاحب انصاف ہے۔ جو ضد چھوڑ کر راہ راست پر آ جائے۔

مسئلہ تکبیرات جنازہ)

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجا ہیں۔ اور کوئی فریضہ نماز چار رکعات سے زیادہ نہیں۔ اس لئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا قول بلا دلیل ہے۔ ہم اس سے پہلے فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۳۳ سے ایک طولانی حدیث لکھ چکے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے۔ جو خلفاء ثلثہ کے عہد میں نافذ تھے۔ نہ فدک ورثاء فاطمہؓ کو دے سکے۔ نہ متعہ کی حلت کا فتوے جاری کیا۔ نہ نماز تراویح موقوف کر سکے۔ نہ پانچ تکبیرات جنازہ پڑھا سکے۔ پھر جب جناب ممدوح اپنے

وقت میں بدستور پانچ تکبیر جنازہ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کے کس طرح مجاز ہو سکتے ہیں۔

دوم شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ا صـ۹۹ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے۔ کہ آنحضرتؐ پہلے جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت تھی پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پھر چار تکبیر ہی پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ اِذَا صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ کَبَّرَ وَتَشَھَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰی عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَدَعَا ثُمَّ کَبَّرَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَۃَ وَدَعَا لِلْمَیِّتِ ثُمَّ کَبَّرَ وَانْصَرَفَ فَلَمَّا نَھَاہُ اللّٰہُ عَنِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ کَبَّرَ وَتَشَھَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّیْنَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَۃَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ یَدْعُ لِلْمَیِّتِ

(ترجمہ۔ ام سلمہ سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ آنحضرتؐ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے۔ پھر تکبیر کہتے۔ پھر انبیاءؑ پر درود پڑھتے۔ اور دعا کرتے۔ پھر تکبیر پڑھتے۔ اور مومنوں کے لئے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعاء کرتے پھر تکبیر کہتے۔ اور فارغ ہو جاتے تھے اور میت کے لئے دعاء نہ پڑھتے تھے۔) بعینہ یہی حدیث من لا یحضرہ الفقیہ صـ۵۰ اور علل الشرائع صـ۱۳ میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے جو جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ بالتصریح ثابت ہوا۔ کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عمل رسولؐ ابتداء میں تھا۔ جب تک منافقین پر بھی جنازہ پڑھا کرتے تھے لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ آخری فعل رسولؐ ہی قابل حجت ہوا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ صاف زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی مستند کتاب کافی کلینی وغیرہ سے بروایت صادقؑ چار تکبیر نماز جنازہ کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے۔ کیا اب بھی شیعہ ضد سے باز آئینگے۔

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے صَلّٰی جِبْرَئِیْلُ عَلٰی اٰدَمَ وَکَبَّرَ عَلَیْہِ اَرْبَعًا

[illegible] پھر جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو یوں نماز پڑھتے تھے۔ تکبیر پڑھتے اور کلمہ شہادت پڑھتے پھر تکبیر پڑھتے اور انبیاء پر درود پڑھتے اور مومنوں کیلئے دعا کرتے پھر [illegible]

(دارقطنی) آدمؑ پر جبرئیلؑ نے مع ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی۔ اور چار تکبیریں کہیں) اسی کتاب دارقطنی جلد ا صفحہ ۱۹۱ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے۔ کہ حضرت آدمؑ پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ رسول پاکؐ کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت عمرؓ نے جنازہ ابوبکرؓ پر صہیبؓ نے جنازہ عمرؓ پر حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ پر۔ امام حسینؓ نے حضرت حسنؓ پر چار تکبیریں ہی پڑھیں)

اہل سنت والجماعت کی جملہ کتب حدیث وفقہ میں تصریح ہے۔ کہ آخری عمل رسول پاکؐ کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔

جب کتب معتبرہ فریقین سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ آخری عمل آنحضرتؐ کا چار تکبیر نماز جنازہ پر ہی رہا۔ تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیئے۔ واللہ ہو الہادی۔

تیسرا مسئلہ (پاؤں کا مسح)

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن شیعہ عقل ونقل کے خلاف پاؤں کو دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے۔ تو دھوئے جائیں۔ لیکن پاؤں جن سے زمین پر چلتے ہیں۔ اور جن کے پلید ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ جو اعضاء[1] کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً منہ ہاتھ۔ پاؤں چونکہ گرد وغبار پاک و پلید اُڑ کر ان پر پڑا کرتا ہے۔ اور میل کچیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے۔ اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں۔ اور دیگر مسلمانوں سے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ پہلے دھو لیا کرتے ہیں۔ پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں۔ (یاللعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن شیعہ کا طرزِ عمل خلافِ قرآن یہ ہے۔ کہ منہ دھونے سے اول پاؤں دھو لیا

---

[1] وضو کی فرضیت اس لئے ہے۔ کہ اعضاء وضو دھو لینے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ تکاسل دور ہو جاتا ہے اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہ ایزدی میں اپنا عرض احوال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ طبی قاعدہ ہے۔ کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور دفع تکاسل ہوتا ہے۔ جب کسی کو بخار ہو تو طبی علاج یہ بھی ہے کہ پاشویہ کرایا جاتا ہے۔ جس سے بخارات دور ہو کر صحت عود کر آتی ہے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے جائیں۔ پاؤں پر صرف مسح کرنے سے یہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۹ سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ وَاِنْ نَسِيْتَ مَسْحَ رَأْسِكَ حَتّٰى تَغْسِلَ رِجْلَيْكَ فَامْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ (امام صادق ؑ نے فرمایا۔ اگر سر کا مسح کرنا بھول جائے۔ اور پہلے پاؤں کو دھو ڈالے۔ تو سر کا پھر مسح کرلے۔ اور بعد ازاں پاؤں دھولے) اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے، اس لئے جناب امام نے فرمایا ہے۔ اگر مسح سر کو بھول کر پہلے غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں۔ تو پھر ایسا کرنا چاہیے۔ کہ سر کا مسح کرلیا جائے۔ اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں تھا۔ بلکہ ازالہ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے۔ اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلات پر پانی پھر جاتا ہے۔ ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ؛ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

فی الواقعہ کافی تمام مسائل کے تصفیہ کے لئے کافی و وافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

داڑھی چٹ مونچھیں دراز

آجکل شیعیان علی ؓ کا نشان امتیاز یہ ہے۔ کہ داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی ہیں۔ پس اسی حلیہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ جس کی داڑھی مسنون ہو۔ اور شوارب (مونچھیں) کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ تاکہ انہیں دیکھکر اپنی حالت پر افسوس ہو۔ اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب حدیث من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى وَلَا تُشَبِّهُوْا بِالْيَهُوْدِ (رسول پاک ؐ نے فرمایا۔ کہ

مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی رکھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو)

(۲) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے۔ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ ؑ فِیْ تَقْدِیْرِ اللِّحْیَۃِ قَالَ تَقْبِضُ بِیَدِکَ وَتَجُزُّ مَا فَضَلَ (امام صادق ؑ سے بعض اصحاب نے داڑھی کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بقدر قبضہ رکھو اور اس سے زائد کاٹو)

(۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عَنْ عَلِیِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِیْہِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنْ قَصِّ الشَّوَارِبِ اَمِنَ السُّنَّۃِ قَالَ نَعَمْ (علی بن جعفر ؓ نے اپنے بھائی ابوالحسن ؑ سے روایت کی ہے۔ کہ ان سے دریافت ہوا کیا مونچھوں کا کٹانا سنت ہے۔ کہا ہاں بیشک) (۴) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ میں ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُطَوِّلَنَّ اَحَدُکُمْ شَارِبَہٗ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَتَّخِذُہٗ مَخْبَأً یَسْتَتِرُ بِہٖ (امام صادق ؑ سے روایت ہے کہ رسول ؐ پاک نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے موچھوں کو نہ بڑھائے۔ کیونکہ ان سے شیطان خیمہ بناتا ہے۔ جو اس سے پردہ کا کام دے) (۵) اصول کافی صفحہ ۲۱ میں ہے۔ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا جُنْدُ مَرْوَانَ قَالَ فَقَالَ لَہٗ اَقْوَامٌ حَلَقُوا اللِّحٰی وَفَتَلُوا الشَّوَارِبَ (جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ مروان کا لشکر کون ہے۔ فرمایا وہ ایک قوم تھی۔ جو داڑھی چٹ کرالیتے اور موچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔ ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں)

شیعہ غور کریں۔ حدیث نمبر ۱ میں مونچھیں کٹانے اور داڑھی رکھانے کا صاف حکم ہے۔ اور کہ جو ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ بنتے ہیں۔ حدیث نمبر ۲ میں داڑھی کی مقدار بتائی گئی ہے۔ کہ بقدر قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں مونچھیں کٹانا سنت نبوی ؐ قرار دیا گیا ہے۔ اور حدیث نمبر ۴ میں تو مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسول ؐ نے فرمایا لمبی مونچھیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں۔ جن سے وہ پردہ بناتا ہے حدیث نمبر ۵ میں داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز مروان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔

جو حضرات شیعہ۔ ان احادیث کے خلاف داڑھی چٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی ؐ کے منکر شیطان کے

---

[۱] حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ہے۔ از سنتہائے ابراہیم ؑ است شارب را گرفتن و ریش را بلند داشتن (مونچھیں کٹانا اور داڑھی رکھنا سنت ابراہیم ؑ سے ہے)

مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ جُہّال جو کہا کرتے ہیں۔ کہ لمبی مونچھیں مولیٰ علیؓ کے شاہ پر ہیں۔ اور اس لئے ہم سنت علیؓ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی۔ اور تمہارے امام صادقؑ اور رسولؐ پاک کا قول سچا ہے۔ تو یہ لوگ سنت الشیطان کے عامل اور یہود صفت خدا رسولؐ کے نافرمان ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

غضب تو یہ ہے۔ کہ شیعہ علماء بھی داڑھی چٹ مونچھیں دراز نظر آتے ہیں۔ اور گویا وہ اس کو شعار اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا کی پناہ! جو ضلّوا فاضلّوا کے مصداق ہیں۔

بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور لحم خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات سے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اسکو شیر مادر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ کہ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ۔ تو دودھ خالص اور شرابًا طہورًا بن جاتا ہے۔ بہت سے صوفی شرابی پیر نذر و نیاز میں بھی شراب کی بوتل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگان مولا علیؓ کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ اِدھر بھنگ رگڑتے ہیں۔ اُدھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا کہکر نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ ان ملاؤں کو کیا خبر کہ بھنگ اور چرس کے نشہ میں کیسی معرفت کی باتیں سوجھتی اور عالم ملکوت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ میں ص۱۷۱ سے ص۱۷۷ تک شراب کی خباثتوں شارب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے چونکہ طویل احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان مصنفہ سید عمار علی شیعی سے ایک عبارت لکھتے ہیں۔ جو جامع و مانع ہے۔ اور ان تمام احادیث کا نچوڑ ہے۔ اور اردو خوان اصحاب اس کو پڑھکر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وہو ہذا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا ہے۔ کہ پینے والا شراب کا اگر بیمار ہو۔ تو اس کو پوچھنے کو نہ جاؤ اور اگر مر جائے۔ تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ۔ اور اگر حاضر ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ مت دو اور اگر عورت کو واسطے نکاح کے چاہے۔ تو نکاح اس سے مت کرو۔ اور جو شخص کہ اپنی

دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے۔ تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو کوئی شرابی کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے۔ یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے۔ تو البتہ متعین کریگا۔ خدا اوپر اس کے قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول ان کے دندان کا ایک سو بیس گز کا ہو۔ اور کھلایا جائیگا قیامت کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی۔ گویا اس نے ایک ہزار مومن کو قتل کیا ہے یا خانہ کعبہ کو ستر مرتبہ ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے۔ اس پر تو لعنت کریں گے اس پر ستر ہزار فرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو۔ اور اس کے نچوڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے کو اور اس کے اٹھالے جانے والے کو۔ اور جس کے پاس لے جائے اس کو۔ اور تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے۔ کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے۔ ایسا ہے۔ کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر بار ڈھایا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے۔ تو ایسا ہے۔ کہ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا۔ اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے۔ مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔ (تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ۱ ص ۳۲۸)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپ غور کریں۔ کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولی علیؓ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان کے قبلہ وکعبہ اور شیعہ مذہب کے رکن اعظم اور معتمد علیہ سمجھے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں روحانیت مطلق نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو ایسے محرمات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہو۔

ترک صلوٰۃ

اگرچہ نماز عماد الدین اور اسلام کا اعلیٰ رکن ہے۔ اور مسلمان وکافر میں مابہ الامتیاز ہی نماز سمجھی جاتی ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے لاپرواہ ہیں۔ کہ گویا اس کی فرضیت کے قائل ہی نہیں۔ یہی نہیں۔ کہ خود تارک صلوٰۃ ہیں۔ بلکہ نماز پڑھنے والوں پر تمسخر کرتے اور پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ دعوے سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہمارے ملک کے شیعہ میں سے فیصدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں۔ جو پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب یا بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ بلکہ شیعہ کا ایک فرقہ جو اپنے آپ کو مولی علی

سے ملنگ کہلاتے اور عوام ان کو خدا رسیدہ اولیاء تصور کرتے ہیں۔ اور دوارہ پر بیٹھ کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے اور بکواس کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوتی باندھے علی علی پکارتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ جس شخص کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ لیں۔ اس سے ٹھٹھا کرتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بخشش نماز میں نہیں۔ بلکہ حُبِ حسینؑ میں ہے اور محفل حسینؑ میں ماتم کرنا اور نوحہ کرنا ہزار نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ ص ۱۵۵ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ تَارِکُ الصَّلٰوۃِ کَافِرٌ یَعْنِیْ مِنْ غَیْرِ عِلَّۃٍ (امام جعفر صادقؑ کا قول ہے۔ کہ تارک الصلوٰۃ کافر مطلق ہے پھر سمجھ لینا چاہیے۔ کہ یہ محبان حسینؑ اور مولائے علیؓ کے ملنگ تارک الصلوٰۃ بفتوائے امام جعفرؑ کافر مطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیلت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد ۱ ص ۲ سے ایک نظم نقل کر دیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو عبرت ہو۔

نظم اردو

نماز ایک جس شخص نے ترک کی
تو خوں اس نے اپنا کیا بے چھری
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا
تو گویا کہ خوں اک نبیؐ کا کیا
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا
تو کعبے کو اس شخص نے ڈھا دیا
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے
تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے
زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار
کیا عین کعبے میں اے ہوشیار
جو تارک ہوا پنج اوقات کا
بیاں کیا کروں اس کے حالات کا
ندا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز
یہ تو نے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو
غضب کا ہوا اب سزاوار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب
خدا اور اپنے لیے کر طلب
مرے آسماں و زمیں سے نکل
کہیں اور رہ جا کے اے بد عمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز
سگ اور ضایع کرے جو نماز
نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابلِ افسوس ہے۔ جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے۔ مساجد ویران۔ دارے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک کنڈیاں ضلع میانوالی۔ دوسرا چک بیلی خان تحصیل گوجرخان ہیں۔ ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں ہوا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے۔ کسی ایک متنفس نے بھی نماز ادا نہ کی لیکن شیعہ کو تکلیف نماز برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف متعہ جیسا کارِ ثواب کرنے سے امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ علی المرتضٰےؓ۔ رسول پاکؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ عید غدیر کا ہی شیعہ کے ہاں (۱۸ ذیحجہ) روز ایسا متبرک آجاتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ کے اس روز تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور نویسندگان اعمال کو حکم ہوتا ہے۔ کہ شیعیان علیؑ اور محبان اہل بیت کے گناہ تین روز تک نہ لکھو۔ یعنی اٹھارہویں سے بیسویں تک (تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۱۶۱)

سیّد جنّتی ہے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ اولاد سادات کے لئے تو جنّت واجب ہو چکی ہے۔ سیّد عبادت کرے نہ کرے۔ کیسے ہی جرائم کبیرہ کا مرتکب ہو جنّت ہاتھ سے نہ جائیگی۔ گویا ان کو ربّ العزۃ سے جنّت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے۔ چوریاں کرے۔ واردات قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے۔ دوزخ کی آگ سیّد پر حرام ہے۔ اور جنّت الفردوس کا وہ واحد مالک ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی کا نہیں۔ بلکہ اخص الخواص شیعہ بھی خبط رکھتے ہیں۔ لیکن ہم کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کرکے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۹ میں ہے عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍؑ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الصَّفَا فَقَالَ یَا بَنِیْ ہَاشِمٍ یَا بَنِیْ مُطَّلِبِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ وَاِنِّیْ شَفِیْقٌ عَلَیْکُمْ وَاِنَّ لِیْ عَمَلِیْ وَلِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْکُمْ عَمَلُہٗ لَا تَقُوْلُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا مِّنَّا وَسَنَدْخُلُ مُدْخَلَہٗ فَلَا وَاللّٰہِ مَا اَوْلِیَائِیْ مِنْکُمْ وَلَا مِنْ غَیْرِکُمْ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (ترجمہ۔ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں خدا کا رسولؐ

ہوں۔ اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں۔ لیکن میرے عمل میرے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہونگے۔ یہ نہ کہنا۔ کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ جنت میں جائینگے۔ بخدا میرے دوست تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں۔ جو متقی پرہیزگار ہیں

یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے اعلان ہے۔ کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا۔ کہ میرے طفیل تم بخشے جاؤگے بلکہ تمہارے اپنے اعمال کام آئینگے۔ اور میرے دوست تو وہی لوگ ہیں۔ جو نیک اعمال کرتے اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضورؐ کا وہ فرمان سنئے۔ جو آپ نے مرض الموت میں اپنی دختر بلند اختر فاطمۃ الزہراؑ کے خطاب میں فرمایا۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۲۵ میں لکھا ہے۔

اے فاطمہ عمل کن وطاعت بجا آر کہ بدون عمل من فائدہ بتو نتوانم بخشید۔

(اے فاطمہ نیک عمل کرنا اور عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونا کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکیگا)

کیا سیّدوں کا رتبہ جگر گوشۂ رسولؐ زہرا بتولؑ سے زیادہ ہے۔ کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدون اعمالِ صالح قرابتِ رسولؐ کوئی فائدہ نہ دیگی۔ اور یہ لوگ جنہوں نے مدّت سے اپنی حسب و نسب کھو دی ہوئی ہے۔ اور تیلی کشمیری سب سیّد ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ چوری۔ زنا۔ قتل و غارت کرتے رہیں۔ قیامت کو جنّت کا پروانہ ملجائیگا۔ کلّا و حاشا۔

نوحؑ کے بیٹے کو جو نبی کا فرزند نبی کا پوتا تھا۔ رسولؐ کی فرزندی نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسولؐ (نوحؑ) نے التجا بھی کی۔ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ (یا اللہ میرا بیٹا میری اہل ہے۔ اسے نجات دیجیو) لیکن دربار ایزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا۔ کہ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)

پھر آجکل کے مشتبہ سیّد اتنی دور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ بدون عمل صالح جنت کے مالک ہو جائینگے۔ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ جو اعمال بد کر کے امید رکھتے ہیں۔ کہ صرف محبت اہلبیت ہمارے لئے کافی

وسیلہ ہے۔ ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

اصول کافی صفحہ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍؑ قَالَ قَالَ یَا جَابِرُ اَیَکْتَفِیْ مَنْ یَنْتَحِلُ التَّشَیُّعَ اَنْ یَّقُوْلَ بِحُبِّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَوَاللّٰهِ مَا شِیْعَتُنَا اِلَّا مَنِ اتَّقَی اللّٰهَ وَاَطَاعَهٗ وَمَا کَانُوْا یُعْرَفُوْنَ یَا جَابِرُ اِلَّا بِالتَّوَاضُعِ وَالتَّخَشُّعِ وَالْاَمَانَةِ وَکَثْرَةِ ذِکْرِ اللّٰهِ وَالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَالْبِرِّ بِالْوَالِدَیْنِ وَالتَّعَاهُدِ لِلْجِیْرَانِ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَاَهْلِ الْمَسْکَنَةِ وَالْغَارِمِیْنَ وَالْاَیْتَامِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَکَفِّ الْاَلْسُنِ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَکَانُوْا اُمَنَاءَ عَشَائِرِهِمْ فِی الْاَشْیَاءِ قَالَ جَابِرٌ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَا نَعْرِفُ الْیَوْمَ اَحَدًا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَقَالَ یَا جَابِرُ لَا تَذْهَبَنَّ بِکَ الْمَذَاهِبُ حَسْبُ الرَّجُلِ اَنْ یَّقُوْلَ اُحِبُّ عَلِیًّا وَّالْوَلَاهُ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ مَعَ ذٰلِکَ فَعَّالًا فَلَوْ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ عَلِیٍّ ثُمَّ لَا یَتَّبِعُ سِیْرَتَهٗ وَلَا یَعْمَلُ بِصِفَتِهٖ لَا یَنْفَعُهٗ حُبُّهٗ اِیَّاهُ شَیْئًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَمَّا عِنْدَ اللّٰهِ لَیْسَ بَیْنَ اللّٰهِ وَبَیْنَ اَحَدٍ قَرَابَةٌ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ وَاَعْمَلُهُمْ بِطَاعَتِهٖ (ترجمہ: جابرؓ نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا اے جابرؓ شیعہ یہی نہیں کہ کہہ دیا جائے۔ کہ ہم محب اہل بیت ہیں۔ بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں۔ جو خدا سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت اور یاد الٰہی ہے۔ اور نماز روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔ اپنے پڑوسیوں کی امداد کرنا۔ جو غریب و مسکین۔ قرضدار۔ یتیم ہوں۔ سچ بولنا۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں اپنے قبائل میں۔ جابرؓ نے کہا اے فرزند رسولؐ اس صفت کے شیعہ آجکل نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ ہم مذہبی پابندی سے بچا نہیں سکتے۔ شخص گمان کرتا ہے۔ کہ میں محب علیؑ و اہل بیت ہوں۔ پھر اُن کے طریقہ پر نہیں چلتا۔ اگر وہ شخص کہے۔ کہ میں محب رسولؐ ہوں۔ اور رسولؐ علیؑ سے بہتر ہیں۔ پھر رسولؐ کی سیرت کی اتباع نہ کرے۔ نہ نیک عمل کرے۔ تو یہ محبت اسے نفع نہ دیگی۔ خدا سے ڈرو۔

اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے۔ خدا کو وہی لوگ پسند ہیں۔ جو بڑے متقی اور عبادت گذار ہیں)

دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعوں کی شناخت کا معیار بتا دیا ہے۔ کہ جو منکسر المزاج و متواضع اور امین ہوں۔ یاد الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہیں نماز۔ روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ اپنے غریب پڑوسیوں کی امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوتِ قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگوئی نہ کریں حضرت امامؑ نے کھولکر فرما دیا۔ کہ نِرا محبّت علیؑ و اہل بیت کا ادّعا، کوئی فایدہ نہیں دیسکتا۔ جبکہ اعمال یزید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسولؐ پاک کا درجہ علیؑ سے بھی بلند تر ہے۔ کوئی شخص یہ کہدے۔ کہ میں محبّ رسولؐ ہوں۔ لیکن اس کے اعمال کفار کے سے ہوں۔ تو حبّ رسولؐ اسے کیا فایدہ دیگی۔ جناب ممدوح نے یہ بھی بتا دیا۔ کہ بخشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے کوئی قرابت نہیں ہے۔ اسکو وہی لوگ پسند ہیں۔ جو متّقی اور عابد زاہد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ کہ ان میں اوصاف بالا سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ اتّقاء و ورع تو کجا۔ نماز، روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا بولیں گے۔ تقیّہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے۔ کہ شام و صباح اصحاب و ازواج رسولؐ پر لعنت و تبرّا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کی بجائے سُر تال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ جو سراسر توہین اہل بیت ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعوے حبّ علیؑ و حسینؑ کچھ فایدہ دیسکتا ہے۔ کلّا و حاشا ○

ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ لوگ قیامت میں امام حسینؑ نہیں بلکہ یزید کے گروہ میں اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے افعال و اعمال سب کے سب وہی ہیں۔ جو یزید اور اس کے اتباع کے تھے۔ دستگیری کسی کام نہ آئیگی۔ جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نظم

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہو گا | بُرا ہو گا بُرا ہو گا بُرا ہو گا بُرا ہو گا
خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہتے ہیں دُنیا میں | قیامت میں خدائے پاک بس ان سے خفا ہو گا

بُرا کہتے نبیؐ کے دوستوں کو اور اخیار کو
خفا اُن سے یقیناً شافعِ روزِ جزا ہو گا
نبیؐ کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا ہے
مسلماں کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہو گا
بُرا کہتے ہیں حضرت غوث اعظم کو یہ بدباطن
مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہو گا
زباں پر ہے سدا دنیا میں ان کی ورد لعنت کا
قیامت میں گلے میں طوقِ لعنت کا پڑا ہو گا
پیمبر ہیں ہمارے رحمۃ اللعالمیں یارو
اُنہیں پیارا وہی ہو گا جو لعنت سے بچا ہو گا
نبیؐ کے سخت دشمن ہیں جو دشمن ہیں صحابہؓ کے
جو مومن ہے سدا دل سے صحابہؓ کا فدا ہو گا
عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں سے
جو بدخواہ انکا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہو گا
بُرا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیفوں کو
بھلا کب اس سے خوش یارو علی المرتضٰیؓ ہو گا
رسولِ پاک کی ازواج کو ہیں جو بُرا کہتے
نہ خوش ان سے کبھی روحِ بتول فاطمہؓ ہو گا
عجب بے باک دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا
نہ کوئی پاک بندہ شر سے ان کی بچا ہو گا
جو اہلِ بیت کی توہین کرتے ہیں سرِ اجلاس
یزیدی فوج نے ایسا نہیں ہرگز کیا ہو گا
محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جیسے رقص میں
تماشا رام لیلا کا نہ ایسا دلربا ہو گا
مسلماں ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بہت افسوس
کبھی راضی نہ ان بدعات سے ربّ الوریٰ ہو گا
نہ سکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی
یہ شیطانی طریقہ ہے وہی موجد بنا ہو گا
علم اور تعزیہ دلدل سبھی بدعات ہیں ساری
رسوم شرک ہیں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہو گا
قلندر۔ ڈوم کنجر ماتمِ حسینؓ کرتے ہیں
نہ کیوں خوش پھر بھلا روحِ شہیدِ کربلا ہو گا
عمر گذری بُرائی میں اور بُرائی کی کمائی میں
عمر میں اپنی استنجا نہیں ہرگز کیا ہو گا
وہ کیسی نامبارک اور ہو گی نا سزا مجلس
کہ شامل جس میں یہ پُر از خباثت طائفہ ہو گا
وہ نامِ پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق
نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہو گا
پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشو ہے یہ نیکی
اسی سے خوش خدا اور سرورِ ہر دو سرا ہو گا
اسی سے خوش ہوں اہلِ بیت اور شہدا سبھی ولی
یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہو گا
الٰہی کر ہدایت اپنے بندوں کو ز فضلِ خود
بجز تیری ہدایت کے نہ کوئی راہنما ہو گا
دیکھو اب ختم کر دو نظم پُر تاثیر اپنی کو
اثر ہو گا اُسے دل درد سے جس کا بھرا ہو گا

(از تازیانۂ سنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اور کتبِ شیعہ کے حوالجات سے اپنا مدعا ثابت

کیا جا چکا ہے۔ امید ہے۔ کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلّی ہو جائیگی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرالے عقائد شیعہ کے ہیں۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم نہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفا ثلٰثہ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں۔ اور ان کو سمجھ نہیں آتی۔ کہ یہ سبائی مذہب کہاں تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے۔

نقشۂ اسلام حسب عقائد شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں۔ کہ اسلام نے تھوڑے عرصہ میں ایسی حیرت انگیز ترقی کی۔ کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور جس سینہ میں نور اسلام پرتو فگن ہوا پھر اس میں ظلمت کفر کا لوٹنا محال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہادیٔ اسلام (فداہ ابی و امّی) کی تبلیغی جدّ و جہد اور خدا کی پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سچے مسلمان رسولؐ پاک کے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذر۔ مقداد۔ سلمان فارسی پیدا ہوئے۔ جو آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی۔ برائے نام مسلمان تھے۔ جو رسولؐ پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے۔ اور اُلٹے خاندان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍؑ قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ ؐ اِلَّا ثَلٰثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ اَلْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْذَرِّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ

(امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔ فرمایا رسولؐ خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا۔ وہ کون؟ کہا مقداد۔ ابوذر اور سلمان فارسی

(۲) حیات القلوب جلد ۲ ص ۶ میں ہے۔ بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند بعد از حضرت رسولؐ مگر سلمان و ابوذر و مقداد (ترجمہ۔ امام صادقؑ سے بسند معتبر روایت ہے۔ کہ جناب رسولؐ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے (مرتد ہو گئے)

صرف سلمان اور ابوذر و مقداد مسلمان رہ گئے) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ مسلمان کیسے تھے؟

سلمانؔ و مقداد کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ صف۲ میں سلمانؔ و مقداد کی ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے۔ کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو۔ تو وہ فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے در کتاب اختصاص بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے سلمانؔ اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود (ترجمہ۔ کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادق سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے سلمانؔ اگر تیرا علم مقدادؔ پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے) اس کے بعد یوں لکھا ہے پس فرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان ہر آئینہ کافر میشود) پھر جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد اگر تمہارا صبر سلمانؔ پر پیش کیا جائے۔ تو ضرور وہ کافر ہو جائے)

کیا خوب مسلمانی ہے

کہ سلمانؔ کے علم کی اطلاع مقدادؔ کو ملے۔ تو وہ کافر ہو جائے اور مقداد کے صبر کی سلمانؔ کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ ہادئ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کئے تھے۔ جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے ڈھلمل یقین تھے۔ کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے۔ تو اسلام کو خیر باد کہدے۔ اب صرف ابو ذر مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر بھی حرف آتا ہے۔ کہ اتنا بڑا کارخانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ بھی خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے۔ اور حسب فرمان وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (ہم نے آپ کو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے) رسولؐ بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کے لئے اور نتیجہ اس تمام کارگذاری کا یہ ہوا۔ کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مانکر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو کر

صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تف ایسے بُرے عقیدے پر۔ مسلمانو غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں۔ کہ اُن برائے نام مسلمانوں نے جنکو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو۔ تو اسلام کی وہ خدمات کیں۔ کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگین اسلام کئے۔ لاکھوں۔ کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلمۂ توحید پڑھایا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا۔ کہ اصلی قرآن جو نازل ہوا تھا۔ یکجا جمع کر کے سورتوں۔ آیات کی ترتیب دی۔ اعراب لگائے سینکڑوں حافظ تیار کئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تمہارے ان مخلص و خالص مسلمانو ابوذر۔ مقداد۔ سلمان فارسی نے کون کون سی خدمات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ تو یہی بتلایا جائے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی انہوں نے کونسی امداد کی۔ کیا اس نازک وقت میں ان کی امداد کو پہنچے۔ جبکہ بقول فاسد تمہارے آپ کے گلے میں رسی ڈال کر پکڑ گھسیٹ کر بیعت ابو بکرؓ کے لئے لے جا رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی۔ ان کو واپس دلائی۔ یا فدک جو بزعم تمہارے حق زہراؓ کا چھین لیا تھا۔ واپس دلایا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ ان تین سچے اور پکے مسلمانو کا پیش کیا جائے جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امور سے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا۔ تو ان کی مسلمانی سے اسلام یا علی المرتضےٰؓ کو کیا نفع ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے رہے۔ جنہوں نے ملک کے ملک فتح کر کے اعلائے کلمۂ حق کیا۔ قیصر و کسرے کے تخت اُلٹ کر رسولؐ خدا کی پیشگوئیوں کو پورا کیا۔ اور گرانقدر وظائف دیکر اہل بیت کو مالا مال کر دیا۔ ہاں یہی بتادو کہ حضرت علیؓ نے ہی بعد وفات رسولؐ کونسا ایسا کارنمایاں کیا جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تہ تیغ کر کے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہانتک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ ملتا ہے۔ کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی جن میں سینکڑوں حفاظ

قرآن تھے۔ شہید ہوئے۔ آپ کا عام زمانہ خانہ جنگیوں میں ہی گذرا۔ اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے۔ کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب غلہ کیا۔ کہ شیعوں کی نظروں سے بھی اوجھل ہے۔ اگر اُن چند برائے نام مسلمانوں (خلفاء ثلثہ) کا وجود مسعود نہ ہوتا۔ تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمہ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا بل دنیائے اسلام اُن نفوس مقدسہ (خلفاء ثلثہ) کی تاقیامت گرویدہ احسان ہے جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب۔ جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تائید ایزدی ان کے شامل حال تھی۔ اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ ہوش کرو۔ کفران نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک سیدؓ بھی جو اولاد حسینؓ بطن حضرت شہربانو سے پیدا ہوئے۔ صفحۂ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیان علیؓ

اب ہم شیعیان علیؓ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرہ تم ہی بتاؤ۔ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہل بیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں حضرت علی المرتضےٰ تمہارا ہی رونا روتے رہے ائمہ اہل بیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیرؑ کو کوفہ میں جام شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بلا کر معہ صغیر السن بچوں کے ذبح کیا۔ تم نے ہی سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ کو خطوط عقیدت لکھ کر دھوکہ و فریب سے بلوا کر معہ بال بچہ کربلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو۔ جو اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے اُن خطبات سے جو نہج البلاغۃ میں بکثرت ہیں تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونۃً ہم آپ کا ایک خطبہ [illegible] فصاحت ترجمہ نہج البلاغۃ درج ذیل کرتے ہیں۔ جو اس کے صفحہ ۷۱ میں ہے۔

خطبہ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مذمت میں

جو امر کہ گذر گیا۔ اور جو فعل مقدر اور مشخص کر دیا ہے۔ میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے

اور میری دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے مہلت دیجاتی ہے۔ تو تم لہو و لعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور تمہیں ساتھ لیکر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے۔ تو مقابلے میں ضعیف و سست ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں۔ تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانیوالی آواز کو قبول بھی کرتے ہو۔ تو پھر بہت جلدی رجعت قہقری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لئے کوئی مرتع باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمّے واجب ہے۔ اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو۔ وہ تمہاری موت اور ذلّت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے ہو۔ اس کا انجام تو موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آجائے اور بیشک وہ ضرور آئیگا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کریگا۔ کہ میں تمہاری مصاحبت کے لئے دشمن ہونگا۔ اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوّت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک مجھ سے برگشتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے۔ اور تمہارے سبب سے میں صاحب شرکت نہ ہونگا۔ خدا کے بندہ کیا دین میں اتنی بندش کی قوّت نہیں۔ کہ تمہیں ایک جگہ جمع کر دے۔ کیا تمہیں اپنے امثال و اقرآن کو بھی دیکھکر حمیّت اور غیرت نہیں آتی۔ جو تمہیں (مدافعہ دشمن کے لئے) تیز و طرار کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں۔ کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ ستمگاروں کو بلاتا ہے۔ اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں انعام اور احسان کے حظوں کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو۔ معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا۔ جو موجب خوشنودی ہو۔ اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث خفت ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کر لو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند مگر اس سے لامحالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین اشیا جس کی ملاقات

کا مجھے اشتیاق ہے۔ میری نزدیک موت ہے کیونکہ میں اس کے سبب سے تمہاری بیجا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت بریں کی سیر کرونگا) میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کے ساتھ ابتدا کی۔ تمہیں اس چیز کو بجھوا دیا۔ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز (شراب معارف دینیہ پلادی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے۔ جو تمہیں ناگوار خاطر تھی۔

اس خطبہ اور ہم قسم دیگر خطبات سے پتہ ملتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ اپنے وقت کے شیعوں سے کس قدر نالاں تھے۔ کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے وہ انکا کوئی حکم نہ مانتے تھے۔ اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی۔ اور نہ انعام و اکرام ہی سے ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے)۔

شیعہ کا امام حسنؑ سے سلوک

صـ۲۷۶

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسنؑ سے کیا۔ اس کا ذکر جلاء العیون جلد ۱ میں امام ممدوح کی زبانی یوں ہے۔

یہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل و عیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔

اسی کتاب کے صـ۲۷۷ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے:۔

شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ کہ اسے سفیان بن ابی لیلی کہتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیک اے ذلیل کنندہ مسلمانان۔

اسی کتاب کے صـ۲۸۱ میں لکھا ہے۔ کہ جب آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا۔ تو شیعوں نے چراغ پا ہو کر یہ حرکت کی۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہکر بلوہ کیا۔ اور اسباب امام حسنؑ لوٹ لیا۔ یہانتک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور

ردا دوش مبارک سے اُتار لی۔ یہ تو حضرت امام حسینؓ کے بڑے بھائی سے دعویداران حب حسینؓ سلوک ہے۔

امام حسینؓ سے سلوک

خود سیدالشہدا جناب امام حسینؓ سے تو وفاداری کی حد کردی۔ صاحب جلاء العیون جلد ا ص ۲۷۷ میں یوں رقمطراز ہے:۔

پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام حسینؓ کو شہید کیا۔

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بیدردی و بیرحمی سے حضرت امام حسینؓ کو دشت کربلا میں بھوکا پیاسا مع بال بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو بے ستر کیا۔ سر امام حسینؓ کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس لے گئے۔ اور وہاں جا کر ماتم حسینؓ برپا کر دیا۔ شیعہ کی پہلی بھی تحریک ماتم ہوئی۔ یزید عنید کے خاص حکم اور ہندہ زوجہ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ان ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالف اسلام اسلام پر حملہ کر دے۔ اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے۔ تو یہ محبان حسینؓ جو صرف چاولوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے بھی دریغ نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی۔ کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے تھیں۔ اور مؤثر و پر درد الفاظ میں ان کو وعظ سنائے جاتے تھے۔ اور ان کے پتھر دلوں میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات امیرؓ لکھے جا چکے ہیں) تو اب سینکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حمیت اسلام دکھانی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصول کافی صفحہ ۳۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتِ الشِّيعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُوْنَ أَبُوْ جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ (حضرت امام باقرؓ سے

پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ احکام حج سے محض نابلد تھے۔ اور حلال وحرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی۔ امام باقرؑ نے انہیں احکام حج بتلائے۔ اور حلال و حرام کا بیان کیا) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام باقرؑ سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نابلد اور حلال وحرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقرؑ نے ان کو حلال وحرام کی تعلیم دی۔ اور ضروری احکام سکھائے۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادقؑ کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجئے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفر صادقؑ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی۔ اصول کافی ص۴۹۶ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ رِئَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لِاَبِیْ بَصِیْرٍ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ اَنِّیْ اَجِدُ مِنْکُمْ ثَلَاثَۃَ مُؤْمِنِیْنَ یَکْتُمُوْنَ حَدِیْثِیْ مَا اسْتَحْلَلْتُ اَنْ اَکْتُمَ لَھُمْ حَدِیْثًا (راوی کہتا ہے۔ کہ امام صادقؑ ابوبصیر سے فرمانے لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں۔ جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں تو میں یہ کبھی روا نہ رکھوں۔ کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ جناب صادقؑ کے عہد میں جو بقول شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جناب امام ہمامؑ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر نہ آتے تھے۔ جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ سچی بات کسی کو نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف ومتعارض جواب دیکر دفع الوقتی کرتے تھے۔ اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے:۔

عَنْ سُدَیْرِ الصَّیْرَفِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِؑ فَقُلْتُ لَہٗ وَاللّٰہِ مَا یَسَعُکَ الْقُعُوْدُ فَقَالَ لِمَ یَا سُدَیْرُ قُلْتُ لِکَثْرَۃِ مَوَالِیْکَ وَشِیْعَتِکَ وَاَنْصَارِکَ وَاللّٰہِ لَوْ کَانَ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا لَکَ مِنَ الشِّیْعَۃِ وَالْاَنْصَارِ وَالْمَوَالِیْ مَا طَمِعَ فِیْہِ تَیْمٌ وَلَا عَدِیٌّ فَقَالَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

يا سدير وكم عسى ان يكونوا قلت مائة الف قال مائة الف قلت نعم ومائتي الف فقال مائتي الف قلت نعم ونصف الدنيا قال فسكت عني ثم قال يخف عليك ان تبلغ معنا الى ينبع قلت نعم فامر بحمار وبغل ان يسرجا فبادرت فركبت الحمار فقال يا سدير اترى ان تؤثرني بالحمار قلت البغل ازين وانبل قال الحمار ارفق لي فنزلت فركب الحمار وركبت البغل فمضينا فحانت الصلوٰة فقال يا سدير انزل بنا نصلي ثم قال هذه ارض سبخة لا تجوز الصلوٰة فيها فسرنا الى ارض حمراء ونظر الى غلام يرعى جداء فقال والله يا سدير لو كان لي شيعة بعدد هذه الجداء ما وسعني القعود ونزلنا وصلينا فلما فرغنا من الصلوٰة عطفت الى الجداء فعددتها فاذا هي سبعة عشر (سدیر صیرفی سے روایت ہے۔ کہا میں امام صادقؑ کے پاس گیا۔ اور ان کو کہا۔ بخدا آپ کو اب بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ اور مددگار کثرت سے ہیں۔ بخدا اگر جناب امیرؑ کے پاس اتنے آدمی ہوتے۔ جتنے آپ کے پاس شیعے۔ مددگار اور غلام ہیں۔ تو بنو تیم و عدی خلافت نہ کرتے آپ نے کہا سدیر کتنے ہونے چاہئیں۔ میں نے کہا ایک لاکھ۔ امامؑ نے کہا۔ ایک لاکھ میں نے کہا ہاں۔ اور دو لاکھ امام نے کہا اور دو لاکھ میں نے کہا ہاں ۔ بلکہ نصف دنیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا کیا تجھے گنجائش ہے۔ کہ میرے ساتھ باہر چلو میں نے کہا ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کو کسنے کا حکم دیا۔ میں جلدی گدھے پر سوار ہو گیا فرمایا۔ سدیر مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا خچر کی سواری اچھی اور تیز رفتار ہوتی ہے۔ فرمایا گدھے کی سواری ہلکی ہوتی ہے۔ میں اتر کر خچر پر سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل دیئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امامؑ نے فرمایا سدیر اترو نماز پڑھ لیں۔ پھر کہنے لگے۔ یہ شور زمین ہے۔ یہاں نماز نہیں ہو سکتی پھر ہم ایک سرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا۔ جو بھیڑیں چرا رہا تھا۔ امامؑ فرمانے لگے۔ اگر میرے پاس ان بھیڑوں جتنے بھی شیعہ ہوں

تو بیٹھ نہ رہوں۔ (جنگ کے لئے اُٹھوں) پھر نیچے اُتر کر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے اُن بھیڑوں کا شمار کیا۔ تو ان کی تعداد سترہ نکلی) اب آپ غور کریں۔ کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی تھی۔ وہاں خالص مخلص شیعے صرف سترہ نکلے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب امام جعفر صادقؓ کا تھا۔ وہاں آجکل کے شیعہ کی ایمانی حالت کا کیا ٹھکانہ۔ یہ سب ڈوم۔ میراسی۔ قلندر مسلی۔ کنجر جو شیعہ بنکر محرم میں رونق افزا مجلس ماتم ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظمان مجالس عزا ایک سال چاول پکانے بند کر دیں۔ تو دیکھیں۔ کتنے شیعیان علیؓ سینہ کوبی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

امام مہدیؑ کے نہ ظاہر ہونیکا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف لائیں گے۔ جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائیگی جو ان کے باڈی گارڈ ہوں گے۔ اور اعداء اسلام سے ان کی نگہبانی کرینگے۔ باوجودیکہ عیار شیعیت کی تعداد اس وقت ہزاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر حقیقت یہی ہے۔ کہ سب بڑے تمام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر سچے شیعہ ہوتے۔ تو کبھی امام علیہ السلام تشریف لے آتے۔

امامؑ کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے۔ کہ ان کا قرآن جمع کردہ علیؓ کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ پر مطالبہ ہو رہا ہے۔ کہ شیعہ کہیں سے وہ قرآن پیدا کریں۔ ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں۔ جبکہ ان کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں۔ یہ شیعہ بیچارے سخت پریشان ہیں۔ کچھ جواب بن نہیں سکتا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ قرآن صاحب الامر حضرت امام مہدیؑ کے پاس موجود ہے۔ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ امام مع اپنے فرزندوں کے ایک غائب ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔

شیعوں کے قبلہ و کعبہ علامہ سید علی الحائری لاہوری کی ایک مصنفہ کتاب غایۃ المقصو

میں بہت سی حکایات درج ہیں کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی چنانچہ اسی کتاب کے صـ۲۵ سے صـ۳۱ تک ایک قصہ لکھا ہوا ہے۔ کہ چند کس دریائی سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے۔ اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر دیکھے۔ جو امامؑ کے فرزندوں کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض شہروں کا طول و عرض دو ماہ کا راستہ بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے شہر اور تجارت کی منڈیاں دیکھی گئیں۔ اور عجیب و غریب باغات و جنات تجری تحتہا الانہار مشاہدہ میں آئے۔ ان لوگوں نے امامؑ کی زیارت بھی کی۔ اور اسلام تازہ ہوا (معلوم نہیں کہ اتنی بڑی آبادی جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں مخفی ہے۔ جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔ یہ سب داستانیں فرضی۔ بوستان خیال یا شیخ چلی کی گپوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں) بہر حال اگر امامؑ اتنی بڑی سلطنت کے مالک دنیا کے کسی حصہ میں رہتے ہیں۔ اور آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعہ کو ملتے بھی رہتے ہیں۔ جیسا کہ حائری کی کتاب غایۃ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت (زیارت امامؑ) سے بالکل محروم ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ سب حلوا مانڈے اور چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اصلی شیعیت کی ان میں بو تک نہیں ہے۔ ورنہ اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود ہوتا۔ تو اس اڑے وقت میں حضرت امامؑ ضرور ان کی دستگیری کرتے۔ اور اصلی قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس کی نقل ہی کرا کر کسی مخلص شیعہ کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے۔ تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا کر سرخروئی حاصل کر لیتے۔

ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے صفحے میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے۔ جو قاضی نور اللہ شوستری کی مجالس المومنین سے نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اجل فاضل اہلسنت جو علامہ حلی کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی۔ اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سنا کر شیعوں کو پھسلاتا

تھا۔ اور اس خوف سے کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے۔ کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔ شیخ حلی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ وہ کتاب ہاتھ آئے۔ تاکہ اس کی تردید کی جائے۔ ایک روز استادی شاگردی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریتاً دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا کہ صرف ایک رات کے لئے کتاب دے سکتا ہوں۔ شیخ نے اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور کتاب لے لی اور اپنے گھر میں لے گئے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے۔ تو نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام نمودار ہو گئے۔ اور شیخ کو فرمانے لگے۔ کہ کتاب مجھے دیدو۔ اور تم سو رہو۔ جب شیخ نیند سے جاگے۔ تو دیکھا کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال سے کم عرصہ میں نہ لکھی جا سکتی تھی۔ یہ حکایت فارسی میں ہے۔ میں نے سہولیت ناظرین کے لئے اس کا ترجمہ بجنسہ اردو میں لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعوں کا اسبات پر اعتقاد جما رہے۔ کہ ضرور امام مہدیؑ اس وقت موجود ہیں۔ اور کبھی کبھی خاص لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ باتیں درست ہیں۔ تو اس وقت شیعیان علیؑ کیوں کوشش نہیں کرتے۔ کہ ملکر شب بیداری کریں۔ اور مناجاتیں کر کے امامؑ کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ اور منت و خوشامد سے عرض و معروض کریں۔ کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت ہے۔ آپ ظہور فرمائیں۔ تو کوئی شخص آپکا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لٹھ بند شیعہ جو گتکہ باز بھی ہیں۔ آپ کی امداد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لا کر شیعیت کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر خود تشریف نہیں لا سکتے۔ تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرما دیں۔ تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں = اور مخالفین کے قرآن کے رہین منت نہ رہیں۔ شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعتمدار ہی اپنی روحانی کشش سے حضرت امامؑ کو بلا لیں۔ یا لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ ہی کوئی حیلہ کریں۔ اور نہیں تو ایران کے بڑے بڑے جبہ پوش مشائخ شیعہ ہی جدوجہد کریں۔ اگر ایسا نہیں

کر سکتے۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا۔ کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں نمائشی شیعوں میں خالص مخلص اصلی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعو! کوشش کرو۔ اپنے سے یہ دھبہ دور کرو۔ ورنہ ان عقاید شنیعہ سے باز آجاؤ ضد چھوڑ دو۔ آخر مرنا ہے۔ اور خدا کے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سبّ و شتم سے باز آجاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ طریق اہل سنّت اختیار کر کے مسلمانوں کے سواد اعظم میں مل جاؤ۔ تا کہ نجات حاصل ہو وما علینا الا البلاغ ؎

ہمارا کام کہدینا تھا یارو
ہو تم مختار مانو یا نہ مانو

کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور صدق دل سے درگاہ الہ العالمین میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو۔ اور قیامت میں میری مغفرت کا وسیلہ ہو۔ آمین ثم آمین

یہ کتاب ان ناپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو۔ اور مسلمان بھائی اس کو پڑھکر فایدہ اٹھائیں۔ اللھم اغفرلی ولوالدیّ ولاستاذی ولجمیع المؤمنین والمؤمنٰت۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

راقم۔ خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین عفا عنہ دبیر متوطن بھیں
تحصیل چکوال ضلع جہلم پنجاب ۲۰؍ اگست ۱۹۲۵ء

فتوے تکفیر روافض

ازحضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

روافض جو اصحاب و ازواج رسول ﷺ کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرا ورد زبان رکھتے۔ اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلاشبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاوے علمائے ہند و پنجاب ہی سے نہیں۔ بلکہ علمائے حرمین شریفین سے صادر ہو چکے ہیں۔ لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان اسلام اہل باطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں۔

ص ۱۱۲

از مکتوبات مترجم اردو

یقینی طور پر تصور فرمائیں۔ کہ بدبختی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ موثر ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب نے ہی کی ہے۔ اگر ان پر طعن لگائیں۔ تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں۔ تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوگئے ہیں نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں۔ کہ حضرت امیرؓ اس بارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔ فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور بدبخت یزید اصحاب سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہلسنت والجماعت میں سے بعض علماء نے اس کی لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں۔ کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

مکتوب ۵۹

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔ اور اپنی نجات کا دعوے کرتا ہے۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی . . . . فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں۔ جو اس طریق پر ہوں۔ جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے۔ کہ تا کہ معلوم ہو جائے۔ کہ میرا طریق بعینہ اصحاب کا طریق ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس رسولُ اللہ کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے۔ اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالےٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے۔ اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (ارادہ کرتے ہیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں۔ کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں)

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعوےٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔) ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالےٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعنہ لگانیوالے ان کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے کہ شیعہ خارجی اور معتزلہ جو مذہب نیا گھڑتے ہیں۔ انکا رئیس واصل بن عطا امام حسن بصری رح کے شاگردان

میں سے تھے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امامؒ سے جدا ہوگیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا۔ اعتزل عنا (ہم سے جدا ہوگیا) اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کر لو۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ انکا حسد ان کے صاحب کے حسد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ انہی کی نقل کے وسیلے سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہوں گے۔ تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں۔ کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ لگانے والے یہ کہیں۔ کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں۔ کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں۔ کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار ان کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتدا کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے پس خلفائے ثلٰثہ رضوان اللہ علیہم کا انکار کرنا اور جناب امیرؓ کی متابعت کا دعوےٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ یہ انکار در حقیقت حضرت امیرؓ کا انکار ہے۔ اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضؓ کے حق میں دخل دینا بڑی بیوقوفی ہے عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی۔ کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلٰثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں۔ حالانکہ کسی ادنےٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی برائی کو معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حضرت امیرؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے

تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتدا سے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دینگے وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلٰوۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (اے میرے رسولؐ جو کچھ تجھ پر تیرے ربّ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا)

کفّار کہا کرتے تھے۔ کہ محمدؐ اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ نبی کو خطا پر مقرر رہنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے پس جب خلفائے ثلثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرتؐ سے ظاہر نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے حصول کے متعلق لازم ہے۔ اور ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو فروع میں ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے۔ وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے۔ اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور شریعت کے پہنچانیوالے سب اصحاب ہی ہیں۔ جیسے کہ ذکر ہو چکا۔ کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے؟

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ

إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب سے ایمان لاتے ہو۔ اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزا سوائے اس کے اور کیا ہے۔ کہ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں۔ اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن حضرت عثمانؓ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ درحقیقت جامع القرآن حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ ہیں اور حضرت امیرؑ کا جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہیے۔ کہ ان بزرگواروں کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا۔ کہ قرآن حضرت عثمانؓ کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا۔ کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا۔ کہ آنحضرتؐ کے اصحاب حضورؐ کی رحلت کے دن ۳۰ ہزار اصحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیقؓ کی بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر اجتماع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ (انتہیٰ من غنیہ)

فتوائے تکفیر روافض

(از دربار گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتوے جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۴۹ میں بروایت معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما بایں طور حدیث منقول ہے۔ سَيَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَتَنَقَّصُونَ أَصْحَابِي فَلَا تُجَالِسُوهُمْ وَلَا تُشَارِبُوهُمْ وَلَا تُؤَاكِلُوهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوهُمْ وَلَا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوا مَعَهُمْ (آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی۔ جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گے پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو نہ ان سے ملکر پیو نہ کھاؤ۔ نہ ان سے رشتہ بندی کرو۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان سے ملکر نماز پڑھو) اس لئے غوث وقت حضرت قبلۂ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ

صاحب مدظلہم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی یہی توقع ہو سکتی تھی۔ کہ اپنے جدّ امجد کی طرح روافض کی تکفیر کا فتوےٰ صادر کریں۔ لیکن رافضی لوگ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں۔ کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔ خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ پیر صاحب مدظلہم سے اس بارہ میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و معتقد خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خانصاحب لاہوری نے ایک فتوےٰ کی نقل بھیجی۔ جو دربارہ تکفیر روافض دربار گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے۔ وھو ھذا

السّوال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشۃ الصدیقۃ العلیاء (۲) منکر صحابیت خلیفۃ الحق و الصواب حضرت ابابکر الصدیق رضہ و عمر رضہ بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۳) منکر بنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (۴) محرّف و منکر قرآن مجید سابّ شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما (۵) بازدارندۂ مردم از دین اسلام کافر است یا نہ۔ ارتباط نکاح و استنکاح و اختلاط طریق الفت و محبت بوے پیمودن و آمد و شد در اعراس شان کردن و مشمولیت در شادیہا و مصائب شان و مواکلت و مشاربت بطریق مواخات و مصادقت چہ حکم دارد؟ و ہر کس با چنیں شخص طرح صداقت و محبت اندازد با و موالات و مصادقت جائز یا نہ از بیان شافی اطمینان قلب نمایند۔ والسلام

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ کو قذف کرنیوالا۔ حضرت ابوبکر رضہ و عمر رضہ کو صحابی رسول نہ سمجھنے والا۔ رسول پاک کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے والا۔ قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرّف کہنے والا۔ لوگوں کو دین حق (طریق اہل سنت والجماعۃ) سے ہٹانے والا کافر ہے یا نہ۔ ایسے شخص سے رشتہ بندی نکاح کرنا۔ اس سے دوستی اور یارانہ گانٹھنا۔ ایسے اشخاص کے عرسوں کی شمولیت۔ شادی و غمی میں ان سے شرکت۔ ان سے ملکر کھانا اور پینا بطور دوستی بھائی بندی جائز ہے یا نہ؟ اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے۔ اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ؟

جواب شافی دیکر ہمدردی تسلی فرمائیں۔

---

۵ یہ تحریر بدستخطی خان بہادر مولوی شیر محمد خانصاحب مصنف کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے

الجواب	ترجمہ
شخصی یا فرقہ کہ اوصافش در سوال مذکور شدہ۔ خارج از دائرۂ اسلام است۔ با چنین شخص یا فرقۂ ضالّہ با قتضائے الحبّ للہ والبغض للہ اختلاط و ارتباط ممنوع است۔ سابّ شیخین عند الجمہور کافر است و محرّف و منکر کلام مجید از دائرۂ اسلام خارج۔ قاذف امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نیز منکر قرآن مجید است والباقی کذالک۔ موالات و مصادقت با چنین اشخاص قطعی ممنوع است۔ حرّرہ غلام محمد خطیب جامع مسجد محکم قبلہ عالم (از گولڑہ شریف)	جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں۔ جو سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضائے الحبّ للہ والبغض للہ خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فتوے

اصول کافی صفحہ میں ہے۔ عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوْا اَھْلَ الْبِدَعِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ (امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرمایا بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے مل کر بیٹھو۔ ورنہ لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے) جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرنے ان سے دوستی پیدا کرنے۔ ان سے مل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ روافض جن کا بھنگ شراب وظیفہ ترک صلوٰۃ شیوہ اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ ہے۔ اہل بدعت ہیں۔ اس لئے حسب فتوے حضرت امام ہمامؑ ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہئے۔ ورنہ بحکم حدیث ہذا وہ بھی انہیں جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث۔ اصول کافی ص ۵۵۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ لِاَوْلِیَاءِ اللّٰہِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (جو شخص ایسے لوگوں کے پاس نشست و برخاست کرے۔ جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں۔ وہ خدا کا سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوح سبی شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلثہ ہی کرتے ہیں۔ بلکہ سب اہل بیت سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حتی کہ جناب امیر علیہ السلام کی سب کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے برتاؤ کرنے والا امام صادق ؑ کا نافرمان ہے۔ تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ روافض کی تکفیر قرآن صحیح حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت اور فتوے علماء ظاہر و باطن کے رو سے ثابت ہے ان سے کسی قسم کا برتاؤ کرنا۔ خدا و رسول ؐ کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے بالکل قطع تعلق کرنا چاہیے۔ ان سے مل کر کھانے میں۔ نشست و برخاست رکھنے ناطے رشتے کرنے۔ ان سے محبت و الفت۔ راہ و رسم رکھنے۔ ان کے جنازوں میں شامل ہونے۔ ان سے مل کر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے سے سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہیے زمانہ بڑا پُرفتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے۔ کہ سواد اعظم مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و آلہ و اصحابہ و عباد اللّٰہ الصالحین

خاکسار محمد کرم الدین عفا عنہ۔ متوطن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم

صفر سنہ ۱۳۴۴ھ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء

قرآن کا معجزہ

کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا

قرآن کریم کا دعوےٰ ہے۔ کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (اس کو ناپاک لوگ مس بھی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے۔ کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین

ذوات (خلفاء ثلاثہ) کا بغض بھرا ہوا ہے۔ ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے۔ کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن ہو نہیں سکتا بارہا اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں۔ کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے۔ کہ جو اہل سنت کے اس دعوے کو باطل کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھر بیٹھ کر عوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مارا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں۔ لیکن شیعوں کے واحد آرگن رسالہ اصلاح بابت جلد ۲۸ (ماہ جمادی الآخری ۱۳۴۳ھ) ص ۲۳ میں ایک مضمون بعنوان "شیعہ حفاظ قرآن" شائع ہوا ہے۔ جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر تمام شیعی دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعوے کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں:۔

حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی۔ حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور۔ حافظ مولوی کفایت حسین پشاوری۔ یہ بات مسلّم ہے کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں جہاں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرض محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو بحکم "النادر کالمعدوم" اہل سنت کے دعوے کی تردید نہیں ہو سکتی بفضل خدا اہل سنت و جماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی صرف تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ (جھوٹ) ہے کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں پچھلے سال کے ایک جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ میدان میں نکل کر اہل سنت و جماعت کے مقابلہ میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہل سنت سے مناظرہ کے لئے بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ کو کہا۔ رطب کا یابس غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا

شرمندہ ہوا۔ کہ فوراً ممبر سے اُتر کر بھاگ گیا۔ اس کے متعلق اشتہار شائع ہو چکا ہے جس کی کوئی تردید شیعہ نہیں کر سکے۔ اس لیے اصلاح کی پیش کردہ فہرست میں سے جب ایک کی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ہرگز حافظ قرآن نہیں ہے تو باقی دو کا بھی یہی حال سمجھئے۔ یہ صداقت مذہب اہل سنّت والجماعت اور بطالت مذہب شیعہ کے لیے ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ سُنّی لاکھوں حافظِ قرآن موجود ہیں۔ لیکن شیعہ میں سے کوئی ایک بھی حافظ نہیں ہے۔ اس کے متعلق ہمارے دوست غلام یٰسین تلہ گنگ نے مدت سے ایک انعامی اشتہار جاری کیا ہوا ہے جس کا ابھی تک کوئی عملی جواب نہیں دیا گیا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

انعامی اشتہار

ہر خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ اگر کوئی حافظ کلام اللہ کا شیعہ مذہب میں ہو جائے یا موجود ہو۔ تو اس کو مبلغ ۵ صد روپیہ انعام دیا جائیگا بشرطیکہ وہ شیعہ صحاب ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ و حضرت عمر فاروق رضؓ و حضرت عثمان ذوالنورینؓ رضی اللہ عنہم کا منکر ہو۔ کیونکہ جو شخص صحاب ثلاثہ رضؓ کا منکر ہوتا ہے۔ وہ کبھی کلام اللہ کا حافظ نہیں ہو سکتا۔ بار بار تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ چونکہ کتب معتبرہ طرفین سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضرات شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ اس واسطے کوئی شیعہ کلام الٰہی کا حافظ ہو نہیں سکتا۔ اگر یہ بات غلط ہے۔ تو کوئی شیعہ مرد میدان بنکر دکھا دے۔ ورنہ ایسے باطل مذہب سے توبہ کرے۔ (نوٹ) عقلمند شیعوں کے واسطے یہ صحاب ثلاثہ رضؓ کا ایک روشن معجزہ ہے امید ہے۔ کہ وہ جلدی توبہ کر کے نجات دارین حاصل کرینگے۔ یہ اشتہار متواتر سالہا سال سے شائع ہو رہا ہے۔ مگر کوئی شیعہ حافظ کلام اللہ ابتک پیدا نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تعالےٰ ہوگا۔

المشتہر

شیخ حاجی غلام یٰسین سوداگر تلہ گنگ ضلع اٹک

تصریح

تمام اسلامی فرقوں کا ایمان ہے۔ کہ قرآن شریف جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم پر اترا تھا۔ وہی ہمارے ہاتھوں میں ابتک موجود ہے۔ اور اسی ترتیب میں ہے۔ جس میں کہ حضور صلعم نے صحابہ کرام کو یاد کرایا تھا۔ لیکن برعکس اس کے شیعوں کا اعتقاد ہے۔ کہ اس میں ہر قسم کی کمی بیشی تحریف وتبدیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان کی نہایت ہی معتبر کتاب اصول کافی صـ۶۷۱ میں ہشام بن سالم امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام حضورؐ پر لیکر آئے تھے۔ اس میں سترہ ہزار آئیتیں تھیں۔ (یعنی موجودہ قرآن سے تین گنا) اسیطرح اصول کافی میں یہ بھی مرقوم ہے۔ کہ مصحف فاطمہؓ قرآن مجید سے سہ گنا ہے۔ اور اس میں قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ شیعوں کی ایک اور بڑے پایہ کی کتاب احتجاج مطبوعہ ایران کے صـ۱۱۹ سے صـ۱۳۱ تک میں تحریف قرآن ثابت کی گئی ہے۔ موجودہ شیعے اس سے بھی دو قدم آگے بڑھے ہیں۔ چنانچہ ان کے مولوی احمد علی امرتسری نے اپنے رسالہ "انصاف" میں دعوے کیا ہے۔ کہ اس قرآن مجید میں نحوی غلطیاں ہیں۔ اور یہ کہ وہ بھی اس جیسا قرآن بنا سکتا ہے۔ یہ رسالہ مولوی حائری لاہوری کا مصدقہ ہے پس ثابت ہوا۔ کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ وہ تقیہ (جھوٹ) سے کام لیکر جس کا ان کے ہاں بڑا ثواب ہے۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے یہ کہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں ان کا ایمان اس قرآن پر ہوگا۔ جسے بقول شیعہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہٗ نے گم کر دیا تھا۔ اور ابتک اسے امام غائب چھپائے بیٹھے ہیں۔ (نیک مشورہ) پیشتر اس کے کہ شیعہ تقیہ سے ایمان بالقرآن کا دعوے کریں۔ ان کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ اپنی مندرجہ بالا اور دیگر معتبر کتب کو جن میں تحریف قرآن ثابت کی گئی ہے۔ دیا سلائی دکھا دیں۔ یا دریا برد کر دیں۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(از اشتہار خواجہ غلام یٰسین صاحب تلہ گنگی)

تقریظِ کتاب

از جناب مولوی محمدؐ حبیب شاہ صاحب رئیس تلہ گنگ ضلع اٹک

یہی اسلام دنیا جس نے غفلت سے جگادی ہے
کہ بس لبیک اک عالم نے اٹھتے ہی کرادی ہے
یہی دینِ خدا بنیاد رکھی جس کی احمدؐ نے
بلندی جس کی خود عرشِ معلّے سے ملادی ہے
سلاطیں نے اٹھایا سر مگر خود مٹ گئے آخر
حقانیت صداقت جملہ عالم سے منادی ہے
مسلماں نام رکھ ابنِ سبا نے دام پھیلایا
رواجِ رفض دیکر اس کی جڑ بن سے ہلادی ہے
منافق نے دیا دھوکا عجب جاہل مسلماں کو
نفاقِ باہمی کی آگ گھر گھر میں لگادی ہے
بنایا رفض نے آزاد اللہ سے بھی جاہل کو
بدا سے شانِ علم الغیب بالکل ہی مٹادی ہے
علی کا حق چھپایا ڈر کے اصحابِ احمدؐ نے
پیمبر نے حقِ تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے
کیا انکار قرآں سے مسلمانی کا دعوےٰ ہے
روافض نے تو دیوارِ مسلمانی گرادی ہے
دیا لقب جنہیں خائن بنایا شاہ حیدر کو
شجاعت فاتحِ خیبر پہ اک خنجر چلادی ہے
نبی کی بیبیاں ہیں امہات المؤمنین یارو
تبرا کہتے ہیں ان کو کیسے شیطاں نے دغادی ہے
بنایا سائلہ دنیا کی ادنیٰ چیز کی خاطر
بتولِ پاک کی وہ شانِ استغنا گنوادی ہے
غرض کچھ اس طرح پھیلی ہے یہ طاعون دنیا میں
مسلمانوں کے ہر گھر میں قیامت ہی مچادی ہے
بہت علما و فضلا نے کئے حیلے رد کا ڈٹ کے
مرض بڑھتا گیا جوں جوں اطبا نے دوا دی ہے
کوئی دن خاک منہ میں سیفِ مسلول[1] نے ڈالی تھی
مرورِ دہر سے وہ ضربِ کاری اب بھلادی ہے
پڑا تھا تازیانہ[2] سر پہ غیرت کا روافض کو
مگر اب بھول کر وہ مار پھر آندھی مچادی ہے
دلیرِ غازی الاسلام پر فضلِ خدائی ہے
لکھی ردِّ روافض سیفِ سنّی کو بنادی ہے
مخالف تام لشکر لرزہ براندام ہیں سارے
دلوں پہ ان کے ہیبت حق نے کچھ ایسی بٹھادی ہے
کتابِ لاجواب ایسی نہ دیکھی اور سنی پہلے
کہ ہستی مذہبِ باطل کی مٹی میں ملادی ہے
لکھوں تعریف گر اس کی مری طاقت سے باہر ہے
حقیقت رفض کی تصویر تفصیلاً بتادی ہے
ضرورت شکر ہے مذہب کی یاور ہے قیامت تک
سو اسکی جان دوزخ سے بفضل اللہ چھڑادی ہے
مصنف اس کا عالم شہرۂ آفاق فاضل ہے
کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح اسکو دلادی ہے
خدا بہرِ نبی دو جہاں میں اجر دے اس جانفشانی کا
حبیبِ ناتواں نے یہ مؤلف کو دعا دی ہے

---

[1] سیفِ مسلول کی طرف اشارہ ہے جو حضرت مؤلف نے اس سے قبل تصنیف کر کے شایع کی۔ اس کے جواب سے شیعہ آج تک عاجز ہیں۔

[2] تازیانۂ سنت کی طرف اشارہ ہے جو جناب مؤلف کی دوسری لاجواب تصنیف ہے۔

قصیدۂ تاریخیہ

از جناب ابو الفخر مولوی محمد فیض الحسن صاحب (مولوی فاضل) ہمشیرزادہ حضرت مصنف

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے
عجب دھوم دنیا میں اس کی مچی ہے

عبارت ہے شستہ مضامین اعلیٰ
دلائل زبردست حجت قوی ہے

ہر اک ورق گویا کہ ورقِ طلا ہے
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے

ہے اثبات دعوے ز قرآن و سنت
تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے

روایات کافی کلینی ہیں اس میں
کہ جو تحفۃ الشیعہ نے تصدیق کی ہے

ہوئے درج نہج البلاغۃ کے خطبے
جو مقبول قول جناب علیؑ ہے

عبارات تہذیب اور لایحضر اس میں
لکھی ہیں علل کی سند بھی لکھی ہے

حیات القلوب اور جلاء العیون سے
مسائل کی شیعہ کے تشریح کی ہے

کہیں پر ہیں حق الیقین کے حوالے
کہیں نقل از حملۂ حیدری ہے

اسی قسم کی مستند ہیں کتابیں
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے

لکھے ہیں بہت ایسے رنگیں مسائل
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے

مسائل کا شیعہ کے کیا کہنا یارو
کہ حیرت میں مخلوق سنکر پڑی ہے

ز قرآن پر ہے روافض کا ایمان
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے

وہ کہتے ہیں اصلی یہ قرآن نہیں ہے
بہت کچھ ہوئی اس میں بیشی کمی ہے

بغل میں ہے مہدی کے شیعہ کا قرآں
کتاب خدا غار میں جا دھری ہے

جو آئینگے حضرت تو لائینگے قرآن
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تہی ہے

تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے

ہے پکا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
کہے سچ جو ایمان نہ اس میں ذرا ہے

ہیں نو حصے دیں کے تقیہ میں مضمر
سند بس تقیہ ہی ایمان کی ہے

جو حق کو چھپائے ملے اسکو عزت
جو ظاہر کرے اسکو ذلت بڑی ہے

ائمہ کی عمریں تقیہ میں گذریں
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے

ہر اک کو الگ مسئلے تھے بتاتے
کہ یہ امر ہی باعث زندگی ہے

ائمہ پہ بہتان ہیں یہ سراسر
نہ بولیں کبھی جھوٹ گر جان جائے
عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ
کرے مرد یا زن جو اکبار متعہ
ملے ایک متعہ سے درجہ حسینی
جو سہ بار متعہ کرے وہ علی ہے
کریں مرد و زن جبکہ غسل جنابت
قیامت تلک کرتے تسبیح ہیں وہ
نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں
گواہ کی ضرورت نہ خطبہ کی حاجت
کرے مرد ستر سے اک دن میں متعہ
اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل
غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے
پڑی شیعی دنیا میں ہلچل ہے اس سے
مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں
وہ ہیں شیر اسلام اک مرد غازی
ہے شیعی و وہابی کی جرأت بھلا کیا
جو میدان میں میرزا جی تھے ہارے
ثناء اللہ دوبار ہارے ہیں ایسے
جو احمد علی کندیاں میں تھا ہارا
غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی
رہیں یا الٰہی سلامت ہمیشہ
مبارک نیا تحفہ ہو سنیوں کو
کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں
درم چند دیگر خریدہ یہ موتی
تدبر کیا سال تصنیف میں جب
لکھو بے سر پاک مصرع یہ سالم

کہ حق گوئی وصف نبی و ولی ہے
کہ سچ بولنا کار ہر متقی ہے
وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے
تو جنت کی راہ اس میں سیدھی کھلی ہے
دوبارہ فضیلت حسن کی ملی ہے
کرے چار پورے تو خاصا نبی ہے
فرشتے ہوں ستر جو بوند اک گری ہے
ثواب اہل متعہ کو ملتا سبھی ہے
زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے
فقط مٹھی بھر غلہ ہی مکتفی ہے
مجاز اس کی بیشک زن رافضی ہے
رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے
کہ رفض اور بدعت کی ہستی مٹی ہے
روافض کے ہاں صف ماتم بچھی ہے
فضیلت کی مخلوق قائل سبھی ہے
کہ سن نام دشمن کی جاں کانپتی ہے
یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
تو امت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
تو لاہور میں کانپتا حائری ہے
کہ سنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
یہ اسلامیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
یہ اک شمس یا بدر یا مشتری ہے
نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
کہ بس فائدہ کی یہ سوداگری ہے
ندا ہاتف غیب سے یوں سنی ہے
کہ شیعہ کے گھر صف ماتم بچھی ہے
۱۳۴۴ھ

طلوع آفتاب ہدایت

از چودھری ذکاء اللہ صاحب بسمل ایم اے ایل ایل بی وکیل جہلم ۔

الحمد گمرہوں پہ کھلا نورِ حق کا باب
یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب
بدعت کے جنگلوں میں تھے اطفال سارے گم
چھایا غضب کا جن پہ تھا تاریک تر سحاب
آنکھیں گروہ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں
چھٹتا سحاب سے کہیں دیکھا جو ماہتاب
مدت سے مٹ چکی حق و باطل میں تھی تمیز
انکے لئے تھے ایک صدف اور دُرِ ناب
تھی اک فریب اشک بآغوشِ چشم نم
تھا اک طلسم ہوشربا آہِ سینہ تاب
حق سے غرض تھی اصل میں جس کا عزا تھا نام
دھوکا تھا اک محبتِ اولادِ بوتراب
سازش تھی دشمنانِ رسولِ انام کی
اسلام کی جہان میں مٹی کریں خراب
شیرِ خدا کے عشق و محبت کو چھین لیا
جس جامِ پر سرور سے تھے مستِ شیخ و شاب
سوچا نہ کچھ بھی شیفتگانِ حسینؓ نے
اعدائے دیں کے ہو لئے مستی میں ہمرکاب
تفسیر اپنے خون سے شبیرؓ نے جو کی
دینے لگے وہ آپ ہی عمارت کی بیخ آب
اس پر غضب کہ سمجھے یہی ہے وہ راہِ رشد
تاکید جس پہ چلنے کی تھے کر گئے جناب
پوچھے تو ان سے کوئی کہ لائے بھی تھے کبھی
لب پر حسینؓ شکوۂ صدیقؓ یا خطابؓ
عثمانؓ کب تھے انہیں مثلِ علیؓ عزیز
کب احترامِ عائشہؓ سے ان کو اجتناب
کب تھا عقیدہ ابنِ علیؓ کا کہو کہ تھے
تا آنکہ دیں کے معنی سے بہرہ یاب
کب مرتبہ میں شیرِ خدا کو کہا کہ ہے
ہمپایۂ حبیبِ خداوندِ ذوالعقاب
وہ فاطمہؓ کی آنکھ کے تارے تھے ۔ مدام
مسرور از شرابِ ثنا خوانیٔ صحاب
ٹھٹھی چھڑی تھی شیعہ و سنی کا تفرقہ
اعدائے دیں کا جس نے جگر کر دیا کباب

افسوس عاشقانِ علی بے خبر رہے
عاشق تھے کور۔ کور دماغوں نے کر دیا
وہ ہم ظلام زلف امامت میں ہو گئے
کرنے لگے وہ یاس میں پھر سینہ کوبیاں
حق تھا جنہیں پسند وہ کرتے تھے آہ آہ
لب پر دعا تھی سوز جگر سے یہ ہر گھڑی
آئی ندائے غیب نوید سحر و خیر
دیکھو آسماں سے نور کا دریا امنڈ پڑا
تھی دیر کی جو چہرۂ حق پر پڑی گھٹا
چشم بشر نے دیکھ لیا نور حق کا منہ
ساقی کی چشم مست نے غمزہ سے کہہ دیا
رشد اور غی میں ہوئی آخر عیاں تمیز
فعل پیمبر اور ہے بدعت ہے اور چیز
رسم عزا کا دہر سے مٹنے کو نام ہے
ناقص ہے چشم شپرہ کیا دیکھتی نہیں
دیکھا جو جلوہ حق کا جناب دبیر نے
فیض علوم باطن و ظاہر سے کر دئے
فکر بلند اور مضامین شایگاں
حق جو و حق پرست کو ان کا مطالعہ
رندان لم یزل کے لئے جام جاں فروز
ہے فلسفی کے واسطے اک کان فلسفہ
صدر جہاں دبیر حق آگاہ و حق پرست
اسکی یہ ہے دعا کہ ہو توفیق کردگار

مستور اصل میں تھی قبا ہی پس حجاب
رسم عزا سے کور تریں دیدۂ پر آب
ان چٹکلوں سے آئے نکل تھی یہ کسکی تاب
دشمن کو اک نوید تھی آواز ذاب داب
صد حیف و صد دریغ کہ اعدا ہیں کامیاب
دکھلائے گمرہوں کو الٰہی رہ صواب
لے حق پرست فرقہ دعا ہے یہ مستجاب
شب تاب ماہ تاب بچی تاب دستیاب
پلٹی ہے آفتاب حقیقت نے رو نقاب
سیپی نہیں ہے کہتے ہیں جس کو در خوش آب
رندو یہ ہے خلاف یا قوت ہے مذاب
راہ عذاب ہے تو وہ ہے رہ ثواب
ہوتے نہیں ہیں ایک پلاس اور کمخاب
ہنگامہ خیز ہیں نغمات دف و رباب
ہستی پر آفتاب کی ہے حجت آفتاب
اسکا ہے آفتاب ہدایت لب لباب
باہم یہ دیدہ زیب ورقہائے مستطاب
حق بیں کو دلپسند ہے بے حد و حساب
بہتر ز سیر ملک پشنگ و فراسیاب
جویان حسن کے لئے خود حسن کا شباب
اور منطقی کے واسطے برہان لاجواب
روشن تر آفتاب سے تم نے لکھی کتاب
پھیلائے حسب نیت دہقاں کشت آب

[illegible] علی نقوی

چالیس شعر جائے چہلم عزا کا ہے
صد شکر بند اب ہے ہوا بدعتوں کا باب

[illegible]

غلط نامہ کتاب آفتاب ہدایت (ردّ) رفض و بدعت

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣	١	مُرَدَّةٌ	مَرَدَّةٌ	٨٢	١٩	کی روسے	کی اروے
″	٢	اَبُوذَرٍّ ۔	اَبُوذَرٍّ	٨٥	١٣	مِنَ الشِّيَاءِۃ	مِنَ الشِّيَاۃِ
″	٣	وَسُلْمَانَ	وَسَلْمَانَ	٩٠	٦	تَمَا سُوْلُ	تَمَسُوْلُ
٥	٩	اَللّٰهُمَّ اٰلِ	اَللّٰهُمَّ وَاٰلِ	″	٩	یسلمی	اسلمی
٨	١٩	یہودیوں نے	یہود اسے	″	٢	نقی	نقی
٩	١	ہمدم رہے	اور ہمدم رہے	٩٨	١٣	از برحیہ	از بہر حیہ
١١	١	هَشَامِ	هِشَامِ	١٠٠	٢٣	پہنچا	پہنچیا
″	٢	سَبْعَةً	سَبْعَةٌ	″	١٥	نہر الفصاحۃ	نیرنگ فصاحت
١٣	٩	تَخْشَوْهُمْ	تَخْشَوْهُمْ	١٠٢	١	هٰذَا اَصْلُ	هٰذَا اَصْلُ
١٥	١٨	كَانَتْ	كَانَتْ	١٠٣	٧	نہر الفصاحۃ	نیرنگ فصاحت
١٨	١٣	قُنَاعُ	قَنَاعَ	١٠٤	٩	يَقْتُوْهَا	لِيَقْتُوْنَهَا
٢٦	٦	لَمُصْحَفُ	لَمُصْحَفُ	١٠٦	١٧	عضر	خضر
٢٨	١٥	اشترو	اشتروا	١٠٨	١٣	پاسیان	پاسبان
٢٩	١٢	من ساقع	من دافع	١١١	٧	سوستے ہیں	سوتے ہیں
٣٤	٢٠	انہوں نے	جنہوں نے	١١٣	٢٣	فِيْ آخَرِ	فِيْ آخِرِ
٣٩	١٣	الشْتَرِيْ	اِشْتَرِيْ	″	٢٤	مغلة	مثلة
٥٢	٨	بُنَ	بَنُ	″	٢٥	فَهِمَتْ	فَهَمْتُ
″	١١	طولیٰ	طوبیٰ	١١٤	٨	حضرت علی	حضرت علی نے
″	١١	والمروۃ	والمرؤۃ	١١٥	٢	بِنْتَ عَلِيٍّ	بِنْتُ عَلِيٍّ
	٢٣	الحُلْبِيْ	الحَلَبِيْ	″	١٣	اَيْنَ الْقَتِيْلُ	اَيْنَ لَقَتَلَ
٥٣	١	اِخْتَلَاكُ	اِخْتِلَافُ	″	١٨	شِيْعَتَهُ	وَشِيْعَتَهُ
″	٣/٤	وَقَنْعَتَهُ	وَشَيْعَتَهُ	١٢٣	٥	داما رسول	داماد رسول
٥٨	١٣	اَلَا يُعِنْبُهُمْ	اَلَا يُعِنْبُهُمْ	″	١٨	تَحُوْلَهَا	تُحُوْلَهَا
٥٩	١٤	احسان کرد	احسان یاد کرد	١٢٤	٣	متداول کتاب	متداول کتاب تحفۃ العوام
٦٣	٧	مباحات	مباہات	١٢٩	٧	و ما ضلو	و ما ضلوا
٦٦	١	تیری کے	تیری زبان کے	١٣٥	٢١/٢٢	دو سروں سے	دوسروں کو
٦٧	١٨	چو ابوبکر	چو بوبکر	″	٢٣	ابلیس کو	ابلیس سے
٦٨	١٩	دو جنازہ	دو جنازہ	١٣٦	٧	کرو دز	کردند
″	٢١	دو جنازہ	دو جنازہ۔	″	١٩	دین امین	دین مبین
٧٤		اورو	اور وہ	١٣٠	٦	فَقُلْ الْحَكِيْمُ	فَضْلُ الْحَكِيْمِ
٧٦	١٥	تَحْمِلْنَهَا	يَحْمِلْنَهَا	١٣٢	٣	چوتھی دلیل	پانچویں دلیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۳	ان چار دلائل	ان پانچ دلائل
۱۵۱	۱۴	دو ہزار دینار	ایک ہزار دینار
۱۵۹	۱۲	زمین کو۔	زین کو
۱۶۷	۲۵	اِنَّ النُّبُوَّۃَ	اَنَّ النُّبُوَّۃَ
۱۶۹	۲	ڈحاب	ڈھانپ
۱۷۰	۱۳	مالم یرتقه	مالم یرتضه
۱۷۹	۱۲	تنزوج	یتزوج
۱۸۰	۲	اصحانا	اصحابنَا
〃	۱۵	بن عمر	بن عمیر
۱۸۵	۱۳	الی مایصبر	الی مایصیب
〃	۱۸	وصا یکون	ومایکونُ
۱۹۳	۲۱	عن اسماق	عن اسحاق
〃	۷	لِلرَّضَا	لِلرِّضَا
۱۹۵	۲۳	عَلٰی بَنَاتُ	عَلٰی بَنَاتِ
۱۹۶	۸	لا شئٌ	لا شئَ
〃	۲۲	لعمری انت	لعمری انت
〃	۲۵	غساله	غسالة
۱۹۸	۲۱	اہسنت کو	اہسنت تو
۲۰۲	۳	الرجس	الرجیس
۲۰۴	۲۰	مانحن منہیہ	اما نحن فیہ
۲۰۵	۱۳	وَیُبْشِرُ	وَیُتِمَّ
۲۰۶	۱۱	قَتَّالَ	رِقْتَالَ
۲۲۲	۲	لیلتِرا لثلثار	بلیلۃِ الثلثاء
۲۳۱	۱	لم یوحف	لم یوحف
۲۳۳	۲۳	معزول نہ کیا	معزول کیا
۲۳۵	۱۵	ان العلماءُ	ان العلماءَ
۲۳۶	۱۲	جن آیات کے	جن آیات کو
۲۳۸	۲۲	عزّا ذکرہ	عزّ ذکرہ
۲۴۴	۴	حضرت فاطمہؓ نے	حضرت فاطمہؓ
۲۴۷	۱۱	موجوگی	موجود گی
۲۴۸	〃	آٹھویں طعن کا جواب سہواً کاتب سے مکرر لکھا گیا ہے۔	

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۹	۱۳	ناقۃ حنظلۃَ	ناقۃ حنظلۃُ
〃	۱۸	لنا	بنا
۲۵۶	۵	سنہ ۹۱۹ھ	سنہ ۹۰۹ھ
۲۶۰	۱۵	غزوہ حدیبہ	غزوہ حدیبیہ
۲۶۳	۸	عَلَیًّا	عَلِیًّا
۲۶۷	۱۷	بَنَا کَثَرَ	بِنَا کَثُرَ
۲۷۱	۱۶	نہر الفصاحت	نیرنگ فصاحت
۲۷۲	۲۱	فِدَاکَ	فِدَاکَ
۲۵۷	۶	امیر علیہ	امیر علیہ السلام
۲۷۸	۱	مدینہ میں دن	مدینہ میں تین دن
۲۸۱	۱۲	تو لن کی	تو ان کی
۲۸۸	۸	تَصَفَّیْنَ	صِفِّیْنَ
۲۹۰	۲۰	لا حبّ	لا یحبّ
۲۹۱	۵	لَعَنَ	لُعِنَ
〃	۹	بعض وعداوت	بغض وعداوت
۳۰۶	۲۱	ثُمَّ یُحَیِّنُکَ	ثُمَّ یُحَیِّلُہٗ
۳۰۸	۱۷	وَتَقَضَاتُہُمْ	وَقَضَاتُہُمْ
۳۱۲	۱۱	پھر کسیطرح	پھر کسطرح
۳۱۶	۱۹	اختیاج کی	احتیاج کی عرضیاں
۳۳۳	۲۱	روثن فورانی	روشن نورانی
۳۳۷	۱۰	یتخذ کا	یتخذہ
۳۴۵	۱۷	برائی میں اور	برائی اور
۳۵۶		نزائی ان	تزکی ان

نوٹ بعض جگہ آیت انزل الیک کے بعد سہو کاتب سے من ربک رہ گیا ہے ناظرین درست کرلیں۔

کلا اِنَّ حزب اللہ ھم الغلبون

الحمد للہ کتاب لاجواب موسوم بہ

مُناظراتِ ثلٰثہ

مباحثہ بیرپور

مناظرہ منصورپور

مناظرہ چک رجادی

اون مباحثات کی صحیح روئداد جو فرقہ وہابیہ سے ہوئے

مُرتّبہ

شیر اسلام ابو الفضل مولانا مولوی کرم الدین صاحب

رئیس بھیں ضلع جہلم

مطبوعہ مسلم پریس سیالکوٹ

تعداد جلد ۵۰۰

قیمت ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی نبیہ محمدؐ المصطفٰی وعلی آلہ واصحابہ وعباده الذین اصطفٰی۔ اما بعد۔ پس واضح رہے اہل الابصار ہو کہ آجکل الحاد و بیدینی کا زور ہے۔ مذہب کیطرف سے بے نیاز ہو کر لوگ اپنی اپنی خواہشات کے پیرو ہو رہے ہیں۔ نہ کسی بڑے کا ادب وتعظیم نہ چھوٹے پر رحم و شفقت ہے۔ ہر ایک شخص "انا ولا غیری" کا دم بھر رہا ہے۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ فرائض اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور مذہب کو مانع ترقی اور باعث افلاس مسلمانان ظاہر کیا جاتا ہے۔ نماز اور نمازیوں پر پھبتیاں اڑتی ہیں۔ ڈاڑھیوں کے خلاف جہاد ہو رہا ہے جس شخص نے شعار اسلام ڈاڑھی رکھی ہے اسکا مذاق اڑا دیا جاتا ہے۔ سکھ سٹائل ڈاڑھی مچھ اور کیا کیا خطاب ملتے ہیں۔ یہ تو نئی روشنی والے انگریزی دان طبقہ کا حال ہے۔

جو لوگ ابھی مذہب سے اسقدر بیگانہ نہیں ہوئے وہ بھی مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ کا مصداق ہو رہے ہیں۔ مذہب حق اہل السنۃ والجماعۃ اور مقلدین کو تقویم پارینہ سمجھکر چھوڑ رہے اور نئے نئے مذاہب کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کوئی شخص روافض کے مذہب کو اسلئے پسند کر رہا ہے کہ ان میں نماز و روزہ کی پابندی نہیں۔ نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ سال میں ایک دفعہ محرم میں ماتم حسین میں سینہ کوبی کریں اور ہائے وائے۔ واویلا۔ ہائے حسین کربلا۔ کے نعرے لگائے جائیں پس انکے لئے جنت کے دروازے کھل گئے۔ عبادات بدنی یا مالی کی انہیں کیا ضرورت۔ جیسا عیسائیوں کیطرح امام حسینؓ کی شہادت انکے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ بس چھٹی ہوئی۔ یہ لوگ عبادت بھی سمجھتے ہیں تو سلف صالحین اصحاب و ازواج رسولؐ کی سب و شتم اور نیز لعنت و تبرا۔ جاگتے سوتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ ہگتے موتتے کرتے رہنا۔ یہ لعنتی ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آیۃ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ تو لعنت سے اسقدر ناآشنا ہیں کہ یزید کی لعنت میں بھی توقف کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ ہم ہیں کہ ہمارا دائمی وظیفہ لعنت و تبرا ہے۔ لقمہ

طعام کھائیں تو بھی بسم اللہ کی جگہ لعنت ہے۔ راستے پر چلتے ہوئے قدم اٹھائیں تو بھی وظیفہ لعنت۔ کسی مجلس میں جائیں تو اونچی زبان سے نہ سہی دل میں لعنت ہی لعنت بس رہا ہے۔ مریں گے تو خاتمہ لعنت پر ہوگا۔ قبر میں بھی داخل ہوتے وقت لعنت۔ لعنت کی رٹ ہوگی۔ قیامت میں حشر بھی لعنت پر ہوگا غرض اس فرقہ کیلئے لعنت کا طوق طرۂ امتیاز اور ایک اعزازی نشان ہے۔ مبارک ! مبارک !!۔

کوئی شخص، اور بدر آزاد ہو کر تقلید ائمہ دین سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ وہ اسپ بے لگام یا شتر بے مہار رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسی قدر نہیں بلکہ مقلدین ائمہ کرام کو برا بھلا کہتے انکو بدعتی اور کیا کیا کہتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ترقی کر کے ائمہ مجتہدین کی بدگوئی کرتے اور برا جانتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرتے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی دل میں نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے۔ زیادہ سے زیادہ انکو بڑے بھائی کا رتبہ دے لو۔ ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے۔ اور یا رسول اللہ کہنا سراسر شرک۔ (استغفر اللہ)۔

اس فرقہ کو اہل حدیث یا دوسرے الفاظ میں غیر مقلدین اور وہابی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے خاص جد و جہد کر کے بہت سے بھولے بھالے اشخاص کو اپنا ہم نوا و ہم خیال بنا لیا ہے۔ اور دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں کہ تمام مسلمان انہی کیطرح گستاخ۔ بے ادب اور آزاد ہو کر تقلید سے متنفر ہو جائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو مجتہد تصور کرلے۔

رفتہ رفتہ اس فرقہ نے ترقی کر کے اپنی اتنی جماعت بنائی ہوئی ہے کہ جلسے جلوس کرتے۔ وعظ و تبلیغ میں سرگرم رہتے بحث و مناظرہ کے اکھاڑے قائم کرتے رہتے ہیں

یوں تو انکا ہر ایک فرد جھگڑالو اور سلف کی زبونی ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن پنجاب میں انکے بزرگ ابو الوفا مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہیں انکو یہ اپنا امام اور پیشوا کہکر انکے فتووں پر چلتے۔ انکی ہر ایک ادا پر قربان ہوتے۔ اپنے وقت کا مجتہد اعظم قرار دیتے ہیں۔

مولوی ابو الوفا کو سردار اہلحدیث اور شیر پنجاب کا لقب اپنی قوم (وہابیوں) سے ملا ہوا ہے۔ مرزائیوں سے انکے اکثر مناظرے ہوا کرتے ہیں۔ آریہ۔ عیسائیوں سے بھی کبھی کبھی جا الجھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انکی ہمت بڑھی اور **احناف** کرام کو بھی چیلنج کرنے لگے کہ آؤ کسی کو جرأت ہے تو ہم سے مناظرہ کرے۔ ہمارے حنفی بھائی کچھ ایسے لاپرواہ ہیں کہ وہ کبھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دیکھتے دیکھتے سینکڑوں کی تعداد میں انکے بھائی ان سے علیحدہ ہو کر اس جدید فرقہ (وہابیہ) میں جا ملے ہیں۔ انکو کچھ پرواہ ہی نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالے اپنے دین حق کا خود محافظ ہے اس نے کچھ ایسے سامان پیدا کر دئے

کر احناف سے انکی ٹکر ہوگئی۔ دو موقعوں پر شیر پنجاب کا مقابلہ خاکسار سے ہوا۔ اول میرپور میں پھر چک رجادی ضلع گجرات میں۔ ہر دو معرکوں میں شیر پنجاب کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی کہ انکا سارا وقار جاتا رہا۔ سب کو معلوم ہوگیا کہ شیر پنجاب شیر نیستان نہیں بلکہ شیر قالین ہیں۔ اور احناف کے مقابلہ میں تو انکو گیدڑ کہہ دینا بالکل موزون ہے۔ حضرت ابوالوفا کی میرپور میں تو درگت بنی کہ گویا وہابی بھی بزبان حال کہہ رہے تھے ع

ہائے سمجھے تھے جسے شیر وہ گیدڑ نکلا

اس زمانہ میں اخبار الفقیہ نے اپنے مضمون میں وہابیوں کے حسب حال یہ مصرع موزون فرمایا تھا۔

پھر چک رجادی کے مباحثہ میں تو شیر پنجاب نے ایسا حوصلہ ہار کر علی الاعلان بھرے مجمع میں آئندہ کے لئے خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے توبہ کی۔ اور ابھی تک اپنی اس توبۃ النصوح پر قائم ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔ ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں ٭ لیک بعد از ہزار رسوائی

خیر جناب ابوالوفاء صاحب نے تو خاکسار کے مقابلہ میں آنے سے قسم کھالی لیکن منصورپور ضلع ہوشیارپور میں ایک نئے وہابی مولوی محمد یوسف نام چھپے رستم نکلے۔ وہ خم ٹھونک کر میرے مقابلہ میں آئے۔ لیکن ایسی مار کھائی کہ پھر گویا کان لم یکن ہو گئے۔ پھر کہیں انکا نام تک نہیں سنا گیا۔

ان مباحثات کی روئداد چھپی تھی لیکن اسوقت ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ چنانچہ بہت سے احباب کے اصرار پر سہ مناظرات کی تفصیل بالترتیب درج کیجاتی ہے تاکہ آئندہ بھی حنفی مناظرین اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

پہلے مباحثہ میرپور۔ پھر مباحثہ چک رجادی۔ بعدہٗ مناظرہ منصورپور لکھا جائے گا۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ ۔ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ ۔

راقم

خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم

مباحثہ میرپور

موضوع بحث
فرقہ ناجیہ یا
غیر ناجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام کو معلوم ہے کہ کسی زمانہ میں ہند و پنجاب میں وہابی حنفی کی بحث کا چرچا تھا۔ بحث و مباحثہ۔ رسالہ بازی کی کثرت تھی۔ جابجا آمین بالجہر رفع یدین وغیرہ مسائل کے جھگڑے تھے لیکن رفتہ رفتہ وہابیت کا زور گھٹتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ نیچریت۔ مرزائیت۔ چکڑالویت وغیرہ میں منقسم ہو جانے کی وجہ سے کالعدم ہو گئی اور قصہ تمام ہو گیا۔

لیکن بانیہمہ جہلم میں جہاں شہر و ضلع میں احناف کرام کی آبادی ہے چند افراد خاص شہر میں ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ علوم دینیہ سے بالکل نابلد ہیں لیکن مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری و مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی انکے مایہ ناز ہیں۔ انکو یہ اپنا مقتدا و مذہب سمجھتے ہیں اور باوجود انکار تقلید ان ہر دو اصحاب کی تقلید کو گویا فرض سمجھتے ہیں۔ اور ان کے قول کو وحی من السماء۔ یہ لوگ یہاں مدت سے سالانہ جلسے کیا کرتے تھے جن میں مولوی صاحبان مذکورہ کے علاوہ اور بھی چند مولوی آکر وعظ کرتے اور اپنے مذہب کی ترویج ایسی سمجھتے ہیں کہ دوسرے فرقوں کو برا بھلا کہا جائے۔ چنانچہ ہر ایک جلسہ میں بالالتزام اولیاء کرام اور ائمہ عظام کو کوسنا اور حنفیوں کے دل دکھانا جلسہ کی اہم اغراض سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے یہاں کے مسلمانان اہل السنۃ والجماعۃ احناف کو اسبات کی ضرورت ہوئی کہ انکے جواب میں ادھر سے بھی جلسہ کیا جاکر انکے بیجا حملوں کا جواب متانت اور نرمی سے دیا جائے۔ شاید یہ سمجھ جائیں اور آئے دن کا فتنہ تمام ہو جائے۔ چنانچہ پہلا جلسہ احناف کرام کا ۱۹۱۵ء میں بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے ہوا جس نے انکے جلسوں کو ماند کر دیا۔ اس جلسہ میں صداقت مذہب حنفی اور تردید مذہب مخالفین کا فرض عمدگی سے ادا کیا گیا۔ اس جلسہ کی عظیم الشان کامیابی دیکھکر اہلحدیث اصحاب دل میں جلنے لگے اور انکو فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر حنفیوں نے اسیطرح جلسے جاری رکھے تو ہماری ہستی تمام ہو جائیگی اور ہم بالکل نیست و نابود ہو جائینگے۔ انہوں نے اپنے جلسہ ۱۹۱۶ء میں اختلافی مسائل فاتحہ خلف الامام۔ تقلید۔ علم غیب۔ ظہر احتیاطی وغیرہ کو مبحث قرار دیکر علماء احناف کو دعوت دی کہ وہ جلسہ میں آکر مجمع و وقت میں بحث کریں۔ ادھر سے بعنوان علماء غیر مقلدین کو دعوت مباحثہ ایک

اشتہار شائع کر کے انکو چیلنج دیا گیا کہ تحقیق حق منظور ہے تو فروعی مسائل کو چھوڑ کر اصل الاصول مسئلہ میں کہ ہر دو فریق میں سے خدا اور رسول خدا کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے کونسا فریق سچا اور کونسا جھوٹا ہے باقاعدہ گفتگو کریں۔ اور اسکے لئے جلسہ میں نہیں علیحدہ دن مقرر کریں لیکن علماء غیر مقلدین کو اس باقاعدہ مباحثہ کا حوصلہ تو نہ ہوا حسب معمول جلسہ میں لن ترانیاں ہانکنی شروع کیں کہ آؤ اشتہار دینے والے کہاں ہیں مباحثہ کے لئے کیوں نہیں نکلتے۔ اتفاق سے وہاں ایک غیر مشہور مولوی حسین محمد نامی امام ملٹن نمبر ۱۲ بیٹھے تھے وہی انکے دامنگیر ہو گئے اور ایسے لپٹے کہ مولوی ابو الوفا کو پیچھا چھوڑانا محال ہو گیا۔ لیکن چونکہ حسین محمد بالکل سادہ مزاج تھے اسلئے مولوی ابو الوفا کا وہ منہ بند نہ کر سکے۔

اہلحدیث کے اس جلسہ کے بعد ہمارے جلسہ کا وقت تھا لیکن ان دنوں ملک میں کچھ شورش پیدا ہو جانے کی وجہ سے جلسہ نہ ہو سکا اور نہ ہم اہلحدیث کا یہ قرضہ اتار سکے۔

۱۹۲۲ء میں پھر اہلحدیث کا جلسہ ہم سے پہلے قرار پایا۔ جسمیں پھر انہوں نے اچھی طرح سے دل کے بخار نکالے توہین اولیاء کرام و ائمہ عظام تو انکا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ دل کھولکر برا بھلا کہا اور جلسہ میں ہمیں للکارتے رہے کہ مباحثہ کے لئے نکلو لیکن چونکہ ان دنوں خاکسار سیکرٹری انجمن حنفیہ جہلم کے گھر میں ایک ماتم ہو گیا تھا اسلئے حاضری سے معذور رہا اور اصحاب اہلحدیث کے قرضہ سے سبکدوش نہ ہو سکا۔ جاتی دفعہ علمائے اہلحدیث یہ بھی کہہ گئے کہ آپ تو نہیں آئے ہم تمہارے جلسہ میں ضرور آجائینگے اور تم سے بحث کرینگے آخرکار ۱۰۔۱۱ اپریل سنہ ۲۲ء کو ہمارا دوسرا سالانہ عظیم الشان جلسہ ہوا جسمیں پنجاب بھر کے مشاہیر فضلاء تشریف لائے اس جلسہ میں علاوہ مواعظ حسنہ کے مخالفین کے اس تمام قرضہ کی جو ہمارے ذمے دو سال سے واجب الادا تھا بیباقی کر دی گئی۔ قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا کہ خدا کے فضل سے مقلدین ہی وہ مسلمان ہیں جو دائرہ اسلام کے مرکز (کعبۃ اللہ) میں داخل ہیں۔ انہی کے وہاں چار مصلّے بچھے ہیں۔ غیر مقلدین کو وہاں رہائش تو کیا باظہار عقیدہ داخل ہونا بھی متعذر ہے۔ اسلئے خدا کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے ہم ناجی اور غیر مقلدین غیر ناجی ہیں۔ اس جلسہ میں وہ تمام کھیلیں جو سالہا سال سے مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب لوگوں کو مغالطہ دینے کیلئے دکھا کر اپنی صداقت ثابت کیا کرتے تھے۔ ایک ایک دکھلا کر ثابت کیا گیا کہ مولوی صاحب کے یہ سب دلائل نکمے اور بازیچہ طفلاں ہیں۔ ان خود ساختہ کھیلوں سے تو انکے مذہب کی بنیاد پختہ ہونیکی بجائے جڑ سے اکھڑتی ہے۔ غرض تردید ایسی پر زور ہوئی کہ دنیا کو اصلیت معلوم ہو گئی اور اہلحدیثوں کے گھر ماتم بپا ہو گیا۔ ہر چند مولوی صاحبان کو تار دئے گئے۔ آدمی دوڑائے گئے لیکن وہ نہ پہنچ سکے۔ آخرکار جب تمام اور ہمارے سارے مولوی صاحبان گھر چلے گئے تو یہ منصوبہ ہو چکا تھا کہ

میر پور میں جا کر ایک جلسہ کریں۔ اور وہاں مباحثہ کا اکھاڑا جمائیں۔ اور دعوت مباحثہ بھی دیدیں۔ اشتہار شائع کیا گیا۔ اسمیں بڑے زور سے ہمیں دعوت مباحثہ دی۔ اور مولانا روحی صاحب اور خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر کو بتصریح اسماء مخاطب کر کے لکھا گیا کہ اگر مرد میدان ہو تو جلسہ میں آکر مباحثہ کرو۔ اور یہانتک بے جا جسارت سے کام لیا گیا کہ ہماری آمد و رفت کا خرچ وغیرہ بھی اپنے ذمے لینا تحریر کیا گیا۔ یا انکا یہ خیال تھا کہ اتنے دور دراز فاصلہ پر کوہستانی علاقہ میں کون آئیگا۔ بالخصوص انکو معلوم تھا کہ خاکسار زمیندار ہے۔ اور اسوقت فصلوں کی برداشت کا وقت ہونیکے باعث زمینداروں کو ایک منٹ کیلئے بھی باہر نکلنے کی کہاں فرصت ہے۔ مفت میں فاتح قادیان کی فتح کا ڈنکا بج جائیگا۔ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔

اور فی الواقع میرے لئے یہ بڑا نازک وقت تھا میر پور جانے میں میرا سینکڑوں روپوں کا نقصان تھا لیکن احباب نے اصرار کیا کہ جب قوم کیطرف سے اور ایک برگزیدہ مقدس بزرگ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ کی جانب سے شاہی کے جلسہ میں غازی اسلام کا خطاب حاصل کر چکے ہو تو ان تمام تکالیف و حرج کو برداشت کر کے بھی مخالفین کا تعاقب ضرور کرنا چاہئے تاکہ انکی حجت نہ رہے۔ خاکسار جہلم آگیا اور یہاں سے بعنوان "مباحثہ منظور" ۲۶ اپریل کا ایک اشتہار شائع کر دیا گیا جسمیں سکرٹری اہلحدیث میر پور کو لکھ دیا گیا کہ دعوت منظور ہے۔ ۴ مئی اتوار کو حاضر ہو جاؤں گا اور مناسب شرائط پر مباحثہ کیا جائیگا اس قدر دو ورقہ اشتہار نے مخالفین کے چھکے چھڑا دئے انہوں نے سمجھ لیا کہ اب پیچھا نہیں چھوٹیگا۔ جلد ہی سے ٹال مٹال کے حیلے سوچے گئے اور جہلم میں مشہور کیا گیا کہ مباحثہ نہ ہوگا اہلحدیث کے علماء جمعہ ہفتہ تک سب میر پور پہنچ گئے۔ اور ہمنے ۳ مئی صبح کو جہلم سے میر پور کو دھاوا بول دیا۔

جہلم سے ہماری روانگی

مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسر ہفتہ کے روز جہلم آ گئے تھے۔ وہ اسی روز ۵ بجے شام یہاں سے بذریعہ ٹانگہ روانہ ہو گئے اور سوال شریف میں شب باش ہوئے۔ ۴ مئی اتوار کو علی الصباح خاکسار مع اپنے معزز ہمراہیان کے جن میں مولوی فیروز الدین صاحب امام جامع مسجد خانساماں۔ ملک محمد صاحب ٹھیکیدار جہلم۔ میاں اصغر علی صاحب امام مسجد ملاحاں۔ میاں فضل کریم صاحب زرگر۔ بابو امام الدین صاحب۔ چوہدری سراج دین صاحب میاں کریم بخش کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ بسواری ٹانگہ ہائے جہلم سے میر پور کو روانہ ہوئے۔ دریا تک ٹانگے پر گئے پھر کشتی کے ذریعہ دریا کو عبور کیا۔ آگے سواریاں آ گئی ہوئی تھیں۔ راستہ میں خانقاہ حضرت میاں محمد صاحب مرحوم اور حضرت غازی قلندر کے مزار پر انوار پر فاتحہ خوانی کی اور برکت حاصل کی۔ یہاں میر واعظ امرتسری بھی شامل ہو گئے۔ پیّی کی کٹھن منزل طے کی۔ گالہ بلاہ سے آگے بڑھے تو شہر میر پور نظر آیا۔ دس بجے

فاصلہ باقی تھا کہ مسلمانانِ میرپور فضلاءِ احناف کے استقبال کے لئے آپہونچے۔

استقبالِ فضلاء

مسلمانانِ میرپور نے محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ دودھ شیرینی ساتھ لائے تھے دودھ شربت پلایا گیا۔ اور شیرینی کھلائی گئی۔ شہر کے نزدیک پہنچے تو ایک لشکر سا نظر آیا۔ یہ حنفی مسلمانوں کا جلوس تھا جو علماءِ احناف کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ اس بھاری جلوس کے ساتھ ہم شہر میں داخل ہوئے۔ سارا جلوس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعرے لگاتا ہوا اس مقام کے پاس سے گذرا جہاں اہلحدیث کا جلسہ تھا۔ جلوس کے نعروں کی آواز سنکر اہلحدیثوں کے دلپر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ جلسہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جلسہ گاہ خالی میدان پڑا تھا۔ وہاں سے گذر کر ہم بازار میں داخل ہوئے۔ تمام اہل ہنود بڑی محبت سے پیش آئے۔ ہر ایک کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا کہ "سنّی آگئے ہیں اب وہابی بھاگ گئے"۔ ہمیں ایک وسیع مکان میں اُتارا گیا۔ ہمنے علمائے اہلحدیث سے خط و کتابت شروع کی

علمائے غیر مقلدین سے خط و کتابت

مباحثہ کا وقت و مکان مقرر کرنے اور شرائطِ بحث طے کرنیکے لئے علماء غیر مقلدین کو لکھا گیا اُدھر سے جو جواب موصول ہوا اُن سے کچھ گریز کی صورت نظر آئی۔ چنانچہ انہوں نے دوسری جگہ میں بحث ٹھہرنے۔ ثالث مقرر کرنے اور حفظِ امن کی ذمہ داری لینے سے انکار کیا۔ آخر کار بعد چندیں خط و کتابت کے جو ۲ بجے سے شروع ہوکر رات تک جاری رہی اور پھر دوسری صبح کو بھی نامہ و پیام جاری رہا۔ ہمنے حسب نوٹ اشتہار خود .... "تا بخانہ اش باید رسانید" اُنکے گھر جلسہ گاہ میں جانا منظور کرلیا اور مباحثہ کے لئے ۲ بجے کا وقت مقرر کیا گیا۔ اور ثالث ایک ہندو معزز وکیل لالہ جوتی رام صاحب مقرر کئے گئے اور بحث "فرقہ ناجیہ" قرار پایا۔

میدانِ مباحثہ کو روانگی

بعد ادائے نمازِ ظہر ۲ بجے ہمنے میدانِ مباحثہ کیطرف کوچ کیا۔ اسوقت مسلمانوں کا بہت بڑا جلوس جو ہزاروں کی تعداد میں تھا ہمارے ساتھ تھا۔ جب یہ جلوس بازار سے گذرا تو تمام بازار اس سرے سے اُس سرے تک آدمیوں سے بھرپور تھا جسوقت ہم مع اس بھاری جلوس کے میدانِ مباحثہ (جلسگاہِ اہلحدیث) میں پہنچے تو دیکھا کہ علمائے غیر مقلدین مع چند اشخاص کے وہاں بیٹھے ہیں اسقدر خلقِ خدا کو دیکھکر وہ سہم گئے اور ایسے وحشت زدہ ہوئے کہ اُنکے چہروں کی رونق اُڑ گئی۔

نشستگاہِ فریقین

جلسہ گاہ میں جانب غرب اہلحدیث کا سٹیج بنا ہوا تھا۔ اسپر میز اور تین کرسیاں لگی تھیں۔ وسط میں مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب اور دائیں بائیں مولانا مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی محمد صاحب جوناگڈھی بیٹھے ہوئے تھے اُسکے مقابلہ میں کچھ فاصلہ پر جانب شرق ہمارے لئے سٹیج بنایا گیا تھا۔ میز لگا ہوا تھا۔ اور تین کرسیاں رکھی گئیں۔ درمیان کی کرسی پر

خاکسار مناظر احناف بیٹھ گیا۔ اور دائیں بائیں مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری و مولانا مولوی عبدالصمد صاحب لدڑوی تشریف فرما ہوئے جلسہ گاہ کی جانب جنوب میز لگایا گیا تھا اور تین کرسیاں رکھی تھیں۔ وسط میں لالہ جوتی رام صاحب پلیڈر ثالث فریقین اور دائیں بائیں لالہ بوانچند صاحب و لالہ سنت رام صاحب پلیڈران نشست فرماتے تھے۔ صاحب صدر کے پاس ہر دو فریق کیطرف سے درخواست پیش کی گئی کہ اول و آخر ہماری تقریر ہو۔ صاحب صدر نے فیصلہ ہمارے حق میں سنایا اور ہر دو فریق کے لئے ابتدائی تقریروں کیواسطے ۱۵ منٹ وقت رکھا گیا اور دوسری تقریروں کے لئے ۱۰ منٹ وقت تجویز ہوا خاکسار نے پہلے تقریر شروع کی

(نوٹ) چونکہ تقریروں کو بالاستیعاب یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے اسلئے ضروری امور بطور خلاصہ درج کئے جاتے ہیں

ہماری تقریر

خاکسار نے بیان کیا کہ ہم ہر دو فریق مسلمان کہلاتے ہیں۔ ہمارا اختلاف فرقہ ناجیہ کے متعلق ہے کہ ہر دو میں سے کون فریق ناجی اور کون غیر ناجی ہے۔ ہمارا استدلال قرآن حدیث سے ہونا چاہیئے۔ میرا دعوی ہے کہ ہم ناجی ہیں۔ فریق ثانی غیر ناجی۔ دلیل میں پہلے کتاب اللہ پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم کے پارہ ۱۷ میں آیت ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (۱۰۵) (ترجمہ) ہمنے زبور میں توریت کے بعد لکھدیا ہے کہ ارض مقدسہ کے وارث میرے صالح بندے ہونگے

اسمیں کلام نہیں کہ ارض سے مراد مطلق زمین نہیں ہو سکتی کیونکہ زمین پر تو ہر قسم کے بادشاہ صالح و غیر صالح عادل ظالم، نیک و بد ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے اس لئے کوئی خاص زمین مراد ہے۔ جیسا کہ الف لام عہد اسپر دلالت کرتا ہے۔ یہ امر کہ وہ کونسی زمین ہے اسکے لئے ہمیں زبور و توریت کو دیکھنا چاہیئے جنکا حوالہ قرآن کریم نے دیا ہے۔ زبور ۳۷۔ آیت ۲۹ میں لکھا ہے۔ صادق زمین کے وارث ہونگے اور ابد تک اسمیں رہینگے۔ توریت کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۸ میں ابرہام کے خطاب میں ہے۔ میں تجھکو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا ملک جسمیں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو اور میں اسکا خدا ہونگا۔ توریت نے تصریح کر دی ہے کہ اس سرزمین سے مراد ملک کنعان جسمیں بیت المقدس ہے اور ارض شام جسمیں مدینہ منورہ بھی شامل ہے مراد ہے اور چونکہ ارض مقدس کی وراثت ہم مقلدین کو ملی ہوئی ہے۔ وہاں آل عثمان کی حکومت ہے جو حنفی المذہب ہیں۔ اسلئے بشہادت قرآن و کتب مقدسہ ہم صالحین (فرقہ ناجیہ) میں داخل ہیں۔ اور چونکہ اس سرزمین پاک میں کوئی اہلحدیث غیر مقلد نہیں ہے۔ نہ وہاں کوئی شخص اس فرقہ کا اظہار عقیدہ خود کر سکتا ہے اسلئے یہ غیر ناجی ہیں۔ علاوہ اسکے حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا متفق علیہ) اس حدیث کا یہی مفہوم ہے کہ اسلام کا اصلی مرکز مدینہ منورہ ہے جہاں اسلام سمٹ کر جا پہنچتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے انما المدینۃ کالکیر ینفی خبثھا و ینصع طیبھا

یعنی مدینہ ایک بھٹی ہے جو خبیث کو اڑا دیتی اور پاک کو باقی رہنے دیتی ہے۔ تیسری حدیث ہے۔ علی نقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال (ترجمہ) "مدینہ کی گلیوں پر ملائکہ کا پہرہ لگا ہوا ہے وہاں وبا اور دجال کو بھی دخل نہیں ہو سکتا۔" اسیطرح مکہ معظمہ کی بہترین زمین ہونیکا ثبوت اس حدیث سے ہے۔ واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ یعنی اے مکہ! تو خدا کی سب زمینوں سے خدا کی پسندیدہ زمین ہے۔" پھر حسب دلائل بالا ارض مقدس بیت المقدس کی زمین یا مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی سرزمین کے رہنے والے ہی صالحین ناجیہ فرقہ قرار دیئے جاسکتے ہیں جو اسلام کا اصل گھر ہے۔ چونکہ اسکے وارث ہم ہیں اسلئے ہم ہی ناجی ہیں۔ دوسری دلیل اس حدیث سے ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (ابن ماجہ) (ترجمہ) "تم بڑی جماعت کے تابع ہو جاؤ کیونکہ جو اس سے الگ ہوا وہ آگ میں گرا۔" اب دیکھنا یہ ہے کہ بڑی جماعت ہم ہیں یا آپ۔ اس مجلس کو دیکھئے۔ تمام لشکر کا لشکر ہمارے بھائیوں کا یہاں جمع ہے۔ آپ آٹے میں نمک بھی نہیں۔ اور دنیا کے مسلمانوں کو دیکھو۔ ہند، سندھ، سمرقند، بخارا، کابل، روم، شام، عرب و عجم میں ہمارے بھائی مقلد ہی بستے ہیں۔ پھر اس بڑی جماعت کے تابعدار ناجی اور دوسرے غیر ناجی ہوں گے۔

مولانا ابو الوفا کی تقریر

ابو الوفا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر شروع کی اور فرمانے لگے کہ فریق مخالف کی تقریر صرف زبانی ہے اصل بات وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ حدیث میں ہے۔ ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلہم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ہی یا رسول اللہ۔ قال ما انا علیہ واصحابی اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہو جانا اور انمیں سے ایک کا ناجیہ ہونا بیان فرمایا ہے اور اسکی پہچان یہ کہ جو میرا اور میرے اصحاب کا مذہب ہے۔ رسول اللہ اور انکے اصحاب مقلد تھے نہ اسوقت یہ چار مذہب پیدا ہو گئے تھے۔ اسلئے انکا ہی مذہب تھا جو ہمارا مذہب ہے۔ اور ہم ناجی ہیں۔ آیت کا جواب یہ دیا کہ ارض مقدسہ پر تو حکومت یہودیکی بھی ہو چکی ہے اور اسوقت وہاں برطانیہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ حدیث پیش کردہ کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ سیاسیات کے متعلق ہے یعنی پولیٹیکل امور میں بڑی جماعت کے تابع ہونا چاہئے نہ دینی امور میں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم قدیم سے ہیں مقلدین بعد میں پیدا ہوئے جب ائمہ الاربعہ پیدا ہوئے۔

جواب الجواب

اسکے جواب الجواب میں کہا گیا کہ حدیث ما انا علیہ واصحابی والی مولانا نے ساری نہیں پڑھی۔ یہ ابو داؤد کی حدیث ہے اور "ما انا علیہ واصحابی" سے آگے وہی الجماعۃ لکھا ہوا ہے یعنی یہ کون لوگ ہیں جو بڑی جماعت رکھتے ہیں۔ اس سے مطلب صاف ہو گیا رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ

کا وہی مذہب تھا جو مسلمانوں کے سواد اعظم یعنی جماعت کا مذہب ہے۔ اور یزید یا کسی اور ظالم کا[1] چند روزہ کبھی قبضہ ہوا ہو تو وہ وراثتانہ نہیں بلکہ غاصبانہ عارضی قبضہ سمجھا جائیگا۔ آیت میں یَرِثُهَا کا لفظ صاف ہے جسکا یہ معنے ہے کہ عباد صالحون کو یہ زمین وراثتاً دیگئی ہے انہوں نے ابد الآباد تک اسکا حاکم رہنا ہے۔ چند روزہ مخالف حکومت لایعبأ بہ ہوگی۔ یزید نے قبضہ تو کیا لیکن فی الفور وہاں سے دھکے دیکر اسکی حکومت کا استیصال کیا گیا آج سوائے لعنت و پھٹکار کے اسکے نصیب میں اور کچھ نہیں ہے۔ اور حدیث اتبعوا السواد الاعظم میں اگر پولیٹیکل معاملات اور دنیوی امور میں بڑی جماعت کے اتباع کا حکم ہے اور دینی امور میں نہیں۔ تو حدیث میں من شذ شذ فی النار کے وعید کا کیا معنے۔ یہ وعید تو اسی صورت میں ہے کہ دینی امور میں اتباع نہ کیجائے۔ علاوہ ازیں دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ دینی امور میں ہی اتباع مراد ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ (مشکوٰۃ ص ۲۲) یعنی شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے وہ بچھڑی ہوئی ریوڑ سے دور رہ جانیوالی اور کنارہ کش بکری کا شکار کرتا ہے۔ تم تفرقہ نہ کرنا۔ بڑی جماعت عامۃ الناس کے تابع ہو جانا۔ دوسری حدیث من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (ابو داؤد) یعنی جو شخص جماعت سے بقدر بالشت بھی دور ہو گیا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ پہلی حدیث میں شیطان کا حملہ اور دوسری میں اسلام سے نکل جانا۔ صاف دلالت کرتے ہیں کہ دنیوی کاموں میں نہیں بلکہ دینی امور میں جماعت کی اتباع مراد ہے۔ دنیوی کاموں میں گمراہ کرنا شیطان کا کام نہیں بلکہ اسکا حملہ ہمیشہ دینی امور کے متعلق ہوتا ہے اور دنیوی کاموں میں جماعت سے الگ رہنے والا اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ یہ بات کہ اصحاب مقلد نہ تھے درست نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ہر معاملہ میں آپکے قول و فعل کی تقلید ہوتی تھی۔ صحابہ کے زمانہ میں عوام الناس اصحاب رسول کے آثار کی اتباع کرتے تھے پھر تابعین کی۔ پھر ائمہ اربعہ نے دین کو واضح کر دیا اور انکی تقلید ہونے لگی۔ نماکسا نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ آیت پیش کردہ

---

[1] کہا جائیگا کہ آجکل ابن سعود وہاں کا حاکم ہے۔ جو وہابی ہے۔ پس استدلال صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو ابن سعود خود کو حنبلی (مقلد) بیان کرتا ہے اور ترک تقلید کو برا قرار دیتا ہے۔ دوم اگر وہ غیر مقلد آپکا بھائی ہی سمجھا جائے تو اسکا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تصور کیا جائیگا۔ کچھ سال انتظار کرو انشاءاللہ اسکا بھی وہی حشر ہوگا جو اسکے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا یا یزید کا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے سچے ہیں اور یہ بھی کہ وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۔ آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کو ملیگی۔ جیسا کہ قرآن کی پیشگوئی ہے۔ ۱۲ منہ

کو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو آیت کے مقابلہ میں کوئی آیت پیش کرتے کہ ارض مقدسہ کے وارث صالحین نہیں بلکہ طالحین بھی ہو سکتے ہیں۔ یا آیت کا معنے کچھ اور کریں۔

ابوالوفاء وہی الجماعۃ کے متعلق آپ نے یہ جرح کی کہ بڑی جماعت کہاں سے نکال لیتے ہو۔ الجماعۃ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ آیت میں معنے الصالحین کا آپ نے یہ کیا کہ اس سے مراد حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی توہین اور یزید کی تعریف

مولانا ابوالوفا اسوقت کچھ ایسے بدحواس ہو گئے کہ یزید کی مدح سرائی شروع کر دی اور امام حسین علیہ السلام کی توہین پر کمر باندھ لی۔ بڑی بے باکی سے کہنے لگے کہ یزید میں حکومت کی صلاحیت تھی اور وہ جنگی قابلیت رکھتا تھا اسلئے وہ صالحین میں داخل تھا امام حسینؑ حکومت کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور جنگی قابلیت بھی نہ رکھتے تھے اسلئے اول الذکر کامیاب اور دوم ناکامیاب ہے۔

مسئلہ خلافت اس موقعہ پر آپ کو مسئلہ خلافت بھی بھول گیا۔ آپ فرمانے لگے کہ انگریزوں میں حکومت کرنے کی صلاحیت ہے اسلئے وہ صالحون اور ارض مقدسہ کی سلطنت کے مستحق ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی ٹھیکہ نہیں۔ ہندو ہو خواہ انگریز ملکداری کی جسمیں قابلیت ہو وہی یرثھا الخ کا مصداق ہو سکتا ہے۔ اور ارض مقدسہ پر حکومت کرنیکے قابل۔ حدیث اتبعوا السواد الاعظم کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اس موقعہ پر لالہ ویدچند صاحب نے مولوی ابوالوفا سے یہ سوال کیا کہ آپ کسی تفسیر سے صالحین کا معنے یہ دکھا دیں کہ صلاحیت حکومت یا جنگی قابلیت مراد ہو۔ اور خاکسار سے یہ سوال کیا کہ الجماعۃ کا معنے بڑی جماعت آپ کہیں سے دکھادیں۔ مولوی ابوالوفا صالحین کا معنے کسی تفسیر سے نہ دکھلا سکے۔

میری تقریر میں نے اپنی تقریر میں مولوی صاحب کے اس نرالے معنے کیطرف حاضرین کو توجہ دلائی کہ آجتک کسی فرد بشر کو ہندو ہو یا مسلمان یہ کہنے کی جرات نہیں ہوئی کہ یزید علیہ اللعنۃ صالح تھا اور حضرت امام حسینؑ (معاذ اللہ) غیر صالح تھے جس شخص نے آل رسول کو ظلم کی تلوار سے بیگناہ قتل کر کے لعنت ابدیہ حاصل کی ہو۔ ایک مولوی سٹیج پر کھڑا ہو کر اتنے بڑے مجمع میں اسکی قابلیت کا اعتراف کرے اور اسکی مدح سرائی کرے اور سردار جوانان بہشت راکب دوش رسول مقبول امام حسینؑ کو ناقابل اور غیر صالح قرار دے کسقدر غضب کی بات ہے۔ اسوقت مجمع میں بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہندو مسلمان حاضرین کو مولوی صاحب کیطرف سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔

وہی الجماعۃ کی تشریح خاکسار نے دوسری حدیث اتبعوا السواد الاعظم سے کر کے لالہ ویدچند صاحب

کی تسلی کر دی۔ اور اس علمی قاعدہ کی رو سے کہ مطلق کا مرجع کامل ہوتا ہے۔ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے کامل مفہوم بڑی جماعت مراد ہوگی۔

فرضی مثنوی کا شعر

اسکے بعد مولانا ابوالوفا کا زور تقریر گھٹ گیا۔ اور ناطقہ بند ہوگیا۔ کچھ ادھر ادھر کی بے تکی ہانکنے لگے۔ ایک دفعہ ایک من گھڑت شعر مثنوی مولانا روم کیطرف منسوب کر دیا ست دین حق را چار مذہب ساختند ٭ رخنہ در دین نبی انداختند ٭ خاکسار نے زور سے کہا کہ یہ تمہارا خانہ ساز شعر ہے۔ اگر مثنوی مولانا روم سے دکھا دو۔ تو ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔ چونکہ یہ شعر مثنوی کا ہرگز نہیں تھا۔ مولانا کی جعلسازی تھی اسلئے آپ کو ایسی سخت ندامت ہوئی کہ ایک عالم کے لئے حریف کے سامنے ایک جھوٹا دعوے کر کے عہدہ برآنہ ہونا موت سے بھی بدتر ہے یہ مطالبہ بار بار کیا گیا۔ لیکن شیر پنجاب نے گردن نہ اٹھائی۔ نہ لب ہلا سکے۔ ایسا ہی صالحین کا من گھڑت معنے کسی تفسیر سے دکھانے سے عاجز رہ گئے۔ اسکا بھی بار بار مطالبہ ہوتا رہا۔

بشنو از نجدی و از یاران نجد

مولانا ابوالوفا کے اس دعوے کے جواب میں کہ ہم پرانے ہیں مقلدین نئے ہیں۔ میاں عبدالوہاب نجدی کا ذکر خیر بھی آگیا جو یاران نجد کے جد امجد ہیں۔ اور عرض کیا گیا کہ آپ کی پیدائش تو میاں عبدالوہاب نجدی کے وقت سے ہے جس نے مکہ معظمہ میں سینکڑوں حاجی حافظ شہید کئے۔ مدینہ منورہ میں پہونچکر بہت سے مزار پاک اکھڑوا دیئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر بھی دست درازی کا ارادہ کیا۔ ناکام رہا۔ اور اسکو آخر کار ذلیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارھویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں۔ آپکا گروہ عبدالوہاب کا پیرو ہو کر پہلے وہابی کہلاتا رہا۔ جب اسکے کرتوت بیان کر کے لوگوں نے شرم دلائی تو اپنے محمدی کہلانا شروع کیا۔ اسپر بھی ثابت قدم نہ رہے پھر موحد کہلائے۔ یہ بھی چھوڑ کر اب اہلحدیث کہلاتے ہیں ؎

تیرے وعدے کو بت حیلہ جو نہ قیام ہے نہ قرار ہے ؏ معلوم نہیں اسکے بعد کیا کیا چولا بدلیں گے۔ پھر تعجب ہے کہ ہمکو جو پیروان ملۃ حنیفہ اور مذہب امام اعظم رض کے متبعین ہونے کی وجہ سے ابتدا سے حنفی کہلاتے ہیں اور کہلاتے رہینگے بفحوائے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" یہ کہا جاتا ہے کہ تم نئے ہو اور ہم پرانے۔ یا للعجب ! مولانا ابوالوفا فرمانے لگے کہ وہ تو تمہارا بھائی حنبلی تھا ہمارا اس سے کیا تعلق ؟ اسکے متعلق شامی کا حوالہ دیا۔ حالانکہ وہاں لکھا ہے اتباعہ ینتحلون الی احمد الحنبل۔ یعنے اسکے پیروان جھوٹا دعوا حنبلی ہونیکا کرتے ہیں۔ ہمیں عرض کی گئی ہے کہ اسکا تعلق تمسے ہے اور وہابی آپ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ پہلے پہل یہی آپ کہا کرتے تھے ؎ ہیں رحمان والا جو اسکو نہ مانے وہ شیطان والا ٭ یہ بھی کہا گیا کہ وہ حنبلی نہیں کہلاتے ہونگے جیسا

٭ جیسا ابن سعود اپنا وہابی بھائی سمجھکر فخر کیا جاتا ہے۔ یا للعجب۔

مولانا ابراہیم صاحب جہلم میں حنفی کہلاتے رہے۔ اور آخری وقت میں مولوی محمد حسین صاحب آپکے استاذ الحدیث حنفی کہلاتے تھے۔ مولوی ابراہیم صاحب نے فرمایا غلط۔ حالانکہ جہلم کی جماعت اس امر کی شاہد عدل موجود ہے کہ آپ ایک عرصہ حنفی کہلاتے رہے حنفیوں کے پیچھے بلا رفع یدین وغیرہ نمازیں پڑھتے رہے۔ مولویصاحب نے اپنے استاذ کی یہ تعریف کی کہ وہ چالباز تھے انکی چال تھی کہ تم لوگوں کو اسطرح اپنے دام میں پھنسائیں۔ اور عرصے کہا گیا کہ یزید کی وہ تعریف اور اپنے استاذ کی یہ توہین کہ وہ چالباز اور دھوکا باز تھے۔ اگر استاذ ایسے تھے تو شاگرد رشید کا کیا کہنا۔ پھر آپ انکو استاذ ماننے سے بھی انکاری ہونے لگے۔ غرض آپ سے کوئی بات بھی بن نہ پڑی آخر مجبور ہو کر یہی جواب پیش کر دیا ہے کہ اگر اصحاب مقلد رسول اور تابعین مقلد اصحاب تھے تو ہم بھی مقلد ہیں۔

میں نے کہا کہ یہی تقلید منوانے کیلئے ہم آئے تھے۔ مولانا روحی صاحب کا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ اہلحدیث کو بھی تقلید بغیر چارہ نہیں جب بخاری وغیرہ مصنفین کتب حدیث مقلد ہیں۔ تمام مفسرین مقلد تو آپ کو بغیر تقلید کیا چارہ۔

آخری تقریر میری تھی اسمیں خلاصۃً بتایا گیا کہ (۱) مولویصاحب آیت وَلَقَدْ كَتَبْنَا الآیۃ کے جواب سے عاجز رہے۔ (۲) صالحین کا معنی گھڑت معنے کر کے کسی تفسیر سے ثابت نہ کر سکے (۳) مثنوی کا شعر لکھکر پھر نہ دکھلا سکے (۴) ہمارے مسئلے تو حجۃ اللہ کے گرد پھرتے ہیں پانچواں مسئلے وہاں نہیں دکھا سکے (۵) امام حسین علیہ السلام کی توہین اور یزید کی تعریف کر کے اپنے ذمہ دھبہ لے لیا۔ (۶) اپنے استاذ کو چالباز کہکر شفیع گر اڑا دیا (۷) اتبعوا السواد الاعظم حدیث کا کوئی جواب نہ پیش کر سکے۔ تو آپ حاضرین مولویصاحب کی بے بسی کا اندازہ کر سکتے ہیں اور تمام حاضرین ہندو مسلم کے دل آپ سے متنفر اور میری طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور صاحب صدر اور انکے ہمنشین اور جملہ حاضرین بھی زبان حال و قال سے ہمیں ڈگری دیتے ہیں۔ تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہم جیتے اور آپ ہارے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

بس جلسہ برخاست ہوا۔ ہمیں مبارکبادیں ملنے لگیں اور اہلحدیث علماء بغلیں جھانکنے لگے۔ خاکسار کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور سواری جو فٹن تھی بہت بڑے جلوس کے ساتھ جو ہندو مسلمانوں پر مشتمل تھا بازار میں پھرایا گیا۔ ہندو مسلمان مبارکباد اور آفرین و تحسین کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ہم بازار میں گشت لگاتے ہوئے اس جگہ پہونچے جہاں انجمن حنفیہ میرپور کا جلسہ ہونا تھا۔ وہاں پہونچکر پھر خاکسار کے علاوہ باقی علماء فضلاء کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور مبارکبادیں ملنے لگیں اور حافظ اللہ رکھا صاحب نعت خوان سیالکوٹی نے فتح کا سہرا سنایا۔

غنیۃ الطالبین

ہاں ایک بات میں لکھنا بھول گیا ہوں کہ مولویصاحب نے اپنی تقریر میں غنیۃ الطالبین کی عبارت پڑھکر کہا تھا کہ حنفی مرجیہ فرقہ میں داخل ہیں۔ عبارت یہ پڑھی گئی:-

واما الحنفیۃ فھم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت علی ما ذکرہ البرھوتی فی کتاب الشجرۃ (ترجمہ)

اور حنفیہ وہ اصحاب ابی حنیفہ ہیں جیسا کہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں لکھا ہے۔ سو اسوقت غنیۃ الطالبین ہمارے

پاس موجود نہ تھی۔ ہمنے ایک کتاب بازار سے منگوا کر دیکھی ہے جو شیخ عبدالحی بن الشیخ محی الدین الاسعردی المحدث نے مطبع اسلامیہ لاہور میں چھپوائی ہے اسمیں تو یہ عبارت اسطرح لکھی ہے لیکن ایک دوسرا نسخہ جو مولوی فقیر محمد صاحب مرحوم کے کتب خانہ سے ملا ہے اور جو ۱۳۰۳ھ میں مطبع المفید لاہور میں چھپی ہے اسمیں صرف بعض اصحاب ابی حنیفہ درج ہے پھر سارے حنفیوں کے ذمے مرجیہ ہونیکا الزام لگانا بہت بڑی بیجائی ہے یہ تو بعض حنفیوں کی نسبت لکھا گیا ہے اور وہ بھی مصنف کتاب غنیۃ الطالبین اپنی طرف سے نہیں بلکہ برہوتی نام مصنف تجرہ کا یہ قول درج کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے اہلحدیث حنفیوں کو بدنام کرنیکے لئے کہانتک جعلسازی سے کام لیا کرتے ہیں حنفیوں میں سے کوئی بعض ایسا کہتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو گا جیسا کسی وقت مولوی ابراہیم صاحب حنفی کہلاتے رہے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی حنفی کہلاتے رہے ایسے بعض نامعلوم مرجیہ ہوں احناف کے ذمہ کوئی دھبہ نہیں لگا سکتا۔ اللہ اکبر! اہلحدیث بھائیوں کو ایسی جعلسازی کرتے وقت نہ خوف خدا ہوتا ہے ورنہ اسبات کا خیال کہ جب یہ خیانت ظاہر ہو جائیگی تو کسقدر ذلت ہوگی۔ مولانا ابوالوفا نے تو مثنوی کا شعر بنا کر مجلس میں سنایا اور آخر کار ذلت حاصل کی۔ انکے بھائی عبدالحی نے بعض کا لفظ اڑا کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا بھلا ایسے لوگوں کے کسی قول و فعل کا بھی کوئی اعتبار ہو سکتا ہے۔ ہمارے پاس پرانے مطبع کی کتاب موجود ہے جو صاحب چاہے دیکھ سکتا ہے اور یہ بات خاص غور کے لائق ہے کہ جناب غوث پاک رح مقلد امام احمد حنبل تھے پھر غیر مقلد انکی کتاب سے کیا استدلال کر سکتے ہیں۔ اگر آپکا اعتقاد غوث پاک پر ہے تو تقلید بھی انہیں سے تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں محمدیہ فرقہ کو روافض کے فرقوں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ فرقہ اہلحدیث کے لوگ ایک عرصہ تک محمدی کہلاتے رہے۔ کیا آپ اس تمغہ پر جو حضرت غوث پاک آپ کو رفض کا عطا فرماتے ہیں راضی ہو گئے۔ مبارک ہے۔ ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

انجمن حنفیہ میرپور کا جلسہ

انجمن حنفیہ میرپور کا جلسہ یکم مئی کو ۲ بجے بعد نماز ظہر شروع ہو کر ۵ بجے تک رہا۔ اور ۲ مئی کو ۹ بجے رات سے ۱۲ بجے تک۔ اور ۳ مئی کو دن اور رات وعظ و بیان ہوتے رہے۔ ان دنوں میں مسلمانوں کے علاوہ کثرت سے ہنود صاحبان شامل ہو کر بڑی توجہ سے وعظ سنتے رہے۔ آخری دن لالہ جوتی رام صاحب جو ہمارے ثالث بنے تھے مولانا [illegible] صاحب کیلئے تشریف لائے اور مولانا کی تقریر جو مضامین مباحثہ کی توضیح اور عقائد اہلحدیث کی تردید تھی بڑی توجہ سے سنتے رہے۔ مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسری کے مختلف وعظ ہوئے حاضرین

آپکے وعظ کے ایسے شیدا ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سنکر بھی سیری نہ ہوتی تھی۔ کرامات اولیاء اور مسئلہ علم غیب کے متعلق آپنے قرآن و حدیث سے ایسے ثبوت پیش کئے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی عبداللہ صاحب لدڑوی اور اُنکے شاگرد مولوی حیات علی صاحب (مولوی فاضل) کے بھی وعظ ہوئے۔ مولانا نے مسئلہ تقلید اور فضائل امام والا مقام کے متعلق ایسے دلائل دیئے کہ سُننے والے عش عش کر رہے تھے۔ ۴ مئی رات کے ۱۱ بجے جلسہ ختم ہوا۔ اور انجمن حنفیہ میرپور باقاعدہ بنائی گئی۔ مولوی عبداللہ صاحب پریذیڈنٹ اور میاں پیر بخش صاحب سکرٹری۔ مولوی کرم الٰہی صاحب جائینٹ سکرٹری اور میاں مختار مجید صاحب محاسب اور بہت سے ممبر منتخب ہوئے۔

میرپور سے روانگی

۵ مئی علی الصباح میرپور سے ہم روانہ ہوئے۔ ایک جوفان جسمیں مولانا مولوی خیر شاہ صاحب کو سوار کیا گیا اور باقی گھوڑے حاضر کئے گئے اور پھر ہمارا سارا اسٹاف سوار ہو لیا۔ مسلمانان میرپور ہمارے ساتھ دو میل تک آئے۔ اور انکو الوداع کہی گئی۔ دینا تک گھوڑے آئے اور پھر بسواری ٹانگہ ہم جہلم پہنچے رات کو یہاں مولوی خیر شاہ صاحب کے گھر پر وعظ ہوا جہلم کی بہت سی مخلوق وعظ سننے کیلئے جمع تھی۔

شکریہ مسلمانان میرپور

میرپور کے مسلمانوں نے جس اخلاص و محبت کا ثبوت دیا وہ انہی کا حصہ تھا ہماری خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا نیز مباحثہ کی کامیابی کی جسقدر انکو خوشی حاصل ہوئی وہ گویا اپنے جاموں میں پھولے نہ سماتے تھے اگرچہ یہ سب مسلمان ایک سے ایک بڑھکر ستائش و تعریف کے قابل ہیں لیکن اس موقعہ پر چند اُن اصحاب کا جنہوں نے اس موقعہ پر اپنے دینی جلسہ کو کامیاب بنانیکے خاص خدمات انجام دی ہیں اسیقدر ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اوّل۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب ایک عالم باعمل ہیں جنکا وجود اس پہاڑی ملک میں غنیمت ہے آپ ایک متبحر عالم ہونے کے باوجود باخدا اور درویش صفت شخص ہیں بہت سی مخلوق آپ سے فیض حاصل کر رہی ہے اللہ تعالیٰ ایسے وجود کو دیر تک سلامت رکھے۔ میاں پیر بخش صاحب سکرٹری ایک با اخلاص اور با رسوخ قابل شخص ہیں انجمن کیلئے گویا روح رواں ہیں اور مسلمانان شہر کا انپر پورا اعتماد ہے امید ہے کہ ایسے ہی اشخاص کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔ ایک شخص میاں کرم الدین معزز ممبران انجمن میں سے ہے اسلامی کاموں میں جو ایثار و جانفشانی اس شخص نے دکھائی ہے وہ اسی کا حصہ تھا ایسے ہی اشخاص کے وجود سے ایسے اسلامی کام چل سکتے ہیں جو جان و مال سے دینی خدمات کیلئے حاضر ہوں۔ اسیطرح ایک شخص میاں مختار مجید صاحب محاسب انجمن ہیں یہ ایک قابل اور سرگرم رکن انجمن ہیں۔ انہوں نے موقعہ پر بڑی جدوجہد اور جانفشانی دکھائی۔ اور میز کرسیاں اور بنچ وغیرہ جمع کرکے جلسہ گاہ کی زینت بڑھائی امید ہے

کہ انجمن انکی خدمات سے بہت کچھ ترقی حاصل کرے گی۔ علیٰ ہذا یہاں کے ایک نوجوان حوالدار راجہ سلطان خان صاحب ملکپور تھے۔ یہ ایام جلسہ میں ہر وقت باوردی کمربستہ رہکر بجا آوری خدمات میں مصروف رہے اور خاتمہ مباحثہ پر ٹمٹم فٹن اور گھوڑے مہیا کرنا انہی کی قابلیت کا نتیجہ تھا۔ خدا ایسے خاندانی شخص کی عمر دراز کرے اور انجمن کی خدمات کی ہمیشہ توفیق ہو۔ ایسا ہی منشی ولایت خان صاحب مینیجر سنگر کمپنی نے مالی و جسمانی خدمات دکھا کر اپنے اسلامی جوش کا ثبوت دیا۔ میاں عبدالکریم رنگریز انجمن کے ایک سرگرم ممبر ہیں سارے کام چھوڑ کر انجمن کی خدمت میں لگے رہے۔ یہ جہلم میں ہمارے لینے کے لئے آئے تھے۔ جزاہ اللہ۔ ایسا ہی میاں خوشی محمد و تحصیل صاحبان نے سرگرمی دکھائی۔ ایک مرد صالح حافظ عبدالکریم صاحب انجمن کے سرگرم اور معزز ممبر ہیں انہوں نے معقول چندہ سے انجمن کی مدد کی اور آئندہ بھی جدوجہد پر کمربستہ ہیں۔ مولوی کرم الٰہی صاحب نائب سیکرٹری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ موضع بھین میں میرے لینے کے لئے گئے اور پھر امرتسر سیالکوٹ تک مولوی صاحبان کی تلاش میں پھرتے رہے خدا انکو جزا خیر دے۔ چوہدری فضل الٰہی صاحب ذیلدار کی خدمات خاص کر قابل ذکر ہیں۔ انتظام سواری اور دیگر امور میں آپنے خاص حصہ لیا۔ قاضی محمد جان صاحب گرداور حلقہ خانان کا وجود بھی انجمن کے لئے غنیمت ہے۔ ہمہ تن انجمن کی امداد میں مصروف رہے۔ حافظ محمد صاحب ساکن میال شریف کی کوشش بھی بیحد تعریف کے قابل ہے۔ مولوی کرم الٰہی صاحب کیطرح یہ بھی لاہور امرتسر تک مولویصاحبان کو لینے کے لئے گئے اور واپسی کے وقت جہلم تک ہمارے ساتھ آئے۔ ایسا ہی اور بہت سے ممبران انجمن کی جنکے اسوقت نام یاد نہیں ہیں کارکردگی تعریف کے قابل ہے۔ جن صاحبان نے انجمن کی مالی و جانی امداد کی خدا تعالےٰ انکو اجر جزیل عطا فرمائیگا۔ علاوہ میرپور کے جملہ مسلمانوں کو انجمن سے خاص ہمدردی ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ کسی وقت یہ انجمن خاص کامیاب ہوگی۔

میرپور کے اہل ہنود

ناانصافی ہوگی اگر اس موقعہ پر میرپور کے اہل ہنود صاحبان کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ یہ لوگ بڑے مبصر اور اہل الرائے ثابت ہوئے ہیں۔ ایسے مذہبی مجمع میں ہمیشہ یہ لوگ خاص حصہ لیا کرتے ہیں اور فتح و شکست کا نتیجہ نکالتے اور بلا رو رعایت رائے دیتے ہیں۔ تمام ہندو سکھ آریہ صاحبان کو ہماری کامیابی پر بیحد خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے ہماری خاص عزت کرکے اپنی محبت کا نقش ہمارے دل میں بٹھایا۔ مباحثہ کے روز دوکانیں بند کرکے وہاں بیٹھکر فریقین کی گفتگو سنتے رہے اور ایام جلسہ میں ہمارے جلسہ میں آکر بڑے خلوص سے وعظ سنتے رہے۔ بلکہ آخری دن رات کا اجلاس صرف ہندو صاحبان کی درخواست پر کیا گیا تھا جس میں ۱۲ بجے رات تک یہ لوگ وعظ سنتے رہے۔

معزز وکلاء میر پور بار کو فخر ہے جہاں لالہ جوتی رام صاحب جیسے قابل وکیل موجود ہیں۔ آپ نے صدر مجلس کی ڈیوٹی کو ایسے احسن طریق پر پورا کیا جس سے انکی تعریف کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ باوجودیکہ مجمع چھ سات ہزار اشخاص کا تھا آپ نے ایسا انتظام کیا کہ بالکل کوئی بد امنی نہ ہوئی۔ ہم انکا خاص شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسیطرح سے لالہ دیوانچند صاحب پلیڈر و لالہ بسنت رام صاحب مباحثہ کے روز وہاں موجود رہے۔ لالہ دیوانچند صاحب تو نوٹ بھی کرتے رہے اور فریقین سے مناسب سوالات بھی کئے۔ اور پھر ہمارے جلسہ وعظ میں شریک ہوتے رہے۔ ہم ان سب صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سید لال شاہ صاحب اور شیخ . . . . . صاحب میر پور کے دو لائق مسلمان وکیل ہیں انہوں نے بھی انجمن کی پوری امداد کی اور مہمانوں کی خاطر و مدارات میں پورا حصہ لیتے رہے۔ ہم انکے بھی مشکور ہیں۔

شکر مولےٰ بالآخر میں صدق دل سے اپنے مولےٰ کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے اس ناچیز بندہ کو توفیق عطا فرما کر اہل باطل پر غلبہ دیا اور حق کو فتح عظیم اور باطل کو شرمناک شکست دی۔ اور تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ کا مضمون پورا ہوا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

راقم
خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر (غازیِ اسلام) از بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

خطوط و مضامین کا جواب

حضرات ناظرین کو علم ہوگا کہ ۳ مئی ۱۹۳۲ء کو ایک مباحثہ بمقام میر پور ریاست جموں حنفیوں اور اہلحدیثوں کا بنسبت فرقہ ناجیہ ہوا تھا۔ حنفیوں کیطرف سے خاکسار اور اہلحدیثوں کی جانب سے شیر پنجاب مولانا مولوی ثناء اللہ امرتسری مناظر تھے۔ اس مباحثہ میں اہلحدیثوں کو سخت شرمناک شکست ہوئی۔ اور شیر پنجاب کو ایسی بری زک ملی کہ انکی ساری شیخی کرکری ہو گئی اور انکی شہرت خاک میں مل گئی۔ حنفیوں کی فتح کا نقارہ چار سو عالم میں بج گیا اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ ہند و پنجاب کے کونہ کونہ میں یہ آواز پہنچ گئی۔ اس واقعہ نے جماعت اہلحدیث میں سخت ہلچل ڈالدی اور وہ ایسے گھبرائے کہ جا بجا چیخ اٹھے۔ بہر چند اخبارات میں سلسلہ مضامین شروع کیا اور مختلف قسم کے راگ الاپنے شروع کئے۔ لیکن زخم کچھ ایسا کاری لگا تھا کہ کسیطرح بھی اسکی مرہم پٹی نہ ہو سکتی تھی۔ ہمنے من و عن صحیح واقعات بحث مختصر سے رسالہ کی شکل میں چھاپ دئیے۔ جس نے زخم پر اور بھی نمک چھڑکا۔ بس پھر تو ایسی سخت آگ لگی کہ بجھنے میں ہی نہیں آتی۔ مولانا ثناء اللہ خود بدولت

عالم سکتے میں ہیں لیکن انکے نفس ناطقہ حضرت نور محمد امرتسری اور خلیفہ ارشد میاں رشید جہلمی نے مضامین کی بھرمار شروع کر دی۔ اخباری مضامین پر ہی قناعت نہ ہوئی۔ اول الذکر نے نمبروار متعدد چٹھیاں چھپوا کر شائع کرنی شروع کیں چنانچہ تین نمبر شائع ہو چکے ہیں اور معلوم نہیں ابھی کیا کچھ کرنا باقی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ مقتضائے وقت بحث مباحثہ کا نہیں ہے نہ ایسے خرخشے ملک کو پسند ہیں مگر ہم سے رہا نہیں جاتا اسلئے مجبوراً ہمیں ان خطوط و مضامین کے جواب میں قلم اٹھانا پڑا۔ جو بالاختصار عرض ہے۔ مباحثہ مذکورہ میں ایک اچنبھا کی بات یہ بھی ہوئی کہ ہماری پیش کردہ آیت وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۔ کے جواب سے عاجز ہو کر مولانا ثناء اللہ یہ فرمانے لگے کہ ارض پاک یا ملک مقدسہ پر حکومت کا کوئی مسلمانوں کا ہی ٹھیکہ نہیں ہے بلکہ جس میں ملک گیری کی صلاحیت اور جنگی استعداد ہو۔ وہاں کا حاکم ہو سکتا ہے ہندو ہو یا انگریز۔ یہ بھی فرمایا کہ یزید میں یہ قابلیت و صلاحیت تھی اور وہ صالحون کا مصداق تھا اسلئے وہ مکہ و مدینہ کا حاکم بنا۔ اور امام حسینؑ اس قابلیت و صلاحیت سے معرا تھے وہ بحالت ناکامی قتل ہو گئے۔ جہلم کے کسی نامہ نگار نے جو مباحثہ میں موجود تھا یہ خبر اخبارات میں شائع کرا دی جس پر اہل اخبارات نے متعجب ہو کر حضرت ابوالوفاء کو بذریعہ تار توجہ دلائی کہ وہ اصل حقیقت سے اطلاع دیں۔ آپ نے ایسا کہا یا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ بات ہزاروں کے مجمع میں کہی گئی تھی اسلئے مولانا ابوالوفاء کو اس سے انکار کی گنجائش نہ تھی خود تو خاموش رہے لیکن نفس ناطقہ حضرت نور محمد امرتسری کو یہ ٹھیکہ دیا گیا کہ وہ انکی کسی حیلہ سے صفائی کر دیں۔

آپ نے مضامین بھی لکھے اور چٹھیاں بھی شائع کیں پہلی چٹھی میں تو آپ نے اُن باتوں کی نسبت جو حضرت ابوالوفاء نے یزید کی تعریف اور امام حسین علیہ السلام کی توہین کے متعلق بیان ہوئیں بالکل سکوت اختیار فرمایا شاید اسوقت تک کوئی تاویل سوچ میں نہ آئی تھی۔ چنانچہ چٹھی مذکور کے آخر میں لکھا کہ "آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت یزید وغیرہ کا قصہ لکھا ہے اسکی بابت میں پھر سوال کرونگا۔" لیکن مضمون اخبار وکیل و آفتاب میں آپ بالکل انکاری ہو گئے کہ مولوی صاحب نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ چٹھی نمبر ۲ و ۳ میں پھر اس سے سکوت اختیار کیا لیکن آپکے بھائی بند اور مولانا ابوالوفاء کے خلیفہ رشید نے اپنے اُس مضمون میں جو اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۳ مئی میں شائع کرایا بالکل بھانڈا پھوڑ دیا اور اسبات کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ ص۱۱ کالم ۳ میں مندرج ہے۔ "جو آیت آپ نے پیش کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ملک گیری کی صلاحیت رکھیں گے خدا انکو زمین کی حکومت دیگا۔ تاریخ دنیا بھی شہادت دیتی ہے کہ جو قوم جنگی لیاقت رکھتی ہے وہ غالب آ جاتی ہے۔" یہی بات نامہ نگار نے لکھی تھی کہ مولوی صاحب نے صالحین کے معنے حکومت کی

صلاحیت رکھنے والے اور جنگی قابلیت کے مالک کر کے یہ فرمایا تھا کہ چونکہ یزید میں یہ دو باتیں تھیں اسلئے وہ صالح تھا حکومت کا مالک ہوا۔ اور امام حسین علیہ السلام ان باتوں سے محروم تھے اسلئے وہ غیر صالح ناکام رہے اور قتل ہوئے۔ نیز انگریزوں میں یہ صلاحیت ہے اسلئے وہ اماکن مقدسہ پر حکومت کے اہل ہیں اور ترک یہ استعداد نہیں رکھتے وہ یہاں کی حکومت کے نااہل ہیں۔ کیا اب بھی ایڈیٹر اخبار وکیل و آفتاب کو اسکے ماننے میں تامل ہوگا کہ مولویصاحب نے مسلمانوں کا لیڈر اور خلافت کمیٹی کا رکن ہو کر ایسے بُرے خیالات کا اظہار سر مجلس کیا جبکہ انکا اخبار اور نامہ نگار کھلے لفظوں میں انکا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور مولویصاحب خود بدولت اس سے ساکت ہیں۔ مولوی نور محمد صاحب اب بتائیں کہ آپکا اخبارات میں یہ لکھنا کہ "خاکسار جلسہ مذکور میں ابتدا سے آخر تک شریک تھا اسلئے میں صاف کہتا ہوں کہ یہ سب باتیں جھوٹ محض بہتان ہیں۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ میاں عبدالرشید شریک جلسہ نہ تھے اور انہوں نے بھی یہ جھوٹ محض بہتان لکھدیا ہے ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

مولوی نور محمد صاحب براہ مہربانی یہ بھی بتائیں کہ صالحین کا یہ لفظ معنے مولویصاحب کسی تفسیر سے دکھا سکے جیسا کہ بار بار اسکا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بالخصوص ایک غیر مذہب لالہ دلاور چند صاحب پلیڈر نے جنکو آپنے پہلے ثالث بھی منظور کیا تھا اسکا مطالبہ مولویصاحب سے کیا تھا کہ آپ صالحین کا یہ معنے کسی تفسیر سے دکھلائیں جب نہیں دکھا سکے اور اب نہیں دکھا سکتے تو اسبات کو آپ انکی کامیابی کی دلیل سمجھیں گے یا شکست کی اسکا فیصلہ آپ ہی سنا دیں ہم آپکو یہ بھی یاد کرا دیں کہ مولانا ابوالوفا نے کس جرات و دلیری اور چالاکی سے سر اجلاس ایک فرضی شعر ؎ دین حق را چار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند اور خود گھڑ کر مولانا روم کے ذمے بہتان باندھا تھا کہ انکی مثنوی کا یہ شعر ہے اور پھر ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ مثنوی میں جو ہمارے پاس موجود ہے یہ شعر دکھلا دیں اور سو روپیہ انعام بھی لیں کیا مولانا ابوالوفا نے یہ شعر دکھلا دیا تھا یا اگر نہ دکھلایا تھا اور قیامت تک نہیں دکھلا سکتے تو کیا یہ بھی آپ انکی کامیابی سمجھتے ہیں یا کیا۔ اسکے فیصلہ کے لئے بھی ہم آپ ہی کو حکم کرتے ہیں۔

اسکے بعد ہم یہ کہنے کا بھی حق رکھتے ہیں کہ جن کتابوں کی فہرست آپنے چٹھی نمبر ۲ میں درج فرمائی ہے ہم اسکو کیونکر درست سمجھیں جب آپکو جھوٹی کتابوں اور تفسیروں کی نسبت ایسے افترا باندھنے پڑے تو فرضی فہرست لکھدینا یا لکھا لینا آپکے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر آپ سچے ہیں اور آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہے تو آپ لالہ جوتی رام صاحب پلیڈر صدر جلسہ اور لالہ دلاور چند صاحب و لالہ سنت رام صاحب پلیڈران کی شہادت جنکو آپنے خاص اہتمام سے بٹھایا تھا اور لالہ [illegible] کے پاس مولوی ابراہیم صاحب [illegible]

شروع ہونے سے پہلے کچھ سرگوشی کرنیکے لئے بھی اُٹھے تھے پیش کریں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یزید کی جو تعریف اور امام حسین علیہ السلام کی وہ توہین نہ کی تھی۔ اور انگریزوں کا استحقاق حکومت ارض مقدسہ پر ثابت نہ کیا تھا۔ اور کہ صالحین کا من گھڑت معنے کسی تفسیر سے دکھلا دیا تھا۔ تو بس آپ جیتے اور ہم ہارے۔ یہ نہیں تو آپ ان تینوں اصحاب سے نتیجہ یہی لکھا دیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس بحث میں غالب رہے تھے اور خاتمہ بحث پر اُنکی وہی عزت یا کم و بیش کی گئی تھی جو فاتح کی ہوئی تھی تو بھی آپ غالب اور ہم مغلوب۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو مولوی نور محمد صاحب اب خاموشی اختیار کریں۔ جو ہونا تھا ہو لیا۔ اب مفت کی سر دردی اور شور و شغب سے کیا فائدہ۔ جب شیر پنجاب خود سوئے ہوئے ہیں تو آپ ایکطرف سے ناحق جھوٹی قسمیں اٹھا کر اپنی بے اعتباری کیوں کراتے ہیں لیکن مولوی نور محمد آج سے نہیں پہلے بھی قدیم سے اسبات کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک مطبوعہ اشتہار میں جو اسوقت میرے سامنے دھرا ہے جو حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب امرتسری نے شائع کیا اور غزنویہ خاندان کی بھی اسپر مہریں ہیں یوں درج ہے۔ "نور محمد شرنگ بے علم واعظ کے نام سے جھوٹے خواب دربارہ صحت تفسیر ثنائی شائع کر کے عام مسلمانوں کو سلعہ کاذبہ کی خریداری کا شوق دلا رہا ہے۔" (مولوی نور محمد صاحب خفا نہ ہوں یہ الفاظ آپکے ایک اہلحدیث بھائی کی طرف سے آپکے لئے فضیلت کا تمغہ ہے مبارک ہو)۔

مولوی نور محمد صاحب نے چٹھی نمبر ۱ میں استدلال صرف آیت اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ سے ہونا بتلایا ہے لیکن آپکے بھائی رشید میاں حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ سے استدلال بھی بیان کرتے ہیں۔ دیگر احادیث لیارز الایمان الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا وغیرہ جو پیش کیگئیں اور جو روئیداد میں درج ہیں۔ اون سے ہر دو صاحب ساکت ہیں۔

چٹھی نمبر ۱ میں مولوی نور محمد لکھتے ہیں کہ آیت کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ دیا تھا کہ کسی وقت ارض مقدسہ پر عیسائیوں کا قبضہ رہ چکا ہے اور آجکل انگریزوں کا ہے۔ پھر یہ بھی صالحین ماننے چاہئیں (یزید کی حکومت کا جو ذکر مولوی صاحب نے کیا تھا اسکا ذکر کرنا شاید آپ خلاف مصلحت سمجھتے ہیں) اسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ ایسے عارضی اور غاصبانہ قبضے قابل لحاظ نہیں۔ آیت میں یرثھا کا لفظ اسبات کی دلیل ہے کہ ارض مقدسہ پر وارثانہ اور مالکانہ قبضہ صالح اور ناجی ہونے کی دلیل ہے۔ اور ایسا قبضہ عیسائیوں یا یزید کا نہ تھا۔ وہ چند روزہ دخل تھا جسکا بعد میں استیصال ہو گیا۔ اور عباد صالحون کا قبضہ بطور وراثت نسلاً بعد نسل چلا آیا ہے اور قیامت تک رہیگا۔ بس اسکے بعد حضرت ابوالوفاء کی تقریر تمام ہو گئی تھی۔ اور پھر انکو یہ مجبوری پیش آگئی تھی کہ صالحون کا معنے غلط من گھڑت (حکومت کی صلاحیت اور جنگی قابلیت

[illegible] کرنے پڑے، اور اسی بنیاد پر یزید کی تعریف اور حضرت امام حسین کی توہین اور ہندو عیسائیو کا استحقاق بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

ما انا علیہ واصحابی آپ لکھتے ہیں کہ اہلحدیث مناظر نے حدیث مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ سے استدلال پیش کیا۔ تو آخیر تک حنفی مناظر نے اسکا جواب نہ دیا۔ چٹھی نمبر ۸ میں تحریر کرتے ہیں کہ میں خود مباحثہ میں شریک تھا۔ میں نے آپکے صفت سے اس سوال کا کوئی جواب نہ سُنا۔ مولانا آپنے اور کیا سنا؟ میرے خیال میں آپ شیر پنجاب کی حالت زبون دیکھکر بحر خیالات میں غرق ہو رہے تھے یا تالاب تشنہ التصر میں غوطے کھا رہے تھے کہ آپ کو کوئی بات بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اسکا جواب کیا دیا تھا۔ جناب من! اسکے جواب میں سنن ابوداؤد ہاتھ میں لیکر دکھایا گیا تھا کہ یہ حدیث ابوداؤد کی ہے اور اسکی تشریح حدیث کے آخری لفظ میں موجود ہے جسکو مولانا ابوالوفاء عمداً ترپ کر گئے یعنی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے۔ وھی الجماعۃ یعنی ما انا علیہ واصحابی کے مصداق وہ لوگ سمجھے جائینگے جو بڑی جماعت رکھتے ہیں، اور چونکہ اسوقت بڑی جماعت مقلدین کثرہم اللہ کی ہے جنکے مقابلہ میں غیر مقلد آٹے میں نمک بھی نہیں اسلئے اس حدیث کی رو سے ہم ناجی اور آپ غیر ناجی ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا تھا کہ یہاں الجماعۃ سے بڑی جماعۃ کہاں سے نکالتے ہو۔ اسکے متعلق لالہ دیوانچند صاحب نے بھی مجھ سے سوال کیا تھا جسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے مراد بڑی جماعت ہے۔ نیز یہ کہ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے۔ اسکے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا ناطقہ بند ہو گیا اور چوں تک کی۔ درحقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل فرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے کہ جسکا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے اسکے جواب سے لاچار ہو کر مباحثہ میں یہ کہا تھا کہ یہ حکم سیاسی امور کے متعلق ہے۔ لیکن جب روئداد میں مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار کا وعید دکھلا کر ثابت کیا گیا کہ یہ حکم دینی امور کے لئے ہے تو ثنائی فرقہ سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اسپر مولوی نور محمد نے ایک کج بحثی کی چال شروع کی۔

کیا اصحاب حنفی تھے

مولوی نور محمد مولانا ثناء اللہ کے ترجمان ہو کر اپنے جملہ خطوط و مضامین میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا رسول اللہ اور آپکے اصحاب حنفی تھے۔ شافعی وغیرہ۔ اگر نہیں تھے تو تم کسطرح سچے ہوئے۔ واہ کیا کہنا۔ کیسا معقول سوال ہے۔ اس سوال کو ثنائی فرقہ جاموں میں پھولا نہیں سماتا۔ اہل بصیرت کے نزدیک اس سوال سے بڑھکر کوئی بیہودہ سوال ہو نہیں سکتا۔ اسکی مثال تو بعینہ یہ ہے کہ کوئی صاحب مولوی ثناء اللہ اور انکے متبعین کو کہے کہ

چونکہ آپ کے والد ماجد اور جد امجد ثنائی نہ تھے کیونکہ اُس وقت مولوی ثناء اللہ پیدا نہ ہوئے تھے اس لئے مولوی ثناء اللہ جھوٹے اُنکے پیرو ثنائی کہلانیوالے بھی جھوٹے ہیں۔ یا کوئی عیسائی یا موسائی ایک محمدی کو کہے کہ چونکہ عیسےٰ و موسےٰ محمدی نہ تھے اسلئے مسلمان جھوٹے انکا مذہب بھی جھوٹا ہے۔ بندہ خدا دیکھنا تو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کرام کا منشا کیا تقلید تھا یا عدم تقلید۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے تقلید اور اجتہاد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تو مقلد سچے اگر مطلق العنانی کی تعلیم دی تو غیر مقلد سچے۔ سو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تقلید پسند تھی یا نہ صریح آیت ہے ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا ط (یعنی آپکو وحی بھیجی ہے کہ آپ ابراہیم خلیل کی اتباع (تقلید) فرمائیں"۔ اگر خدا کو تقلید پسند نہ ہوتی تو حضور علیہ السلام کو ابراہیم حنیف کی اتباع کا حکم نہ ہوتا۔ دوم اگر ائمہ دین کی تقلید بارگاہ ایزدی میں پسند نہ ہوتی تو اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے ساتھ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نہ ہوتا۔ خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی اولی الامر کی اطاعت (تقلید ائمہ) کا صریح حکم اسبات کی چمکتی ہوئی دلیل ہے کہ خدا و رسول خدا کے نزدیک تقلید ائمہ دین مسلمانوں کے ایمان کا ایک جزو ہے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کیطرف بھیجا تو آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ تم فصل مقدمات کے وقت کن امور کو مد نظر رکھو گے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ پہلے کتاب اللہ کے مطابق حکم دونگا۔ اسمیں نہ ملیگا تو سنت رسولؐ سے تمسک کرونگا۔ وہاں سے بھی سند نہ ملی تو اپنے اجتہاد پر فصل مقدمات کرونگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرما کر معاذؓ کی داد دی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ یہ حدیث ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی میں موجود ہے جو اسبات کا صریح ثبوت ہے کہ مجتہد کو اجتہاد کی اجازت ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو اسکی تقلید بغیر چارہ نہیں۔ اگر صرف عمل بالحدیث کرنا مطلوب ہوتا تو معاذؓ کو یہ حکم ہوتا کہ اگر مسئلہ کتاب و حدیث میں نہ ملے تو ہماری طرف آدمی بھیجکر دریافت کر لینا۔ آپنے فرما دیا کہ تم مجتہد ہو۔ اپنے اجتہاد پر فتویٰ دے سکتے ہو۔ اور تمہارا حکم اہل یمن پر ناطق سمجھا جائیگا۔ انکو تمہاری تقلید بغیر چارہ نہیں

سوادِ اعظم

مولوی نور محمد نے خط نمبر ۱ میں ہمارا جواب جو روئداد میں علی الجماعۃ کے متعلق درج تھا۔ پڑھکر دبی زبان سے تسلیم تو کر لیا کہ مباحثہ میں یہ کہا گیا تھا لیکن اسکے متعلق عوام کو مغالطہ دینے کا عجیب ڈھنگ نکالکر فرماتے ہیں کہ اس جواب کا ملخص تو یہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ کا مذہب بھی تھا جو آجکل حنفیوں کے سواد اعظم کا ہے اور وہ بھی حنفی تھے پھر امتی کون ہوئے اور رسول کون اور تابع کون اور متبوع کون ہوئے۔ ملخصاً۔ میں کہتا ہوں کہ وہ ابھی حضرت نور محمد نور علی نور ہی ہیں

ست جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی ۔

حدیث تہتر فرقے والی جو روئیداد میں درج ہے اور جسکو مولوی نور محمد نے خط نمبر ۳ میں حرف بحرف نقل کیا ہے اسکا مطلب ایک ادنیٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے وقت گو کوئی اختلاف نہ تھا لیکن آپکو علم اولین و آخرین حاصل تھا اور آپکو معلوم تھا کہ کسی وقت مسلمانوں کے بہت فرقے ہو جائینگے ۔ اس زمانہ کی نسبت آپنے مسلمانوں کو راہ حق بتا دی کہ تم اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سواد اعظم بڑی جماعت رکھتے ہیں کیونکہ وہی راہ حق پر ہوں گے اور میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر چلنے والے بلا ریب وہی لوگ ہوں گے جو سواد اعظم بڑی جماعت میں ہوں گے ۔ اب آپ حدیث کا مفہوم اور لفظ دیکھکر ذرا پھر اپنے سوال کو دوہرائیں ۔ اور عاقلین سے اسکی داد لیں ۔ ظاہر ہے کہ اسوقت بے تعداد فرقے ہو گئے ہیں اور اسوقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سواد اعظم رکھتا ہے ورنہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے وقت یہ تہتر فرقے نہ تھے ۔ نہ اسوقت یہ تلاش کرنیکی ضرورت تھی کہ بڑی جماعت کسطرف ہے ۔

کیا اصحاب مقلد تھے یا غیر مقلد

مباحثہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ اصحاب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے تھے ۔ اور خلفاء راشدین کے عہد میں انکی تقلید ہوتی تھی ۔ اور یہ تقلید اسوقت سے لیکر ابتک چلی آتی ہے ۔ اسلئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول پاک اور اصحاب کے مذہب پر مسلمانوں کا یہی سواد اعظم بڑی جماعت (مقلدین) کی ہے جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ اور جو اماکن مقدسہ کے حاکم اور ارض پاک مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں رہائش رکھتے ہیں اور جنکے چار مصلے کعبۃ اللہ کے گرد بچھے ہوئے ہیں ۔ حضرات غیر مقلدین کو ہرگز وہاں کی رہائش نصیب نہیں اور نہ کوئی باظہار عقیدہ و خود وہاں داخل ہو سکتا ہے چنانچہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی وہاں حج کو گئے تو قید کر دیئے گئے حتیٰ کہ توبہ کی (انکا توبہ نامہ مطبع میریہ مکہ معظمہ میں چھپا ہوا ابتک ہندوستان میں موجود ہے) جس سے ثابت ہے کہ اماکن مقدسہ کے رہنے والے مسلمان بشہادت خدا و رسول خدا ناجی ہیں اور چونکہ انکا اور ہمارا اسلام ایک ہے اسلئے ہم ناجی اور سچے اسلام والے ہیں اور آپ غیر ناجی ہیں ۔

وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا

حضرت اخبار زمیندار میں ان دنوں ایک مضمون (جسکی سرخی "ہمارے قبلہ کو وہابیوں نے لوٹ لیا") چھپا ہے ۔ اس موقعہ پر اسکا شائع کر دینا بے محل نہ ہوگا ۔ کیونکہ مولانا ابوالوفاء نے اثناء بحث میں فرمایا تھا کہ انگریزوں کو اماکن مقدسہ پر فتح حنفیوں نے دلوائی ۔ اس مضمون میں جو زمیندار لاہور مورخہ ۱۳ جون سنہ ۱۹۲۶ء میں چھپا ہے درج ہے :۔

"وسط عرب میں حائل ایک زبردست امارت ہے جسکے فرمانروا امیر ابن رشید کے قتل کی افسوسناک خبر پچھلے دنوں بعض انگریزی اخباروں میں چھپی تھی۔ خدائے قدوس امیر مقتول کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ لنڈن ٹائمز اپنی ۱۰ مئی کی اشاعت میں امیر مغفور کے واقعہ قتل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دوران جنگ میں ابن رشید ترکوں کا حلیف تھا اور امیر ابن سعود جو فرقہ وہابیہ کے امیر ہیں دول متحدہ کی طرفداری میں اس سے برسرپیکار تھے۔ ابن رشید کا خاندان کئی نسلوں سے قاتل کے خنجر کا شکار ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اب شائد بجز ایک طفل شیر خوار کے ابن رشید کی نسل بالکل مٹ گئی ہے"

معزز[عہ] زمیندار اسپر یوں رقمطراز ہے:

ہم چاہتے ہیں کہ ٹائمز کا یہ حاشیہ طول و عرض ہند میں پوری طرح سے اشاعت پذیر ہو اور حکومت ہند کے وہ برطانوی مدبر جنکی آنکھوں میں لفظ وہابی سنتے ہی خون اتر آتا ہے اسے بغور پڑھیں تو خوب اس خاکدان ہند میں تفریح کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ اور لفظ وہابی سے انگریزوں کو اسقدر چڑ ہے کہ جب انگریزوں سے ملیں تو اپنے آپ کو اہلحدیث ظاہر کرتے ہیں۔ انگریزوں نے بھی انکی اشک شوئی اس حکم کے اجراء سے کردی ہے کہ کسی بھلے آدمی کو وہابی کہکر اسکی دل آزاری نہ کیجائے۔ اسلئے کہ یہ لفظ تمرد اور بغاوت کا مرادف ہے۔ مقام شکر ہے کہ جناب شیخ نجد (ابن سعود نجدی) نے جنگ میں برطانیہ کا ساتھ دیکر ان تمام پرانے کینوں کو جو وہابیوں کیطرف سے انگریزوں کے سینوں میں تڑپ رہے تھے مٹا دیا اور انگریزوں پر ثابت کردیا کہ وہابی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کرسکتے ہیں۔ اور اسلئے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہوسکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لئے ہماری سرکار کے خزانہ سے بیش قرار وظائف کا اجراء ہوچکا ہے۔ چنانچہ دارالعوام میں مسٹر پامر کو جواب دیتے ہوئے مسٹر ہارورڈ نے ایک ہفتہ ہوا بیان کیا تھا کہ فرمانروایان نجد و حجاز کو سرکاری وظائف دیئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اب جبکہ خادم حرمین شریفین شریف حسین پاشا کی طرح مرکز وہابی قوت کے نمائندہ اعلےٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے وظیفہ خوار ہوچکے ہیں۔ لفظ وہابی کا استعمال ہندوستان میں قابل اعتراض نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اب اس سے بغاوت کی بو نکل گئی

اس مضمون کا جواب مولانا ابوالوفاء نے جو لکھا ہے وہ بہت عجیب ہے۔ نہ تو یاران نجد سے بیگانگت اور بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں اور نہ بالکل اتحاد اور یگانگت۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

اہلحدیث کو وہابیوں سے خاص تعلق نہیں۔ الّا اتنا جتنا دیوبندیوں سے۔ حالانکہ اہلحدیث کا منبع و مخزن وہی نجد اور شیخ نجد ہے۔ جسکی بیگانگت سے عار اور یگانگت دشوار ہے

[عہ] یہ اسوقت کا مضمون ہے جب مدیر زمیندار حنفی ہوتے تھے۔ لیکن اب تو وہابیوں کے ہمنوا ہوکر ابن سعود کے گیت گاتے ہیں۔

دو گونہ رنج و ملال است جان مجنوں را ؛ بلائے صحبت لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

کہئے مولانا ابو الوفا انگریزوں کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں حنفیوں کا ہاتھ ہے یا آپکے برادران مذہب یاران نجد کا۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگذاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے مباحثہ میں اسبات کو بڑے فخر سے کہا تھا کہ اسوقت مکہ و مدینہ میں برٹش جھنڈا لہرا رہا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے ہنود اور انگریز بھی اسکا استحقاق رکھتے ہیں وا صاحب چہ خوش۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ میں پھر اپنے اصلی مقصود کیطرف عود کرتا ہوں۔

اسبات کی تشریح میں کہ تقلید کب سے شروع ہوئی اور صحابہ عظام کے زمانہ میں تقلید تھی یا نہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۲۶ء میں ایک مضمون رسالہ القاسم سے بعنوان حنفیت اسلام شائع ہوا ہے۔ ہرچند اسکے جواب میں ایڈیٹر اہلحدیث نے ہاتھ پاؤں مارے ہیں لیکن اسکی تردید نہیں کر سکے۔ یہاں اس مضمون کا کچھ اقتباس درج کر دینا مناسب ہے تاکہ صحابہ کرام کا مذہب معلوم ہو جائے۔ وہو ہذا:۔

"سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اصول اتحاد کی پابندی کی اور اسے اپنی حکومت کا ایک قانون بنا کر تمام اشخاص تقلید شخصی (خلیفہ) کو ضروری قرار دیا۔ (ازالۃ الخفا مقصد دوم [illegible]) اور اسکے متعلق دفعات ذیل مقرر فرمائیں (۱) کوئی شخص بجز اسکے جسکو خلیفہ مقرر کرے حدیث کی روایت کا مجاز نہیں (۲) فتویٰ وہی شخص دیگا جسکو خلیفہ اجازت دے اسکے سوا کوئی عالم فتویٰ دینے کا مجاز نہ ہوگا (۳) ان واعظین کے سوا جنکو حکومت نے مقرر کیا ہے کوئی دوسرا وعظ کہنے کا مجاز نہیں (۴) خلیفہ کے فتوے کے سوا کسیکے فتوے پر عمل نہ کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی اسی قانون کو معہ دفعات مذکورہ ضروری قرار دیا۔ اور مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں خلافتوں میں کثرت سے وہ مقدس اصحاب تھے جنکی آنکھوں کو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا شرف حاصل تھا اور کانوں کو اقوال سننے کی عزت۔ جنکے دل انوار نبوت کی روشنی سے منور ہوکر اسلامی آبادی کے لئے بدر کامل بنکر چمکے۔ اور جنکو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور ہادی حقیقی نے مشعل راہ قرار دیکر دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ٹھیرایا۔ یہ وہ بابرکت صداقت مآب حضرات تھے جنکو کسی قہار جبار کی سطوت و جبروت صراط مستقیم سے ایک انچ بھی نہیں ہٹا سکی۔ اور نہ کوئی اثر اور دباؤ کی چمکدار تلوار کی تیز دھار انکی زبان کو سچائی سے روک سکی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مقابلہ میں وہ کسیکی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے اس حکم (تقلید شخصی) کی تمام نے تعمیل کی اور بلا اختلاف باتفاق سب نے اس حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ اور اسطرح سے تمام صحابہ کا اجماع اور حضرات شیخین کا یہ حکم ہر مسلمان کو یقین دلاتا ہے کہ تقلید شخصی

اسلام کا عظیم الشان اصول ہے جسکے لئے اہل اسلام خدا اور رسول خدا کیطرف سے مامور ہیں (القاسم جمادی الثانی ۳۴ھ ۔ صہ ۱۱)۔

اس مضمون سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کے مصداق کون لوگ ہیں۔ جب تقلید شخصی حضرات شیخین کا طریق عمل اور انکا بنایا ہوا دستور العمل ہے تو اس طریق پر چلنے والے لامحالہ ناجی اور انکے خلاف چلنے والے غیر ناجی ہوں گے۔

اس مضمون کا جواب ایڈیٹر اہلحدیث نے جو دیا اسکا لُبِّ لباب یہ ہے کہ یہ انتظام سیاسی تھا دینی اور مذہبی نہ تھا۔ اور کہ خلیفہ مجتہد نہیں مانا جاتا۔ بلکہ حضرات شیخین کے یہ احکام ایسے ہی تھے جیسے سلطان المعظم نے شیخ الاسلام کو محکمہ شرعی کا صدر مقرر کر دیا ہوا ہے تقلید شخصی سے اسکو کیا تعلق۔

سو یہ جواب جسقدر نکما اور بیہودہ ہے ناظرین اسکا خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خلفائے راشدین بالخصوص حضرات شیخین کو باقی سلاطین پر قیاس کرنا اور انکے احکام کو سیاسی محض قرار دینا دینی نہ سمجھنا اور خلفائے راشدین کو مجتہد نہ ماننا کسقدر جسارت اور دلیری ہے۔ کیوں بھائی اہلحدیث کہلاتے ہو۔ حدیث عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ اور اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ آپ کو یاد نہیں۔ پھر کسطرح کہتے ہو کہ خلیفہ اول و دوم کے یہ حکم سیاسی تھے۔ دینی نہ تھے اور انکی تعمیل ضروری نہیں۔ ہر کس و ناکس کو حدیث کی روایت سے روکنا اور ایک ہی شخص کو اسپر مامور کرنا خلیفہ کے مفتی کے سوا کسیکے فتوے پر عمل نہ کرنا۔ یہ امور سیاسی ہیں یا دینی۔ اب تقلید شخصی کے متعلق ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔

غنیۃ الطالبین

دوسرا سوال مولوی نور محمد کا یہ ہے کہ غنیہ میں حنفیوں کو مرجیہ لکھا گیا ہے سو وجہ ہے کہ اسمیں بھی ہمارے یاران نجد نے بڑی سخت چالاکی اور جعلسازی سے کام لیا ہے۔ غنیہ کی اصل عبارت میں بعض اصحاب ابی حنیفہ درج ہے کہ برہوق نے بعض حنفیوں کو مرجیہ کہا ہے۔ لیکن یاران نجد نے بعض کا لفظ سرے سے اڑا ہی دیا اور تمام حنفیوں کو مرجیہ کہنے لگے۔ بھلا جو حضرات لفظ صالحین کا معنی از خود گھڑ کر اور کا اور بنا دینے کی۔ اور فرضی شعر بنا کر مثنوی مولانا روم پر افترا باندھنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ بعض کا لفظ اڑا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے کی کیوں قدرت نہیں رکھتے

حقیقت یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین شیخ عبد الحی بن شیخ محی الدین لاہوری نے جو لائق باپ کا نالائق فرزند متعصب غیر مقلد ہے۔ اپنے مطبع اسلامیہ لاہور میں چھپوائی ہے جسمیں یہ تحریف کیگئی ہے کہ بعض اصحاب ابی حنیفۃ کی بجائے اصحاب ابی حنیفۃ لکھکر حنفیہ کرام کو ملزم بنانے کی بے سود کوشش کی ہے۔ حالانکہ دیگر مطابع کی چھپی ہوئی تمام کتابوں میں بعض کا لفظ صاف لکھا ہوا ہے۔ اسوقت ایک پرانی غنیۃ الطالبین جو سنہ ۱۲۹۶ء میں مطبع اُمید لاہور میں چھپی ہے میرے سامنے موجود ہے اسمیں [illegible]

اور ایک غنیۃ الطالبین مع ترجمہ مطبع نولکشور کی چھپی ہوئی ہمارے سامنے رکھی ہے اس میں بھی اسیطرح ہے۔

اب یہ بات کہ حنفیوں میں سے کوئی شخص مرجیہ ہو اس سے تمام حنفیوں پر کسطرح الزام آسکتا ہے حالانکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اساتذہ و شیوخ میں سے بہت سے اصحاب جن سے امام ممدوح نے روایت کی ہے۔ حسب ذیل مرجیہ تھے۔ (۱) ایوب بن عائذ الکوفی مرجیہ۔ دیکھو تقریب التہذیب (۲) سالم بن عجلان الافطس مرجیہ (تقریب ص [illegible])، (۳) قیس بن مسلم مرجیہ (تقریب ص۹۵) (۴) شبابہ بن سوار المدائنی مرجیہ (تقریب ص۱۴۱) (۵) عبد الحمید بن عبد الرحمٰن ابو یحییٰ الحمانی مرجیہ (تقریب ص۱۴۱) (۶) عمر بن ابی زائدہ مرجیہ (تقریب) (۷) عمرو بن مرۃ الجملی مرجیہ (تقریب ص۱۹۳) (۸) ورقاء بن عمر مرجیہ (تقریب) (۹) خلاد بن یحییٰ مرجیہ (تقریب ص۹۳) (۱۰) بشر بن محمد سختیانی مرجیہ (تقریب ص۴۲) وتلک عشرۃ کاملۃ۔

جناب من! اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اسقدر اساتذہ کے مرجیہ ہونے اور پھر ان سے روایت کرنے سے امام ممدوح پر کوئی طعن نہیں ہے تو پھر اگر امام اعظمؒ کے شاگردوں سے کوئی نامعلوم بعض مرجیہ ہوئے ہوں تو اس سے امام صاحب اور حنفیوں پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے اور پھر ممکن ہے کہ ایسے بعض کو بھی کسی معاصر نے عداوتاً ایسا لکھدیا ہو جیسا کہ ہمارے مکرم دوست مولانا ابوالوفاء باوجود اہلحدیث کانفرنس کا سکرٹری اور اخبار اہلحدیث کا ایڈیٹر اور جملہ اہلحدیثوں کا قبلہ وکعبہ ہوچکنے کے بعض اہلحدیث کی طرف سے معتزلی۔ نیچری۔ جہمی وغیرہ وغیرہ معزز القاب حاصل کرچکے ہیں۔ جیسا کہ رسالہ مباحثہ حقانی مشائی" ص۱ پر بہت سے رسالجات کی فہرست لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ "ان رسالوں میں بڑے زور سے ثابت کیا گیا ہے کہ "ایڈیٹر اہلحدیث معتزلی جہمی ہے اور دائرہ اہلحدیث سے خارج ہے" پھر اسی رسالہ کے ص۳ میں درج ہے کہ "ان رسالوں کے دیکھنے والا پورا یقین کرتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور کا مذہب کشکول نیچریت۔ مرزائیت۔ جہمیت واعتزال کا مجموعہ ہے"۔

کیا آنیوالی نسلوں کے لوگ ان رسالوں کی بناء پر مولانا موصوف کے ایسے القاب دیکھکر یہ فتویٰ لگا سکیں گے کہ کل اہلحدیث معتزلی۔ نیچری۔ جہمی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اصحاب ابوحنیفہؒ کے بعض کو اگر کسی معاصر نے اسیطرح لکھدیا جیسے حضرت ابوالوفاء کو انکے معاصرین لکھ رہے ہیں تو حنفیوں کے ذمے کیا الزام عائد ہوسکتا ہے۔

ان۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت غوث پاک خود کسی امام کے مقلد تھے یا غیر مقلد تھے۔ سو یہ امر مسلم ہے کہ آپ حنبلی المذہب مقلد تھے۔ چنانچہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ اماتنا اللہ علی مذہبہ اصلاً وفرعاً

وحشرنا فی زمرتہ (ترجمہ) حضرت امام احمد حنبل ہمارے امام ہیں۔ خدا ہمیں انکے مذہب پر اصول و فروع میں فوت کرے۔ اور قیامت کے دن اسی گروہ مقلّدین امام میں ہمارا حشر ہو کیا مولوی نور محمد اور انکے ہمخیال غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی حضرت غوث پاک کے فتوے کو منظور کرینگے۔ حالانکہ خط نمبر ۳ میں آپ حضرت غوث پاک کو حکم مان لینا منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو بغیر حیل وحجت کے اس کا اعلان کردیں۔ ورنہ یہ بات سچی ہوگی کہ غوث پاک کے نام سے آپ لوگ کانپتے ہیں۔

مباحثہ ثانی کی درخواست

میرے خیال میں اب مولوی نور محمد صاحب کے سوالات کے جوابات شافی ہو چکے ہیں۔ اب ہم آپکے اور انکے بھائی بند رشید میاں کی درخواست مباحثہ ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ رشید میاں اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۲ مئی ص۸ پر میرے نام کھلی چٹھی لکھتے ہیں کہ اب اہلحدیث آپ سے کلی فیصلہ کرنیکا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ آئیے ہم آپ سے باضابطہ و مفصل بحث کریں جسکی صورت یہ ہے کہ خاص جہلم میں تحریری بحث کریں منصف بھی ہو۔ وغیرہ۔ ملخصاً۔

مولوی نور محمد رقمطراز ہیں۔ ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ گو زمانہ کا مقتضا مباحثات و مناظرات نہیں ہے۔ لیکن بغرض رفع غلطی اپنے بھائیوں کے ہم تیار ہیں کہ آپ سے باقاعدہ مباحثہ کریں۔

اسکے جواب میں عرض ہے کہ تقریری بحث سے کیوں ڈر گئے۔ کہ تحریری بحث کی خواہش ہے۔ اور اگر جہلم کا مقام مباحثہ کے لئے موزوں تھا تو پہلے میرپور میں اکھاڑا جمانے سے کیا مطلب تھا۔ اور آپکا کلی فیصلہ اور باقاعدہ بحث کے لئے عزم مصمم ہے تو پہلے آپ کچے ارادہ سے مباحثہ کے میدان میں کیوں کود پڑے۔ اور اسوقت تقرر منصف وغیرہ کا کیوں خیال نہیں رہا۔ اگر آپ بلا تیاری میرپور میں مباحثہ کیلئے گئے اور وہاں تقریری بحث کر کے ہزیمت حاصل کی تو اسکا خمیازہ اب بھگتنا چاہئے۔ نیز میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ جیتے ہوئے ہیں اور آپکے پاس شہادتیں بھی ہیں تو پھر دوبارہ بحث کی کیوں ضرورت ہے۔ کیا جیتے ہوئے بھی پھر حریف کو مقابلہ کے لئے للکارا کرتے ہیں؟۔ آپ مہربانی سے صاف بتلائیے کہ پہلی بحث میں آپ اپنی شکست اور ہماری فتح کے قائل ہیں یا نہ۔ اگر آپ کے خیال میں شکست آپ کو نہیں۔ ہمیں ملی ہے تو پھر دوبارہ مباحثہ پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اگر آپ اپنی شکست کے قائل ہیں تو پھر شیر پنجاب کے علاوہ اور کونسا فیل پنجاب میدان میں لانا چاہتے ہیں۔ جن پر آپکو پورا پورا بھروسہ ہوگا۔ شیر پنجاب تو گر چکے انکے ساتھی بھی مل گئے۔ اب ان سے دوبارہ مباحثہ کی ہمیں تو ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ گرے ہوئے کو گرانا یا مرے ہوئے کو مارنا کوئی مردانگی کی بات نہیں ہے۔ نیز حضرت ابوالوفا سے اسلئے بھی مباحثہ مفید نہیں کہ بہت سے اہلحدیث انکو اہلحدیث سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر اخبار اہلسنت والجماعت امرتسر

جیسے پرانے اہلحدیثوں میں سے مولانا ابوالوفا کے خلاف فیصلہ صادر ہیں۔ اخبار مذکور مورخہ یکم جون ۱۲ء پر رقمطراز ہیں کہ "مولانا سید مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسر نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اجماع امت و قیاس مجتہد کو دلیل شرعی نہیں مانتے جو کسی اہلحدیث کا مذہب نہیں"۔ پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "ہمیں افسوس آتا ہے جہلم اور میرپور کے اہلحدیثوں پر جنہوں نے ناحق مولوی ثناء اللہ کو مباحثہ کے لئے بلایا۔ جو خود اہلحدیث نہیں اور بموجب فتاوے علمائے اہلحدیث وہ احناف اہلحدیثوں سے خارج ہے (دیکھو اربعین غزنویہ و دابۃ الارض وغیرہ) اب جبکہ مولوی صاحب کو انکے بزرگ اہلحدیث ہی نہیں سمجھتے تو انسے مباحثہ کرنے سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مولوی نور محمد صاحب اب صبر کریں۔ کہ اسکو مفت کی دوہائی مچا رکھی ہے۔ ہاں۔ فرقہ اہلحدیث جہلم کو خواہ مخواہ دوبارہ بحث کا شوق ہو تو شرائط ذیل پر مباحثہ ہو سکتا ہے۔

(۱) آپ ہمارے کل اخراجات سفر جو میرپور کے سفر میں ہوئے جنکی فہرست ہم دیکھ چکے ہیں اور جنکا وعدہ آپ کر چکے ہیں ادا کر دیں (۲) اپنی شکست اور ہماری فتح کا تحریری اقرار کریں (۳) کسی ایسے مناظر کو جسکو اہلحدیث مانتے ہوں اور جسکو آپ لوگ مولوی ثناء اللہ پر فضیلت دیتے ہوں۔ اور پبلک کو بھی تسلیم ہو مباحثہ کے لئے نامزد کریں۔ پھر انشاء اللہ آپ ہمیں مباحثہ کے لئے تیار پائیں گے۔

خلافت اخیر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ مولانا ثناء اللہ اور حاجی محمد ابراہیم اور انکے متبع اہلحدیث ہرگز خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کی خلافت کے قائل نہیں۔ بوجوہ ذیل (۱) مولانا ثناء اللہ نے بمقام میرپور بہانگ دہل کہا کہ مقامات مقدسہ پر حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں کا نہیں۔ ہندو و انگریز بھی وہاں کی حکومت کے حقدار ہیں (۲) مولانا ابراہیم نے بجائے اتحاد پیدا کرنے کے گاؤکشی کا مسئلہ چھیڑ کر اہل ہنود کے جذبات کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ جہلم میں یہی وعظ کر گئے ہیں (۳) مولانا ابراہیم سیالکوٹ کانفرنس میں شامل نہیں ہوئے تھے (۴) مولانا ثناء اللہ نے کشمیری کانفرنس میں مولوی عطاء اللہ کو خلافت کے وعظ سے روکنا چاہا۔ مولوی عطاء اللہ نے صداقت کے مقابلہ میں انکی نصیحت کو نہ مانا۔ اور سر اجلاس انکی دھجیاں اڑائیں مولانا کی پہلی تقریر ترکوں کی مذمت میں تھی۔ (۵) حال ہی میں شیخ ابن سعود نجدی انکے ہم مذہب نے انگریزوں کی طرف سے لڑکر ابن رشید کو شہید کیا (۶) اہلحدیثوں کے دل میں مدینہ منورہ کی ہرگز وقعت نہیں وہاں جا کر روضۂ اطہر کی زیارت کو شرک سمجھتے ہیں (۷) بغداد۔ کربلائے معلے۔ نجف اشرف میں زیارت کے لئے جانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اسلئے اہلحدیثوں کو ہرگز خلافت پر اعتقاد نہیں۔ بظاہر انکی شمولیت صرف دھوکا ہی پر مبنی ہے۔ مولانا تو خود فرما چکے ہیں کہ ہم حنفیوں کو پھنسانے کے لئے ایسی چالبازیاں کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو!

ان چالبازیوں سے بچتے رہنا۔ والسلام۔

راقم ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر۔ از بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم

قصیدہ در مدح غازی اسلام مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں

مولفہ ملک محمد عظیم ٹھیکیدار از جہلم

واہ کیسا دبدبہ ہے غازئ اسلام کا
چار سو میں غلغلہ ہے غازئ اسلام کا

ضرب سے تیغ زباں سے سرکشا مغرور کا
زخم کاری لگ گیا ہے غازئ اسلام کا

نام کے شیروں کی شیری مل گئی اب خاک میں
آنکھ کے سر پر نقش پا ہے غازئ اسلام کا

تیغ خالد کی طرح سیف زباں ہے کارگر
وار دست بے خطا ہے غازئ اسلام کا

شبہ چراغ بزم ملت حامئ شرع متیں
بو حنیفہ رہنما ہے غازئ اسلام کا

طرز استدلال اظہار مطالب کے لئے
حق جدا باطل جدا ہے غازئ اسلام کا

وقت تقریر زبانی تھی روانی اس طرح
ایک دریا بہ رہا ہے غازئ اسلام کا

مرحبا صد مرحبا کانوں میں آتی تھی صدا
کیا ہی عالی حوصلہ ہے غازئ اسلام کا

جس نے حق سے کردیا باطل کو اک دم میں جدا
جان قرباں دل فدا ہے غازئ اسلام کا

پیر کامل کی توجہ سے دبیر بے نظیر
کیا لقب تمکو ملا ہے غازئ اسلام کا

شاہ جماعت کی حمایت باطنی کے زور سے
فتح کا ڈنکا بجا ہے غازئ اسلام کا

کان میں آئی صدا لقب پکارلے ملک
واہ کیا مدح وثنا ہے غازئ اسلام کا

از جناب فیضمآب مولانا دبیر سلمہ اللہ

حنفیت کی فتح کا ڈنکا جہاں میں بج گیا
مہر نیمروز کی بحث میں حق کا آشکارا ہو گیا

جاء الحق زهق الباطل کا وہ مضمون پاک
دوستو! اس معرکہ میں آشکارا ہو گیا

بانٹے تھے جس پوسٹوں پر کرتے لیس اہل حدیث
حجت گمراہ میدان میں جب بے سہارا ہو گیا

شیر کہلاتے تھے کل جو آج گیدڑ بن گئے
قدرت حق کا عجب روشن نظارہ ہو گیا

ناجیہ فرقہ کا یارو ہو گیا جھنڈا بلند
اہل باطل کو سراسر خسارہ ہو گیا

حنفیوں کی فتح کا ہے غلغلہ چاروں طرف
شادماں احناف پر عالم یہ سارا ہو گیا

کیوں نہ الحق یعلو ہے ولا یعلیٰ دبیر
ناصر و حامی خدا خود ہے ہمارا ہو گیا

مناظرہ چک رجادی

ضلع گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضع چک رجادی ضلع گجرات پنجاب میں ۲۲ و ۲۳ ۔ اپریل ۱۹۳۲ء کو غیر مقلدین کا ایک جلسہ قرار پایا جس میں احناف کو مسئلہ تقلید شخصی پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا۔ غیر مقلدین کی اس دعوتِ مباحثہ کو احناف نے قبول کیا۔ اور جناب مولانا محمود صاحب گنجوہی نے منظوری مباحثہ کی اطلاع منتظمین جلسہ کو بھیجدی۔ غیر مقلدین نے جلسہ گاہ چک رجادی میں قرار دیکر ایک بھدا سا سائبان بھی کھڑا کر دیا۔ جو تند ہوا آندھی کے چلنے سے چھلنی ہو گیا۔ اور بانیان جلسہ نے اسکے سوراخوں کو پھٹے پرانے چیتھڑوں سے بند کیا جنہوں نے سائبان کی بدصورتی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ اور ادھر احناف کرام نے انکے بالمقابل موضع ڈلہہ میں اپنے جلسہ کا انتظام کیا۔ اور خوشنما شامیانہ لگا کر جلسہ گاہ کی آرائش کی۔ اور چبوترہ بنا کر اردگرد کرسیاں بچھائی گئیں۔ اور وسط میں میز لگا کر دو کرسیاں صدر اور دو مناظرین کے لئے لگا دی گئیں۔ غیر مقلدین نے اشتہار میں مہمانوں کے کھانا کھانے کے لئے ایک روپیہ فیس کا آرڈر دیدیا۔ لیکن مسلمانان موضع ڈلہہ نے بیرونجات سے آنیوالے خاص و عام مہمانوں کے لئے وسیع پیمانے پر مفت کھانے کا انتظام کر دیا۔ غیر مقلدین کے اشتہار میں جن علماء کے نام لکھے تھے ان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی خاص الخاص تھے۔ مولوی ابراہیم صاحب تو نہ پہونچ سکے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب ۲۳۔ اپریل کو تشریف لائے جنکے ہمرکاب انکے دیگر حواری مولوی محمد جوناگڈھی مولوی عبد الرحمن دہلوی۔ مولوی نور محمد صیانی بھی تھے اور اسکے علاوہ مولوی عبد الغنی ساکن چک رجادی جلسہ ہذا کے بانی مبانی پہلے سے وہاں موجود تھے۔ حضرات احناف نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ کے لئے مولوی صاحب کے پرانے حریف غازیٔ اسلام مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں ضلع جہلم۔ اور مولانا مولوی عبد العزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرانوالہ کو بلوا لیا تھا۔ اور علاوہ صدر و معین حسب ذیل حنفی فضلاء بھی رونق افروز ہو گئے تھے۔ مولانا مولوی غلام احمد صاحب (ڈنگے ضلع گجرات) مولانا مولوی شیخ عبد اللہ صاحب (ملکے ضلع گجرات) مولوی عبید اللہ صاحب

مولوی فاضل۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ۔ مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتانی وزیرآبادی۔ مولانا محمود صاحب فاضل گنجوی۔ مولوی فضل کریم صاحب مولوی فاضل (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ) مولوی نور عالم صاحب مولوی فاضل (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول امرتسر) مولوی سلطان احمد صاحب۔ مولوی محمد چراغ صاحب (دھکڑ گجرات) مولوی حافظ نور عالم صاحب (چک سکندر گجرات) مولوی حافظ نور محمد صاحب امام جامع مسجد جہلم۔ مولانا مولوی غلام رسول صاحب (انچھے گجرات) مولانا ولی اللہ صاحب (ایضاً) مولوی حافظ سید محمد صاحب (سہول شریف) مولوی محمد خلیل صاحب (چونترہ جہلم) مولوی حافظ جان محمد صاحب جلال (گجرات) مولوی محمد ابراہیم صاحب (مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گجرات) مولوی غوث محمد شاہ صاحب (چک عبدالخالق جہلم) مولوی حافظ فضل الٰہی صاحب (کوٹھہ نالہ گجرات) مولوی محمد صدیق صاحب زمیندار اباہری ضلع گجرات مولوی کرم الٰہی صاحب جلسہ اور مناظرہ دیکھنے کے لئے بے تعداد مسلمان پہنچ گئے تھے جنکی تعداد ہزاروں کی تھی۔

پہلے دن کی کاروائی

۱۳ اپریل کو غیر مقلدین نے اپنے جلسہ اور حنفی علماء نے اپنے جلسہ میں وعظ شروع کئے۔ تمام مخلوق احناف کے جلسہ میں کھچی چلی آئی۔ صرف معدودے چند اشخاص وہاں رہ گئے۔ اور انکا جلسہ بہت پھیکا پڑ گیا۔ علمائے احناف میں سے سلطان الواعظین مولانا محمود گنجوی۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتانی اور مولوی محمد صدیق صاحب نے نوبت بہ نوبت تردید وہابیہ میں زبردست وعظ کئے۔

دوسرے دن کی کاروائی

امات کی خط وکتابت میں شرائط بحث کسیقدر طے ہو گئی تھیں۔ اور بقیہ شرائط کا تصفیہ مناظرہ کے وقت قرار پایا تھا۔ احناف ی جانب سے فاضل ملتانی غیر مقلدین کے جلسہ میں انعام حاصل کرنیکے لئے سویرے جا پہنچے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کل کے جلسہ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ اگر ملتانی ثابت کردے کہ میں نے جا بجانے یا عورتوں کے گانے کے جواز کا فتوے دیا ہے تو ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔ ملتانی صاحب نے مولوی صاحب موصوف کے اخبار اہلحدیث جس میں یہ فتوے شائع کئے گئے تھے۔ جاکر انکے سامنے یش کردئے۔ مولوی صاحب بغلیں جھانکنے لگے اور سخت متحیر ہوئے کہ کسطرح جان چھوڑائیں۔ اتنے ں فضلاء احناف بے تعداد مسلمانوں کی معیت میں حریف کے جلسہ میں جا پہنچے اور داخلہ کیوقت عرہ ہائے تکبیر ہر چہار طرف سے ایسے بلند ہوئے کہ غیر مقلدین کے دل دہل گئے۔ اور باقاعدہ مناظرہ روع کیا گیا۔

تقلید شخصی

مسئلہ تقلید شخصی کے متعلق مباحثہ کے لئے اِدھر سے جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل گوجرانوالہ پیش ہوئے۔ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بطور مدعی اور مولوی صاحب موصوف نے بطور معترض تقریر کرنی تھی۔ اول تو مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے دعوے کی کوئی تعیین ہی نہ کر سکے۔ پھر مولانا عبدالعزیز صاحب نے اختلاف احادیث کے متعلق دو واقعات کو بطور مثال پیش کر کے کہا کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دفعہ حج کیا۔ ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسا اختلاف پایا جاتا ہے کہ کسی حدیث سے حضور کا اس حج میں مفرد ہونا دوسری میں قارن تیسری میں متمتع ہونا پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا اختلاف ہے کہ سوائے مجتہد کے اسکے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ اصلیت کیا تھی۔ دوم حضور نے ایکدفعہ نماز کسوف ادا فرمائی۔ اسکے متعلق بھی احادیث مختلف ہیں۔ کسی سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے ایک رکوع کیا کسی سے دو اور کسی سے تین رکوع کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پھر جب احادیث کے اختلاف کی یہ حالت ہو۔ تو بغیر تقلید ائمہ مجتہد کسطرح کام چل سکتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چکرائے کہ اسکا کوئی جواب نہ بن سکا اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ٹالتے رہے۔ اور پھر یہ کہہ بیٹھے کہ حنفیوں میں کنچنیاں اور ڈوم میراثی بھی ہوتے ہیں۔ اسکا جواب مولانا نے یہ دیا کہ احناف کیطرف سے تو کوئی مدد کنچنیوں اور میراثیوں کو نہیں ملسکتی۔ کیونکہ گانا بجانا جو انکا پیشہ ہے اسکی حرمت کا فتوے دیتے ہیں البتہ یہ احسان آپ نے اُنپر کیا کہ باجا بجانا اجرتًا اور بلا اجرت جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی گانا بجانا جائز کر دیا۔ اسلئے بقول شاعر ؎

زنا
منظور ہے کہ سیمتنوں کا وصال ہو ٭ مذہب وہ چاہیئے کہ غنا بھی حلال ہو

اس لیئے شاہدان بازاری آپکی ذات پر جسقدر ناز کریں بجا ہے کہ آپ نے گانا بجانا جائز کر کے ان کو ہمیشہ کے لیئے گرویدہ احسان بنا لیا۔ ایسا ہی ڈوم میراثی۔ مولوی صاحب کسی طرح اسکے متعلق اپنی صفائی نہ کر سکے۔ اور پبلک نے تاڑ لیا۔ کہ فاضل حنفی کی فاضلانہ بحث نے غیر مقلد مولوی کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔

فرقہ ناجیہ

اسکے بعد فرقہ ناجیہ کی بحث شروع ہوئی۔ اس میں حنفی مدعی اور غیر مقلد معترض قرار پائے تھے۔ پہلے سے غازی اسلام مولانا مولوی کرم الدین صاحب رئیس بھین ضلع جہلم کھڑے ہوئے جنکو دیکھتے ہی شیر پنجاب کی روح کانپنے لگی۔ کیونکہ اس سے پہلے تیرلہ میں آپ سے دو دفعہ شکست اٹھا چکے تھے۔

مولانا نے فرمایا کہ چونکہ مقابل اہلحدیث ہیں۔ اسلئے احادیث کے ذریعہ اس امر کا فیصلہ کیا جائیگا کہ فریقین میں سے کونسا فریق ناجی اور کونسا فریق غیر ناجی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (بڑے گروہ کے تابع رہنا جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں گرا) اب دیکھنا ہے کہ مسلمانوں میں بڑا گروہ مقلدین کا ہے یا غیر مقلدین کا۔ دنیا کے مسلمانوں کا شمار کیا جائے تو وہ چالیس کروڑ سے زائد ہیں جن میں دو کروڑ مشکل دوسرے فرقے ہوں گے باقی سب ہمارے بھائی مقلدین آئمہ مجتہدین ہیں۔ چونکہ دنیائے اسلام میں بڑا گروہ ہمارا ہی ہے۔ اسلئے بحکم حدیث ہم ناجی اور فریق ثانی غیر ناجی ہیں۔ اور اگر دنیا کی آبادی سے قطع نظر کرکے یہاں کے حاضرین پر ہی نظر ڈالی جائے تو سوائے معدودے چند اشخاص کے باقی سب ہمارے حنفی مقلد بھائی بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب نے حاضرین سے استدعا کی کہ اس امر کے ثبوت کیلئے کہ ہم دونوں میں سے کس فریق کی تعداد یہاں زیادہ ہے۔ حنفی اپنے ہاتھ بلند کردیں۔ اتنا اشارہ ہی کرنا تھا کہ مجلس بھر کے ہاتھ ہزاروں کی تعداد میں بلند ہو گئے۔ صرف چند ہاتھ نیچے رکے رہے۔ جو مولوی صاحب غیر مقلد کے گرد و پیش معدودے چند بیٹھے تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب یہ حالت دیکھکر سخت گھبرا گئے اور صدر جلسہ کو کہنے لگے کہ آپ نے ایسا کیوں ہونے دیا۔ صدر نے کہا کہ حاضرین کو خاموشی کی ہدایت تھی۔ کوئی بولا نہیں۔ صرف ہاتھ اٹھ گئے ہیں۔ آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ اگر آپ کو بھی قدرت ہے تو اپنی جماعت کے ذریعہ ایسا کرشمہ دکھادیں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

غرض یہ منظر بہت عجیب تھا۔ حنفیوں کے ہاتھ کیا اٹھے گویا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت کا جھنڈا بلند ہو گیا۔ اس واقعہ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایسا مبہوت کردیا کہ آخر تک ہوش نہ سنبھال سکے۔ پھر مولانا نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اِنَّ الدِّیْنَ لَیَأْرِزُ اِلَی الْحِجَازِ کَمَا تَأْرِزُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُحْرِھَا۔ (دین سمٹ کر حجاز کیطرف چلا جائیگا۔ جیسے سانپ اپنی بل کیطرف چلا جاتا ہے۔) اس سے معلوم ہوا کہ دین حق کا اصلی مرکز مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ وہاں کے باشندگان کا کیا دین ہے۔ اگر وہ وہابی ہیں۔ شیعہ ہیں۔ مرزائی ہیں تو یہ لوگ سچے اور ہم جھوٹے۔ اگر وہاں صرف مقلدین آئمہ مجتہدین رہتے ہیں۔ تو ہم سچے۔ ہمارا مذہب سچا۔ ہم ناجی اور فریق غیر ناجی ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ہمارے چار مصلے بیت اللہ کے ارد گرد بچھے ہیں تمہارا اگر پانچواں مصلے بھی وہاں ہو تو دکھاؤ

ورنہ جب خدا کے گھر میں آپکو جگہ نہیں ملتی تو یقیناً تم راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہو۔ اس بُرہانِ قاطع کو سنکر مولویصاحب کی بدحواسی کی انتہا نہ رہی۔ ایک دفعہ بدحواسی میں کہدیا کہ ہمارا بھی مصلّٰے وہاں ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔ ادھر سے کہا گیا کہ بےشک آپکا مصلّٰے تو وہاں بچھا ہوا ہے۔ مگر بدقسمتی سے وہاں آپ کو بیٹھنا نصیب نہیں ہے۔ اگر حرم پاک میں جاکر آپ قدم رکھیں تو قید ہو جائیں۔ پھر جہاں سے اسلام پیدا ہوا۔ جہاں پر اسلام کی انتہا ہو گئی۔ وہاں آپکا گذر ہی محال ہے۔ تو پھر راندۂ درگاہ کا کوئی حق نہیں کہ وہ صداقت کا دعوےٰ کرے۔

یہ ایسی کھلی کھلی باتیں ہیں جو حاضرین کے دلوں میں گھر کرتی جاتی تھیں اور جنکا کوئی جواب نہ تھا اور نہ مولویصاحب جواب دیسکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مارے خجالت کے مولویصاحب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ دم خشک ہو گیا۔ منہ میں پانی کے گھونٹ ڈالتے۔ مگر تسکین دل نہ ہوتی۔ اسی بدحواسی میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہدیا کہ عنقریب وہابیوں کا قبضہ مکہ شریف میں ہو گا۔

بحث سے توبہ

آخر میں مجلس آپ نے بلند آواز سے اپنا عجز بیان کر کہدیا کہ میں آئندہ مولوی کرم الدین صاحب سے تقریری بحث کا نام نہ لونگا۔ وہابیوں کی ذلت کی حد ہو گئی۔ اور حنفیوں کی فتح کا غلغلہ بلند ہوا۔ نعرہ ہائے تکبیر "حنفیوں کو مبارک" کے آواز سے جلسہ گاہ گونج اٹھی۔ مناظرہ دس بجے دن سے شروع ہو کر بارہ بجے ختم ہو گیا۔ یہ بات زبان زدِ عام ہو گئی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ہار مان لی۔ اور آئندہ کے لئے مناظرِ اسلام سے مقابلہ کرنے سے تائب ہو گئے۔ سچ ہے اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی ۔

لہ قبل اسکے جب مولوی محمد کرم الدین صاحب نے کہا کہ وہابی حق پر نہیں تو اسکے جواب میں مولویصاحب نے کہا کہ ہم وہابی نہیں۔ حنفیوں نے ہمکو وہابی کہا۔ جیسے عبدالرحمٰن کو کوئی گھسیٹا کہدے۔ اب اپنی زبانی وہابی بنگئے۔ اس وقت مولوی ثناء اللہ کی عجب حالت تھی۔ سچ ہے "دروغگو را حافظہ نباشد"۔

خادمانِ اسلام
سید ثابت علی شاہ گیلانی حنفی چشتی ساکن نمرزلو
وبرکت علی شاہ نمبردار و سفید پوش ساکن لغرنگ

موضوع
فرقہ ناجیہ
تقلید شخصی

مناظرہ منصور پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصور پور متصل مکیریاں ضلع ہوشیارپور میں ۲۲، ۲۳ جون ۱۹۳۲ء کو مابین فرقہ غیر مقلدین و احناف مناظرہ ہوا۔ احناف کی طرف سے امام المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر بھیں ضلع جہلم مناظر تھے۔ اور غیر مقلدین نے آپ کے مقابلہ کے لئے اپنے بڑے بڑے مناظروں کے پاس آدمی دوڑائے تار بھی دیئے مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر ایک نو آموز نوجوان مولوی محمد یوسف خانپوری کو جو اپنے زعم میں رستم ہند بنا ہوا تھا پیش کیا۔ حمایت کے لئے چند ایک نامی بزرگ علماء غیر مقلدین جو امرتسر۔ روپڑ پٹی ضلع امرتسر وغیرہ سے آئے ہوئے تھے۔ غیر مقلد مناظر کے گرد و پیش بٹھلائے گئے۔ بنگلہ میاں دیوان محمد (منصور پور میں یہ اجتماع ہوا۔ ازدحام کثیر تھا۔ مولانا محمد کرم الدین صاحب اکیلے تشریف لائے تھے اتفاق سے مولانا محمد نواب الدین صاحب ستکوہی بھی اس علاقہ میں آئے ہوئے تھے پہنچ گئے۔ اور مولانا مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ دسوہہ بھی آگئے جو حنفی مناظر صاحب کے پاس نشست فرما تھے۔ ۲۲ جون کو پہلے اجلاس میں فرقہ ناجیہ اور دوسرے میں تقلید شخصی موضوع بحث تھی۔ حنفی جلیل القدر مناظر کے مقابلہ میں ایک نوآموز لڑکے (محمد یوسف) کا پیش کرنا غیر مقلدین کی غایت درجہ کی کمزوری تھی۔ خیر "قہر درویش برجان درویش"۔ غیر مقلدین کا نوجوان مناظر ہانپتا کانپتا کھڑا ہوا۔ چند غیر متعلق آیات و احادیث کا سہارا لیکر کچھ قال غول کی اور یہ ثابت کرنیکی بے سود کوشش کی کہ ہم بھی فرقہ ناجیہ میں داخل ہیں۔ غیر مقلد مناظر کچھ ایسا بدحواس ہو رہا تھا کہ جو لفظ منہ سے نکالنا یا عبارت پڑھنا غلط ہوتی تھی۔ ٹوکنے پر اسے سخت شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی۔ کچھ بدتہذیبی کے الفاظ بھی نکل جاتے تھے جن سے سر اجلاس معافی مانگنی پڑتی تھی۔ اسکے بعد شیر اسلام حنفی مناظر کی باری آئی۔ جب وہ گرج کر اٹھے تو وہابیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی دلائل قاطعہ اور براہین قاہرہ سے ثابت کیا کہ خدا اور رسول کے بتائے ہوئے معیار کے رو سے مقلدین آئمہ اربعہ کا سواد اعظم ہی فرقہ ناجیہ ہے جنہیں اکابر علمائے محدثین و مفسرین اولیاء کرام و صوفیاء عظام ہو گذرے ہیں۔ آپ نے حوالجات کتب مستندہ سے ثابت کیا کہ حضرت امام بخاری و دیگر جامعین کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ

بھی سب مقلد تھے۔ جنکی تقلید غیر مقلدین کو کرنی پڑتی ہے۔

الغرض۔ اس اجلاس میں احناف کو شاندار فتح اور غیر مقلدین کو سخت شکست نصیب ہوئی۔ اور حاضرین پر روشن ہو گیا کہ جدید فرقہ تارکین تقلید نے مسلمانوں کے سواد اعظم جماعت حنفیہ مقلدین آئمہ مجتہدین سے علیحدگی اختیار کر کے اپنے کو کسی کام کا رہنے نہ دیا۔ انہی کے یمن و برکت سے فرقہ مرزائیہ۔ چکڑالویہ۔ نیچریہ کا وجود ظہور میں آیا۔ دوسرے اجلاس میں فاضل مناظر حنفی نے بارہ ۱۲ آیات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ پیش کر کے مسئلہ وجوب تقلید شخصی کو ایسی وضاحت سے ثابت کیا کہ تمام حاضرین جلسہ عش عش کر اٹھے۔ مخالفین کے منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آخری تقریر میں آپنے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (جنکا احترام فرقہ غیر مقلدین کے دلوں میں بھی تھا) کی کتاب الانصاف سے وہ عبارت پڑھکر سنائی جس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں عام مسلمانان ہندوستان کے لئے سوائے تقلید کے چارہ نہیں اور جس نے تقلید چھوڑدی اس نے شریعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار دیا۔ حضرت شاہ صاحب کے اس قطعی فیصلے نے غیر مقلدین کے رہے سہے ہوش بھی اڑا دیئے۔ حاضرین کے نعرہ ہائے مسرت اور غلغلہ و تحسین و آفرین پر اجلاس احناف کی عظیم الشان فتح پر اختتام پذیر ہوا۔

۲۳۔ جون کو مسئلہ فاتحہ خلف الامام اور عدم جواز امامت غیر مقلدین پر بحث ہونی تھی۔ مگر غیر مقلدین کے دلوں پر کچھ ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہوں نے بالکل حوصلہ ہار دیا۔ اور تقدم و تاخر موضوع کا بہانہ لیکر بحث سے فراری ہوگئے۔ غیر مقلدین تو گاؤں چھوڑ کر بغلیں جھانکتے ہوئے چلدیئے اور حضرت مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب اور مولانا مولوی محمد نواب الدین صاحب کے پرزور وعظوں اور ہدایات منصور پور میں ہوتے رہے۔ جن سے مسلمان حد درجہ محظوظ ہوئے۔

حنفی بھائیوں کو یہ عظیم الشان فتح مبارک ہو۔

خاکسار:۔ **فضل احمد امام مسجد کبیریاں ضلع ہوشیار پور** ۱۲ جون ۱۹۲۹ء بقلم خود

ہزیمت خوردہ غیر مقلدین کی حیلہ سازی اور روافض سے طلب امداد

مناظرہ منصور پور (ضلع ہوشیار پور) میں احناف کے مقابلہ میں خانپوری غیر مقلدین کو جو شرمناک شکست ہوئی اسکا مفصل ذکر اسلامی اخبارات روزنامہ سیاست لاہور الفقیہ امرتسر وغیرہ اور اشتہارات میں چھپ چکا ہے۔ غیر مقلدین کو اپنی ذلت چھپانیکے لئے سوائے اسکے چارہ کار نظر آیا

کہ چند بہت پوری شیعہ صاحبان سے ایک اشتہار دلوادیا کہ غیر مقلدین کو شکست نہیں بلکہ فتح ہوئی ہے۔ اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو پھر مولوی عبدالغنی برادر کلاں مولوی محمد یوسف (مناظر) نے اپنی طرف سے اسی مضمون کا اشتہار شائع کرکے اپنے شکست خوردہ بھائی کی صفائی کرنا چاہی۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو مولوی فضل احمد امام مسجد ملکیریاں کو (جسکی طرف سے حنفیت کی فتح اور وہابیت کی شکست کا اشتہار چھپا تھا) بھی دھمکی دی گئی کہ تمنے ہمکو وہابی۔ ریشائیل (ڈاڑھی والے) لکھا ہے۔ ہم تم پر فوجداری دعوے کرینگے (اسکے ثبوت میں فضل احمد کا مرسلہ کارڈ ہمارے پاس موجود ہے) اس نے فوجداری سے ڈر کر انکو ایک معذرت نامہ لکھدیا کہ میں نے ایسے الفاظ نہیں لکھے مجھسے یونہی دستخط کرالئے گئے ہیں۔ (حالانکہ اشتہار بتمامہ فضل احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے) غیر مقلدین کی اسقدر پریشان حالی اور افراتفری اس امر کی بین دلیل ہے کہ بیچاروں کو اس ذلت آمیز شکست کیوجہ سے کچھ ایسا زخم کاری لگا کہ اسکی مرہم پٹی ہونا محال ہے۔ ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔ ہمیں بھی غیر مقلدین کی اس بیچارگی اور بیقراری پر افسوس ہے۔ مگر انہوں نے پہلے کیوں نہ سوچا کہ ایک طفل مکتب کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ غیر مقلد مناظر کی حالت قابل دید تھی۔ اسپر کچھ ایسا رعب طاری تھا کہ ایک لفظ بھی منہ سے صحیح نہ نکلتا تھا۔ کیوں نہ ہو ؎

مگس را چہ طاقت کہ با شاہباز　　بہ ہیجا در آید شود کینہ ساز

ہمیں سخت افسوس ہے کہ غیر مقلدین نے شیعوں سے اشتہار دلوا کر اپنی ذلت کو المضاعف کر دیا۔ وہ خود جو چاہتے لکھتے۔ مگر دشمنان اصحاب و ازواج رسول منکرین قرآن تقیہ باز شیعوں سے امداد نہ لیتے۔ غیر مقلدین نے شہادت اخوان شیعہ کا اشتہار دلوا کر اس حقیقت کا انکشاف کر دیا کہ غیر مقلدین اور شیعہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور مسائل و عقائد میں باہم کامل اتحاد رکھتے ہیں ؎

ترک تقلید کی برکت سے ہے یہ رفض و الحاد　　بغض اسلاف ہے دونوں کی فقط اصل مراد

ہم پہلے اشتہار شیعہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ **قولہ** شیعہ۔ کسی صداقت واقعی کا چھپانا کسیطرح بھی جائز نہیں۔ لہذا ہم بغیر کم و کاست اصل واقعہ ظاہر کرتے ہیں۔ **اقول**۔ شیعہ اور اظہار صداقت۔ ع "ایں خیال است و محال است و جنوں"۔ شیعہ مذہباً کتمان شہادت پر مجبور ہیں (۱) انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ (اصول کافی صـ [illegible]) (۲) من اذاع علینا حدیثنا سلبہ اللہ الایمان (اصول کافی صـ [illegible]) یعنی شیعہ کو حق چھپانے سے عزت اور ظاہر کرنے سے ذلت ہوتی ہے اور کہ اشاعت حق کرنے سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں شیعہ مذہب میں تقیہ (جو مرادف کذب ہے) بہت بڑا کار ثواب ہے (۱) لا دین لمن لا تقیۃ لہ ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ (اصول کافی ص۴۸۴) یعنی جو تقیہ نہ کرے (جھوٹ نہ بولے) وہ بے دین اور بے ایمان ہے۔ (۲) تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ۔ دین کے نو حصے تقیہ (جھوٹ) میں ہیں۔

پھر جن اصحاب کو مذہبًا یہ ہدایت دی گئی ہو کہ کبھی اظہار حق نہ کرنا ورنہ ذلت ہوگی۔ اُنکے کسی قول واقرار کی کیا وقعت اور انکی شہادت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ بیچارے غیر مقلدین نے شیعہ کو اپنی برادری قرار دیکر "خواجہ کا گواہ مینڈک" اہل حق (احناف) کے خلاف شاہد عدل کے طور پر پیش کر کے اپنی ذلت چھپانے کی کوشش کی۔ اور اُنکے سراسر خلاف واقعہ بیان کو شہادت حقہ سے تعبیر کر کے بڑی شد ومد سے اشتہار دلوایا اور اپنے صرف سے اسکو برقی پریس امرتسر میں (جہاں اپنا اشتہار چھپوایا) طبع کرانے کی ناحق زحمت اٹھائی ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری او یار غلط   کیوں بغل میں لئے پھرتا ہے یہ طومار غلط

ایک ایسا واقعہ جسکے سینکڑوں ہزاروں گواہ موجود ہوں اور جسکی شہرت ملک بھر میں ہو چکی ہو۔ چند ایرا غیرا نتھو خیرا۔ جھنڈو فتو کی جھوٹی شہادت سے کب چھپ سکتا ہے۔ **قولہ**۔ مناظرہ پہلے بکیریاں میں مقرر ہوا تھا۔ احناف پھر گئے۔ تقرر ثالث پر فریقین کا اقرار ہو چکا تھا۔ اور مناظرہ تحریری ہونا قرار پایا تھا۔ مگر حنفی عالم نے انکار کر دیا۔ **اقول**۔ شرائط نامہ جو ہر دو مناظرین کی خط وکتابت سے طے ہوا۔ اس میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ پھر بہت پوری تقیہ باز کس ثبوت پر یہ بے تکی ہانک رہے ہیں۔ "مدعی سست گواہ چست"۔ **قولہ**۔ اہلحدیث جماعت کے ساتھ ہمیں تازہ رنج ہے۔ چار پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ ان سے مناظرہ ہوا تھا۔ **اقول**۔ چار پانچ سال کا عرصہ شیعوں کی اصطلاح میں تازہ بات ہوتی ہے۔ خوب۔ مگر یہ تو بتائیں کہ حنفی مناظر (راقم الحروف) سے تو انکو کوئی رنج نہیں جس نے متعدد مناظروں میں شیعوں کی وہ خبر لی کہ اب کسی شیعہ مناظر کو سامنے آنیکا حوصلہ نہیں پڑتا۔ تازہ بات ہے کہ ۱۵-۱۶ اگست کو الگوں تحصیل قصور میں مناظرہ قرار پایا تھا۔ شیعوں کو جب خاکسار کی آمد کا پتہ ملا تو انکے مناظر صاف انکاری ہو گئے۔ بیچارے شیعیان الگوں کہیں منہ دکھانے کے نہیں رہے۔

علاوہ ازیں میری تصانیف آفتاب ہدایت وغیرہ نے تو شیعی دنیا میں تزلزل ڈال دیا ہے۔ کیا تمہارے غیر مقلد مناظر نے بھی رد شیعہ میں کوئی رسالہ (دو ورقہ ہی سہی) شائع کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ بہت پوری شیعوں نے اپنے مشہور مخالف (حنفی مناظر) کی مخالفت میں غیر مقلدین کا ساتھ دیا ہے۔

؎ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

قولہ۔ اہلحدیث مناظر نے سات آیات اور تین احادیث اپنے ناجی ہونے کے ثبوت میں پڑھیں جنہیں صاف لفظ نجات موجود تھا۔ چنانچہ آیت اول یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ۔ مولوی کرم الدین کسی آیت یا حدیث کا جواب دیسکے۔ **اقول۔** کسی آیت یا حدیث میں لفظ نجات کے پایا جانے سے اہلحدیثوں کی نجات کا کیا ثبوت؟ اور آیت متذکرہ کو مسئلہ متنازعہ سے کیا تعلق۔ ہاں شیعہ حضرات تو قرآن سے شیعہ مذہب کی صداقت کا ثبوت اُن آیات سے دیا کرتے ہیں جہاں لفظ شیعہ آجائے۔ خواہ وہ مشرکین اور کفار کے حق میں ہی کیوں نہ ہو (۱) اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ (۲) ثُمَّ لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ کُلِّ شِیۡعَةٍ اَیُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَی الرَّحۡمٰنِ عِتِیًّا۔ پس انکی اصطلاح میں کسی آیت میں لفظ نجات آگیا تو غیر مقلد ناجی ہوگئے۔ ع ببیں عقل و دانش بباید گریست۔ **قولہ۔** دوسرے وقت میں مولوی کرم الدین نے بارہ آیات پڑھیں جنمیں سے آیت اول یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ۔ ودیگر۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔ وغیرہ۔ مولوی محمد یوسف نے کہا کہ یہ آیات اطاعت اور اتباع پر دلالت کرتی ہیں تقلید کا ان میں نام تک نہیں۔ **اقول۔** شاباش شیعو! آخر کچھ تو کہہ ہی دیا۔ والحق ما شہدت به الاعداء۔ یہ تو تمنے مان لیا کہ حنفی مناظر نے بارہ آیات سے اطاعت اولی الامر (ائمہ مجتہدین) اقتداء طریق صادقین و اتباع سبیل المومنین کا ثبوت پیش کر دیا۔ غیر مقلد نے صرف یہ جواب دیا کہ ان آیات میں لفظ تقلید کا نہیں بلکہ اطاعت و اتباع کا ہے۔ واہ۔ کیا خوب جواب ہے۔ وجہ ہے کہ سمجھدار اہلحدیث غیر مقلد مناظر کی اس نکتہ آفرینی کی ضرور داد دینگے۔ یہ کیا نہ کہہ دیا کہ آیات میں ائمہ مجتہدین کے نام نہیں ہیں اسلئے تقلید ناجائز ہے۔ پھر تو ہمارا بھی حق ہے کہ غیر مقلدین سے مطالبہ کریں کہ کسی ایک آیت میں اہلحدیث کا لفظ دکھائیں۔ نیز غزنوی۔ ثنائی، بہر خانپوری غیر مقلدین کے ناجی ہونیکا ثبوت بتصریح اسماء محمد حسین قرآن سے دکھائیں۔ عقل بڑی یا بھینس۔ اتباع و اطاعت کو مفہوم تقلید سے الگ سمجھنا محمد یوسف ایسے مناظرین کا کمال ہے بس حد کر دی۔ **قولہ۔** مولوی کرم الدین نے آخری تقریر میں اپنے سامعین پر اثر ڈالنے کے لئے مشہور مقلدین کی فہرست پڑھنا شروع کر دی کہ غیر مقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوا مقلدین ہی ولی اللہ اور بزرگ ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ اولیاء کا مقلد ہونا بھی بیان کیا۔ **اقول۔** پھر اسکا جواب غیر مقلد

مناظر نے کیا دیا۔ اُسوقت غیر مقلدین کی حالت قابل دید تھی۔ جب دلائل سے بیان کیا گیا کہ جملہ محدثین حتّٰی کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ۔ ترمذیؒ۔ ابن ماجہؒ وغیرہ جامعین صحاح ستہ سب مقلد تھے۔ اور نیز تمام اجلّہ مفسرین اور اولیاء اللہ کا مقلد ہونا ثابت کیا گیا۔ اور غیر مقلدین سے مطالبہ کیا گیا کہ تم بھی کوئی ایک آدھ نام پیش کرو جو ولی اللہ مانا گیا ہو۔ اور غیر مقلد ہو۔ کوئی لنگڑا۔ لُنجا۔ کوڑھی ہی سہی۔ غیر مقلدین ایسے مبہوت ہوئے کہ صدائے بر نخاست۔ اور اغیار کو غیر مقلد سمجھنا ہی اہلحدیث ہی کا کام ہے۔ ایسا ہے تو قرآن سے آیت وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ اور أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ اور أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ نکال دو اور صادقین مومنین کی جماعت سے علیحدگی ہی منظور ہے تو نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ جس میں جماعت منعم علیہم (صادقین ومومنین) کے طریق کی ہدایت کی دعا کیجاتی ہے۔ **قولہ۔** مولوی کرم الدین نے تقلید کی تعریف نہ کی۔ **اقول۔** شیعو! اگر دل میں کچھ نور ایمان ہے تو حلف کہنا۔ کیا حنفی مناظر نے آیاتِ مستدلہ قصۂ خضر و موسیٰ پڑھ کر تعریف تقلید اور اُسکے وجوب پر روشنی ڈالکر غیر مقلدین کو مبہوت نہ کر دیا تھا۔ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ۔ **قولہ۔** محمد یوسف نے کہا کہ پیر صاحب کی گیارہویں مشرک لیتے ہیں۔ اسپر شور مچگیا۔ پھر محمد یوسف نے کہا کہ اسی پر بحث کر لو۔ گیارہویں دینا شرک ہے۔ **اقول۔** تقیہ باز شیعہ نے میاں محمد یوسف کی اُس حالت کو کیوں بیان نہ کیا جبکہ اس لفظ کے منہ سے نکالتے وقت مجلس مشتعل ہونے پر غیر مقلد مناظر کو جان کے لالے پڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا ہاں۔ فوراً وہی کلمات بتا دیتے ہوتے جو مولوی نواب الدین صاحب نے ہنٹر دکھا کر غیر مہذب غیر مقلد مناظر کے حق میں استعمال کئے تھے۔ اور صدر مجلس اس نے توبہ کر کے جان بچائی تھی۔ شیعیان بہت اچھے تقیہ پر عمل پیرا ہوتے اور صداقت کا خون کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یوسف نے کہا تھا کہ گیارہویں دینا شرک ہے۔ اسی مسئلہ پر بحث کر لو۔ کیا ہی صداقت ہے جسکے اظہار کے لیے شیعیان بہت پھولے کھڑے ہوئے ہیں۔ کیوں نہ ہو ؎ کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا۔ تقیہ ہمنے کیا تھا ہمیں ثواب ملا۔ **قولہ۔** دوسرے روز مولوی محمد یوسف صاحب نے کہا کہ اول وقت میں مسئلہ اقتدا اور دوسرے وقت میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر بحث ہوگی۔ مولوی کرم الدین صاحب نہ مانے۔ **اقول۔** شرائط طے شدہ میں مولوی محمد یوسف نے اپنے قلم سے مسئلہ تقلید کے بعد مسئلہ فاتحہ خلف الامام رکھا اور اسکے بعد مسئلہ اقتدا کو جگہ دیگئی۔ پھر اسکے خلاف اب یہ نئی ترتیب قائم کرنیکا انکو کیا حق تھا۔ اور یہ انکی طرف سے مناظرہ سے فرار تھا یا نہ؟ انصاف! انصاف!!۔ **قولہ۔** چوہدری عبدالکریم صاحب صدر نے

کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مولوی کرم الدین صاحب کا منشاء محض یہ ہے کہ آخری تقریر میں ادھر ادھر کی باتیں لگا کر مجلس پر اپنا اثر ڈالیں جیسا کہ آپ نے کل کیا۔ **اقول**۔ بہت پوری اخوان شیعہ اٹھے تو تھے اپنے برادر میاں یوسف کی حمایت کے لئے۔ لیکن اس تحریر میں دو روزہ بحث کا نتیجہ لکھکر خانپوری غیر مقلدین کی شکست اور احناف کی فتح پر مہر کر دی کہ صدر صاحب نے سر اجلاس کہدیا کہ کل آخری تقریر میں حنفی مناظر نے مجلس پر اپنا پورا اثر ڈالدیا۔ کہیں آج بھی ایسا ہی نہ کریں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

شیعہ برادری کی اس شہادت اور صدر صاحب کے اس ریمارک کے بعد بھی خانپوری غیر مقلدین کہہ سکتے ہیں کہ مناظرہ کا جو اثر پہلے روز مجلس لیکر اٹھی وہ احناف کے حق میں نہیں بلکہ غیر مقلدین کے حق میں تھا

؎ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

قولہ۔ مولوی کرم الدین صاحب نے صدر صاحب کو اہلحدیث کی اعانت کا اتہام لگایا۔ **اقول**۔ بیشک چوہدری عبدالکریم صاحب کو چونکہ وہ خانپوری اہلحدیث کے صدر انجمن ہیں اور اسی لئے انہوں نے انکی صدارت منظور کی تھی۔ انکی رعایت منظور تھی۔ جسکو حنفی مناظر کے علاوہ ساری مجلس نے محسوس کیا بلکہ انکے ایک بھائی بھی مجلس میں اسبارہ میں ان سے جھگڑتے رہے لیکن وہ کیا کرتے مناظرہ تو اہلحدیث نے کرنا تھا۔ جب ہر بات میں وہ فیل ہوتے تو صدر صاحب کیا مدد کر سکتے تھے۔ **قولہ**۔ صدر صاحب نے کہا کہ اگر میں ثالث ہوتا تو کل ہی اہلحدیث کے حق میں فیصلہ لکھدیتا۔ **اقول**۔ یہاں پھر شیعہ اخوان نے تقیہ کا ثواب حاصل کیا ہے۔ صدر صاحب نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ یہ امر بالکل اتہام ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ دوسرے روز صبح جب احناف میدان مناظرہ میں آئے اور ابھی غیر مقلد نہ آئے تھے تو احناف نے چوہدری صاحب کو کہا کہ غیر مقلد آج کیوں لیٹ ہیں۔ کیا آئینگے بھی یا نہ؟ تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ کل جو انکی گت بنی ہے (یعنے جو ذلت مناظرہ میں انہیں حاصل ہوئی ہے) امید نہیں کہ آج آئیں۔ اور بھی متعدد اشخاص سے گفتگو میں انہوں نے احناف کی فتح اور غیر مقلدین کی شکست کا صاف الفاظ میں اظہار کیا۔

---

[1] شیعوں نے از راہ تقیہ آخری تقریر میں حنفی مناظر کی کتاب الانصاف مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی عبارت ذیل پڑھکر سنانیکا ذکر کیا جس سے غیر مقلدین کی آنکھیں کھل گئیں اور حاضرین کو معلوم ہو گیا کہ آجکل ہندوستان میں تقلید امام اعظم گویا ترک شریعت اسلام ہے عبارت یوں ہے جب جاہل آدمی ہند کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو اور کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی ان میں نہ ہو تو اسپر واجب ہے کہ تقلید امام ابو حنیفہ کی کرے اور اسپر حرام ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ سے باہر نکلے کیونکہ اس صورت میں شریعت کا پھندا اپنی گردن سے نکالکر مہمل و بیکار رہ جائیگا۔

اشتہار غیر مقلدین

غیر مقلدین کے اشتہار میں بھی تقریباً یہی باتیں ہیں جنکی تردید اوپر ہو چکی ہے۔ ان اشتہار غیر مقلدین کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اشتہار کے عنوان کو انہوں نے سیاہ ماتمی لباس پہنا کر اپنی ذلت کا امتیازی نشان دکھایا ہے۔ غالباً شیعہ اخوان کی سنت کے عامل بنے ہیں۔ مضمون میں بھی سطر ۱۵ میں فیا اسفی کا لفظ لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسیقدر پر اکتفا نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ شیعہ برادری سے ملکر کسی امام باڑہ میں جائیں اور حصول ذلت پر ماتم کریں اور خوب زور زور سے منہ پیٹیں۔ اور سینہ کوبی کریں اور فیا اسفی پر ان الفاظ کا اضافہ کر لیں" واویلاہ! واویلاہ!! ہائے حسین کربلا"۔ شاید دل کو کچھ تسکین ہو سکے۔ سوائے اسکے کوئی علاج نہیں ہے۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ منصورپوری احباب کے اصرار پر مناظرہ کرنا پڑا۔ **اقول**۔ غالباً شیعہ برادری کی صحبت کا اثر ہے کہ آپ بھی تقیہ سے کام لینے لگے۔ بتائیے پہلے کس ذلیل نے ۱۹ مسائل والا اشتہار لکھکر دنیا بھر کے احناف کو بالعموم اور اپنے علاقے کے احناف کو بالخصوص مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ پھر یہ کہنا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے تھے کیا یہ ایک سیاہ جھوٹ نہیں ہے؟ **قولہ**۔ اسیطرح ہم نہیں چاہتے تھے کہ اپنی فتح کا اشتہار دیں۔ **اقول**۔ آپ کی فتح ہوتی تو ضرور اشتہار دینے میں سبقت کرتے۔ لیکن جب میدان میں ذلت اٹھا گئے تو اشتہار کیسے دیتے۔ چونکہ فتح احناف کی ہوئی۔ انہوں نے اشتہار دیا۔ پھر آپ مجبوراً ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ مگر جب سب حیلے کارت گئے۔ نہ اخبار اہلحدیث نے کچھ امداد کی۔ نہ اہلحدیث علماء ہی ہم نوا ہوئے تو شیعوں کے آستانہ پر ناصیہ فرسائی کی کہ تم ہی حق برادری ادا کرو۔ مگر انکا اشتہار بھی شکست کا اعلان کر رہا ہے **قولہ** یہ سننے میں آیا ہے کہ منصورپوری احناف پھر مناظرہ کے لئے آمادہ ہیں۔ **اقول** احناف منصورپور جب خدا کے فضل سے پہلے ہی مناظرہ میں مظفر و منصور رہے ہیں تو انکو دوبارہ مناظرہ کی کیا ضرورت ہاں۔ اپنی شکست کا داغ دھونے کیلئے مکرر مناظرہ کے شائق ہوں تو بسم اللہ۔ اپنے کسی مسلم مشہور مناظر کو تیار کریں۔ یوسف کی قابلیت تو الم نشرح ہو چکی۔ اس سے مکرر مناظرہ مرے ہوئے کو مارنا ہے اگر کسی اہلحدیث مشہور مناظر نے آپکی حامی بھری تو ہمیں دریغ نہ ہوگا۔ اب مناظرہ پنجاب کے صدر مقام لاہور میں ہونا چاہیئے۔ جرأت ہے تو میدان میں آؤ۔

چونکہ مولوی محمد یوسف نے ۱۹ مسائل اشتہار میں لکھکر احناف کو مباحثہ کا چیلنج دیا ہے اس لئے ذیل میں چند مسائل غیر مقلدین بحوالۂ کتب لکھے جاتے ہیں۔ "عوض معاوضہ گلہ ندارد۔"

عقائد عملیات غیر مقلدین

۱- غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہے (صیانۃ الناس مولفہ شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی) ۲- انکا عقیدہ ہے کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے۔ کرسی چرچر کرتی ہے۔ (رسالہ الاحتواء فصل نہم مولفہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی) ۳- انکا اعتقاد ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اسیقدر تعظیم ہے جسقدر بڑے بھائی کی (تقویۃ الایمان ص۱۲۳ مولفہ مولوی اسمٰعیل) ۴- یہ کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا۔ نبی ہو یا رسول۔ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ (کتاب التوحید ص۱۲۳) ۵- یہ کہ نماز میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے بھی برا ہے (صراط مستقیم ص۹۵) ۶- یہ کہ جو شخص انبیاء و اولیاء کو پکارے اور انکو سفارشی سمجھے۔ گو انکو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے مشرک ہیں وہ ابوجہل کے برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۷) ۷- یہ کہ جو شخص کسی ولی بزرگ کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے وہ سور جیسا حرام اور ذبح کرنیوالا ملعون ہے (تقویۃ الایمان ص۲۴) ۸- ان کے پیشوا عبدالوہاب کا قول ہے کہ میری لاٹھی محمد سے بہتر ہے (معاذ اللہ) (ادمغ البراہین ص۱) ۹- اور یہ کہ روضۂ نبی بڑا بت ہے مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں (ادمغ البراہین ص۱) ۱۰- انکا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء ناچیز و ناکارے ہیں (تقویۃ الایمان) ۱۱- غیر مقلدوں کے نزدیک بڑے آدمی کا بول و براز کتے کا لعاب اور لید اور خون حیض اور گوشت خنزیر پلید ہے۔ انکے ماسوا میں خلاف ہے اور اصل طہارت ہے (دررِ بہیہ شوکانی ص۱۳) گویا انکے نزدیک کتے کا موت۔ گھوڑے۔ خچر۔ بندر۔ ریچھ۔ بھیڑیا۔ بلی۔ شیر وغیرہ حیوانات کا بول و براز۔ چربی۔ خون۔ منی۔ شراب وغیرہ سب چیزیں پاک ہیں۔ ۱۲- انکے نزدیک پانی قلیل ہو یا کثیر نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جبتک رنگ۔ مزہ۔ بو نہ بدلے (دررِ بہیہ ص۲) تو گویا ایک بوتل پانی میں چار قطرے پیشاب یا شراب یا منی وغیرہ کے پڑجائیں اور اس سے رنگ و بو و مزہ میں فرق نہ پڑے تو غیر مقلد اسکو استعمال کر سکتا ہے ۱۳- غیر مقلدوں کے مذہب میں پانی قلتین (دو مشکیزہ) کے برابر ہو تو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جبتک کوئی صفت نہ بدلے (گویا جس کنوئیں میں کتا۔ بلا یا سور پڑ جائے۔ اگر اوصاف ثلاثہ سے کوئی نہ بدلے تو غیر مقلدین اسکا پانی پینے اور وضو کے لئے استعمال کر سکتے ہیں) ۱۴- انکے مذہب میں بڑی عمر والا مرد خواہ ڈاڑھی رکھتا ہو بڑی عمر والی عورت کا دودھ پی سکتا ہے (چہ خوش) (دررِ بہیہ ص۱۴۲) ۱۵- انکے نزدیک اگر امام جنبی ہو۔ یا کپڑا پلید ہو۔ یا کوئی فرض چھوٹ گیا ہو۔ یا وضو ٹوٹ گیا ہو۔ تو صرف امام کی نماز فاسد ہوگی۔ مقتدیوں کی نماز کو کچھ خلل نہ ہوگا (فتح المغیث ص۱) ۱۶- انکے نزدیک آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات النبی نہیں۔

بلکہ مر کر مٹی ہو گئے ہیں (تقویۃ الایمان صفحہ ۳۵) ۱۷۔ انکے نزدیک شادیوں میں گانا۔ باجے بجانا یا اجرت دینا اجرت جائز ہے (اخبار اہلحدیث ۲۰ رمضان ۱۳۳۲ھ) ۱۸۔ انکے نزدیک وظیفہ یا رسول اللہ شرک و بدعت ہے ([illegible])

۱۹۔ انکے مذہب میں رضاعی باپ کی منکوحہ عورت پسر رضیع پر حلال ہے (اخبار اہلحدیث ۱۰ فروری ۱۹۱۳ء)

۲۰۔ انکے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک سفر کرکے دیکھنا ایسا گناہ ہے جیسا کہ جنگل کا دیکھنا (صراط مستقیم صفحہ ۵۸)۔

نتیجہ پھر ایسے حالات میں جو اصحاب غیر مقلدین کی امامت اور انکی اقتدا میں نماز پڑھنے کے متعلق استفسار کرتے ہیں وہ خود سوچ لیں کہ ایسی طہارت اور ایسے عقائد والے امام کے پیچھے نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ ھذا۔ والسلام۔

راقم

خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں ۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم

پیر ظہور صاحب کے چیلنج

پیر ظہور صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں جس میں چند گیت لکھے ہوئے تھے۔ ایک فتویٰ لکھا تھا۔ کہ قائلین سماع بلا استثنا کافر ہیں۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑا حملہ ان بزرگان دین خاندان چشتیہ وغیرہ کے خلاف تھا جو جواز سماع کے قائل ہیں، اسلئے اس کی تردید میں ہم نے ایک مختصر رسالہ موسومہ ہدیۃ الاصفیا شائع کیا جس میں نہایت شریفانہ لہجہ میں پیر صاحب کو مخاطب کرکے تفہیم کی گئی کہ آپ اپنے ایسے بیہودہ اور بلا دلیل فتویٰ سے رجوع کرکے بزرگان دین سے جنکی بلاوجہ دل آزاری کی گئی ہے، معافی مانگ لیں، چنانچہ غلطی آپنے اپنے ایسے بیہودہ فتویٰ پر خط تنسیخ کھینچکر نئے ایڈیشن رسالہ مذکورہ سے وہ فتویٰ نکال ہی دیا لیکن پھر بڑی دیدہ دلیری اور شوخی سے ظہوری جنتری میں ہماری نسبت شوخیانہ اور غیر مہذبانہ الفاظ استعمال کرکے اپنی شرافت کا ثبوت دیا اور اس میں ہیڈنگ لگائی گئی کہ ہم نے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھ دیا ہے جس پر پانسو علماء کے دستخط ہیں، لیکن جب وہ تردیدی رسالہ موسومہ ظہور حقیقت منصہ ظہور میں آیا تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ پیر صاحب بالقابہ اس رسالہ کی اشاعت کیلئے ایک معمولی حیثیت کے گمنام شخص مولوی محمد حسین نامی کے منت کش ہوئے ہیں۔ اگر قابلیت کا یہ حال تھا تو پہلے بزرگان دین کے خلاف فتویٰ تکفیر لکھنے کی کیوں جرأت کی، پیر صاحب نے طباعت رسالہ کے بعد ہمارے بعض احباب سے خط و کتابت کرکے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ آئندہ کیلئے اس سلسلہ کو ترک کیا

جائے، لیکن آپ کے اجیر مولوی محمد حسین نے ہمیں چیلنج مناظرہ بھی دے دیا ہے، اور جو الفاظ ہماری نسبت اس رسالہ میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ ہرگز قابل برداشت نہیں ہیں، معلوم نہیں کہ اس مجہول الحال مُلّا کو ہمارے ساتھ کب سے خدا واسطہ کا بَیر تھا، کہ بقول شخصے، تم کون ہو، ہم خواہ مخواہ، ہم سے الجھنا پسند کیا ہے۔ بہرحال ہم ایسے گمنام کم حیثیت شخص سے مناظرہ تو کیا اس سے مخاطب ہونے میں بھی اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ البتہ پیر جی کو چیلنج کرتے ہیں کہ بیشک آپ سامنے آئیں، اور کسی ایسی جگہ میں جو آپ کے حلقۂ اثر سے خارج ہو کھلے میدان میں ہم سے اس مسئلہ میں مناظرہ کر لیں، اور اگر خود بدولت اسکے اہل نہیں ہیں، تو کسی مشہور مولوی کو جس کو دنیا جانتی ہو میدان میں اپنے ہمراہ لائیں، ہم جانتے ہیں کہ تصنیف رسالہ صرف اس مجہول الحال برائے نام مولوی کا کام نہیں، بلکہ ؎ کوئی معشوق ہے اس پردۂ نگاری میں، پس پردہ کوئی چھپے رستم مولوی صاحب کام کرتے رہے ہیں، انکو پردہ سے نکال کر میدان میں لانا چاہیئے۔ رسالہ میں کیا لکھا ہے، ہر ایک ذی علم اسکو پڑھکر سمجھ سکتا ہے، کہ ہمارے دلائل کی کوئی تردید نہیں کی جا سکی، بلکہ مصنف رسالہ یہاں تک بے بس ہوا ہے، کہ نجات المومنین، الواح بارک اللہ اور انواع عبداللہ کے ابیات سے استدلال کیا گیا ہے، اُدھر تفاسیر میں سے تفسیر حسینی کا انتخاب کیا گیا ہے، جس سے شیعہ حضرات بھی تمسک کیا کرتے ہیں، واہ چہ خوش، اور بجائے پانسو علماء کے فرضی طور پر اکثر ایسے حضرات کے نام لکھدیئے ہیں، جو مدت سے اس دنیا بے ثبات سے رخصت ہو چکے ہیں، ہاں مولانا قطبی شاہ صاحب کی مُہر بھی لگائی گئی ہے، مولانا ممدوح سے چکوال میں ملاقات ہوئی، تو وہ صاف فرمانے لگے کہ ہم نے ہرگز رسالہ نہیں دیکھا، نہ اسکی تصدیق کی ہے، یہ ایک بہت بڑی جعلسازی ہے، جو پیر جی کے ظہور سے عمل میں آئی ہے، وقس علےٰ ھذا، بہرحال ہم نہایت بے صبری سے منتظر رہیں گے، کہ کس وقت پیر صاحب میدان میں نکلتے ہیں، فی الحال ہم ان کی شاعرانہ قابلیت اور لفظی و ادبی اغلاط کو ظاہر نہیں کرتے، جو پیر جی سے معمولی پنجابی اشعار میں سرزد ہوئے ہیں، البتہ میدان میں جلوہ آرا ہونے پر یہ سب حقیقت بے نقاب ہو جائیگی۔ والسلام۔

راقم

خاکسار۔ ابو الفضل۔ محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال
ضلع جہلم۔ مورخہ ۲۲ر جون ۱۹۳۲ء

مسلک دبیر پر مُحرفین کے پیدا کیے گئے شبہات کا اِزالہ

کیا مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟

مولف: ہیثم عباس قادری رضوی

مناظر اسلام ابوالفضل مولانا کرم الدین دبیر 1853ء میں بھیں مضافات جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ساری زندگی باطل فرقوں (وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی وغیرہ) کی تردید کرتے گزری۔ باطل فرقوں کے رد میں متعدد تصانیف لکھیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ آفتاب ہدایت، تازیانہ عبرت، مناظرات ثلاثہ، صداقت مذہب نعمانی، پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ، السیف المسلول، تازیانہ سنت اور فیض باری وغیرہ۔

مولانا کرم الدین دبیرؒ کی وفات 1946ء میں ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد ان کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے یہ مشہور کر دیا کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر کے دیوبندی مسلک اختیار کر لیا تھا۔ حالانکہ یہ بات سراسر خلافِ واقعہ اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس تحریر میں دیوبندیوں کے اس جھوٹ کا پول کھولا جائے گا۔

مولانا کرم الدین دبیر کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے دو جھوٹ

کذاب زماں ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی دیوبندی نے مولانا کرم الدین دبیر کے متعلق یہاں تک لکھ دیا کہ

”آپ سیدھے دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا“ (مطالعہ بریلویت جلد 4 صفحہ 357 مطبوعہ دار المعارف اردو بازار لاہور)

اس عبارت میں خالد محمود دیوبندی کذاب نے دو جھوٹ بولے ہیں کہ

(1) مولانا کرم الدین دبیر دیوبند پہنچے اور اکابر دیوبند سے ملاقات کی۔

(2) اپنے بیٹوں کو تعلیم کے لیے ان کے سپرد کیا۔

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کذاب کے پہلے جھوٹ کا رد مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے بھی کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

”یہاں علامہ صاحب دامت برکاتہم کو تسامح ہوا ہے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر دار العلوم دیوبند نہیں جا سکے تھے اور نہ ہی آپ کی ملاقات مولانا حسین احمد مدنی سے ہوئی تھی“ (احوال دبیر صفحہ 67 ناشر گوشہ علم 1-H-182 وحدت ٹاؤن لاہور)

لیکن اس کتاب کے دوسرے جھوٹ کے متعلق لب کشائی نہ کی جس میں خالد محمود دیوبندی نے بیٹوں کا لفظ لکھا کیونکہ دوسرے بیٹے کا ذکر تو مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کے بارے میں سب سے پہلے جھوٹ بولنے والے شخص قاضی مظہر حسین دیوبندی نے بھی نہیں کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی وہمنوا مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر پیش کرتے جس میں ان کی یہ وضاحت ہوتی کہ میں نے اپنا مسلک اہلسنت وجماعت تبدیل کر کے دیوبندی مسلک کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی یہ تحریر پیش نہ کر سکے۔ مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے ”احوال دبیر“ کے باب سوم بنام ”مولانا کرم الدین دبیر کا ابتدائی مسلک و مشرب“ میں مولانا کرم الدین دبیر کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ جس کی تفصیل آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو دیوبندی قرار دینے کی وجوہات:

''مولانا کرم الدین دبیر نے اپنے دور میں مرزائیت، رافضیت اور وہابیت سمیت دیگر موجود فتنوں کی سرکوبی کی۔ مرزائیت کے رد میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا کہ مرزا قادیانی کو اس کے آقایان نعمت (یعنی انگریز) کی عدالت میں بھی ذلیل ورسوا کیا اور امت ابن سبا یہودی (یعنی شیعہ) کا بھی زبردست علمی محاکمہ ''آفتاب ہدایت'' ''السیف المسلول'' ''فیض جاری دررد تعزیہ داری'' وغیرہ کی صورت میں کیا چونکہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی یہ خدمات تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس لیے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے بیٹے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے ان کی وفات کے بعد بغیر کسی ثبوت کے مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی مشہور کر دیا جو کہ سراسر جھوٹ اور کذب بیانی پر مشتمل ہے یہ کوئی نئی بات نہیں وہابی دیوبندی اس سے پہلے بھی یہ اہل سنت کے کئی بزرگوں کو اپنے کھاتے میں ڈال چکے ہیں انکی کچھ مثالیں ذیل میں درج کی جارہی ہیں وہ ملاحظہ کریں۔

مثال 1:

حضرت علامہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اپنی کتاب "وسیلہ جلیلہ" میں محمد بن عبدالوہاب اور مولوی اسماعیل دہلوی قتیل کا خوب رد کیا ہے میرے پاس یہ کتاب مطبع مصطفائی واقع محمود نگر لکھنو کی شائع کردہ ہے جسکے صفحات کی تعداد 184 ہے اس کے علاوہ حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری علیہ الرحمۃ نے امام الوہابیہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''ایضاح الحق'' کا رد بھی بنام ''اصباح الحق الصریح'' لکھا۔ لیکن 2011 میں پیر جی کتب خانہ محلہ گوبند گڑھ گلی نمبر 8 مکان نمبر C/36 کالج روڈ گوجرانوالہ سے دیوبندیوں نے حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی کتاب ''نصرۃ المجتہدین'' شائع کی ہے جس کے ٹائٹل پر ان کے نام گرامی کے ساتھ ''ناصر الملۃ والدین'' کا لقب اور رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات کی علامت بھی لکھی گئی ہے۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب ''نصرۃ المجتہدین'' کے صفحہ 222 تا 227 تک مسئلہ بدعت میں دیوبندی وہابی موقف کا رد موجود ہے۔ اس کاروائی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ناواقف لوگ جب ان کی یہ کتاب دیکھیں تو وہ یہی سمجھیں کہ یہ کسی دیوبندی عالم کی تصنیف ہے۔

مثال نمبر 2:

مولوی نور محمد مظاہری دیوبندی کی کتاب تکفیری افسانے جو کہ ''بریلوی فتوے'' کے نام سے بھی لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ قبل دیوبندیوں نے پھر اسکا نام تبدیل کر کے "رضا خانیوں کی کفر سازیاں" کے نام

سے تحفظ نظریات دیوبند اکادمی کراچی سے اضافہ جات کے ساتھ شائع کیا اس کتاب کے صفحہ 258 پر علمائے دیوبند کی فہرست میں "حضرت مولانا عبدالحق الہٰ آبادی" کا نام بھی شامل ہے جبکہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہٰ آبادی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے رد میں لکھی گئی کتاب ’’حسام الحرمین‘‘ کی تائید کرتے ہوئے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہٰ آبادی نے امام المناظرین حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" (جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے رد میں لکھی گئی ہے) پر بھی تقریظ لکھی ہے اسکے علاوہ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہٰ آبادی نے میلاد شریف کے اثبات میں "الدر المنظم" کتاب بھی لکھی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود بھی دیوبندیوں نے ان کو علمائے دیوبند میں شمار کیا۔

مثال نمبر 3:

مولوی نور محمد مظاہری کی اسی کتاب ’’رضا خانیوں کی کفر سازیاں‘‘ کے صفحہ 158 پر فاتح عیسائیت حضرت علامہ مولانا مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو بھی علمائے دیوبند میں شمار کیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" پر تقریظ لکھی ہے اس تقریظ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "میں صاحب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رومٹا کھڑا ہوتا ہے‘‘ (تقدیس الوکیل صفحہ 415 ناشر نوری کتب خانہ داتا دربار مارکیٹ لاہور) ان کی رد عیسائیت میں لکھی گئی دو کتب "اعجاز عیسوی" اور "اظہار الحق" کو بھی دیوبندیوں کے ادارہ اسلامیات 190 انارکلی لاہور نے شائع بھی کیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا کو دھوکہ دے سکیں کہ رد عیسائیت میں یہ عظیم کارنامہ دیوبندی عالم نے سرانجام دیا ہے۔

مثال نمبر 4:

حضرت علامہ مولانا آل حسن سُنبھالی رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیوں کے رد میں ’’تنقیح العبادات‘‘ نامی کتاب لکھی جس میں اہل سنت اور وہابیہ کے اختلافی مسائل میں وہابیہ کا رد کیا لیکن دیوبندیوں کے نام نہاد PHD ’’محقق‘‘ خالد محمود مانچسٹروی نے مولانا آل حسن سُنبھالی رضوی کی رد عیسائیت میں لکھی گئی ’’کتاب الاستفسار‘‘ شائع

کروائی اور اس کے شروع میں مقدمہ کے اندر ان کے مسلک کے بارے میں مغالطہ دینا چاہا اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے ''تنقیح العبادات'' کے متعلق یہ ذکر ہی کرنا گوارہ نہ کیا کہ مولانا آلِ حسن نے اس میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد کا رد کیا ہے۔

مثال نمبر 5:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' مطبوعہ مطبع مصطفائی کے صفحہ 97، 98 پر دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبدالوھاب کو مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کیا ہے نیز اپنی ایک اور کتاب میں اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''الحاصل بتوں اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے پس جو آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں ان کو انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت بڑی تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ہے'' (''اعلاء کلمۃ اللہ'' صفحہ 113 بار پنجم 1985 مقام اشاعت گولڑا شریف ضلع راولپنڈی) لیکن اس کے باوجود دیوبندی انہیں اپنا ہم مسلک لکھتے ہیں جیسا کہ اکبر شاہ بخاری دیوبندی کی کتاب ''تذکرہ مشائخ دیوبند اور دیگر کتب دیوبندیہ۔

مثال نمبر 6:

امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری کو غیر مقلد وھابیوں نے اپنے علماء میں شمار کیا ہے مولوی محمد مقتدی اثری عمری نے ایک کتاب بنام "تذکرہ المناظرین" مرتب کی ہے فہرست تذکرہ المناظرین حصہ اول (ب) میں صفحہ 4 پر اور کتاب کی جلد اول کے صفحہ 217 تا 219 حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کا ذکر موجود ہے یہ کتاب غیر مقلد وھابی علماء کی مصدقہ ہے جن میں مولوی رئیس ندوی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا اور غیر مقلدوں کے مشہور مورخ اسحٰق بھٹی نمایاں ہیں اس کے علاوہ مشہور وہابی مولوی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنی کتاب میں مولانا غلام دستگیر قصور علیہ الرحمۃ کو اہل حدیث علماء میں شمار کیا ہے مولوی صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ''مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ موصوف بھی قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے والوں کی صف اول میں تھے آپ کا شمار پنجاب کے ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا تھا (قادیانیت اپنے آئینے میں صفحہ 253 ناشر مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) مولانا غلام دستگیر قصوری نے غیر مقلد

وہابیوں کے خلاف کتابیں لکھیں جن میں ’’ابحاث فرید کوٹ‘‘ ’’نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار‘‘ اور ’’رد کفریت‘‘ وغیرہ۔ نامی کتابیں شامل ہیں اسکے باوجود غیر مقلد وھابی علماء کا انہیں اپنے کھاتے میں ڈالنا بے شرمی و بے حیائی ہے۔

قارئین کرام کے سامنے یہ 6 مثالیں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ باطل فرقوں کی یہ روش صرف مولانا کرم الدین دبیر کے بارے میں ہی نہیں بلکہ مندرجہ بالا ذکر کردہ علماء اہلسنت کو بھی انہوں نے اپنے خو میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے اختصار کے پیش نظر صرف 6 امثلہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں ورنہ تو ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی اکابرین کافر و مرتد اور مشرکین سے بڑھ کر گستاخ ہیں:

☆ امام المناظرین فاتح دیوبندیت شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’الصوارم الہندیہ‘‘ پر مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر ان الفاظ میں موجود ہے ملاحظہ کریں۔

’’باسمہ سبحنہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے۔ دیوبندی جن کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ متبعین محمد بن عبدالوہاب نجدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیوں کہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانان مقلدین سے الگ تھلگ ہوگئے۔ مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہوگئی اور ان سے مجتنب ہوگئے لیکن دیوبندی حنفی وہابی نما حنفی مسلمانوں سے شیر و شکر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھم اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں نے توہین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم معاذ اللہ حیوانات اور مجانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو کنھیا کے سوانگ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے **لا یومن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین** اور چوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ جب کہ علمائے حرمین وشریفین

ل ومفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم۔"

الجواب صحیح احمد دین واعظ الاسلام از بادشاہائی ضلع جہلم

الجواب صحیح محمد فیض الحسن عفا عنہ (مولوی فاضل) مدرس عربی گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال ضلع جہلم

(الصوارم الہندیہ صفحہ 69، 70 مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریظ پر تبصرہ کی ضرورت نہیں انصاف کی نظر سے پڑھنے ے پر روز روشن کی طرح واضح ہوگا کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی اکابرین کی گستاخیوں سے قف تھے اور ان کو کافر و مرتد سمجھتے تھے حتیٰ کہ انہیں تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ سمجھتے تھے اور زندگی بھر مولانا کرم لدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اسی موقف پر قائم رہے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے قائل دیوبندی گستاخ ہیں:

ا کرم الدین دبیرؒ اپنی کتاب "صداقت مذہب نعمانی" میں عقائد و عملیات وہابیہ کے تحت لکھتے ہیں "وہابیوں کا ذہب ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے" (معاذ اللہ) (صیانۃ الایمان ص 5 مولف شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 17 مطبع سراج المطابع جہلم)

قارئین کرام! یہی عقیدہ دیوبندیوں کا بھی ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے یک روزہ صفحہ فارسی صفحہ 17 (مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان) مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 210، 211 اور صفحہ 227 (مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے "الجہد المقل" صفحہ 41 حصہ اول (مطبوعہ ساڈھورہ) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے "تذکرۃ الخلیل" صفحہ 132، صفحہ 146 میں (مطبوعہ مکتبہ الشیخ 445/3 بہادر آباد کراچی 5)

مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے "تنقید متین" صفحہ 172 (مطبوعہ انجمن اسلامیہ گکھڑ گوجرانوالہ طبع ل) مولوی خالد محمود مانچسٹروی دیوبندی نے "مطالعہ بریلویت" جلد اول صفحہ 334 (مطبوعہ دار المعارف اردو لاہور) اور مولوی محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی نے "انوارات صفدر" جلد دوم صفحہ 374 (مطبوعہ اتحاد اہل

السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا) میں امکان کذب باری تعالیٰ کو درست تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا امکان کذب کے قائل دیوبندی مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے نزدیک گستاخ ثابت ہوئے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخانہ عبارت کا رد:

☆ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے صداقت مذہب نعمانی میں مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی گستاخی ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

"یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم غیب تو زید عمر بکر بلکہ ہر لڑکے اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان مولفہ اشرف علی صفحہ 7)" (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطابع جہلم)

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی کا رد:

☆ مولانا کرم الدین دبیر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی مشترکہ کفریہ عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"یہ بھی بکتے ہیں کہ نبی ﷺ کا علم ملک الموت وشیطان لعین سے بھی کم ہے جو اس کے خلاف کرے وہ مشرک ہے (براہین قاطعہ صفحہ 76، 77) (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 19,18 مطبع سراج المطابع جہلم)

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری کی کتاب "دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا" پر مولانا کرم الدین دبیر کی تصدیق:

☆ خلیفہ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات علامہ سید احمد قادری علیہ الرحمہ نے دیوبندیوں کے گستاخانہ عقائد کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا" ہے اس رسالے کے آخر میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق بھی موجود ہے۔ جس میں مولانا کرم الدین دبیر رحمتہ اللہ علیہ کا نام لکھا ہے کہ "محمد کرم الدین عفا عنہ متوطن بھیں ضلع جہلم" (دیوبندیوں کے عقائد کا کچا چٹھا صفحہ 14 مطبوعہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور رسالہ نمبر 13)

”اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرمارہے تھے ان کے مشاہدہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شریک فرمایا اور آنکھوں کو دست مبارک سے مَس فرمایا تو سب کچھ نظر آنے لگا پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بے شک تو صدیق ہے جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو منور فرمایا اور کشف اسرار غیبیہ ہوا تو پھر اس چہرہ کو نارِ دوزخ سے کیا خطرہ جبکہ ایک رومال دست مال جو انس کو عنایت ہوا تھا آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ صاف و شفاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اس کو نہ جلا سکتی بلکہ اور جلا بخشتی تھی پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشفِ اسرار غیبیہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا پھر وہ عطیۂ عظمی اس سے کون چھین سکتا تھا بے شک صدیق اکبر کو کلید اسرار غیبی بہ صلۂ رفاقت غار عطا ہوئی علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہ صلۂ خدمات سفرِ ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جس کی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

این سعادت بزور بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی ص ۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۴ میں درج ہے اگر ان میں مصنفین نے حسب عادت کس قدر نیش زنی کی ہے لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۷۰، ۷۱ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی کی صداقت پر مولانا کرم الدین دبیر کی زبردست دلیل جس کے جواب سے وہابی دیوبندی قیامت تک عاجز رہیں گے:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ ۱۹۲۰ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے ہونے والے مناظرہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اتبعوا السواد الاعظم اور حدیث و علیکم بالجماعۃ والعامہ اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جماعت سے بڑی جماعت ہے نیز یہ کہ الجماعۃ کا لفظ مطلق ہے۔ جس سے مفہوم کامل مراد ہے اور وہ بڑی جماعت ہے اس کے بعد پھر مولانا ابوالوفاء کا ناطقہ بند ہو گیا اور چوں تک نہ کی اور حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث باطل فرقوں کے خلاف ایسی حجت ہے جس کا جواب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔“

(مناظرت ثلاثہ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں

"رسول خدا اور اصحاب رسول خدا کا ی: مذہب تھا جو مسلمانوں کے سواد اعظم بڑی جماعت ک مذہب ہے۔"

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مناظرات ثلاثہ ہی میں یاک جگہ مزید فرماتے ہیں کہ "اس وقت رسول خدا ﷺ کے بتائے معیار کی رو سے وہی فرقہ ناجیہ ہے جو سواد اعظم رکھتا ہے و بس۔"

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

قارئین کرام "مناظرات ثلاثہ" مولانا کرم الدین دبیر کے تین مناظروں کی روئیداد پر مبنی ہے جو ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۳ اور ۱۹۲۹ء میں ہوئے جن کو ترتیب دے کر ۱۹۳۲ میں شائع کیا گیا۔ اوران کی اشاعت کے وقت دیوبندیوں کے نزدیک بھی مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا تینوں اقتباسات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اپنے بیان کردہ دلائل کے خلاف سواد اعظم کو چھوڑ کر اہلسنت کے مقابل ایک مختصر گروہ یعنی فرقہ دیوبندیہ کا مسلک اختیار کر لیں؟ ہرگز نہیں کوئی عاقل شخص اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

مولانا کرم الدین دبیر تقویۃ الایمان کے فتوی کی رو سے مشرک:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

مولوی غلام محی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔" (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ "صداقت مذہب نعمانی" میں لکھتے ہیں کہ

"میاں پیر بخش صاحب سیکرٹری ایک قوی ہمت اور بڑے مستعد کن ہیں جو خلوص دل سے انجمن کے کاموں میں جاں توڑ سعی کرتے ہیں ان کے سال بھر خاکسار کے پاس محبت و ارادت کے خط پہنچتے رہے ایسے نیک طینت شخص کا وجود انجمن کے لیے از بس غنیمت ہے خدا ان کو اس کا اجر بخشے۔"

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)

میاں پیر بخش صاحب کے بارے میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی مرتبہ کتاب مناظرات ثلاثہ میں بھی لکھا ہے کہ

’’میاں پیر بخش صاحب سیکرٹری ایک با اخلاص اور بارسوخ قابل شخص ہیں انجمن کے لیے گویا روح رواں ہیں اور مسلمانانِ شہر کا ان پر پورا اعتماد ہے امید ہے ایسے اشخاص کے وجود سے انجمن اپنے مقاصد و اغراض میں پوری کامیابی حاصل کرے گی۔‘‘ (مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

میاں پیر بخش صاحب کو مولانا کرم الدین مسلمان قرار دے کر ان کے لیے جزا کی دعا کر رہے ہیں۔
(صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۱۶ مطبع سراج المطابع جہلم)

جبکہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ’’تقویۃ الایمان‘‘ میں لکھا ہے کہ

’’کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لیے کوئی کس کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کس کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کس کے نام کے کپڑے پہناتا ہے کوئی کس کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے کوئی کس کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرضیکہ جو کچھ ہندو کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء اور اماموں اور شہیدوںؓ سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ‘‘

’’اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں‘‘ یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۲۴، ۲۵، ۲۶ مطبوعہ سعودیہ)

تقویۃ الایمان کے اس اقتباس کی روشنی میں ثابت ہوا کہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ میاں پیر بخش، امام بخش اور غلام محی الدین دیالوی صاحب کو مسلمان تسلیم کر کے تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے مشرک ٹھہرے کیونکہ تقویۃ الایمان کے فتویٰ کی رو سے یہ نام صریح شرکیہ ہیں۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی بھی تقویۃ الایمان کے فتوی کی زد میں:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

''مولانا غلام محی الدین دیالوی رحمۃ اللہ''

(تازیانہ عبرت صفحہ ۵۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

تصحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے صحیح نام غلام محی الدین دیالوی ہے غالباً کتابت کی غلطی سے غلام کی جگہ غلامی لکھا گیا ہے۔

سلفی صاحب نے بھی غلام محی الدین دیالوی صاحب کو رحمہ اللہ کہہ ان مسلمان تسلیم کر لیا لیکن سلفی صاحب خود تقویۃ الایمان کے فتوی کی رو سے مشرک کو مسلمان سمجھ کر خود بھی اسی زد میں آ گئے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کی تردید:

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''ازالۃ الریب'' میں لکھا ہے

''دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ اور معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا ور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور بضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے ان کا علم بھی بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔

(ازالۃ الریب صفحہ ۳۰۱ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

لیکن مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے موقف کے برعکس مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ لصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کے بارے میں فرماتے ہیں

''علام الغیوب اپنے پاک رسول ﷺ کو ان کی بات بات کی اطلاع ہر وقت برابر پہنچا دیتے تھے۔''

(السیف المسلول صفحہ ۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو منافقین کا علم حاصل تھا جبکہ سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب اس کے انکاری ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی تردید:

مولانا کرم الدین دبیر فرماتے ہیں کہ

''خاتم الانبیاء، ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ (فداک روحی یا رسول اللہ) کے مبارک اور پیارے نام کے ساتھ گذشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔'' (تازیانہ عبرت صفحہ 130 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیرؒ کی اس عبارت سے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کی صریح تردید ہوتی ہے۔ جس میں ختم نبوت کی اکابرِ اسلام کے موقف کے برخلاف نئی تعبیر اختیار کی گئی۔ اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ کریں۔ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں لکھا ہے کہ

''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صوت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی'' الخ (تحذیر الناس صفحہ 5,4 ناشر دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

اپنی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ

''خاتم النبیین کے معنی سطحِ نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ و گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے۔ اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بڑائی ہے۔'' (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم صفحہ 55 مطبوعہ ناشران قرآن اردو بازار لاہور)

خاتم النبیین کے یہ معنی جو مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے بیان کیے ہیں تیرہ صدیوں سے کسی مسلمان نے نہیں کیے۔ اس کے بعد قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے بارے میں مزید لکھا ہے

''بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ 18 ناشر دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

تحذیر الناس میں ہی ایک جگہ مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا کہ

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

(تحذیر الناس صفحہ 34)

قاسم نانوتوی کی مندرجہ بالا تمام عبارات سے ختم نبوت کے ایک نئے معنی تراشے گئے ہیں جو کہ خلاف سلام ہیں۔ اپنی اس نئی بات کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی کو بھی ہے ملاحظہ کیجئے۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''میں نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا۔'' (تحذیر الناس صفحہ 47 ناشر دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

ولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی کا بدعتی ونے کا فتویٰ:

ہابیہ نجدیہ کے حرمین شریفین پر قبضے سے پہلے مکہ شریف میں چاروں فقہی مذاہب کے مصلے تھے مولوی شید احمد گنگوہی نے ان مصلوں کو بدعت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ

''چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کیے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے۔''

(سبیل الرشاد صفحہ ۳۲ مطبوعہ در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

اس کے کچھ سطر بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ

''یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی امر وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے حق مذاہب اربعہ پر بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔

(سبیل الرشاد صفحہ ۳۳ مطبوعہ در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ ہجری)

مولوی رشید احمد گنگوہی کی اس عبارت کا دفاع کرتے ہوئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ''سیف ی'' میں لکھا ہے کہ

''علماء سلف نے پہلے ہی سے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے۔''

(سیف یمانی صفحہ ۹۱ ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

اس کے اگلے صفحے پر منظور نعمانی صاحب ''منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق'' سے ایک اقتباس نقل کر کے لکھتے ہیں

”دیکھا جناب نے کہ کتنے ائمہ مذاہب اربعہ نے اس فعل کی مذمت کی ہے اور کن سلف صالحین سے حضرت مرحوم گنگوہی کا دامن وابستہ ہے۔“

(سیف یمانی صفحہ ۹۲ ناشر مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ)

یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحبان کے نزدیک حرمین شریف میں قائم ۴ مصلے بدعت تھے لہٰذا جو اس کو اچھا کہے وہ خود بدعتی ثابت ہوا

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ پر اپنی ایک نظم لکھتے ہیں جس کا عنوان ہے ”چار یار“ اس نظم کے شروع میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

چار کے عدد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار
ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار یار

اس کے بعد چار کے اعداد کے متعلق کچھ اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلے ہیں ضرور
خانوادے بھی طریقت کے ہیں پُر انوار چار

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

اس کے علاوہ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وہابی کے ساتھ مناظرہ کے دوران مولانا کرم الدین دبیر نے کہا تھا کہ ”ہمارے چار مصلے بیت اللہ کے اردگرد بچھے ہیں تمہارا اگر پانچواں مصلے بھی وہاں ہو تو دکھا دو“۔

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

معلوم ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کعبۃ اللہ میں بچھے چار مصلوں کی تحسین کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی منظور نعمانی صاحب اسے بدعت قرار دے کر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اور جمہور مقلدین کو بدعتی ٹھہراتے ہیں۔

ضروری نوٹ

”سیف یمانی“ میں چار مصلوں کی مذمت ثابت کرنے کے لیے مولوی منظور نعمانی دیوبندی نے ”منحۃ الخالق“ سے جو عبارت نقل کی اس کا رد کرتے ہوئے اجمل العلماء، سلطان المناظرین حضرت علامہ مولانا اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صاحب سیف یمانی نے ”منحۃ الخالق“ کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی جس کے

الفاظ منحۃ الخالق سے نہیں ملتے یہ تو وہابیہ کی عادت ہی ہے کہ ان کے نقول منقول عنہ کے مطابق نہیں ہوا کرتے کچھ نہ کچھ تراش خراش کر ہی لیتے ہیں پھر ترجمہ اپنی نقل کی ہوئی عبارات کے مطابق نہیں عبارت میں ''عن بعض مشائخنا'' اس کے ترجمے میں حنفیہ کا ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا لفظ ''انکار'' کا ترجمہ کیا ''ندامت کی'' اور اس سے بڑھ کر آپ کی عربی دانی کا پورا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ سنة خمسين و خمسمائة کا ترجمہ ۵۵۵ھ لکھا جس شخص کی قابلیت کا یہ حال ہو کہ وہ عدد کا ترجمہ بھی نہ کر سکے وہ مصنف بنے مسائل دین میں قلم اٹھائے سبحان اللہ ماشاء اللہ پھر جو عبارت بحر کی نقل کی اس میں چار مصلوں کا کہاں ذکر ہے اور اہل مذاہب مختلفہ کا بیان کہاں ہے محض مغالطہ کے لئے عبارت لکھ دی یا نادان کو خود اس کی تمیز نہ ہوئی کہ وہاں وہ مسئلہ ہی نہیں ہے تکرار جماعت کا مسئلہ ہے وہ بھی محلّے کے متعلق۔ چنانچہ خود صاحب منحۃ الخالق ''ردالمحتار'' میں علامہ سندی کی اس عبارت پر یہ اشکال وارد کرتے ہیں۔

لکن یشکل علیہ ان نحو المسجد المکی او المدنی لیس لہ جماعة مغلومون فلا یصدق علیہ انہ مسجد محلة بل ھو کمسجد شارع و قد مرانہ لا کراھة فی تکرار الجماعة فیہ جماعاً، فلیتا مل ھذا (ردالمحتار ص ۳۸۸)

''لیکن اس پر یہ اشکال وارد کیا جاتا ہے کہ مسجد مکہ و مدینہ اور ان کی طرح جو مسجدیں ہوں ان کے لئے نمازی معین نہیں ہیں پس ان پر مسجد محلہ کی تعریف صادق ہی نہیں آئے گی بلکہ وہ شارع عام کی مساجد کی طرح ہیں اور یہ گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاجماع مکروہ نہیں۔''

اب یہاں مصنف سیف یمانی کے جہالات دیکھیے

ایک تو یہ کہ عبارت وہ لکھی جس کو مسئلہ مبحوثہ سے تعلق نہیں اس میں ایک دوسرے مسئلہ تکرار جماعت کا بیان ہے

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ میں بھی اس عبارت پر اشکال وارد کیا گیا کمال بے بصری ہے عبارت نقل کر دی اور اشکال نظر نہ آیا۔

تیسرے یہ کہ عبارت بعینہا نقل نہیں کی نقل اصل سے مخالف ہے۔

چوتھے یہ کہ اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کا ترجمہ صحیح نہ ہو سکا۔

یہ مسئلہ علامہ ابن عابدین نے ''ردالمحتار'' میں لکھا تھا مگر مغرور بے علم کو نہ ملا اب میں وہ عبارت نقل کرتا ہوں۔

ولو كان لكل مذهب امام كما في زماننا فالا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين و عمل به جمهور المومنين من اهل الحرمين والقدس و مصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم (ردالمحتار ص۳۹۶)

''اگر ہر ایک مذہب کے لئے امام ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے تو افضل اپنے موافق کے ساتھ عمل کرنا ہے خواہ وہ پہلے پڑھے یا پیچھے جیسا کہ اس کو تمام مسلمانوں نے مستحسن جانا اور سارے مومنین نے اس کے ساتھ عمل کیا ان میں اہل حرمین بھی ہیں اور اہل بیت المقدس و مصر و شام بھی اور جو کوئی ان سے جدا ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔''

دیکھیے یہ عبارت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ہر مذہب کے جدا جدا امام ہوں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب کے امام حرم شریف میں متعین ہیں ان کے مصلے مقرر ہیں اس صورت میں موافق کی اقتدا یعنی حنفی کو حنفی کی شافعی کو شافعی کی افضل ہے اور تمام عالم اسلام نے اس کو مستحسن جانا اور اس پر عمل کیا یہ مسئلہ کتاب میں موجود تھا مگر وہابی کو نظر نہ آیا اور اس نے صاحب رسالہ عقائد وہابیہ پر اپنے جمل سے اعتراض کیے۔

(ردسیف یمانی صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲ ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور)

مولوی محمود عالم صفدر اوکاڑوی دیوبندی نے بھی انوارات صفدر جلد دوم مطبوعہ سرگودھا میں چار مصلوں کی تحسین کی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ کہ حضور کا سایہ نہ تھا:

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے ''تازیانہ عبرت'' میں لکھا ہے کہ

اسی لطافت کے باعث آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا (تازیانہ عبرت صفحہ 170 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

جب کہ اس کے برخلاف مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''تنقید متین'' میں لکھا ہے کہ

اصل میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے''

(تنقید متین صفحہ 122,121 ناشر انجمن اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ طبع اول 1976)

سرفراز گکھڑوی کے بقول فاتح شیعیت مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ بھی شیعہ کے عقیدہ کے موافق تھا۔ (استغفر اللہ)

انبیاء اور اولیاء کو اختیارات حاصل ہوتے ہیں مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ:

☆ مولانا کرم الدین دبیر کتاب ''تازیانہ عبرت'' میں لکھتے ہیں کہ جب وہ لاہور میں تھے تو انار کلی میں ایک مجذوب فقیر انہیں ملے۔ جنہوں نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے بغیر ان کے لاہور آنے کی وجہ اور قادیانیوں کے خلاف مقدمہ میں فتح حاصل ہونے کی خوشخبری دی اور نبی کی طاقت کے بارے میں فرمایا جسے مولانا کرم الدین دبیر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ

''نبی اللہ کو یہ طاقت بخش دی جاتی ہے کہ زمین و آسمان اس کا کہنا مانتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے دریا کو کہا کہ پھٹ جا پھٹ گیا پھر جب اس میں فرعون داخل ہوا تو کہا مل جا ایسا ہی ہوا۔ دشمن تباہ اور نبی اللہ مع اپنے رفقاء کے صحیح و سلامت پار ہو گیا۔ مرزا کو اگر طاقت ہو تو تمھارے دل پر قابو حاصل کر لے اس وقت وہ سخت تکلیف میں ہے۔''

(تازیانہ عبرت صفحہ 287 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اگر یہ عقیدہ مولانا کرم الدین دبیر کے عقیدہ کے مطابق کفر و شرک یا بدعت ہوتا تو مولانا اس مجذوب کی اصلاح کرتے۔ ثابت ہوا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کیونکہ اختیارات کے بارے میں خود مولانا کرم الدین دبیر فرماتے ہیں کہ

''قرآن شہادت دیتا ہے کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اور وہ مردوں کو خدا اذن سے زندہ کرتے تھے۔''

(تازیانہ عبرت صفحہ 188 ناشر قاضی محمد کرم الدین اکیڈمی پاکستان)

اس سے ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر اس کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات میں اختیارات حاصل تھے۔

مولانا کرم الدین دبیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''بھلا یہ تو بتاؤ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو دریائے نیل کو رقعہ لکھ بھیجا تھا اور دریا نے گردن اطاعت خلیفۃ المومنین کے فرمان کے سامنے رکھ دی تھی۔ آپ کی کہنا تو معمولی انسانوں (ان حکام نے جن کی جوتیوں میں آپ کو کھڑا رہنا نصیب ہوا) بھی نہ مانا۔ آپ نے پانی مانگا اور نہ ملا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر ساریہ کو جب وہ کفار میں گھر گیا تھا پکارا ''یا ساریۃ الجبل'' اور وہ ان کی

آواز سینکڑوں کوسوں پر ساریہ کے کانوں میں جا پہنچی اور اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرنے پر پہاڑ کی آڑ لے لی ر کفار کے ہاتھ سے بچ گیا۔ لیکن مرزا کے مخلص مرید عبداللطیف کے کانوں میں آپ کی ندا دیار کابل میں ہرگز نہ پہنچی تا کہ اس کی جان بچ جاتی۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے آپ افضل ہیں۔" (تازیانہ عبرت صفحہ 183 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے تو انہوں نے کرامات دکھائیں اگر تمھیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت ظاہر کر۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے مولانا کرم الدین دبیر کا استدلال:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"ہاں مرزا جی صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بلند تر ہے ان کا ذکر رہنے دیجیے۔ دیگر اولیائے کرام کی کرامات بھی آپ کو معلوم ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہم کا بھی آپ نے قصہ مثنوی مولانا روم میں پڑھا ہے کہ آپ نے اپنی سوزن دریا میں پھینک کر مچھلیوں کو جب پکارا تو

صد ہزاران ماہیے اللٰہی
سوزن زر و لب ہر ماہی
سر بروں کردند از دریائے حق
کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

ذرہ آپ بھی تو کبھی ایک آدھ ہی خارق عادت کرامت دکھا دیتے۔ لیکن آپ کے پاس تو بخدا دعویٰ ہی دعویٰ ہے" (تازیانہ عبرت صفحہ 183 ,184 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عمر فاروق اور حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختیارات مرزا قادیانی کے سامنے بیان کرنے کا یہی مقصد تھا کہ ان کو اختیارات حاصل تھے۔ اگر تمہیں بھی اختیار حاصل ہے تو اپنی طاقت کو ظاہر کرو۔ اگر مولانا کرم الدین دبیر کا یہ اعتقاد نہ ہوتا تو وہ ان واقعات کو مرزا قادیانی کے سامنے پیش نہ کرتے۔ کیونکہ دیوبندی وہابی عقیدہ کے مطابق معجزہ اور کرامت میں بندہ بالکل بے اختیار ہوتا ہے جیسا کہ یوبندیوں وہابیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی قتیل نے انبیاء و اولیاء کے اختیارات کے بارے میں لکھا ہے کہ

" کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اسکی طاقت رکھتے ہیں" (تقویۃ الایمان صفحہ 53 المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور) اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویۃ الایمان صفحہ 68 المکتبہ السلفیہ شیش محل رو لاہور) اور دیوبندیوں کے محدث اعظم مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے بھی معجزہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

''نبی کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا'' (راہ ہدایت صفحہ 17 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانولہ) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں لکھا ہے کہ

''اگرچہ ان معجزات کا صدور تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا مگر ان کا ان میں کسب اور اختیار کچھ نہ تھا'' (راہ ہدایت صفحہ 70 ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مولوی کی نظر میں:

مولانا کرم الدین دبیر نے حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الدرالسنیہ'' کا اشتہار اپنی کتب ''آفتاب ہدایت'' اور ''مناظرات ثلاثہ'' کے آخر میں دیا جس میں آپ لکھتے ہیں کہ

''الدرالسنیہ حضرت علامہ زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ کی بے نظیر کتاب ہے جس کا عام مسلمانوں کے دینی فائدہ کے لیے اردو میں ترجمہ چھاپا گیا۔ تردید وہابیہ میں اس سے بہتر کتاب کم دیکھنے میں آئی ہوگی۔''

مولانا کرم الدین دبیر تو حضرت علامہ زینی دحلان مکہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور ان کی کتاب کو تردید وہابیہ میں بہترین کتاب قرار دے رہے ہیں جب کہ دوسری طرف دیوبندی علماء کے وکیل صفائی مولوی پروفیسر فیروز الدین روحی دیوبندی نے اپنی کتاب ''آئینہ صداقت'' میں حضرت علامہ سید زینی دحلان مکی کے خلاف جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ملاحظہ کریں۔ پروفیسر فیروز الدین روحی نے لکھا ہے کہ

''شامی کے بعد احمد زینی دحلان المتوفی 1306ھ/ 1886ء کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے۔ اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا بیر رہا ہے اور اس نے وہ وہ اتہامات اور الزامات اس جماعت پر لگائے ہیں کہ الامان والحفیظ اور وہ وہ کتابیں لکھی ہیں کہ قلم کا سینہ شق ہوتا ہے اور دامن تہذیب گرد آلود ہو جاتا ہے۔ اس کی دو کتابیں اس سلسلہ میں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ (1) ''خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام'' (2) ''الدرالسنیہ''۔ ان دو کتابوں میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے'' (آئینہ صداقت صفحہ 54 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)''

اس کے چند سطر بعد لکھا ہے

”بریلوی جماعت بطور سند کے احمد زینی دحلان کو پیش کرتی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں اس میں زینی دحلان کا ضرور حوالہ دیا جاتا ہے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس عبارت کے بعد سید زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ

”احمد زینی دحلان کی حقیقت بھی سنیے یہ شخص حکومت کا تنخواہ دار ایجنٹ تھا اور اس کے حکم و اشارہ پر سب کچھ لکھتا تھا۔ چونکہ مفتی مکہ تھا اس لیے خوب کھل کر کھیلنے کے مواقع حاصل تھے۔“

(آئینہ صداقت صفحہ 55 ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

مولوی فیروز الدین روحی کے مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی عیاں ہو رہا ہے کہ روحی صاحب کو حضرت سید احمد زینی دحلان کی طرف سے دیوبندیوں کے بزرگ محمد بن عبدالوہاب کی امت یعنی وہابیوں کی تردید کرنے پر بہت صدمہ ہے۔ جس سے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندیوں سے ایک سوال:

اب مولانا کرم الدین دبیر کے رجوع کی رٹ لگانے والے دیوبندی علماء سے سوال ہے کہ کیا غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کی تردید کے متعلق بھی مولانا کرم الدین دبیر کا کوئی رجوع آپ کو مل سکا یا نہیں؟ اگر نہیں ملا تو قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی باقیات میں تلاش کیجیے ہو سکتا ہے کہ قاضی مظہر صاحب نے گھڑ کر کہیں سنبھال رکھا ہو۔ مصروفیات کے سبب پیش نہ کر سکے ہوں جیسا کہ اپنے والد گرامی مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ میں شامل اپنے بھائی ضیاء الدین صاحب سے مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جناہ کے متعلق یہ معلومات نہ حاصل کر سکے کہ ان کی نماز جناہ کس نے پڑھائی حالانکہ مولانا کرم الدین دبیر کی وفات 1946ء اور ان کی نماز جناہ میں شامل ان کے صاحبزادے ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975 میں ہوئی اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وہابی نجدی فرقہ کا رد مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے قلم سے:

☆ اب وہ عبارات ملاحظہ کریں جن میں مولانا کرم الدین دبیر نے وہابی فرقہ کا رد کیا ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی طرف سے وہابیت کی تردید

”صداقت مذہب نعمانی“ میں ایک جلسہ کی روداد میں لکھتے ہیں

”خاکسار نے اپنے وقت میں وہابیت کی دلائل قاطعہ سے تردید کی“

(صداقت مذہب نعمانی صفحہ 15 مطبوعہ سراج المطابع جہلم)

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک بھی وہابیوں کے عقائد کفر جلی کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں

☆ اس کے بعد مولانا کرم الدین دبیرؒ لکھتے ہیں کہ

''خاکسار نے مولوی نظام الدین صاحب ملتانی کا اشتہار حرف بحرف پڑھکر حاضرین کو سنایا جس میں وہابیوں کے عقائد کی جو کفر جلی کی حد تک پہنچے ہیں تفصیل بیان کی گئی ہے وہابیوں کے یہ انوکھے مسائل سن کر حاضرین سخت متحیر ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت سخت نفرت پیدا ہوئی۔ یہ عقائد مع کچھ مزید تفصیل کے ہم اخیر میں ہدیہ ناظرین کریں گے (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 15 مطبوعہ سراج المطابع جہلم)

اس اقتباس سے بھی بخوبی معلوم ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ وہابیوں کے عقائد کو کفریہ سمجھتے تھے اس کی تفصیل مولانا کرم الدین دبیرؒ نے صداقت مذہب نعمانی کے آخر میں درج کی ہے جس میں عقائد و عملیات وہابیہ کے عنوان میں مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے کفریہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے۔

مولانا کرم الدین کے نزدیک وہابیت مرزائیت چکڑالوہیت رفض وغیرہ فتنے اسلام کے لیے خطرہ ہیں

☆ مولانا کرم الدین دبیر اپنی کتاب ''آفتاب ہدایت'' کے صفحہ 1 پر لکھتے ہیں کہ

''فرقہ حقہ اہلسنت والجماعت کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر و تقریر پر ذریعہ مرزائیت رفض وغیرہ کی وبا پھیلائی جا رہی ہے اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نیچریت، وہابیت، چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کر لے گا (خدا ایسا نہ کرے)''
(آفتاب ہدایت صفحہ 1 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک دیوبندی وہابی فرقہ بد باطن اور خبیث ہے

☆ مولانا کرم الدین دبیر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب ''بوستان قلندری'' پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ہوئے ہیں گمراہ وہی تو آخر جو قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے
کوئی ہے چکڑالوی وہابی کوئی وہ مرزائی نیچری ہے

(بوستان قلندری صفحہ 172 مطبوعہ چوہدری بکڈپو مین بازار دینہ ضلع جہلم)

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے
جو بدباطن خبیث و بدزبان ہے
وہ کہتے ہیں لا مذہب وہابی
بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 174 مطبوعہ نظامت اوقاف مظفر آباد آزاد کشمیر)

حرمین شریفین میں وہابیوں کے ظلم وستم کی کہانی مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی زبانی

اس کے 17 اشعار کے بعد مولانا کرم الدینؒ نے لکھا ہے کہ

مدینہ اور مکہ میں انہوں نے
کیے جو ظلم ذکر ان کا یہاں ہے
ہزاروں حافظ اور حاجی نمازی
کیے واں قتل یا رو وَالاماں
کوئی ساجد کوئی راکع کھڑا تھا
کوئی تحلیل اور تسبیح خواں ہے
چلائی ظلم کی تلوار سب پر
ہوا بے وجہ قتل مومناں ہے
لکھا ہے اس رسالہ میں یہ قصہ
سنائی درد کی سب داستاں ہے
کرے حرمین میں جو ظلم ایسے
بتاؤ اس میں پھر ایماں کہاں ہے
میاں نجدی کے ادنیٰ تھے یہ کرتوت
جو اس فرقہ کا اک پیر مغاں ہے

ہے نکلی نجد سے اول یہ آفت
پھر آپہنچی یہ در ہندوستاں ہے
بنی شاخیں بہت ہیں ان کی یارو
گرو سب کا مگر نجدی میاں ہے
کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے
کوئی چکڑالوی اہل القرآن ہے
مچایا دین میں فتنہ انہوں نے
پڑا اک شور سا اندر جہاں
یہ ہے اک نسخہ رجیم شیاطین
یہ رد مذہب وہابیاں ہے

(ہدایت المسلمین صفحہ 175,174
مطبوعہ نظامت اوقاف مظفرآباد آزاد کشمیر)

☆ مولانا کرم الدین دبیر اپنی کتاب ''صداقت مذہب نعمانی'' میں وہابیوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''خاکسار نے وہابیت کی ابتدا محمد بن عبدالوہاب نجدی کا خروج، دین اسلام کی تخریب، روضہ نبوی ﷺ کے گرانے کا قصد، مسلمانوں کا قتل عام وغیرہ واقعات کا مفصل تذکرہ کیا'' (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 9 مطبع سراج المطابع جہلم مطبوعہ 1921)

امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے:

مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک حرمین شریفین پر وارثانہ قبضہ صرف اہلسنت و جماعت مقلدین کا رہا ہے

مولانا کرم الدین دبیرؒ نے اپنی کتاب ''آفتاب ہدایت'' میں ایک اعتراض کے جواب میں محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیروکاروں کا شدید رد کیا ہے ذیل میں اعتراض و جواب مکمل ملاحظہ کریں۔

سوال: اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے بوساطتِ شریف حسین، نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر آیت سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پاک پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر مخالف کو قرآن میں تدبر کرنا نصیب ہو تو ہرگز ایسے بے ہودہ اعتراض کی اسے جرأت نہ ہو۔ آیت میں یَرِثُ کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا اگر کوئی فاسق فاجر یا بدمذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لیے وہاں غاصبانہ قبضہ کرکے حکومت کرے اور کچھ دنوں بعد وہاں سے دُھتکار کر نکال دیا جائے تو وہ یـــــــرث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا غاصبانہ قبضہ گنتی کے دن رہا پھر اس کا ایسا استحصال ہوا کہ دنیا میں لعنت کے سوا اُس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے اگر نصاریٰ کو دخیل رکھا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82، 83 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر کا ایمان ہے کہ وہابی پھر حرمین شریفین سے ذلت وخواری سے نکال دیے جائیں گے

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

”وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام ونشان مٹ گیا اب جو انہوں نے وہاں دخل حاصل کیا ہے میرا ایمان ہے کہ یہ بھی چندروزہ بات ہے وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت وخواری سے نکال دیے جائیں گے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانانِ اہلسنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا کیونکہ قرآن سچا ہے اور خدا کے وعدوں میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا اس پاک زمین پر عرصہ دراز تک ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سُنّی حنفی تھے انہوں نے ارضِ پاک کا احترام رکھا اور حرمین شریفین کے خادم رہے خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت اُنہی کے سپرد ہوگی۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

حرمین شریفین پر اہلسنت وجماعت کے قبضہ کی عقلی دلیل

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

عقلی دلیل:

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک، بیت المقدس، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانانِ اہلسنت والجماعت مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کرسکتا یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں لہٰذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانانِ اہلسنت ہی ہیں جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے برخلاف اس کے یہود کے دلوں حضرت عیسیٰ اور محمد عربی ﷺ کی عزت نہیں ہے نصاریٰ بھی رسولِ آخر الزماں ﷺ کے دشمن ہیں اس لیے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاک ﷺ کے روضہ اطہر میں آپ ﷺ کے دو خادم صدیق وفاروق پہلو بہ پہلو سوئے ہیں اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحاب کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبوی ﷺ کا احترام نہیں بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے کہ **هٰذَا صَنَمٌ اَكْبَرُ وَلَوْ اَقْدِرُ عَلَيْهِ لَهَدَمْتُهٗ** (یہ بڑا بت ہے اگر مجھے قدرت ہو تو اسے گرا دوں)۔ علاوہ ازیں باقی مزاراتِ مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت وحرمت نہیں ہے اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں اس لیے ان مقدس مقامات کی خدمت وحکومت کے قابل کوئی دوسری قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو نہیں سکتا۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 تا 84 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

☆ مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی ثناء اللہ امرتسری وہابی کو کہا کہ ”آپ کی پیدائش تو میاں عبدالوہاب نجدی کے وقت سے ہے جس نے مکہ معظمہ میں سینکڑوں حاجی حافظ شہید کیے۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر بہت سے مزار پاک اُکھڑوا دیئے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی دست اندازی کا ارادہ کیا ناکام رہا اور اس کو آخر کار ذلیل کر کے قتل کر دیا گیا۔ یہ صاحب بارہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں“ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 13 تا
مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

ابن سعود نجدی کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے

مولانا کرم الدین دبیر ”مناظرات ثلاثہ“ کے حاشیہ میں بھی ایک جگہ ابن سعود کا رد کرتے ہوئے لکھتے

''اگر وہ غیر مقلد آپ کا بھائی ہی سمجھا جائے تو اس کا قبضہ بھی غاصبانہ عارضی تصور کیا جائے گا۔ کچھ سال انتظار کرو انشاء اللہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے پیشوا محمد بن عبدالوہاب کا یا یزید کا ہوا تھا۔ خدا کے وعدے سچے ہیں اور یہ بھی کہ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ o آخر وہاں کی حکومت ہمارے ہی بھائیوں کو ملے گی جیسا کہ قرآن کی پیشگوئی ہے۔'' 12 منہ

(مناظرات ثلاثہ صفحہ 11 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر نے محمد بن عبدالوہاب کا شدید رد کیا جیسا کہ ان کی تصنیفات کے اقتباسات سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے جبکہ موجودہ دیوبندی محمد بن عبدالوہاب کو بزرگ مانتے ہیں اس موقف کو ملاحظہ کرنے کے لئے مولوی منظور نعمانی دیوبندی کی کتاب ''محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق'' اور مولوی ضیاء الرحمان فاروقی دیوبندی کی کتاب ''فیصل اک روشن ستارہ'' کا مطالعہ کریں۔

وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا

مولانا کرم الدین دبیر نے غیر مقلد وہابی نجدی فرقہ کے متعلق ایک سرخی ''وہابیوں نے قبلہ لوٹ لیا'' دے کر ماہنامہ زمیندار سے ایک صفحہ پر محیط اقتباس نقل کیا ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ذیل میں اس کے چند اقتباسات آپ کے سامنے نقل کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں

ابن سعود وہابی کی انگریز نوازی

امیر ابن رشید کے متعلق ''زمیندار'' میں لکھا ہے کہ

''امیر ابن سعود جو فرقہ وہابیہ کے امیر ہیں دُوَلِ متحدہ کی طرفداری میں اس سے برسرِ پیکار تھے'' (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور) یعنی ابن مسعود دُوَلِ متحدہ یعنی برطانیہ کی خاطر امیر ابن رشید سے لڑ رہے تھے۔

اس کے بعد مولانا کرم الدین دبیر زمیندار اخبار سے ہی ابن سعود نجدی کا جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دینے کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ابن سعود نے

''انگریزوں پر ثابت کر دیا کہ وہابی ہلال کا جہاد ہی نہیں بلکہ صلیب کا جہاد بھی کر سکتے ہیں اور اس لیے ان سے بدگمان ہونا درست نہیں ہو سکتا۔ جناب شیخ نجد اور ملک الحجاز دونوں کے لیے ہماری سرکار کے خزانے سے بیش

قرار وظائف کا اجراء ہونے والا ہے چنانچہ دار العوام میں مسٹر پامر کو جواب دیتے ہوئے مسٹر ہارورڈ نے ایک ہوا بیان کیا تھا کہ فرمانروایانِ نجد وحجاز کو سرکاری وظائف دیئے جانے کا مسئلہ زیرِ غور ہے۔ اب جب کہ خادم حر شریفین شریف حسین پاشا کی طرح مرکز وہابی قوت کے نمائندہ اعلیٰ امیر ابن سعود بھی انگریزوں کے وظیفہ خو چکے ہیں۔" (مناظرات ثلاثہ صفحہ 25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مکہ ومدینہ پر انگریزوں کے قبضہ کی وجہ وہابیان نجد ہیں

اس کے بعد مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

"اہلحدیث کا منبع ومخزن وہی نجد اور شیخ نجد ہے۔ جس کی یگانگت سے عار اور بیگانگت دشوار ہے۔

دو گونہ رنج وملال است جانِ مجنون را
بلائے صحبت لیلیٰ وفرقتِ لیلیٰ

کہیے مولانا ابوالوفاء انگریزوں کو اماکن مقدسہ کا قبضہ دلانے میں حنفیوں کا ہاتھ ہے یا آپ کے براد مذہب یارانِ نجد کا۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ مولانا نے شیخ ابن سعود کی کارگذاری کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہو مباحثہ میں اس بات کو بڑے فخر سے کہا تھا کہ اس وقت مکہ ومدینہ میں برٹش جھنڈا لہرا رہا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اماکن مقدسہ کی حکومت کا ٹھیکہ مسلمانوں ہی کے لیے نہیں ہے ہندو اور انگریز بھی اس کا استحقاق ر ہیں۔ (مناظرات ثلاثہ صفحہ 26,25 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

امام الوہابیہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی کا رد مولانا کرم الدین دبیر کے قلم سے:

(1) مولانا کرم الدین دبیر نے کتاب "صداقتِ مذہب نعمانی" میں مولوی اسماعیل دہلوی کے کفریات ا الفاظ میں نقل کیے ہیں۔

مولانا لکھتے ہیں

"وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی تعظیم صرف اسی قدر ہے جیسے بڑے بھائی کی" (تقویۃ الایمان صفحہ 60 مولوی اسماعیل شہید)

وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ کفر ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا رسول، اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں (تقویۃ الایمان صفحہ 14 سطر 15 مولفہ مولوی اسماعیل مذکور) وہابیوں کا یہ بھی فاسد عقیدہ ہے کہ

آنحضور ﷺ حیات النبی نہیں بلکہ مر کر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان صفحہ 60 سطر 20)۔۔۔۔۔۔۔ انکار یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب خدا کا دیا ہوا بھی ماننا برا ہے (کتاب مذکور ص ۲۷ و تقویۃ الایمان ص ۲۶) متعصب یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز میں آنحضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کا خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ (صراط مستقیم مؤلفہ اسماعیل شہید صفحہ 93)۔۔۔۔۔۔۔ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء ناچیز اور ناکارے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 29 سطر 18) تمام انبیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 55 سطر 18)

وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ سنتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 23-39) ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کی نظیر اور نبی پیدا ہونا ممکن ہے اور یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ 31,32) (صداقتِ مذہب نعمانی صفحہ 18 مطبع سراج المطابع جہلم)

مندرجہ بالا تمام عبارات مولانا کرم الدین دبیر نے مولوی اسماعیل دہلوی سے نقل کی ہیں اور ان کو کفریہ بھی کہا ہے اور انہی عبارات کا رد انہوں نے ”مناظراتِ ثلاثہ“ میں بھی کیا ہے۔ مولانا کرم الدین دبیرؒ کی طرف سے مولوی اسماعیل دہلوی کا مزید رد ملاحظہ کریں

”وہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے جیسے ہی بشر تھے زیادہ سے زیادہ ان کو بڑے بھائی کا رتبہ دے لو ان کے علم غیب کا قائل ہونا کفر ہے اور یارسول اللہ کہنا شرک“ (استغفر اللہ) (مناظراتِ ثلاثہ صفحہ 3 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

یہ اقتباس بھی دیوبندیوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان کے رد میں ہے۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی طرف سے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ پر جاہل ہونے کا فتویٰ:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ میں لکھا ہے کہ

یہ مسلّم امر ہے کہ دین کا کوئی امر ایسا باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

(آج تمہارا دین کامل و مکمل ہو گیا ہے) (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

جبکہ مولوی سرفراز کان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے اس کے خلاف اپنی کتاب اظہار العیب میں لکھا ہے کہ

''ہر ہر چیز قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئی۔''

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

اس کے کچھ سطر بعد گکھڑوی صاحب نے لکھا کہ

''یہ اتنا جاہلانہ نظریہ ہے کہ اس پر ہر عقلمند متعجب ہے''

(اظہار العیب صفحہ ۲۸ ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یعنی مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے نزدیک مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کا نظریہ جاہلانہ ہے اس نظریہ کی تردید میں اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' کی ''نظر خامس'' پر عربی میں حاشیہ لکھا جس کا نام ''انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی ۱۳۲۶ھ'' اور بڑے سائز کے ۲۷۴ صفحات پر مشتمل ہے الحمدللہ اس کا ترجمہ بنام ''قرآن ہر شے کا بیان'' مکتبہ اعلیحضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور مولانا کرم الدین دبیر ''دارالعلوم'' دیوبند کے فتویٰ کی زد میں:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم کا ۲۶ مئی کو ہزارہا آدمیوں کے روبرو شاہی مسجد میں پیش گوئی کرنا کہ مرزا بہت جلدی عذاب سے ہلاک ہوگا اور اس کے بعد چار دن کو تمام مخالف علماء کی موجودگی پر ہی یوں ناگہانی مہلک اور عذابدہ بیماری میں مبتلا ہو کر مرجانا یہ ایسے واقعات ہیں جو مرنے والے کے برخلاف اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ وہ مفتری علی اللہ تھا

(تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی مرزا قادیانی کی موت کے متعلق کی جانے والی پیش گوئی کو درست تسلیم کیا ہے۔ دوسری طرف قاضی مظہر حسین دیوبندی

کی مادر علمی ''دارالعلوم'' دیوبند (جہاں انہوں نے قریباً دو سال سے کچھ کم علم حاصل کیا) سے ایک فتوی جاری ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

''نئی دہلی (آن لائن) دارالعلوم دیوبند نے ایک فتوی جاری کیا ہے جس کے مطابق پیش گوئی کرنا منع ہے ایسا کرنے والوں کی چالیس روز تک عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ عمل غیر شرعی ہے''

(روزنامہ جنگ ۱۸ جنوری ۲۰۱۱)

اس بات پر تفصیلی بحث پھر کبھی کریں گے کہ دیوبندیوں وہابیوں کے امام سید احمد اور علمائے دیوبند کے نام نہاد شیخ التفسیر مولوی احمد علی لاہوری وغیرہ صاحبان جو پیش گوئیاں کرتے تھے اس فتویٰ کی روشنی میں ان کے بارے میں کیا خیال ہے سردست مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب پیش گوئی کر کے اور مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اس کو درست تسلیم کر کے ''دارالعلوم دیوبند'' کے فتویٰ کی زد میں آ گئے ہیں سلفی صاحب سے استفسار ہے کہ اس فتویٰ کی روشنی میں مندرجہ بالا دونوں حضرات کے بارے حکم شرعی واضح فرمائیں۔

مولانا کرم الدین دبیر دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا ایک غیر جانبدار شہادت:

مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی کا مولانا کرم الدین دبیر کے متعلق اقتباس نقل کرنے سے پہلے ان کے مسلک کے متعلق بھی کچھ وضاحت پیش ہے جس میں مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی لکھتے ہیں کہ

''ہم بریلوی نہیں ہیں اور نہ ہی بریلوی کوئی مذہب ہے ہم سنی حنفی نقشبندی مجددی مرتضائی ہیں ہم سے مخاطب ہونا ہو تو براہ راست میدان میں آیا کرو تمہارا ہم کو بریلویوں میں شامل کرنا دانی ہے ہم نے بریلی دیکھی بھی نہیں اگر بریلویوں سے تمہاری مراد مولانا مولوی احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں تو بھی غلط ہے کیونکہ ہم ان کے شاگردوں سے نہیں ہیں بلکہ کئی ایک مسائل میں ہمارا ان سے اختلاف ہے ہم نے دیوبندیوں کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور اور دیوبند وغیرہ میں تعلیم پائی ہے اور وہیں سے بدعقیدگی کی ضلالت اور بزرگان دین سے کینہ کی شامت لے کر آئے تھے مگر کسی مرد خدا کی نظرِ عنایت سے نجات پائی (الحمد اللہ) (رمح الدیان لرجم العدوان صفحہ 4 باہتمام تنظیم علماء مرتضائیہ دربار شریف پیر صاحب قلعے والے عثمان گنج لاہور)

مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی صاحب کے مسلک کی وضاحت خود ان کی تحریر سے ہی ہوگئی اب آیئے اور ذیل میں ان کی تحریر ملاحظہ کریں جس میں انہوں نے مولانا عبدالحق قصوری اور مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں کہ

"سید عبدالحق موصوف مسئلہ حیات اولیاء استمداد و نداء کے بھی قائل تھے دیکھو اخبار الفقیہ امرت سر مجریہ 22 اپریل 1922 افسوس آج اس بزرگ کی اولاد دیوبندیت کا شکار ہو چکی ہے کتاب آفتاب صداقت مصنفہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی جو دیوبندیوں کے رد میں ہے اور اس میں دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے اس پر بھی سید عبدالحق شاہ صاحب کے تصدیقی دستخط ہیں اسی طرح مولانا کرم الدین صاحب سکنہ بھیں ضلع جہلم کی اولاد بھی دیوبندی ہو گئی ہے موخر الذکر کے خلف الرشید نے تو یہ غضب کیا ہے کہ اپنے والد بزرگوں کی تصنیفات میں دست اندازی کرنے سے بھی باز نہیں آئے مولانا کرم الدین علیہ الرحمہ نے اپنی آفتاب ہدایت انتساب طبع اول کے وقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمہ کے نام نامی سے کیا تھا مگر مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مظہر حسین نے اپنی قلم سے یہ انتساب طبع ثالث کے وقت مولنا مرحوم کے انتقال کے بعد بنام سرکار دو عالم ﷺ کر دیا ہے اور نیچے اپنے والد مولانا کرم الدین علیہ الرحمہ کا نام لکھ دیا مگر سوال یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب عالم برزخ میں مولانا مرحوم کے پاس گئے یا مولانا مرحوم دنیا میں آ کے دستخط کر گئے یہ ہر دو امر محال ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اپنے والد بزرگوار پر کذب صریح اور صریح افترا و بہتان ہے صاحبزادے نے لکھا ہے کہ مولانا مرحوم آخر عمر میں دیوبندی ہو گئے تھے اور اکابر دیوبند سے حسن عقیدت ہو گئی تھی اور مولوی حسین احمد مدنی سے بذریعہ درخواست بیعت کی درخواست کی جواب آیا کہ " آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں اسکے بعد جلد ہی آپکا انتقال ہو گیا وغیرہ یہ جو کچھ صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے ایسا سفید جھوٹ ہے جس کی تردید کی ضرورت نہیں فقیر کے پیرومرشد حضرت خواجہ عالم پیر نور محمد فنافی الرسول اور مولانا کرم الدین مرحوم اور مولانا معوان حسین رام پوری مولانا محمود گنجوی انجمن معین الاسلام اور انجمن دائرۃ الاصلاح لاہور وغیرہ کے جلسوں میں رافضیت، وہابیت، دیوبندیت، مرزاہیت کی تردید سالہا سال فرماتے رہے آخر عمر تک ملاقاتیں ہوئیں دیوبندی عقیدہ سے آپ کو کلی نفرت تھی آپ کے صاحبزادہ صاحب اگر سچے ہیں تو آپ کے عقیدہ کی تبدیلی پر آپ کی کوئی تحریر پیش کریں ورنہ یہ ان کا افترا اپنے والد ماجد پر کذب صریح ہے ہمارے پاس مولانا مرحوم کے تحریری ثبوت موجود ہیں (رمح الدیان لرجم العدوان صفحہ 15، 16 تنظیم علمائے مرتضائیہ دربار شریف پیر صاحب قلع والے 2 عثمان گنج لاہور)"

قارئین کرام! مولانا غلام مرتضیٰ نقشبندی مرتضائی کے نقل کردہ اقتباس سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر آخری عمر تک اہل سنت و جماعت کے ساتھ منسلک رہے انہوں نے دیوبندی مسلک قبول نہیں کیا تھا الحمدللہ

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کی کتاب میں مزید دو اغلاط کی نشاندہی:

(1) سلفی دیوبندی صاحب نے ''احوال دبیر'' کے صفحہ 296 پر مولوی انور شاہ کشمیری کی کتاب کا نام لکھا ہے "تحذیر الاخوان فی تحقیق الربوانی الہندوستان" جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب مولوی انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندی کی نہیں ہے بلکہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی ہے ملاحظہ ہو ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۱۵۰ (ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان)

(2) مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے ''احوال دبیر'' کے صفحہ 55 پر میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف کی کتاب "ہدایت المسلمین کا نام "ھدیۃ المسلمین" غلط لکھا ہے اور غالباً یہ شیعہ مولوی سید عارف نقوی کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے جن نے اعتقادات امامیہ کے شروع میں مولانا کرم الدین کے مسلک کے سلسلہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کا رد کیا ہے اور "ھدایت المسلمین" پر مولانا کرم الدین دبیر کی لکھی گئی تقریظ میں سے کچھ اشعار نقل کیے ہیں سلفی دیوبندی نے یہ چالاکی کی کہ وہابیوں کے خلاف لکھے یہ اشعار شیعہ کا حوالہ دیئے بغیر ''احوال دبیر'' کے صفحہ 55 پر نقل کیے ان اشعار کے بعد شیعہ مولوی نے جو تبصرہ کیا تھا وہ الگ صفحہ 63 پر نقل کر کے اپنے تئیں اس کا رد کیا۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے تضادات:

ذیل میں دروغگو ارحافظہ نباشد کے صحیح مصداق مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے تضادات ملاحظہ کریں۔

(۱) مولوی عبدالجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

''مولانا کرم الدین دبیر کوئی فکری یا نظریاتی بریلوی نہ تھے''

(احوال دبیر صفحہ 65 ناشر گوشہ علم H1-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

جبکہ اسی کتاب کے صفحہ 66 پر مولوی عبدالجبار سلفی نے کذاب زمانہ امام المحرفین خالد محمود مانچسٹروی دیوبندی کی کتاب مطالعہ بریلویت سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جس کا متعلقہ حصہ ملاحظہ کریں۔ مولوی عبدالجبار سلفی نے لکھا ہے کہ

پروفیسر علامہ خالد محمود مدظلہ حضرت مولانا کرم الدین دبیر کا عنوان قائم کر کے رقم طراز ہیں یہ پنجاب میں بریلوی مسلک کا ستون تھے اور ایک بڑے درجے کے عالم تھے"

(احوال دبیر صفحہ 66 ناشر گوشہ علم 182-H1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ پہلے سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی بریلوی نہ تھے جبکہ اس کے اگلے صفحہ پر ہی یہ اقتباس نقل کیا (جس کا ایک حصہ میں نے اوپر نقل کیا) اور اس حصے سے مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے کوئی اختلاف بھی نہیں کیا اور دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی نے اپنی کتاب "تفریح الخواطر" میں لکھا ہے کہ

"جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے"

(تفریح الخواطر صفحہ 79 مطبوعہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں عبدالجبار سلفی صاحب نے مولوی خالد محمود دیوبندی کے اقتباس کے اس حصہ سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ سلفی دیوبندی اس معاملے پر دو موقف رکھتے ہیں پہلا یہ کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی یا فکری بریلوی نہ تھے اور سلفی صاحب کا بیک وقت دوسرا موقف یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر مسلک اہلسنت و جماعت بریلوی کے ستون تھے۔ یاللعجب

قارئین کرام سے انصاف کی اپیل ہے کہ ایک صفحہ پر لکھنا کہ مولانا کرم الدین دبیر نظریاتی بریلوی نہ تھے اور اگلے ہی صفحہ پر ان کو مسلک بریلوی کا ستون تسلیم کر لینا یہ تضاد بیانی نہیں تو کیا ہے؟

سلفی صاحب کے پہلے موقف کی تردید قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے بھی کی ہے جس میں وہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "آپ کا تعلق عموماً بریلوی علماء سے تھا اور آپ کو انہی کے جلسوں میں مدعو کیا جاتا تھا (تازیانہ عبرت مقدمہ صفحہ ۴۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

عبدالجبار سلفی دیوبندی سے ایک سوال:

سلفی صاحب بتایئے قاضی مظہر حسین صاحب کے بقول مولانا کریم الدین دبیر کا تعلق علماء بریلی سے تھا اور انہی کے جلسوں میں ان کو بلایا جاتا تھا علماء دیوبند کی تکفیر تک کے وہ قائل تھے لیکن اس کے باوجود بھی وہ نظریاتی بریلوی نہیں تھے؟ دراصل یہ سلفی صاحب کے دماغی خلل کا واضح ثبوت ہے۔

تضاد بیانی نمبر 2:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے اپنی کتاب ''احوال دبیر'' میں لکھا ہے کہ

''سیف الملوک کے مولف محمد بخش کھڑی شریف (متوفی 1911ء)'' نے ایک کتاب بنام ہدیۃ المسلمین لکھی تھی اس کتاب پر مولانا کرم الدین دبیرؒ کی تقریظ ہے چنانچہ اس تقریظ میں بھی آپ نے علمائے اہلسنت دیوبند کے خلاف یہ اشعار لکھے ہیں

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے
جو بد باطن خبیث اور بدزبان ہے
وہ کہلاتے ہیں لامذہب وہابی
بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے
میاں مٹھو ہیں بنتے اپنے منہ
بنا فرعون ہر اک بے سماں ہے

(ہدیۃ المسلمین صفحہ 122)(احوال دبیر صفحہ 55)

یہاں تصحیح نقل کا التزام کیا گیا ہے کتاب کا صحیح نام ''ہدایت المسلمین'' ہے۔

ان اشعار میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے وہابی کا لفظ استعمال کیا اور سلفی دیوبندی صاحب نے تسلیم کیا کہ اس کے مصداق دیوبندی ہیں

اب آگے آیئے اور تضاد ملاحظہ کریں جس میں مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اپنے ہی نظریہ کی تغلیط کر دی۔

عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

''مولانا مرحوم وہابی سے غیر مقلدیت مراد لیتے تھے نہ کہ علمائے اہلسنت دیوبند''

(احوال دبیر صفحہ 78)

قارئین کرام! یہ صریح تضاد نہیں کہ ایک جگہ مولانا کرم الدین دبیر نے لفظ وہابی استعمال کیا تو عبد الجبار سلفی نے لکھا کہ اس سے مراد دیوبندی ہیں جبکہ دوسری طرف چند ہی صفحات بعد اس کی تغلیط کرتے ہوئے لکھ دیا کہ مولانا کرم الدین دبیر وہابی سے غیر مقلد مراد لیتے تھے اگر یہ تضاد بیانی نہیں تو پھر تضاد بیانی کس بلا کا نام ہے؟

قرآنی حکم کے مطابق جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے جھوٹ:

جھوٹ بولنے والے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پارہ ۳ آل عمران ۶۱)

یعنی "لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔"

(ترجمہ دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ جھوٹ بولنے والے شخص کے متعلق تازیانہ عبرت میں لکھتے ہیں کہ

"شریف انسان کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔"

(تازیانہ عبرت صفحہ ۷۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

لیکن سلفی صاحب نے حکم قرآنی کو پس پشت ڈال کر ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولے۔

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کانگریس کے بقول جس تحریر میں ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام ساقط الاعتبار اور جعلی ہوتی ہے:

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام اور مولوی عبدالجبار سلفی کے ممدوح مولوی حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی نے جھوٹ کے متعلق "کشف حقیقت" نامی کتاب میں لکھا ہے کہ

"تمام عدالتوں اور قوانین کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی دستاویز یا تمسک اور تحریر میں ایک جھوٹ بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے تو پوری دستاویز اور تمسک اور تحریر ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دی جاتی ہے اور مالک تمسک و جعلساز اور مجرم قرار دیکر مستحق سزا سمجھتے ہیں یہی نہیں کہ جھوٹ کا قطعی ثبوت ہی اسکا باعث ہوتا ہے بلکہ اگر اشتباہ بھی کسی تمسک وغیرہ میں پڑ جاتا ہے تو تمام تمسک مشتبہ ہو جاتا ہے (کشف حقیقت صفحہ 14 طابع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیہ علماء ہند دہلی)

مولوی عبدالجبار سلفی کے ممدوح مولوی حسین احمد مدنی کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ جس کی تحریر میں ایک جھوٹ ثابت ہو وہ تمام تحریر ہی ساقط الاعتبار اور جعلی قرار دے دی جاتی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی نے اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"حسب قاعدہ ایک ہی دروغ تمام دستاویز کے جعلی اور اکزوبہ ہونے کے لیے کافی ہے" (کشف حقیقت صفحہ 3 طابع و ناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی) ذیل میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے جھوٹ اور خیانتیں نقل کی جا رہی ہیں جس سے حسب تصریح حسین احمد مدنی کانگریسی دیوبندی سلفی صاحب کی تحریر ساقط الاعتبار ٹھہراتی ہے۔

یوں تو مولانا کرم الدین دبیر کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے یہ بذات خود سب سے بڑا جھوٹ ہے اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سلفی صاحب کو مزید جھوٹ بولنے پڑے۔ جن میں سے چند جھوٹ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 1:

سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اہل السنت والجماعت کا دیوبند مکتبہ فکر قطعاً کوئی نیا فرقہ یا جماعت نہ تھی (احوال دبیر صفحہ 51 ناشر ناشر علم 182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

تنقید:

قارئین کرام: یہ مولوی عبدالجبار سلفی کا وہ شرمناک جھوٹ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرقہ دیوبندیہ ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا نتیجۃً مولوی اسماعیل دہلوی صاحب مع اپنی ذریت کے الگ ہو گئے۔ یہ ذریت بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی جن میں سے ایک گروہ کو غیر مقلد وہابی اور دوسرے گروہ کو مقلد وہابی یعنی دیوبندی کہا جاتا ہے۔ سلفی دیوبندی کے اس جھوٹ کا مختصر رد ملاحظہ کریں۔

مولوی اسماعیل دہلوی صاحب فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے بانی:

مرزا حیرت دہلوی مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"مولوی اسماعیل جو ہندوستان میں فرقہ موحدیہ کا بانی ہے" (حیات طیبہ صفحہ 310 مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور صفحہ 266 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ 7 ایبک روڈ لاہور)

– اس میں صراحتاً تسلیم کیا گیا ہے کہ وھابی دیوبندی فرقہ کا بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے کیونکہ وھابی دیوبندی خود کو موحد کہلواتے ہیں اور غیر مقلد وھابی مقلد وہابی یعنی دیوبندی عقیدۃً بھی ایک ہیں جیسا کہ دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں" (فتاوی رشیدیہ صفحہ 62 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار لاہور) مرزا حیرت دہلوی کی نقل کردہ عبارت میں "فرقہ موحدیہ" کا لفظ ہے جس سے اس بات کا مکمل ثبوت ملتا ہے کہ عقیدہ خود کو توحید کے ٹھیکیدار کہلوانے والے فرقہ کا ہندوستان میں بانی مولوی اسماعیل دہلوی ہے اور یہ حقیقت تو سب کو معلوم ہے کہ عقیدۃً غیر مقلد وھابی و مقلد وھابی یعنی دیوبندی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

ضروری نوٹ:

حیات طیبہ کے مستند ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دیوبندیوں کے نام نہاد "شیخ الاسلام" مولوی حسین احمد مدنی نے اس کتاب کی طرف مراجعت کرنے کا کہا ہے جس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس میں کوئی جھوٹ ہوتا تو مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے نزدیک یہ کتاب ساقط الاعتبار اور جعلی قرار پاتی۔

یہ الگ بحث ہے کہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں خود جھوٹ اور دجل و فریب سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب از مولانا اجمل سنبھلی ناشر ادارہ غوثیہ رضویہ کریم پارک موتی شاہ لاہور۔

دیوبندیت کی ابتدا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی سے:

مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولوی انظر شاہ، کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے کہ

"اکابر دیوبندی جن کی ابتدا میرے خیال میں سید الانام مولانا قاسم صاحبؒ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ)

اس کے بعد مزید لکھا ہے کہ

"دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ سے کرنے کی بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں" (ماہنامہ البلاغ کراچی صفحہ 48 ذی الحجہ 1388ھ) مولوی انظر شاہ کے اقتباسات سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے جس کی ابتداء مولوی اسماعیل دہلوی اور باقاعدہ تنظیم مولوی رشید گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ سے ہے۔

تقویت الایمان کی وجہ سے مسلمانانِ ہندو پاک دو گروہوں میں بٹ گئے احمد رضا بجنوری دیوبندی کا اعتراف:

مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی نے تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے کہ

"افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں" (انوار الباری جلد 13 مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) یعنی جب مولوی اسماعیل دہلوی نے ہم اہلسنت کے خلاف تقویۃ الایمان کتاب لکھی سخت انتشار ہوا ثابت ہوا کہ تقویۃ الایمان کے مولف نے اس کتاب میں مسلمانان اہلسنت کو کافرو مشرک قرار دیا تھا نتیجہ ان کا الگ فرقہ قائم ہو گیا جو آگے چل کر غیر مقلد وھابی اور مقلد وھابی یعنی دیوبندی فرقہ میں تقسیم ہو گیا۔

بمبئی میں جب کسی دیوبندی کا کسی مسجد میں نماز پڑھنا معلوم ہوتا تو اسے پاک کرایا جاتا تھا مولوی زکریا دیوبندی کا اقرار:

دیوبندی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا نے لکھا ہے کہ

"38ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی ہمرکاب تھا تو اہل بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے علماء دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کسی قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا" (جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات از مولوی زکریا دیوبندی شیخ الحدیث ناشر مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور) قارئین اس اقتباس کا غور سے پڑھیں اس کا حرف حرف یہ بتا رہا ہے کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے جبھی تو مسلمان اس کے مخالف تھے یہ آج سے قریباً 100 سال پہلے کا واقعہ ہے جسے دیوبندی شیخ الحدیث نے نقل کیا ہے مسلمانانِ اہلسنت دیوبندی فرقہ کے عقائد باطلہ کی وجہ سے انکے مخالف تھے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا دیوبندی اپنی منافقانہ چال کی وجہ سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے رہے کیونکہ یہ اپنے عوام کے سامنے اپنے کفریہ عقائد واضح نہیں کرتے کہ کہیں وہ ہماری حقیقت

سے آگاہ نہ ہو جائیں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد وھابی نے اہلسنت و جماعت بریلوی کو قدیم تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ)" کے مساوی ہے اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے" (شمع توحید صفحہ 53 مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس اہلحدیث دالگراں چوک لاہور) اس کے بعد پنجاب کی مجموعی صورتحال کے بارے میں مولوی جعفر تھانیسری کا یہ بیان بھی ملاحظہ کر لیا جائے جس میں "تھانیسری صاحب" لکھتے ہیں کہ "جب میں ہندوستان سے روانہ ہوا تھا سارے پنجاب میں وھابی عقیدے کے دس مسلمان بھی نہ تھے لیکن اب دیکھتا ہوں کہ پنجاب کا کوئی شہر قصبہ اور گاؤں اب نہیں جس میں چوتھائی حصہ وہابی نہ ہوں جو امام محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے مقصد ہیں" (کالا پانی صفحہ 113 ناشر طارق اکیڈمی فیصل آباد) تھانیسری صاحب آج سے کم و بیش 140 سال پہلے کی حالت بیان کر رہے ہیں۔

دیوبندیت کو گنگوہی و نانوتوی صاحبان نے بطور دین قائم کیا:

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی زکریا کاندھلوی صاحب کہتے ہیں کہ "ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتویؒ نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو"۔ (صحبت با اولیاء صفحہ 125 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ان حوالہ جات سے بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

بلکہ خود مولوی عبد الجبار سلفی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ "ضلع جہلم اور چکوال کے خطوں میں مسلک دیوبند کا کوئی عالم دین نہیں تھا" (احوال دبیر صفحہ 59 ناشر گوشہ علم H1-182 واپڈا ٹاؤن لاہور) یہاں مولوی عبد الجبار سلفی نے خود تسلیم کر لیا کہ مولانا کرم الدین دبیر کے دور میں جہلم اور چکوال میں دیوبندی عالم نہیں تھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندی ایک نیا فرقہ ہے اسلام کو ہندوستان میں آئے کئی صدیاں گزر گئیں لیکن جہلم میں کوئی دیوبندی عالم چودھویں صدی میں بھی موجود نہیں۔

مسلمان اہلسنت تو پہلے سے یہاں موجود ہیں اس لیے سلفی دیوبندی صاحب یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں اسلام کا تعارف ہی نہیں تھا (اس لیے کوئی دیوبندی عالم یہاں موجود نہیں تھا) لہذا مولوی الجبار سلفی کی اپنی تحریر سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ دیوبندی فرقہ ایک نیا فرقہ ہے۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کا جھوٹ نمبر 2:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

"حضرت مولانا کرم الدینؒ کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا"

(احوال دبیر صفحہ 57)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا کہ

"نہ کبھی آپؒ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا" (احوال دبیر صفحہ 65)

یہ مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیرؒ نے اپنی تصنیف "پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ" کے صفحہ 9 پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

فاضل بریلوی کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے اپنی کتاب "ردالرفضہ" میں صاف طور پر یہ درج فرمایا ہے

"بالجملہ رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی اور قطعی اجماع ہے کہ وہ علی العموم کفار و مرتد ہیں ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ واخل زنا ہے معاذ اللہ عورت سنی اور مرد رافضی ہو یہ تو قہر الٰہی ہے" (پنجاب کے ایک پیر کا کانامہ صفحہ 9 مطبوعہ کیلی پرنٹنگ پریس لاہور)

اور اس کتاب کے صفحہ 11 پر اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانؒ کی تقریظ موجود ہے ان کے نامِ گرامی کے آگے بریکٹوں میں مولانا کرم الدین دبیر نے لکھا ہے (جانشین وخلف اکبر حضرت اعلیٰ مولانا احمد رضا خان صاحبؒ بریلوی)

اس کے باجود مولوی عبدالجبار سلفی صاحب یہ کہنا کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی کسی تصنیف میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں کیا صریح جھوٹ اور اعلیٰ حضرت سے بُغض کی دلیل ہے

ضروری نوٹ:

میں نے مولوی عبدالجبار سلفی سے بذریعہ فون یہ دریافت کیا کہ جس وقت آپ نے "احوال دبیر" کتاب لکھی تھی تو کیا اس وقت "پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ" آپ کے پاس موجود تھی تو جواب ملا کہ "ہاں موجود تھی" اس بات کی سلفی صاحب سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کا مولوی محمد فاضل غیر مقلد کے ساتھ مسئلہ نور پر تحریری مناظرہ ہوا جب بات حَکَم تک پہنچی تو مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا لیکن مولوی فاضل غیر مقلد وہابی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (''نور'' صفحہ 13,12 ناشر تنظیم نوجوانِ اہلسنت بھاٹی گیٹ لاہور و شخصیات جہلم صفحہ 80 مصنف انجم سلطان شہباز صاحب مطبوعہ بک کارنر جہلم)

جھوٹ نمبر 3:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے صاحب اپنی کتاب میں ایک اور جھوٹ یہ بولا کہ

''مولانا کرم الدین'' کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا اور نہ اس زمانہ کے کسی تکفیری مولوی صاحب کا حوالہ ملتا ہے'' (احوال دبیر صفحہ 59,58)

ضروری نوٹ:

علماء اہلسنت علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ان کو کافر قرار دیتے ہیں دیوبندی ان گستاخیوں سے اعلان برأت کرنے کی بجائے انہیں تکفیری مولوی کہتے ہیں۔

یہ بھی سلفی دیوبندی کا سراسر جھوٹ ہے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب ''صداقت مذہب نعمانی'' کے صفحہ پر اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا محمد شریف کوٹلوی کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ

''مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی (سیالکوٹ) کا وعظ بھی وجوب تقلید پر تھا آپ نے بھی اس مسئلہ کو جیسا کہ چاہیے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا اور متعدد ایسی احادیث پیش کیں جن میں تعارض واختلاف ہے اور ان سب پر عمل ہونا مشکل ہے پھر جب تک کسی امام کی تقلید نہ کی جائے صرف احادیث سے مسائل کا استخراج ہر ایک کا کام نہیں ہے مولوی صاحب کی تقریر نہایت مدلل تھی لیکن افسوس کہ تنگی وقت کے باعث مضمون ختم نہ ہو سکا'' (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 7,8 مطبوعہ مطبع سراج المطابع جہلم)

اس کے علاوہ مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب ''پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ'' کے آخر میں اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، خلیفہ اعلیٰ حضرت مصنف بہارِ شریعت مولانا امجد علی اعظمی

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری، شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی، مفتی عبدالحفیظ قادری، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں، مولانا ابوالنور محمد بشیر از کوٹلی لوہاراں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر ہے۔

سوائے مولانا ابوالنور بشیر و مفتی عبدالحفیظ قادری کے تقریباً سب اعلیٰ حضرت کے خلفاء تھے اور دیوبندیوں کو ان کی گستاخانہ و کفریہ عبارات کی وجہ سے مندرجہ بالا تمام علماء کافر و مرتد سمجھتے تھے۔

☆ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب ''السیف المسلول'' کے آخر میں مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ بھی شامل ہے۔

☆ نیز پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری کے دیوبندیوں کے کفریہ عقائد کے رد میں لکھے گئے رسالے بنام ''دیوبندیوں کے عقائد کا مختصر کچا چٹھا'' کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر کی تصدیق شامل ہے۔

☆ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ رسالہ بنام ''تنویر الحجۃ'' کے آخر میں بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ موجود ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا ذکر خیر بھی موجود ہے جیسا کہ آفتاب ہدایت کا انتساب حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام کیا اس کے علاوہ ''صداقت مذہب نعمانی'' میں لکھتے ہیں ''حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم (صداقت مذہب نعمانی صفحہ 3 مطبع سراج المطابع جہلم) اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں حضرت صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

☆ اور حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے جیسا کہ ''ملفوظات محدث کشمیری'' میں پیر صاحب کے بارے مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ ''انہوں نے ہم پر فتویٰ تکفیر کا دیا ہے''

(ملفوظات محدث کشمیری صفحہ ۲۳۲ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان)

اس کے علاوہ پیر جماعت علی شاہ صاحب ''حسام الحرمین'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"حسام الحرمین کے فتاوی حق ہیں اور اہل اسلام کو ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جو شخص ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہ حق سے دور ہے۔ حضرت سول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں جو شخص عمدا و سہوا بھی گستاخی کرے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا تقریرا یا تحریرا مرتکب ہو وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے جو شخص اس کافر اور بے ایمان کو مسلمان سمجھتا ہو وہ بھی اسی کا حکم رکھتا ہے اھانۃ الانبیا کفر عقائد کا صریح مسئلہ ہے۔ اور رضا بالکفر بھی کفر ہے جیسا کہ کتب اسلامیہ میں باتفاق جمہور علمائے متقدمین و متاخرین مرقوم ہے اس لیے ان اشخاص سے جو کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اہانت کریں نفرت و بیزاری ضروری و لازمی ہے الراقم جماعت علی عفا عنہ بقلم خود از علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پنجاب (الصوارم الہندیہ صفحہ ۵۵ النوریہ رضویہ پبلیشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ "تازیانہ عبرت" میں "چند مقدس نفوس" کی سرخی دے کر لکھتے ہیں۔

"چند ایک مقدس ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کی عزت اور معیت کا احترام کیا گیا۔"

پھر اس کے بعد نمبر ۹ کے تحت حضرت مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلائق اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پریڈ میں پڑھی گئی کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری موقوف کر کے شمولیت جنازہ کی
(تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۹ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی علیہ الرحمہ کو مقدس نفوس میں شمار کیا اور مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرقہائے باطلہ وہابیہ دیوبندیہ مرزائیہ رافضیہ کے شدید مخالف تھے مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ نے "اسلام کی آٹھویں کتاب" میں مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحقیق الفتوی کا فتوی نقل کیا ہے اور اس کے علاوہ تقویۃ الایمان کی دیگر عبارات کا بھی شدید رد کیا ہے۔ ان کی کتب کا مجموعہ "اسلام کی ۱۱ کتابیں" کے نام سے دستیاب ہے اس کے صفحہ ۳۶۸ پر فرقہ دیوبندیہ کا ابطال کیا گیا ہے اور صفحہ ۳۷۷ پر دیوبندیہ وہابیہ کے عقیدہ امکانِ کذب کا رد کیا گیا ہے۔

ان حقائق کے باوجود بھی مولوی عبدالجبار سلفی کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کو کافر کہنے والے کسی عالم کا تذکرہ ان کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ سراسر جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 4:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ ’’مظلوم ب ستم دیدہ اکابر علمائے دین پر تکفیر کا شوق پورا کرنے والے خان صاحب‘‘ (احوال دبیر صفحہ 52 ناشر گوشہ علم 1-1-184 واپڈا ٹاؤن لاہور)

یہاں بھی مولوی عبدالجبار سلفی نے اعلیٰ حضرت پر بہتان باندھ کر لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا ہے قابل غور بات ہے کہ انبیاء کے علم غیب منکر خود اعلیٰحضرت کے دل کی کیفیت کو جاننے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اعلیٰحضرت کے سامنے جب دیوبندی اکابرین کی کفریہ عبارات آئیں تو آپ نے دیوبندی اکابرین کو خطوط لکھے کہ ان عبارات سے توبہ کریں۔ لیکن انہوں نے نہ توبہ کرنی تھی نہ کی۔ اس کے بعد دیوبندی اکابرین پر حکم شرعی لگانا اعلیٰ حضرت کا فرض تھا جیسا کہ دیوبندی مناظر مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری نے لکھا ہے کہ

’’اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے‘‘ (اشد العذاب صفحہ 17 مشمول احتساب قادیانیت جلد 10 صفحہ 259 ناشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضور باغ روڈ ملتان)

مزید تفصیل کے لیے ’’حسام الحرمین‘‘ ’’رد المہند‘‘ ’’رد شہاب ثاقب‘‘ ’’رد سیف یمانی‘‘ ’’تحقیقات‘‘ ’’تعقبات السنان‘‘ ’’ادخال السنان‘‘ ’’قہر واجد دیان‘‘ وغیرہ کتب علماء اہلسنت ملاحظہ کریں۔

فرمائیے سلفی صاحب! اب کیا فرماتے ہیں؟ اعلیٰ حضرتؒ نے اگر کسی کی تکفیر کی ہے تو اس کے کفر کی وجہ سے کی ہے اگر ہمت ہے تو دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت کریں کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے اکابر دیوبند کی تکفیر شوق کی بنا پر کی۔

جھوٹ نمبر 5:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے جھوٹ بولتے ہوئے خود کو اہلسنت قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ’’اس مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا‘‘

(احوال دبیر صفحہ 56)

حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ مولوی سلفی دیوبندی کے مسلمہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 3 صفحہ 36,35 کی فائل اس کی تردید کر رہی ہے اس شمارہ میں درج

ہے کہ اس مناظرہ میں مولوی منظور نعمانی شیر بیشہ اہلسنت کے مقابل لاجواب ہوگیا اور ان کے دلائل کا جواب نہ دے سکا۔ اس لیے دیوبندیوں کو فاتح قرار دینا سراسر جھوٹ و فریب کاری ہے۔

جھوٹ نمبر 6:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ

''ہر مصنف اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی کرتا ہے۔''

(احوال دبیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

یہ مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کا سراسر جھوٹ ہے کہ ہر مصنف اپنی کتاب میں ''ضرور'' کمی بیشی کرتا ہے۔ میرا مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ دلائل کے ساتھ ثابت کرے کہ (1) مولانا کرم الدین نے اپنی ہر کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں کمی بیشی کی (2) یہ بھی ثابت کرے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اپنی کتاب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ضرور کمی بیشی کی (3) اور یہ بھی بیان کرے کہ اپنی تحریر کردہ کتب کے ہر دوسرے ایڈیشن میں ''جناب'' نے خود بھی ضرور کمی بیشی کی ہے۔

جناب سے استدعا ہے کہ میرے ان مطالبات کو پورا کریں تا کہ آپ کی اس بات کی سچائی ثابت ہو سکے بصورت دیگر اگر ''ہر مصنف'' کی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ''ضرور کہیں نہ کہیں کمی بیشی'' ثابت نہ کر سکیں تو اپنا کذاب ہونا تسلیم کر لیں۔

ایک سوال:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''تحقیق و تدقیق میں ہر بات حرفِ آخر نہیں ہوتی''

(احوال دبیر صفحہ 78 ناشر گوشہ علم 1-182H واپڈا ٹاؤن لاہور)

جناب کی اس تحریر کی روشنی میں میرا یہ سوال ہے کہ کیا مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی بابت جناب کی تحقیق حرفِ آخر ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ آپ کی مندرجہ بالا بات کی تکذیب ہے اور اگر کہیں کہ میری تحقیق حرفِ آخر نہیں تو جناب اس کو منوانے پر بضد کیوں ہیں؟

قاضی مظہر دیوبندی کے بیٹے قاضی ظہور الحسین دیوبندی سے ایک مطالبہ:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تازیانہ عبرت'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''حضرت مدنی کا غائبانہ فیض پہنچتا ہے''

(مقدمہ تازیانہ عبرت صفحہ 45 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

قاضی ظہور الحسین دیوبندی صاحب سے مطالبہ ہے کہ دیوبندیوں کے عین اسلام ''تقویۃ الایمان'' کی روشنی میں اس بات کو درست ثابت کریں اور اگر نہ کر سکے تو یہ جھوٹ بولنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے بارے میں حکم شرعی واضح کریں؟

جھوٹ نمبر 7:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے احوال دبیر میں آفتاب ہدایت سے وہابی کا لفظ نکالے جانے کے متعلق لکھا کہ

''آفتاب ہدایت طبع دوم میں حضرت دبیر نے خود ہی اکثر مقامات سے یہ لفظ حذف کر دیا تھا''

(احوال دبیر صفحہ ۷۸ ناشر گوشہ علم 1-H-182 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! آفتاب ہدایت طبع اول میں جن مقامات پر وہابی کا لفظ موجود تھا اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 1 پر ''وہابیت'' لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 82 سوال کے اندر ''وہابیوں'' لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 دو جگہ ''وہابی'' لکھا ہے۔

آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 372 مولانا حسن فیضی کی منظوم تقریظیں ''وہابی'' کا لفظ موجود ہے۔

قاضی مظہر حسین دیوبندی کے زیر اہتمام آفتاب ہدایت کے شائع ہونے والے ایڈیشنوں سے صرف صفحہ 1 پر وہابیت کا لفظ موجود نہیں باقی مقامات پر ابھی بھی موجود ہے لہٰذا سلفی دیوبندی صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ وہابی آفتاب ہدایت کے ''اکثر'' مقامات سے مولانا کرم الدین دبیر نے خود حذف کیا تھا سراسر جھوٹ ثابت ہوا۔ یہاں بھی وہی صورت پیش آئی کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت کے اپنے زیر اہتمام شائع ہونے والے نسخہ میں صفحہ ۲۰۵ پر تو یزید ملعون کو یزید فاسق سے بدل دیا جبکہ اسی ایڈیشن کے صفحہ ۲۸۲ پر یزید کے بارے میں لفظ ملعون ابھی بھی موجود ہے۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی سلفی کی خیانتیں:

خیانت نمبر 1:

سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ

حضرت مولانا کرم الدین دبیر کی تصانیف میں کسی ایک جگہ بھی مولانا احمد رضا خان کا نام نہیں آیا (احوال دبیر صفحہ 58)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

”نہ کبھی آپ نے مولانا احمد رضا خان صاحب کا اپنی تصنیف میں ذکر کیا“ (احوال دبیر صفحہ 65)

حالانکہ مولانا کرم الدین دبیرؒ صاحب نے اپنی کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ کے صفحہ 9 اور 11 پر اعلیحضرت کا ذکر کیا ہے۔ جس کی تفصیل ”مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے جھوٹ نمبر 1“ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

سلفی دیوبندی کی چالاکی ملاحظہ کریں کہ چونکہ اس کتاب ”پنجاب کے ایک پیر کا کارنامہ“ میں اعلیٰ حضرت کا ذکر موجود تھا اس لئے سلفی دیوبندی نے اس کتاب پر تبصرہ ”تذکار بگویہ“ سے نقل کیا کیونکہ اس میں اعلیٰ حضرت کا ذکر نہیں تھا۔ جب کہ مولانا کرم الدین دبیر کی یہ کتاب سلفی صاحب کے پاس موجود تھی۔ صرف اعلیحضرت کے بغض میں اصل کتاب کو نظر انداز کر کے دوسری کتاب سے تبصرہ نقل کیا۔ تا کہ یہ جھوٹ بھی بولا جا سکے کہ اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا تذکرہ مولانا کرم الدین دبیر کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

خیانت نمبر 2:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے ”احوال دبیر“ میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی کتاب ”مناظرات ثلاثہ“ پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ملاحظہ کریں سلفی دیوبندی لکھتا ہے کہ ”اس میں تین مناظروں کی روئیداد ہے (1) مباحثہ میر پور (2) مناظرہ منصور پور (3) مناظرہ چک رجادی (گجرات) تفصیل آگے آئے گی یہ کتاب مسلم پریس لاہور سے چھپی تھی۔“ (احوال دبیر صفحہ 175,174)

اس کے علاوہ مناظرات ثلاثہ پر مزید تبصرہ ”احوال دبیر“ کے صفحہ 214 تا 224 تک کیا لیکن کہیں بھی یہ ذکر نہ کیا کہ ”مناظرات ثلاثہ“ میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تردید بھی کی ہے جو کہ ”مناظرات ثلاثہ“ صفحہ 46,45,3 پر ہے دیگر غیر مقلدین کے ساتھ اسماعیل دہلوی کی دو کتب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی عبارات اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے نام سے شائع شدہ کتاب ”براہین قاطعہ“ کا بھی مولانا کرم الدین دبیر نے نام لے کر رد کیا ہے لیکن مولوی عبدالجبار سلفی نے اس کا ذکر نہ کر کے یہاں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی صاحب یہ ذکر کر دیتے تو ان کے لیے مزید مشکل ہو جاتی کیونکہ ان کے لیے الصوارم الہندیہ پر لکھی تقریظ پہلے ہی گلے کا کانٹا بن چکی ہے وہ ان کے گلے سے نکل نہیں پا رہی۔

خیانت نمبر 3:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے ''احوال دبیر'' میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی کتاب ''صداقت مذہب نعمانی'' پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

''اس رسالہ میں مولانا کرم الدینؒ نے حنفی مذہب کی حقانیت کے پُر زور دلائل دیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بموجب حدیث رسول ﷺ اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار اسی مذہب کی پیروی باعث نجات ہے اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے'' (احوال دبیر صفحہ 174)

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی سلفی دیوبندی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ سلفی دیوبندی نے صرف یہ لکھا ہے کہ ''اس رسالہ میں حضرات اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے عجیب و غریب مسائل کی فہرست بھی موجود ہے'' حالانکہ ''صداقت مذہب نعمانی'' کے صفحہ 17 پر ''عقائد و عملیات وہابیہ'' کے ضمن میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے دیوبندیوں کے عقیدہ امکان کذب کا رد کیا ہے اس کتاب کے صفحہ 18 پر اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان و مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی کفریہ عبارات کا رد موجود ہے اور صفحہ 19 پر براہین قاطعہ کی خرافات کا رد بھی موجود ہے لیکن مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے بددیانتی کرتے ہوئے ان کا ذکر ہی کرنا گوارہ نہ کیا۔ یہ ہے ان دیوبندیوں کی دیانت۔

خیانت نمبر 4:

مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے ''الصوارم الہندیہ'' سے مولانا کرم الدین دبیرؒ کی تقریظ نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ ذیل میں مولانا کرم الدین دبیرؒ کی تقریظ کا وہ حصہ ملاحظہ کریں جو مولوی عبدالجبار سلفی نے نقل کیا ہے۔

''دیوبندی جن کے سرگروہ خلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ محمد بن عبدالوہاب سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ نجدی تو پہلے ہی مسلمانانِ مقلدین سے الگ ہو گئے مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہو گئی لیکن دیوبندی وہابی نما حنفی مسلمانوں سے شیر و شکر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں اس لیے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کا مدلل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے''

(والسلام خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از بھیں چکوال جہلم)

مولوی عبد الجبار سلفی نے مولانا کرم الدین دبیرؒ کا فتویٰ نقل کرنے میں بھی یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے اور کہیں بھی یہ اشارہ نہیں دیا کہ موصوف نے کہیں کوئی عبارت چھوڑی ہے۔

مولانا کرم الدین کی تقریظ میں شروع کے یہ الفاظ "باسمہ سبحانہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے" مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے کوا بریانی کی طرح ہضم کر لیے اور بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو نقل نہ کیا۔

مولانا کرم الدین دبیر کی تقریظ یہاں تک نقل کی "گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں" اس کے بعد درمیان سے قریباً 8 سطریں چھوڑ کر آخری دو سطریں نقل کیں۔ اب ذیل میں وہ سطریں نقل کی جا رہی ہیں جن میں مولانا کرم الدین دبیرؒ نے دیوبندیوں کا شدید رد کیا اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا ملاحظہ کریں۔

"**اعاذنا الله منهم** اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسولِ خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے امکان کذب باری کے قائل ہو کر انہوں ..نے توہین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا ہے حضور ﷺ کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور ﷺ کا علم معاذ اللہ حیوانات اور مجانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو کنھیا کے سوانگ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے **لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین** اور چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں"

(الصوارم الہندیہ صفحہ 70 مطبوعہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی کچا رشید روڈ بلال گنج لاہور)

اس حصہ میں چونکہ مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبندیوں کو مشرکوں سے بھی بڑھ کر قرار دیا اور کہا کہ ان کے دل میں حب رسول ﷺ کا ذرہ بھی موجود نہیں شاید اسی لیے مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہیں نقل نہیں کیا اللہ تعالیٰ ایسے بددیانت لوگوں کے شر سے بچائے آمین۔

سلفی دیوبندی کی خیانت نمبر 5:

دیوبندیوں نے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تردید مرزائیت میں لکھی گئی لاجواب کتاب "تازیانہ عبرت" شائع کی۔ اس کتاب کے حواشی مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے لکھے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر نے ''تازیانہ عبرت'' میں مرزائیوں کا ایک اعتراض نقل کیا کہ

''جسم خاکی کا گذر کرۂ آتش سے ناممکن ہے کیونکہ آگ جلاتی اور خاکی جسم جل جاتا ہے۔'' (تازیانہ عبرت صفحہ 171 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اعتراض کے مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد جوابات دیے جن میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ ''پیغمبر علیہ السلام نور تھے لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین پھر آگ نور کو جلا سکے؟'' (تازیانہ عبرت صفحہ 172 مطبوعہ قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں یہ بالکل واضح ہے کہ یہاں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی پاک علیہ السلام کے نور ہونے سے مراد نور حسی جسمانی ہے۔ کیونکہ یہاں اعتراض ہی جسم اطہر کے متعلق ہے۔ یہاں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کی فنکاری ملاحظہ کیجیے کہ اس اظہر من الشمس عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''نور ہدایت مراد ہے۔''

(حاشیہ تازیانہ عبرت از عبدالجبار سلفی دیوبندی صفحہ 172)

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عبارت کے حاشیہ میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور لکھا کہ اس سے نور ہدایت مراد ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت کے سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر نے ''تازیانہ عبرت'' میں ''لطافت جسم رسول'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ ''اسی لطافت کے باعث آپ کا سایہ نہ تھا'' (تازیانہ عبرت صفحہ 170 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر کی عبارت پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے مولوی عبدالجبار سلفی نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہدایت ہونے کے ساتھ نور حسی جسمانی ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی تلبیسات کا رد:

مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی ثابت کرنے کے لئے مولوی عبدالجبار سلفی نے جن تلبیسات کو پیش کیا ہے ذیل میں ان پر مختصر تبصرہ کیا جا رہا ہے۔

اعتراض نمبر1:

احوال دبیر میں عبدالجبار سلفی دیوبندی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے لکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مولوی محمود الحسن دیوبندی کے بھتیجے راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی اور انہی کے ہاتھ مولانا کرم الدین دبیر نے دارالعلوم دیوبند کے لیے چندہ بھجوایا تھا۔

جواب: فریق مخالف کے مقابل لاجواب ہو کر اس کے مقابلے کے لیے جعلی کتابیں گھڑ لینے والے دیوبندی علماء کی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی تیار کردہ رسید کے ذریعے مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے یہ دعویٰ کیا کہ مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبند میں چندہ بھجوایا جو کہ قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

پہلی بات:

یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ

1- مولوی راشد عثمانی دیوبندی کی تقریر مولانا کرم الدین دبیر نے اپنی مسجد میں کروائی تھی کیونکہ جب مولانا کرم الدین اکابرین دیوبند کو کافر مرتد اور مشرکوں سے بڑھ کر جانتے تھے تو ان کی تقریر اپنی مسجد میں کیوں کر کرواسکتے ہیں؟

دوسری بات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ جلد اول میں ایک مشہور سنی واعظ مولانا محمد اکرم شاہ المعروف قطبی شاہ صاحب سے متعلق دیوبندی اخبار النجم کے ایڈیٹر مولوی عبدالشکور لکھنوی صاحب نے درخواست کی تھی کہ

”ناچیز مدیر النجم نے اپنے اخیری سفر پنجاب میں مولوی صاحب موصوف سے درخواست کی تھی کہ اپنے تبلیغی دوروں کے حالات النجم کے لیے بھیج دیا کریں۔“

(خارجی فتنہ صفحہ ۵۴۱ ناشر تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم)

مولانا اکرم شاہ صاحب المعروف قطبی شاہ صاحب وہی ہیں جنھوں نے مناظرہ سلاں والی میں اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے ساتھ تھے کیا عبدالشکور لکھنوی صاحب کی درخواست سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے کہ لکھنوی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا اس لیے ایک بریلوی عالم سے درخواست کی کہ اپنے دوروں کے

حالات انجم میں بھیج دیا کریں؟ اگر سلفی صاحب جواب دیں کہ یہ استدلال درست نہیں تو پھر خود کیوں اس طرح کے لغو استدلال کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تیسری بات:

ذیل میں دیوبندیوں کی چند جعل سازیاں ملاحظہ کریں۔

دیوبندیوں کی جعلسازی کا پہلا ثبوت:

قاضی مظہر حسین دیوبندی دجالِ زمانہ مولوی حسین احمد مدنی صاحب کے خلیفہ ہیں ہے اور حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب ''شہابِ ثاقب'' میں اعلیٰ حضرت کے رد کے لیے دو کتابیں اپنے جی سے گھڑ کر اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش کیں۔ ذیل میں مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کا دجل وفریب ملاحظہ کریں جس میں مدنی صاحب نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ

''جناب شاہ حمزہ مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں وہ علم غیب صفت خاص ہی رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادت ہے جو شخص رسول خدا ﷺ کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا جسے غیب کہنا گمراہی ہے اور جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے'' (شہاب ثاقب طبع اول) اس کے بعد مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی ایک اور جعلی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''علاوہ ازیں جناب بندہ درہم ودینار کے دادا یعنی مولوی رضا علی خان صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صادق سیتاپور صفحہ 30 میں فرماتے ہیں حضور سید عالم ﷺ کو علم غیب بالواسطہ تھا یعنی بذریعہ وحی کے تعلیما معلوم ہوتا تھا یہ اعلیٰ قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق وبالذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اس میں تاویل اور ایر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے'' (شہاب ثاقب طبع اول)

یہ وہ دو کتابیں ہیں جو قاضی مظہر حسین کے پیر ومرشد مولوی حسین احمد مدنی نے اعلیٰ حضرت کے مقابل لا جواب ہو کر گھڑیں حالانکہ ان کتب کا کہیں بھی وجود نہیں اس لیے یہ نتیجہ نکالنا چنداں مشکل نہیں کہ جس کا پیر ومرشد دو کتابیں گھڑ سکتا ہے وہ خود دو روپے دے کر اپنے والد کے نام رسید کیوں نہیں بنوا سکتا؟ ان دو جعلی کتابوں کو مولوی حکیم ذکی اللہ فاضل دیوبند نے اپنی ''کتاب دافع البہتان عن عباد الرحمٰن'' مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی کے صفحہ

12 پر باحوالہ سیف النقی اہلسنت کے مقابل پیش کیا اس کے علاوہ ایک اور جعلی کتاب ''تحفۃ المقلدین'' سے مولوی فاضل دیوبندی نے ''پاگلوں کی کہانی'' مطبوعہ مکتبہ القاسم مسلم آباد شالامار ٹاؤن لاہور کے صفحہ 67 پر اور مولوی ابونافع دیوبندی نے ''رضاخانیوں کی کفرسازیاں'' مطبوعہ تحفظِ نظریاتِ دیوبند اکادمی کراچی کے صفحہ 132 کے حاشیہ میں ہمارے خلاف بطورحوالہ پیش کیا۔

اگر کسی دیوبندی میں ہمت ہے تو ان کتابوں کا وجود ثابت کرے شہابِ ثاقب میں موجود ان دو کتابوں کے جعلی ہونے کا اقرار مولوی مفتی تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کیا ہے ملاحظہ ہو (نقوشِ رفتگان صفحہ 399 مطبوعہ کراچی) لہٰذا قاضی مظہر حسین دیوبندی کے تمام بیانات نامعتبر ٹھہرتے ہیں۔

ضروری نوٹ

ہوسکتا ہے کہ مولوی عبدالجبار سلفی صاحب یہ عذر پیش کریں کہ شہابِ ثاقب میں درج دو جعلی حوالہ جات سیف النقی کے حوالہ سے لکھے گئے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ شہابِ ثاقب کے پہلے ایڈیشن میں ان حوالہ جات کو سیف النقی کے بغیر نقل کیا گیا ہے بعد والے ایڈیشن میں سیف النقی کا حوالہ نقل کیا گیا ہے لہٰذا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

دیوبندیوں کی جعلسازی کا دوسرا ثبوت:

تقریباً 2 سال پہلے لاہور سے دیوبندیوں کے ایک رسالے بنام ''راہِ سنت'' کے ایڈیٹر مولوی حماد دیوبندی اینڈ کمپنی نے اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ ''نطق الہلال'' شائع کیا ہے یہ رسالہ مکتبہ سعیدیہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفےٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے شائع ہوا تھا جس کے کل صفحات 47 تھے لیکن اب اسے دیوبندیوں نے شائع کیا تو اس کے 32 صفحے غائب کردیئے اور شروع میں جہاں 12 ربیع الاول لکھا تھا وہاں 8 کردیا یوں دیوبندیوں نے اپنے ذوقِ تحریف کی تسکین کی۔ جب فقیر نے ان کی اس ذلیل حرکت پر ان کا رد کیا تو جواباً انہوں نے کہا کہ یہ بریلویوں نے خود چھپوائی ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ 15 صفحات پر مشتمل تحریف شدہ نطق الہلال قطعاً اہلسنت نے شائع نہیں کی اس بات کی تصدیق مکتبہ سعیدیہ جامعہ قادریہ رضویہ مصطفےٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد سے کی جاسکتی ہے۔ اگر اس تحریف سے دیوبندی انکاری ہوں تو وہ حلفیہ بیان دیں کہ اگر تحریف کی شرمناک اس کاروائی میں دیوبندی کسی بھی طرح ملوث ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی اور اللہ تعالیٰ ان کا حشر

فرعون وھامان کے ساتھ کرے۔ جو فرقہ اپنے مخالف کو نیچا دکھانے کے لیے اس طرح کی جعل سازیاں کر سکتا ہے اس پر کب کسی کو اعتماد ہو سکتا ہے؟ ان کی جعلسازیوں اور تحریفات پر بندہ کا مستقل مضمون بنام عنوان ''دیوبندی خود بدلتے نہیں کتابوں کو بدل دیتے ہیں'' مجلہ ''کلمہ حق'' لاہور اور دو ماہی ''مسلک'' بمبئی (انڈیا) اہلسنت میں بیک وقت شائع ہو رہا ہے جس کی 7 اقساط شائع ہو چکی ہیں۔

دیوبندیوں کی جعلسازی کا تیسرا ثبوت:

دیوبندیوں کے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے حضور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ

آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو (فتاوی رشیدیہ صفحہ 214 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی) قارئین کرام یہ حضور ﷺ پر نرا بہتان ہے آج تک دیوبندی ایسی کوئی حدیث نہیں پیش کر سکے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھ کو بھائی کہو جس فرقہ کے پیشوا حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے سے نہ شرمائیں وہ اگر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے متعلق جھوٹ گھڑ دیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔

دیوبندیوں کی جعلسازی کا چوتھا ثبوت:

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نبیرہ مولوی طاہر احمد قاسمی کے بارے میں لکھا ہے کہ

''مرتب صاحب نے مسلمانوں کو دجل و فریب میں ڈالنے کے عجیب عجیب پہلو اختیار فرمائے ہیں۔ اگرچہ موصوف کی زندگی کا یہ واقعہ کوئی نادر واقعہ نہیں ہے لیست باول قارورة کسرت فی الاسلام بلکہ یہ موصوف کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے''۔

(کشف حقیقت صفحہ 14 طابع وناشر محمد وحید الدین قاسمی دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی)

یعنی مولوی طاہر احمد قاسمی دیوبندی کے لیے دجل و فریب کرنا بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ دیوبندیوں کے دجل و فریب کے متعلق بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن ابھی صرف ان 4 مثالوں پر ہی اکتفا کرتا ہوں جس سے عاقل کو یہ اندازہ کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہوگی کہ دیوبندی فرقہ کو دجل و فریب میں مہارت تامہ حاصل ہے اس لیے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری پُر لطف بات یہ ہے کہ بقول قاضی مظہر دیوبندی وعبدالجبار سلفی دیوبندی مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبند کے لیے چندہ دیا ہم تو اس بات کو نہیں مانتے یہ بالکل غلط اور بکواس ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مسجد یا مدرسہ میں چندہ دینے سے ہم مسلک ہونا لازم ہوتا ہے تو پھر فتاویٰ رشیدیہ سے سوال مع جواب ملاحظہ کیجئے۔

سوال: شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ وغیرہ میں شریک ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں فقط

جواب: اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگا ثواب جانتے تو ان کا موقف درست ہے ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 523 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ کے بقول مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبند میں چندہ بھجوایا تھا کیونکہ وہ دیوبندی ہو گئے تھے لہٰذا ہندو شیعہ وغیرہ جو اگر دیوبندیوں کے عبادت خانے میں چندہ دیں تو کیا چندہ دیتے ہی یہ دیوبندی ہو جائیں گے؟ جو جواب بھی دیں معقول ہو باہم متعارض نہ ہو کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں اور شیعہ وغیرہ کے نزدیک بھی دیوبندی ان کے ہم مسلک نہیں۔ بینو

دارالعلوم دیوبند میں چندہ دینے کے لیے مذہب وملت کی کوئی قید نہیں ہے:

مولوی محبوب رضوی دیوبندی نے ”تاریخ دارالعلوم دیوبند“ میں لکھا ہے کہ

”چندے کی نسبت دارالعلوم کا شروع سے طے شدہ اصول یہ رہا ہے کہ اس میں نہ تو چندے کے لیے کوئی لازمی مقدار مقرر کی گئی ہے نہ مذہب وملت کی تخصیص روا رکھی گئی ہے چندے کی اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ”چندے کی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ خصوصیاتِ مذہب وملت ہے“ (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 152 ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ جلد اول کراچی)

یہی عبارت اس کتاب کی جلد اول صفحہ 194 پر بھی درج ہے لیکن اس میں اتنا زائد ہے کہ ”دارالعلوم کی روداودں میں جا بجا اہل ہنود اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں اور یہ سلسلہ شروع سے لے کر اب تک جاری ہے اس کے علاوہ دارالعلوم کے ابتدائی سالوں میں فارسی وریاضی کے درجات میں مسلمان بچوں کے دوش بدوش ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا ہے“۔

(مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 194 ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی)

سلفی صاحب سے گزارش ہے کہ ادھر بھی توجہ کریں اور دیوبند میں چندہ دینے والے ہندوؤں اور ہندو بچوں کو بھی دیوبندی قرار دے ڈالیں کیونکہ آپ کی تحریر سے تو یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں چندہ صرف دیوبندی دیتے ہیں کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جناب اس جعلی رسید کو قطعاً مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کے لیے بطور دلیل یا شاہد پیش نہ کرتے۔

مولوی عبدالجبار سلفی سے ایک سوال:

جیسا کہ ''مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند'' کے حوالے سے آپ نے پڑھا کہ دیوبند میں ہندوؤں کے بچے بھی پڑھتے تھے اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ہندو بچہ دیوبند میں تعلیم حاصل کرے اور اس کا والد دیوبند میں چندہ جمع کروائے تو کیا اس بات سے اس بچے کے والد کا دیوبندی ہونا ثابت ہو جائے گا؟ یا اس کی طرف سے کوئی وضاحت درکار ہوگی کہ میں ہندو مذہب کو چھوڑ کر دیوبندی مسلک قبول کرتا ہوں؟ اگر مسلک کی وضاحت درکار ہے تو یہ اصول مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ کے بارے میں کیوں یاد نہیں؟

اعتراض نمبر2:

مولوی عبدالجبار سلفی نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے دوسری دلیل یہ دی کہ مولوی اعزاز علی دیوبندی اور مولانا کرم الدین دبیرؒ کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔

جواب: پہلی بات:

☆ اگر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے کہ مولانا کرم الدین دبیر اور مولوی اعزاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر نے دیوبندی مسلک قبول کر لیا تھا؟ اگر اسی خط کتابت کی وجہ سے آپ کے اصول کے مطابق ہم یہ کہیں کہ مولوی اعزاز علی دیوبندی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا تو کیا آپ دیوبندی حضرات اسے درست تسلیم کر لیں گے؟ یقیناً نہیں بلکہ یوں چلائیں گے کہ ان خطوط میں مسلک تبدیل کرنے والی بات کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہ بات درست نہیں بعینہٖ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مولانا کرم الدین کی تحریر سے ہرگز اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے دیوبندی مسلک قبول کیا تھا اس لیے بشرط صحت بھی ان خطوط سے استدلال کرنا درست نہیں۔

سلفی دیوبندی صاحب سے چند استفسارات:

مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کی وفات پر قاری محمد حنیف جالندھری دیوبندی نے ایک تعزیتی خط لکھا جسکا عکس کتاب "مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی اشرفی مرتب عبدالحق ظفر چشتی کے صفحہ 113 پر دیکھا جا سکتا ہے اس خط میں قاری حنیف جالندھری دیوبندی نے ان کو اپنا مخدوم تک لکھا ہے تو کیا اس خط کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ قاری حنیف جالندھری دیوبندی صاحب نے بریلوی مسلک قبول کر لیا ہے؟ سعودی سلطان عبدالعزیز کے درمیان خط و کتابت ہوئی جس کو دیوبندیوں کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے صاحبزادے مولوی عبدالحق خان بشیر دیوبندی نے مرتب کیا اور ’’حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی گجرات‘‘ کی طرف سے شائع کیا گیا کیا اس خط و کتابت کی بنا پر طرفین میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ انہوں نے دوسرے فریق کا مسلک اختیار کر لیا ہے؟

☆ اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے حرمتِ زاغ کے مسئلہ پر رشید گنگوہی کو خط لکھا جواباً گنگوہی صاحب نے بھی خط لکھا جو کہ رسالہ "دفع زیغ زاغ" میں شامل ہے کیا اس بنا پر یہ دعویٰ کرنا درست ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بریلوی مسلک قبول کر لیا تھا؟

یقیناً آپ کا جواب نہ میں ہوگا تو پھر بالفرض یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے کہ مولانا کرم الدین دبیر اور مولوی اعزاز علی دیوبندی کے درمیان خط و کتابت رہی تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا ہے الغرض یہ بات نہایت بچکانہ اور بے وقوفانہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر کو ان لغویات کے سہارے دیوبندی ثابت کیا جائے۔

دیوبندیوں کے پاس مولانا کرم الدین دبیر کی کوئی ایسی تحریر موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت کر سکیں کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا اگر مولانا کے ہاتھ کا لکھا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ ضرور پیش کرتے۔

چونکہ ایسے کسی بھی ثبوت سے یہ تہی دامن ہیں اس لیے اس طرح کی لغو باتوں سے یہ اپنے دل کو بہلاتے ہیں اور ویسے بھی علماء اہلسنت کو اپنے کھاتے میں ڈالنا دیوبندیوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل ابتداء میں بیان ہو چکی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے اہلسنت وجماعت (بریلوی) ہونے کا ثبوت دیوبندیوں کے قلم سے:

دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی زرولی خان آف کراچی کے زیر اہتمام ایک کتاب بنام ''فیضان دیوبند'' شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مفتی زرولی خان دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''یہ ایک جامع اور مفید تالیف ہے جسے بڑے عمدہ انداز میں مرتب کیا ہے جو کہ یقیناً اہلسنت دیوبندی مکتب فکر کے تمام افراد کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ ہم خلوص دل سے علامہ قادری صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔'' (فیضانِ دیوبند صفحہ 21 ناشر شعبہ نشر واشاعت جامعہ عربیہ، احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

مفتی زرولی کی پسندیدہ کتاب میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

''مولوی کرم الدین دبیر بریلوی آف بھیں ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنی زندگی مسلک بریلوی کی خدمت کی ہے لیکن ان کے صاحبزادہ فاضل جلیل وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین فاضل دارالعلوم دیوبند آف چکوال نے فرمایا کہ میرے والد محترم مسلکاً دیوبندی تھے کیونکہ انہوں نے مجھے دینی تعلیم کے لیے دیوبند میں تعلیم دلوانے کے لیے ایک خط بنام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر کہا کہ یہ میرا خط حضرت شیخ مدنی کو دے دینا اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مناظرہ سلانوالی ضلع سرگودھا میرے والد محترم کے عقائد میں تبدیلی آگئی تھی اس لحاظ سے وہ مسلکاً دیوبندی ہو گئے تھے۔ حالانکہ مندرجہ بالا دونوں باتیں بالکل غیر ثقہ اور غیر معتبر ہیں اور دیوبندی ہونے کی ہرگز تائید اور تصدیق نہیں کرتیں کیونکہ مولانا محمد کرم الدین صاحب آف جہلم کی اپنی کوئی ایک بھی تحریر نہیں ملتی کہ میں دیوبندی ہوں بریلوی نہیں ہوں اور مناظرہ سلانوالی کے بعد بھی مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیں کی کوئی تحریر ایسی ہرگز سامنے نہیں آئی کہ جس میں انہوں نے فرمایا ہو میں مناظرہ سلانوالی کے بعد بریلوی عقائد چھوڑ کر حنفی دیوبندی ہو گیا ہوں اور مولوی کرم الدین صاحب آف بھیں کا کوئی فتویٰ اور کوئی تحریر بریلی علماء کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ ائمہ الحرمین شریفین اور علمائے اہلسنت دیوبند کے خلاف فتویٰ پر دستخط اور تائید وتصدیق البتہ ضرور ہے غرضیکہ مولوی محمد کرم الدین دبیر بریلوی صاحب آف بھیں کے پختہ بریلوی ہونے کی تائید وتصدیق خوب ملتی ہے جیسا کہ انہوں نے سعودی حکومت کے خلاف بریلی شریف سے جاری ہونے والا فتویٰ بنام ''التواء الحج'' پر ان کی تائید وتصدیق اور دستخط موجود ہیں۔ جس کی انہوں نے

زندگی بھر تردید نہیں کی اور مولوی محمد کرم الدین صاحب آف بھیں کو بریلوی علماء نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔"
(فیضانِ دیوبند صفحہ 38 ناشر شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن بلاک نمبر 3 کراچی)

اس کے بعد اس کتاب میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حضور شیر بیشہ اہل سنت کی کتاب "الصوارم الہندیہ" پر لکھی گئی تقریظ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

کتاب "فیضانِ دیوبند" کے صفحہ 379 پر بھی مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کو بریلوی کہا گیا ہے اور مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کا کچھ حصہ نقل کیا ہے ذیل میں "فیضانِ دیوبند" کتاب سے اقتباس ملاحظہ کریں جس میں لکھا ہے کہ

مولوی محمد کرم الدین دبیر بریلوی ساکن بھیں ضلع جہلم موجودہ چکوال نے اپنے بریلوی مولویوں کے کہنے پر آئمہ الحرمین شریفین کے خلاف دل آزار فتوی پر دستخط کیے اور بریلوی فتوی کی خوب تائید اور تصدیق فرمائی کہ جب تک ابن سعود کی حکومت قائم ہے اس وقت تک مسلمانوں پر حج ضروری نہیں ہے یعنی کہ یہ فتوی جاری کر دیا کہ ------ ابن سعود نامسعود علیہ ما علیہ کے تمام مسلمانوں پر حج واجب نہیں اور التواء حج ضروری (ہے) ------ ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ جب تک ابن سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے الراقم الآثم محمد کرم الدین عفا عنہ زذیل بلدۃ بھیں من مضافات جہلم بقلمہ تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ صفحہ 32، 1345 ھجری بااہتمام مولوی محمد ابراہیم رضا بریلوی بار اوّل مطبع اہلسنت والجماعت واقع آستانہ عالیہ رضویہ بریلی" (فیضانِ دیوبند صفحہ 379,380 مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر 2 کراچی)

اس عبارت پر تبصرہ کی ضرورت نہیں یہاں بالکل واضح الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ان کو دیوبندی کہنا درست نہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کی تبدیلی کی بابت دیوبندی علماء کا قاضی مظہر حسین دیوبندی پر عدم اعتماد:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تازیانہ عبرت" کے مقدمہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی نے بھی لکھا ہے کہ

"بعض متبعین دیوبند علماء نے بھی میرے بیان پر اعتماد نہیں کیا اور یہ طعن دہرایا کہ مولانا کرم الدین صاحب نے 15 ذوالحجہ 1355 میں دیوبندی مناظرہ میں بریلوی علماء کی طرف سے صدارت کی تھی بے شک یہ واقعات صحیح ہیں" (مقدمہ تازیانہ عبرت صفحہ 45۔ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

یہ تمام دلائل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی جھوٹے ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیر کی کتاب آفتاب ہدایت دیوبندیوں کی طرف سے میں دس تحریفات:

قاضی مظہر حسین دیوبندی کا آفتاب ہدایت میں تحریف کرنے کا واضح اقرار:

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے "آفتاب ہدایت" کے مقدمہ میں اپنی جانب سے تحریف کرنے کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"متن میں کہیں کہیں معمولی حذف و ترمیم بھی ہوئی" (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم)

قاضی مظہر حسین دیوبندی کی جانب سے اس اقرار سے یہ واضح ہوگیا کہ آفتاب ہدایت میں "جناب موصوف" نے اپنی دست اندازیاں کی ہیں۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب کا دورُخا پن:

آفتاب ہدایت پر قاضی مظہر حسین دیوبندی نے جو مقدمہ لکھا اس کی تعریف کرتے ہوئے مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"اس کا مفید اور معلومات افزا مقدمہ مولف مرحوم کے فرزند ارجمند ہمارے مخلص بزرگ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے قلم حق گو کا تحریر کردہ ہے جس میں بہت سے مخفی گوشے اجاگر کر کے پیش کیے گئے ہیں" (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 5 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ مارکیٹ چکوال ضلع جہلم) اس مقدمہ میں قاضی صاحب نے اقرار کیا

ہے کہ انہوں نے متن میں کہیں کہیں معمولی حذف وترمیم بھی کی ہے اصل کو ہی رہنے دیں سرفراز گکھڑوی صاحب نے اس بات کا رد نہیں کیا حالانکہ یہی سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور ’’میں ’’تقویۃ الایمان‘‘ کے متن میں ناشر کی جانب سے کی گئی تحریف کے متعلق لکھتے ہیں کہ

’’اب ولی محمد اینڈ سنز تاجران اردو بازار پاکستان چوک کراچی نے جو نسخہ طبع کرایا ہے اس میں یہ عبارت ہی بدل دی ہے اللہ تعالیٰ خائنین سے بچائے ان کو اس کا تو حق تھا کہ وہ اس عبارت کو برقرار رکھ کر حاشیہ پر دلائل سے اس کی تردید کرتے جو ایک علمی خدمت سمجھی جاتی لیکن عبارت ہی کو اڑا دینا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے‘‘
(تسکین الصدور صفحہ 409 مکتبہ صفدر یہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں قاضی مظہر صاحب کی اصلاح کیوں نہ کی گئی کہ جناب من! مصنف کی کتاب میں کسی دوسرے شخص کی جانب سے کمی بیشی کرنا پرلے درجے کی علمی خیانت ہے۔ شاید اس لیے کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ پرلے درجے کی علمی خیانت کرنا روا سمجھی جائے گی۔

قارئین کرام! اب آیئے اور قاضی مظہر حسین صاحب کی جانب سے کی جانے والی کچھ تحریفات کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

تحریف نمبر ۱:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ’’آفتاب ہدایت‘‘ کا انتساب پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی نے اس کو بدل کر اس کا انتساب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا تاکہ یہ جھوٹ آسانی سے بولا جا سکے کہ مولانا کرم الدین دبیر دیوبندی ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام انتساب کو نکال دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ’’تازیانہ عبرت‘‘ طبع دوم ۱۹۳۲ میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں ’’حضرت حاجی صوفی سید جماعت علی شاہ صاحب دام برکاتہم (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۹۳ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان) اس کے علاوہ مناظرات ثلاثہ میں مولانا کرم الدین دبیر پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''برگزیدہ اور مقدس بزرگ حضرت پیر صاحب علی پوری مدظلہ'' (مناظرات ثلاثہ صفحہ ۷ مطبوعہ مسلم پریس لاہور) مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ صداقت مذہب نعمانی میں بھی لکھتے ہیں کہ ''حضرت اقدس پیر جماعت علی شاہ صاحب مدظلہم'' (صداقت مذہب نعمانی صفحہ ۳ مطبع سراج المطابع جہلم) ان اقتباسات سے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کے بارے میں عقیدت کا پتہ چلتا ہے سوال یہ ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے باقی کتب میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کا نام کیوں باقی رہنے دیا؟

تحریف نمبر 2:

کتاب آفتاب ہدایت میں اسلام کے دشمن فرقوں میں وہابیت کو بھی شامل کیا گیا ہے لیکن بعد میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں میں سے قاضی مظہر حسین دیوبندی نے وہابیت کے لفظ کو نکال کر یہودیوں کے پیرو کار ہونے کا ثبوت دیا۔ لطف یہ کہ اس محرف ایڈیشن میں اگلے صفحات پر وہابی کا لفظ اب بھی موجود ہے جو کہ قاضی مظہر حسین صاحب کی دستکاری سے محفوظ رہا اس لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کتاب کے شروع سے وہابیت کا لفظ نکال دیا جائے لیکن اگلے صفحات پر وہابیت کا نام لے کر کیا گیا رد باقی رکھا جائے؟

تحریف نمبر 3:

مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ آفتاب ہدایت طبع اول میں حرمین شریفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہل سنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے اور رہے گا'' (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور) لیکن قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے غیر مقلدوں کی دلجوئی کے لیے آفتاب ہدایت میں تحریف کرتے ہو مسلمانان اہلسنت والجماعت کے ساتھ مقلدین کا لفظ اڑا دیا کیونکہ دیوبندی فرقہ کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے وہابیہ کے شیخ الکل فی الکل مولوی نذیر حسین دہلوی کے بارے میں لکھا کہ

''ان کو مردود اور خارج اہل سنت کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں'' (فتاوی رشیدیہ صفحہ 62 محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دکان نمبر 2 اردو بازار کراچی)

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد بھی لکھتے ہیں کہ

”چونکہ ان دونوں شاخوں کا مخرج ایک ہی تھا یعنی شاہ ولی اللہ صاحب“ اس لیے سوائے مسئلہ تقلید کے تردید رسوم شرکیہ میں دونوں شاخیں ایک دوسرے کے موافق اور موید ہیں“

(فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ 414، 415 مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ ایبک روڈ لاہور)

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ عقیدہ غیر مقلد و مقلد ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

اس لیے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اپنے غیر مقلد بھائیوں کی دلجوئی کے لیے مقلدین کا لفظ نکال دیا کہ غیر مقلد بھی دیوبندی حضرات کے ہم عقیدہ اور ہم مخرج بھائی ہیں۔

تحریف نمبر 4:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ”آفتاب ہدایت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ما کان و ما یکون سے آگاہ مانتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

’قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو واضح کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ما کان و ما یکون سے آگاہ ہونے ذالقربی کا معنی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالی پر یہ الزام آتا ہے۔

اس نے باوجود اس قول پاک کے **وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ** (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا اور اس کے متعلق بلاوجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 231 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

قارئین کرام! اس اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علوم اولین و آخرین و ما کان و ما یکون کا عالم سمجھتے تھے چونکہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی یہ عبارت دیوبندیوں کی دھرم پستک تقویۃ الایمان کے خلاف تھی اس لیے قاضی مظہر صاحب نے اس نقل کردہ اقتباس (میں سے وہ حصہ جس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عالم ما کان و ما یکون لکھا ہے) کو یوں بدلا ”آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور ”حسب زعم شیعہ ما کان و ما یکون“ سے آگاہ ہونے کے ذالقربی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے“ (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 238 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار

چکوال ضلع جہلم) قارئین کرام آپ نے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کی کہ انہوں نے ماکان وما یکون سے پہلے "حسب زعم شیعہ" کے الفاظ لکھ دیئے۔ تاکہ یہ گمان بھی نہ ہو سکے کہ مولانا کرم الدین دبیر حضور علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے علم ماکان وما یکون کے اثبات کا عقیدہ رکھتے تھے اس کا ثبوت قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اقراری بیان سے ملاحظہ کیجیے جس میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

"سلانوالی ضلع سرگودھا علماء دیوبند نے علماء بریلی کے مابین آنحضرت ﷺ کے لیے "علم غیب کلی ماکان وما یکون" کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے" (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 21 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم) قارئین کرام! قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب کلی ماکان وما یکون کے قائل تھے اگر آپ کا یہ موقف نہ ہوتا تو آپ قطعاً مناظرہ میں علماء اہلسنت بریلی کی طرف صدر مناظرہ نہ بنتے پس ثابت ہو گیا کہ آفتاب ہدایت میں حسب زعم شیعہ کے لفظ شامل کر کے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے تحریف لفظی کا ارتکاب کیا ہے۔

تحریف نمبر 5:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ آفتاب ہدایت میں یزید کے متعلق اہلسنت کا موقف بیان کرتے ہوئے ملعون لکھتے ہیں کہ اہلسنت "اس ملعون کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے" (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 198 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور) جبکہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ اہل سنت تو "اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے" (آفتاب ہدایت صفحہ 205 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم) یعنی یزید ملعون کی جگہ یزید فاسق کر دیا۔ حالانکہ آفتاب ہدایت طبع اول کے صفحہ 280 پر بھی "یزید ملعون" لکھا ہے جو کہ آفتاب ہدایت طبع ہشتم کے صفحہ 284 پر بھی برقرار ہے۔ یقیناً اس جگہ قاضی صاحب لفظ ملعون کو تبدیل کرنا بھول گئے ہیں۔ جس طرح آفتاب ہدایت کے باقی مقامات سے وہابی کا لفظ نہ نکال سکے۔

تحریف نمبر 6:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے آفتاب ہدایت میں وہابیوں کا رد کرتے ہوئے بیت المقدس مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ان مقامات مقدسہ میں بہت سے انبیاء عظام کے مرقد ہیں اور وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں دی جا چکی ہے۔ (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے اس عبارت کو یوں بدلا۔

ان مقامات مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں (آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم)

مندرجہ بالا نقل کردہ فقرے میں ''بہت سے انبیائے عظام کے مرقد ہیں'' کی جگہ ''بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں'' کردیا گیا ہے یعنی انبیائے عظام کو بدل کر اولیائے کرام کردیا ہے۔ (علیہم السلام ورحمہم اللہ تعالیٰ)

تحریف نمبر 7:

اس کے بعد مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اسی سلسلہ میں لکھا کہ ''وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ رہنی چاہیے جو تمام انبیاء کی یکساں عزت کرتا ہو''

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 83 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

لیکن قاضی مظہر حسین صاحب دیوبندی نے اس عبارت کو یوں بدل دیا کہ

''وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ رہنی چاہیے جو تمام کی یکساں عزت کرتا ہو''

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ 100 ناشر مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم)

اس مندرجہ بالا عبارت میں سے بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ''انبیاء'' کا لفظ نکال کر تحریف لفظی کا ارتکاب کیا۔

تحریف نمبر 8:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ نے ''آفتاب ہدایت'' طبع اول میں صفحہ 288 سے 289 تک حضرت امیر معاویہ کے متعلق لکھے ہیں اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ''اہل انصاف کے لیے اس قدر بحث اس بارہ میں کافی ہے ہاں حسد کا کوئی علاج نہیں'' اب مطاعن کی بحث ختم ہو چکی فضائل صحابہ کرام کا ثبوت قرآن کریم اقوال ائمہ اہل بیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا شیعہ کے عجیب وغریب حیرت انگیز مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو ناظرین پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس عجیب وغریب مذہب کی آخر ابتداء کس طرح ہوئی اس لیے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کردیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کی یہ حیرت دفع ہو جائے کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے'' (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ 289 مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

قارئین نے ملاحظہ کیا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مضمون کو مکمل کر کے اگلی سطور میں عبداللہ بن سباء یہودی بانی شیعہ مذہب کے حالات بیان فرمانا شروع کرتے ہیں لیکن آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 292 تا 297 تک ایک مضمون اخبار النجم مورخہ 7 ستمبر 1934 سے نقل کیا ہے مضمون شروع کرنے سے پہلے قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ”حضرت معاویہ کے فضائل کے متعلق اخبار النجم لکھنو مورخہ 7 ستمبر 1934ء سے ایک مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسول کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں“ اسی کے حاشیہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب دیوبندی اخبار ”النجم“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”یہ اخبار بسرپرستی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب ان کے صاحب زادگان کے زیر ادارت لکھنو سے شائع ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت کا واحد آرگن کہنا چاہیے جو اہل تشیع کے درجنوں جرائد و رسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے اس کے علمی محققانہ مضامین قابل داد ہیں ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیے۔ 12

(آفتاب ہدایت صفحہ 292 طبع ہشتم مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال ضلع جہلم)

قارئین کرام! یہاں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی فنکاری ملاحظہ کیجیے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب کے متن میں بلا وضاحت 6 صفحات شامل کر دیے اور اس کے نیچے حاشیہ لکھا۔ حاشیہ اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے کہ حاشیہ میں مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کو حضرت اور دیوبندی ”اخبار النجم“ کو ہر سنی گھرانے کی ضرورت مولانا کرم الدین دبیر نے قرار دیا ہے۔ خود لکھا کیونکہ حاشیہ یا مضمون کے شروع میں اس کی کچھ بھی وضاحت نہیں قاضی صاحب کی اس فنکاری کا ثبوت بھی ان کی اپنی تحریر سے ہی ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”بعض مقامات پر حسب ضرورت راقم الحروف نے مختصر حواشی کا اضافہ کیا ہے اور وہاں فرق کے لیے اپنا نام بھی ظاہر کر دیا ہے“

(آفتاب ہدایت مقدمہ صفحہ 15 ناشر مکتبہ رشیدیہ چکوال)

اس کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں کہ مندرجہ بالا سطور میں جو قاضی مظہر صاحب کی تحریف بیان کی گئی ہے وہ ان کی اپنی کاروائی ہے۔

تحریف نمبر 9:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے ”آفتاب ہدایت“ طبع اول میں ماتم کے جواز میں شیعہ کی پیش کردہ دوسری دلیل کا جواب نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ”واللہ ھو الہادی“

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

لیکن آفتاب ہدایت طبع ہشتم سے یہ کلمات بھی نکال دیے گئے ہیں۔

تحریف نمبر 10:

آفتاب ہدایت طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے صفحہ 335 تا 337 کی پہلی سطر تک ایک مضمون اخبار النجم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی ابتدا ''ماتم حسین کے متعلق مفصل بحث ہو چکی'' صفحہ 335 سے...... منقول از کربلا نمبر النجم لکھنو محرم الحرام 1356ء'' صفحہ 337 تک ہے۔ یہ مضمون بھی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے ذوق تحریف کا آئینہ دار ہے کیونکہ متن اور حاشیہ میں کسی قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ مضمون کتاب کے متن میں شامل کیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قاضی مظہر دیوبندی صاحب نے اپنے والد گرامی کی کتابوں میں تحریفات کی ہیں۔

قارئین کرام! آپ کے سامنے یہ دس تحریفات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو یہ اندازہ کرنے میں مشکل نہ ہو کہ قاضی مظہر وہمنوا کس طرح ایسی ذلیل حرکات کر کے مولانا کرم الدین دبیر کو اپنے کھاتے میں ڈالنا چاہ رہے ہیں لیکن پھر بھی ناکام ہیں اور ناکام ہی رہیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

قاضی ظہور الحسین دیوبندی اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی سے ایک مطالبہ:

تحریفات کے جواب میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے کہا کہ یہ تبدیلیاں خود مولانا کرم الدین دبیر مرحوم نے کی ہیں لہذا مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی وغیرہ سے یہ گذارش ہے کہ آفتاب ہدایت کا ایسا نسخہ پیش کریں جو مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ان کے اہتمام سے شائع ہوا ہو اور اس میں پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نام انتساب اور لفظ وہابیت سمیت باقی 8 تحریفات بھی موجود ہوں۔ تا کہ آپ کے دعویٰ کی صداقت ہم پر واضح ہو بصورت دیگر تسلیم کے بغیر گزارہ ہوتا نظر نہیں آتا۔

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب ''السیف المسلول'' کی نئی اشاعت میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کی شرمناک تحریفات:

تحریف نمبر 11

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے ''السیف المسلول'' میں لکھا کہ

''یہ آیت پاک ہمارے ہاتھ فرقہ جات باطلہ شیعہ مرزائی، وہابی، چکڑالوی، وغیرہ کے خلاف زبردست حجت ہے کہ وہ ہرگز عباد صالحون میں شمار نہیں ہو سکتے۔''

(السیف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۹۲۹

اس اقتباس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے شیعہ مرزائی اور چکڑالوی کے ساتھ ساتھ وہابی فرقہ کو بھی باطل فرقہ جات میں شمار کیا ہے لیکن ابھی اکتوبر 2011 میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے صاحبزادے قاضی ظہور الحسین اظہر دیوبندی صاحب اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کی قائم کردہ تحریک کے رہنما مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے اہتمام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے جس میں یہ عبارت یوں درج کی گئی ہے ملاحظہ کریں۔

"یہ آیت پاک ہمارے ہات دیگر فرقہ جات باطلہ، شیعہ مرزائی اور چکڑالوی وغیرہ کے خلاف زبردست حجت ہے کہ وہ عباد صالحون میں شمار نہیں ہو سکتے"

(السیف المسلول صفحہ ۶۲ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس میں تین جگہ دست اندازی کی گئی ہے۔

1- "دیگر" کا لفظ اپنی طرف سے شامل کیا گیا ہے حالانکہ اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔

2- مرزائی کے بعد لفظ "اور" شامل کیا گیا ہے۔ یہ بھی اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔

3- وہابی کا لفظ ہی نکال دیا گیا ہے۔

تحریف نمبر 12

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ سعودی وہابیوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"سعودیوں کا تسلط مالکانہ اور وارثانہ نہیں بلکہ عارضی اور غاصبانہ ہے جیسا کہ یزید کو بھی کچھ دن ملا تھا وہ بھی مٹ گیا یہ بھی مٹ جائیں گے" (السیف المسلول صفحہ ۳۲ رفیق عام پریس لاہور سن اشاعت ۱۹۲۹) اس اقتباس کو بھی مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے نکال کر یہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے بتایئے سلفی صاحب! کیا ایسے دجل و فریب سے ہی اپنی حقانیت ثابت کی جاتی ہے؟

کیا ان تحریفات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ بھی مولانا کرم الدین دبیر نے خود کی ہیں۔

اعتراض نمبر 3:

"احوالِ دبیر" میں مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک تبدیل کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ مناظرہ سلانوالی میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی اور اس میں مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ کی کایا پلٹ گئی۔

جواب: اس اقتباس میں مولوی عبدالجبار سلفی نے لکھا ہے کہ سلانوالی کے مناظرہ میں دیوبندیوں کو فتح ہوئی حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ مولوی عبدالجبار سلفی نے اپنے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی کے بارے میں لکھا ہے کہ

''مولانا بگویؒ مرحوم عظمت صحابہ کے حوالے سے بڑے حساس بزرگ تھے ردّ شیعت پر پر آپ کی خدمات ناقابل فرموش ہیں۔ کاش آج ہمارے اندر بھی وہی علمی ذوق ہے اور دینی ولولہ ہوتا تو رفض وبدعت کے جراثیم پھیل نہ سکتے'' (احوال دبیر صفحہ 189,190)

مزید اسی کتاب صفحہ 189,190,73 پر بھی ''حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ'' لکھا ہے۔

مولوی عبدالجبار سلفی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے رسالے ''شمس الاسلام'' سے مناظرہ سلاں والی میں دیوبندیوں کی شکست کا ثبوت:

اب آیئے اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے ''شمس الاسلام'' (بھیرہ) سے مناظرہ سلانوالی کی مختصر روداد ملاحظہ کریں ماہنامہ ''شمس الاسلام'' لکھا ہے کہ

''یوں تو حضرت غریب نواز شمس سیال رحمۃ اللہ علیہ کے انوار تاباں سے ایک عالم منور ہو رہا ہے لیکن ضلع سرگودھا میں تو (بوجہ مرکز ہونے کے) کوئی ایسا متنفس نہ ہوگا جو اس درگاہ سے وابستہ نہ ہو بالعموم مسلمانان ضلع ہذا راسخ العقیدہ حنفی ہیں لیکن بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے ایک موضع چک منگلا والا میں مولوی حسین علی صاحب کا ایک خاص مرید منورالدین اقامت گزیں ہوا اس نے یہاں ایک فتنہ برپا کر دیا اس کا اپنے پیر کی طرح یہ فتویٰ ہے کہ جو شخص یارسول اللہ کہے یا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو وہ کافر مشرک ہے اُس کی عورت اُس پر حرام ہو جاتی ہے اور بدوں طلاق حاصل کرنے کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔''

اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہوا بھائی بھائی سے بیٹا باپ سے بیزار ہونے لگا اور سخت فساد پیدا ہو گیا۔ اس فساد کی شکایت مسلمانوں کی طرف سے حضرت خواجہ حافظ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کی خدمت میں پہنچی۔ کیونکہ جناب ممدوح کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ آپ نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اپنی جان و مال کو وقف کر رکھا تھا۔ آپ یہ خبر سن کر بے تاب ہو گئے مولوی منورالدین کو کہلا بھیجا کہ ایسے عقائد فاسدہ کی ترویج سے باز آجائے جو باعث تفریق بین المسلمین ہو رہے ہیں۔ لیکن منورالدین کے دل پر اس نصیحت کا اثر مطلق نہ ہوا الٹا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا اور مناظرہ کا چیلنج بھیج دیا۔

جناب والا نے دعوت مناظرہ کو قبول فرمایا اور ایک تاریخ مقرر کر کے خود مع ایک جماعت جید علماء کے موقع پر پہنچ گئے۔ منور الدین کو بلایا گیا لیکن اُس کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہو سکی متواتر تین روز جناب والا وہاں تشریف فرما رہے اور علماء کرام کے وعظ و بیان ہوتے رہے لیکن منور الدین نے میدان میں نہ آنا تھا نہ آیا۔

کچھ دن تو یہ فتنہ مدہم ہو گیا لیکن منور الدین اندر ہی اندر آتش فساد بھڑکاتا رہا ان دنوں حضرت سجادہ نشین صاحب اتفاقاً اس طرف تشریف لے گئے تو منور الدین کی مسجد میں جا کر نماز گذاری اس کے مقتدیوں نے عرض کی کہ آپ ہمارے مولوی سے مسئلہ علم غیب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ تبادلہ خیالات فرمائیں تا کہ ہم بھی مستفیض ہو سکیں۔ آپ نے عالمانہ انداز میں منور الدین سے کچھ گفتگو کی جس کو سن کر وہ مبہوت ہو گیا اور کہا کہ میں اپنے علماء کو بُلا کر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ چنانچہ 15 ذی الحجہ 1355ھ مطابق 27 فروری 1937ء کو بمقام سلانوالی متصل ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ایک کھلے میدان میں ہر دو فریق کا اجتماع ہوا۔ دونوں طرف سے علماء تعدادِ کثیر میں جمع ہوئے۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی اور آپ کے برادر محترم جناب صاحبزادہ حافظ غلام فخر الدین صاحب کے علاوہ مولانا مولوی حشمت علی صاحب، مولانا سردار احمد صاحب، مولانا سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف لاہور، مولانا قطب الدین جھنگوی صاحب، مولانا پیر قطبی شاہ صاحب ملتانی، مولانا غلام محمود صاحب ساکن پپلاں، مولانا محمد بخش صاحب تونسوی، مولانا محمد کرم الدین صاحب رئیس بھیں ضلع جہلم، مولانا ظہور احمد بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ، مولانا محمد الدین صاحب مدرس دار العلوم الاسلامیہ سیال شریف، جناب مولانا محمد حسین صاحب سجادہ نشین مرولہ شریف، جناب پیر سید محمد غوث صاحب سجادہ نشین علاول شریف کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

دوسری طرف سے منور الدین کے علاوہ مولوی حسین علی صاحب واں بھچروی، مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی، مولوی عبد الحنان صاحب لاہور، مولوی شمس الدین صاحب پنڈی گھیپ، مولوی فضل کریم صاحب ساکن بندیال کے نام ہمیں معلوم ہو سکے ہیں۔ مناظرہ دو روز چار چار گھنٹے جاری رہا۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا مولوی حشمت علی صاحب مناظر اور مولانا کرم الدین صاحب رئیس بھیں صدر تھے دوسری طرف سے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی مناظر اور مولوی عبد الحنان صاحب صدر تھے۔ وقت مناظرہ کی ابتدائی تقاریر کے لیے پندرہ پندرہ منٹ اور دوسری تقریروں کے لیے دس دس منٹ تھے۔ اہل سنت کا دعویٰ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر تا انتہائے قیامت اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ

میں داخل ہونے تک کے حالات سے آگاہ فرما دیا تھا۔ دوسرا فریق اس کا منکر تھا اور ان کا دعویٰ تھا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ مناظر اہل سنت فاضل بریلوی نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور اقوال بزرگانِ دین سے اس صفائی سے ثابت کیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔

مولوی منظور صاحب نے اس کی تردید کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ حاضرین فاضل بریلوی کی فصیح وبلیغ تقریر اور قابلیت علمی دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

مولانا حشمت علی صاحب کی طرف سے قریباً پچاس دلائل ایسے پیش کیے گئے جن کا کوئی معقول جواب مولوی محمد منظور صاحب نہ دے سکے جو آخری تقریروں میں مولانا صاحب گن کر بتا دیئے۔ غرض اس مناظرہ میں علماء اہلِ حق کو فتح عظیم اور فریق مخالف کو شرمناک شکست ہوئی اور اس فتنہ کا بالکل استحصال ہوگیا۔

اثنائے مناظرہ میں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جلسہ نہایت صبر وسکون سے انجام پذیر ہوا۔ سب انسپکٹر صاحب پولیس مع گارد موجود تھے ان کا انتظام قابل تعریف تھا۔ مناظرہ کے اختتام کے بعد مشہور واعظین مولانا پیر قطبی شاہ صاحب اور مولانا مولوی قطب الدین صاحب جھنگوی کے وعظ مسجد میں ہوئے جنہوں نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر کے مسلمانوں کو مسائل سے اچھی طرح آگاہ کیا (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ محرم الحرام 1356ھ مطابق اپریل 1937ء جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 4 صفحہ 36،35)

اس روداد مناظرہ سے معلوم ہوا کہ

1- مسئلہ علم غیب رسول کے قائل کو مولوی منور الدین دیوبندی نے کافر کہا۔
2- اس کی وجہ سے علاقہ میں سخت فساد پیدا ہوگیا۔
3- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے مولوی منور الدین دیوبندی کی سرزنش کی کہ اس کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے تفریق بین المسلمین ہو رہی ہے۔
4- اوّل مولوی منور الدین دیوبندی نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔
5- حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی نے اس کی مسجد میں جا کر اسے لاجواب کیا۔
6- مناظرہ سانوالی میں مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے دعویٰ کو براہین قاہرہ، قرآن وحدیث وغیرہ سے ثابت کیا جس سے حاضرین عش عش کر اُٹھے۔
7- مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب مولانا حشمت علی خان لکھنوی علیہ الرحمہ کے پیش کردہ 50 کے قریب دلائل کا جواب دینے سے عاجز رہے۔

8- اس مناظرہ میں علمائے اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کو فتح نصیب ہوئی اور دیوبندیوں کو شرمناک شکست ہوئی۔

9- اثنائے مناظرہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ نہایت صبر وسکون سے مناظرہ ہوا۔

روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلانوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا منظور نعمانی دیوبندی کی ذلت وشکست کی وجہ سے مولانا کرم الدین دبیر دیوبندیوں کے معتقد ہوئے؟ بالکل نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ ثابت ہوا کہ یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا۔

ضروری نوٹ

یہ یاد رہے کہ مسئلہ علم غیب پر شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمہ کے مولوی منظور نعمانی کے ساتھ مسئلہ علم غیب کے متعلق اس مناظرہ کے علاوہ بھی دو مناظرے ہوئے جن کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے کتاب ''فیصلہ کن مناظرے'' مرتب محمد نعیم اللہ خان (مطبوعہ فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے) ملاحظہ کریں جس میں صفحہ 11 تا صفحہ 121 تک ''مناظرہ سنبھل'' کی روداد ہے جس میں شیر بیشہ اہل سنت نے مسئلہ علم غیب کے متعلق مولوی منظور نعمانی پر 150 قاہر سوالات کیے جن کا مولوی منظور نعمانی دیوبندی صاحب جواب نہ دے سکے۔ اسی مجموعہ کے صفحہ 169 تا 307 تک ''مناظرہ ادری'' کی روداد ہے۔ اس مناظرہ میں بھی مولوی منظور نعمانی کو شکست ہوئی۔ ان شواہد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی منظور نعمانی کو مناظرہ سلانوالی میں شکست اور شیر بیشہ اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی الحمد للہ۔

مناظرہ سلاں والی دیوبندیوں کی شکست پر مولانا ظہوا احمد بگوی کی تصدیق:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی صاحب کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی نے ''محاکمہ'' کے عنوان سے مناظرہ سلانوالی کے متعلق لکھا ہے کہ

''سلانوالی کے مناظرہ کے متعلق ایک مراسلہ ماہ اپریل کے جریدہ میں شائع ہوا تھا اس کے متعلق بعض احباب کی طرف سے کئی استفسارات موصول ہوئے جن کا مفصل جواب دینا غیر ضروری سمجھتے ہوئے شمس الاسلام کی پالیسی کے متعلق اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کے اختلافی مسائل کو شائع کرنا اس کے مقاصد میں شامل نہیں

شمس الاسلام کے اجراء کا واحد مقصد رفض و بدعت اور مرزائیت کی تردید ہے۔ جن مسائل پر اہل سنت باہم جھگڑ رہے ہوں ان کی تائید یا تردید ہمارے مقاصد میں شامل نہیں۔ ایسے مسائل میں سے علم غیب کا مسئلہ مسلمانوں میں افتراق کا باعث بن رہا ہے۔ مولوی حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی اور ان کے مقلدین جمہور اہلسنت کی روش سے علیحدگی اختیار کر کے تکفیر مسلمین کا بے پناہ حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان و مایکون کے قائلین یعنی کائنات کے تفصیلی علم کے قائلین کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔" (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی 1937ء صفحہ 32)

مولانا ظہور احمد بگوی، مولوی منظور نعمانی، مولوی عبدالحنان دیوبندی کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"مولوی عبدالحنان صاحب لاہور اور مولوی محمد منظور صاحب بریلوی کی معاملہ فہمی پر مجھے جس قدر اعتماد تھا زائل ہو گیا۔ ہر دو اپنے بے مثل بے نظیر استاد حضرت مولانا سید محمد نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے علیحدگی اختیار کر کے جماعت مکفرین میں شامل ہو کر علماء دیوبند کے وقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔ مولوی محمد منظور صاحب مجھے اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ "ابتدائے آفرینش عالم سے قیامت تک کے علم تفصیلی کا اعتقاد (جیسا کہ عمائد بریلی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں) وہ اگرچہ خلافِ نصوص ہے باطل ہے، مگر ہمارے نزدیک موجب کفر نہیں۔" کاش یہی اعلان سلانوالی میں فرما دیا ہوتا اور مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے کر علمائے دیوبند کے وقار کو برباد ہونے سے بچا لیا ہوتا۔

(ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، صفحہ 37 جولائی 1937)

مولانا ظہور احمد بگوی مولوی منظور نعمانی کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

"مولوی حسین علی صاحب کی پارٹی نے آپ کو غلط راستہ پر لگایا جہاں تک مجھے علم ہے حضرت صاحبزادہ صاحب اور ان کے رفقا میں سے ایسا کوئی بھی نہ تھا جو آنحضرت کے علم کو علم الٰہی کے مساوی جانتا ہو بحث صرف عالم کون کے متعلق تھی اور ماکان و مایکون کو ہی علم الٰہی نہیں قرار دیا جا سکتا"

(ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ جولائی 1937ء)

قارئین کرام مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے معتمد مولانا ظہور احمد بگوی اور ان کے رسالہ کے مندرجات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مناظرہ سلانوالی میں دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی تھی اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی اور اُن کے رفقا ہرگز علم الٰہی میں مساوات کے قائل نہیں تھے۔

مناظرہ سلاں والی کی وجہ بننے والا مولوی منور الدین دیوبندی مناظرہ سلاں والی کے بعد مرزا قادیانی کا عقیدت مند ہو گیا تھا:

فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶ اے پر حاشیہ میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ

"آپ (یعنی حسین علی واں بھچروی) کے خلفاء میں ایک پر جوش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب ہی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیانوالہ نمبر ۱۶۸ میں ہے آپ ہر ماہ اہتمام کے ساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں (فتوحات نعمانیہ صفحہ ۱۶ اے ناشر دار الکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

مولوی منور الدین صاحب کا ذکر تو آپ نے پڑھ لیا اب آیئے اور مولوی منور الدین صاحب کے بارے میں یہ لرزہ خیز انکشاف بھی پڑھ لیجیے کہ مناظرہ سلاں والی کے محرک مولوی منور الدین دیوبندی صاحب مناظرہ سلاں والی کے بعد مرزائی ہو گئے تھے اس کی تفصیل یوں ہے کہ غازی احمد (سابق کرشن لال) صاحب نے اپنے قبول اسلام روداد بنام "مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک" کے نام سے شائع کی ہے جس میں مولوی منور الدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

میں نے پوچھال کو خیر باد کہا اور چک منگا ضلع سرگودھا میں مولانا منور الدین صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی اور تفسیر کے ساتھ قرآن کریم پڑھا لیکن وہاں جی نہ لگ سکا مولانا منور الدین صاحب کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں کچھ تلخ بات چیت ہوگئی میرا عقیدہ اس مسئلہ میں بالکل واضح تھا کہ آنحضرت ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ از روئے شرع کاذب ہے مولانا مرزا صاحب کو صالح اور متقی شخص کا درجہ دیتے تھے میں نے مولانا کی اقتدا میں نماز پڑھنا ترک کر دیا تھا مولانا کے اس عقیدے کا اثر تھا کہ چک منگا کے اکثر دوستوں نے مرزائیت قبول کرلی میں نے

۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء کے کچھ ماہ وہاں گزارے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ کر لیا۔

(مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ صفحہ ۱۱، ۱۲ ناشر الجامعہ الاسلامیہ لبنات الاسلام گجرات)

ضروری نوٹ:

- یہ کتاب مولوی فضل الرحیم دیوبندی آف جامعہ اشرفیہ کی مصدقہ ہے۔

قارئین محترم!

دیوبندیوں کی چالاکی اور سینہ زوری ملاحظہ کریں کہ مناظرہ سلاں والی کے بعد مولوی حسین علی دیوبندی واں بھچروی کا خلیفہ مرزا قادیانی کا معتقد او مداح بن گیا تھا لیکن دیوبندیوں نے الٹی چال چلی اور اہلسنت کے عالم دین مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو ان کی وفات کے بعد دیوبندی مشہور کیا۔

سلفی صاحب! بتایئے یہ بھی آپ کے منظور نظر جھلی دیوبندی صاحب کا ہی فیض ہے کہ ان کے مناظرہ کے بعد ان کی جماعت کے ایک اہم عالم دین صاحب دجال قادیان مرزا قادیانی کے مداح اور عقیدت مند بن گئے؟ مولوی منور الدین دیوبندی کے دیوبندیت سے خروج کی خبر کو چھپا کر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو بلا ثبوت شرعی بعد وفات دیوبندی مشہور کرتے آپ کو شرم نہ آئی؟

لہٰذا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کا یہ دعویٰ بلا دلیل کہ مولانا کرم الدین دبیر نے اپنا مسلک تبدیل کر لیا تھا جھوٹا ٹھہرا۔

اعتراض نمبر 4:

مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی کے ممدوح قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ

"تازیانہ عبرت" کتاب کا دوسرا ایڈیشن مولانا کرم الدین دبیر نے مرتضیٰ حسن چاندپوری کی سخت تاکید پر شائع کیا تھا۔

جواب:

(1) یہ بھی مولوی عبد الجبار سلفی صاحب کی تلبیس ہے جسے سلفی صاحب نے مولانا کرم الدین دبیر کی تبدیلی مسلک کے دعویٰ کی تقویت کے لیے پیش کیا ہے لیکن اس سے استدلال باطل ہے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر "تازیانہ عبرت" کے شروع میں لکھتے ہیں کہ "اس امر کا مشورہ دینے والوں سے میرے

مخلص دوست مولوی حکیم غلام محی الدین صاحب دیالوی صاحب تو عرصہ سے مصر ہو رہے تھے ایک دفعہ انجمن شباب المسلمین بٹالہ میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب (دیوبندی) سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بڑی سخت تاکید فرمائی کہ روئیداد ضرور شائع ہونی چاہیے"

(تازیانہ عبرت صفحہ 53 قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

یہاں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے مرتضیٰ حسن چاندپوری دیوبندی کی تاکید کا ذکر کیا ہے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی تاکید پر یہ کتاب شائع کر رہا ہوں کیونکہ اس بات کی تائید "تازیانہ عبرت" کے آخر میں موجود ہے جس میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ مولوی عبدالجبار سلفی کی تلبیس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولوی غلام ی الدین صاحب دیالوی جو میرے محرم راز دوست ہیں اور یہ دوبارہ تصنیف ان ہی کے اصرار سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے۔" (تازیانہ عبرت صفحہ ۲۸۵ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

اس اقتباس سے خوب واضح ہو گیا کہ سلفی صاحب کا بیان کردہ مغالطہ صرف مغالطہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔

2) قارئین کرام! مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب تازیانہ عبرت دوسری مرتبہ 1932ء میں شائع ہوئی جیسا کہ "تازیانہ عبرت" کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اسکے علاوہ تازیانہ عبرت کے صفحہ 17 پر مولوی عبدالجبار سلفی نے بھی تازیانہ عبرت کے دوسرے ایڈیشن کا سن اشاعت 1932ء لکھا ہے قارئین کرام مولانا کرم الدین دبیر کی نقل کردہ عبارت کو مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ دیوبندی کے مسلک کی تبدیلی کے لئے بطور دلیل یا شاہد کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ مولانا نے مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کے ساتھ دیوبندی بھی لکھا ہے تاکہ یہ بات واضح رہے کہ یہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

نیز مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اس مندرجہ بالا عبارت میں مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کو نہ تو یہ دوست کہا نہ کہیں تبدیلی مسلک کا ذکر ہے؟ تو پھر اس کو پیش کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کی سینہ زوری:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری دیوبندی نے سخت تاکید کی کہ "تازیانہ عبرت" کو شائع کریں اس سے سلفی دیوبندی نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے بالکل اسی طرح اگر ہم یوں کہیں کہ اس سے یہ خیال ثابت نہیں ہو سکتا کہ مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری دیوبندی نے مولانا کرم الدین دبیر بریلوی علیہ الرحمہ کی

کتاب کو بہت پسند کیا لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے علمائے اہلسنت بریلوی کے علم وفضل اور قادیانیوں پر مضبوط گرفت کو تسلیم کر لیا تھا؟ اور مولوی مرتضیٰ حسن کے نزدیک دیوبندی اکابر کے ہاں قادیانیوں کے رد لیے ایسا کوئی عالم موجود نہیں تھا اسی لیے تو انہیں مرزائیت کے رد کے لیے ایک سنی بریلوی عالم کے دروازے پر دستک دینی پڑی؟

(3) تازیانہ عبرت کے آخر میں مولانا کرم الدین دبیر نے لکھا ہے "اپریل 1932ء "(تازیانہ عبرت صفحہ 296) اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے بھی تازیانہ عبرت کے شروع میں اسکے دوسرے ایڈیشن کا سن اشاعت 1932ء ہی لکھا ہے (تازیانہ عبرت صفحہ 17) دوسری طرف "احوال دبیر" میں مولوی عبدالجبار سلفی نے مناظرہ سلاں والی کا ذکر کرتے ہوئے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "بریلوی علماء کی طرف سے مولانا حشمت علی خان رضوی مناظر اور والد صاحب مرحوم (حضرت مولانا کرم الدین دبیر) صدر تھے" (احوال دبیر صفحہ 73) اس بات کو سب دیوبندی تسلیم کرتے ہیں کہ مناظرہ سلاں والی میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ اہلسنت وجماعت بریلوی کی طرف سے صدر تھے جیسا کہ سلاں والی کی دیوبندیوں کی طرف سے شائع ہونے والی روئیداد میں بھی اہلسنت وجماعت بریلوی کی طرف سے صدر مناظرہ لکھا ہے۔ اس مناظرہ کے متعلق مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "1936 میں بمقام سلانولی ضلع سرگودھا جو مناظرہ ہوا تھا" (احوال دبیر صفحہ 72) یعنی تازیانہ عبرت مناظرہ سلاں والی سے ۴ سال پہلے شائع ہوئی تھی پھر بھی اس کو مولانا کرم الدین علیہ الرحمہ کے مسلک کی تبدیلی کے لیے بطور شاہد یا دلیل پیش کرنا سراسر بے شرمی وہٹ دھرمی ہے اور کچھ نہیں۔

(4) مولوی عبدالمجید سواتی دیوبندی کے بیٹے مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی نے مولوی زاہد الراشدی دیوبندی پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اعتراض نمبر چار، پانچ اور چھ کا لب لباب یہ ہے کہ دیگر مسالک کے مصنفین کی کتب پر تقریظ لکھنی چاہیے اگر معترضین کے اذہان میں ہے تو ہمارے خیال اور معلومات کے مطابق ان کا یہ نقطہ نظر درست نہیں بلکہ اکابرین علماء دیوبند کے طرز وروش سے عدم واقفیت کی بین دلیل ہے اس پر بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں"

(جانشین امام اہل السنۃ کے ناقدین کے نام کھلا خط از مولوی فیاض خان سواتی دیوبندی ناشر ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرت العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ)

سلفی صاحب! اسے دھیان سے پڑھیے فیاض سواتی دیوبندی صاحب تو دوسرے مسالک کی کتب پر تقریظ لکھنے کو علماء دیوبند کی روش بتا رہے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ صرف شائع کرنے کی تاکید کو تبدیلی مسلک کی بحث میں گھسیڑ لائے ہیں خدارا شرم شرم۔

اعتراض نمبر 5:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے "احوالِ دبیر" میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کی زبانی مولانا کرم الدین دبیر کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ نے "کہا کہ مولوی شمس الدین دیوبندی آف گوجرانوالہ نے مولانا نے کرم الدین دبیرؒ سے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب آفتاب ہدایت میں تو یہ لکھا ہے کہ علم ماکان و ما یکون خاصہ باری تعالیٰ ہے لیکن مناظرہ میں آپ کا موقف اس کے خلاف تھا؟ تو میں نے ان کو جواب دیا کہ یہ جگہ مناظرے کی نہیں" اس کے علاوہ سلفی صاحب نے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتاب "سیف المسلول" کے حاشیہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "مصنف علیہ الرحمۃ بھی دیگر زعماء اہل سنت کی طرح علم "ماکان و ما یکون" یعنی دنیا کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمہ وقت صرف خاصہ باری تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں نیز یہی بات قدرے تفصیل سے آپ اپنی شہرہ آفاق تصنیف آفتاب ہدایت میں بھی بیان کر چکے ہیں (عبدالجبار سلفی)

(السیف المسلول حاشیہ صفحہ 7 ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

جواب 1:

مولانا کرم الدین دبیرؒ نے "آفتابِ ہدایت" میں علم ماکان و ما یکون کو اشیاء کا حلال و حرام کرنا، موت و حیات پر اختیار وغیرہ صفات کو خاصہ باری تعالیٰ اس لیے بطور الزام کہا کہ شیعہ ان میں غلو سے کام لے کر درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسی طرح کے سوال کے جواب میں لکھا کہ

"گو مناظرین کی ایسی عادت ہے مگر قرآن مجید کی ایک آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر قبیح ہے وہ آیت یہ ہے **لقد سمع الله قول الذين قالوا ان الله فقير ونحن اغنياء** اس شانِ نزول مفسرین میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے صدقات کی ترغیب فرمائی تھی جس پر یہود نے یہ بات کہی - یہ یقینی بات ہے کہ ان کا یہ عقیدہ نہ تھا بلکہ محض الزام کے طور پر کہا تھا کہ حضور ﷺ کی ترغیب سے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا حاجت مند ہونا لازم آتا ہے۔ (بوادر النوادر صفحہ 442 ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

جواب 2:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے عقیدہ کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ماکان وما یکون حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ "آفتاب ہدایت" میں فرماتے ہیں کہ

"قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک ﷺ پر الزام آتا ہے آپ باوجود علوم اولین وآخرین کے عالم ہونے اور ماکان وما یکون سے آگاہ ہونے کے ذالقربیٰ کا معنی بھی نہ سمجھ سکے پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے ولقد یسرنا القرآن للذکر (ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے بہت سہل کر دیا ہے) یہ حکم ایسے معمہ کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی کی سمجھ سکے نہ وحی ہی کی سمجھ میں آیا (آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۳۲ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

اس اقتباس سے بالکل واضح ہو گیا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ والسلام کو عالم ماکان وما یکون مانتے تھے۔

آفتاب ہدایت کے حوالے سے علم ماکان وما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والے دیوبندیوں سے سوال:

جس طرح مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے "آفتاب ہدایت" میں علم ماکان وما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی علم ماکان وما یکون ثابت لکھا ہے۔ بالکل اسی طرح "آفتاب ہدایت" طبع اول میں قبض ارواح کے متعلق لکھا ہے کہ

"یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک ہے) لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ائمہ طاہرین سے مل کر بعض یا تمام ارواح کے قبض کرنے کا اختیار حاصل ہے۔"

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

جبکہ اپنی کتاب "تازیانہ عبرت" میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں

"ملک الموت قابض الارواح"

(تازیانہ عبرت صفحہ ۱۶۷ ناشر قاضی محمد کرم الدین دبیر اکیڈمی پاکستان)

سلفی صاحب اوران تمام دیوبندی حضرات سے (جو "آفتاب ہدایت" کے حوالہ سے علم ماکان وما یکون کو خاصہ باری تعالیٰ کہتے ہیں) میرا یہ سوال ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو قبض ارواح کا کام سپرد کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو "آفتاب ہدایت" میں قبض ارواح کو خاصۂ باری تعالیٰ کیوں کہا گیا ہے؟

تازیانہ عبرت میں حضرت عزرائیل کو ملک الموت اور قابض الارواح لکھنے کے باوجود قبض ارواح کو آپ خاصہ باری تعالیٰ کیوں تسلیم نہیں کر رہے؟ جو توجیہہ یہاں کریں گے وہ "علم ماکان وما یکون" کو خاصہ باری تعالیٰ قرار دیتے وقت کیوں نہیں کی جاتی؟

نوٹ

آفتاب ہدایت کے طبع ہشتم میں قاضی مظہر حسین صاحب نے اس عبارت میں یوں اضافہ کیا ہے "یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح (خدائے پاک ہے) اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔"

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۱۹۳ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال)

پہلے ایڈیشن میں "اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں" کے الفاظ نہیں ہیں یہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کی اپنی کارروائی ہے۔

مولانا کرم الدین دبیر کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حاصل ہے:

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علم غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمر کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اس کی نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متنبہ فرماتے تھے بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاک کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا اور اس جہاد کا مال غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا تو کیا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام (مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دیا جانا چاہیے تھا شیعہ غور کرو اور خوب غور کرو

(آفتاب ہدایت صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰ طبع اول مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

اس اقتباس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے قیامت تک کے واقعات کا علم غیب مانتے تھے۔ الحمدللہ۔

مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ مناظرات ثلاثہ میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"مولانا مولوی خیر شاہ صاحب میر واعظ الاسلام امرتسری کے مختلف وعظ ہوئے حاضرین آپ کے وعظ کے ایسے شیدا ہو گئے تھے کہ گھنٹوں وعظ سن کر بھی سیری نہ ہوتی تھی کرامات اولیاء اور مسئلہ علم غیب کے متعلق آپ نے قرآن وحدیث سے ایسے ثبوت پیش کیے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئے۔"

(مناظرات ثلاثہ صفحہ ۱۵، ۱۶ مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

اس تحریر سے بھی بخوبی ثابت ہوا کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کا کرامات اولیا اور مسئلہ علم غیب کی بابت وہی مسلک تھا جو کہ اہلسنت وجماعت بریلوی کا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب علوم اولین وآخرین معلوم تھے:

مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں کہ "حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین وآخرین سب معلوم تھے"

(آفتاب ہدایت طبع اول صفحہ ۹۹ مطبوعہ کریمی سٹیم پریس لاہور)

مولانا کرم الدین دبیر "مناظرات ثلاثہ" میں بھی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"آپ کو علم اولین وآخرین حاصل تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ کس وقت مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے۔ اس زمانے کی نسبت آپ نے مسلمانوں کو راہِ حق بتا دی کہ تم اس اس فرقے کے پیچھے ہو جانا جو سوادِ اعظم بڑی جماعت رکھتے ہیں کیونکہ وہ راہِ حق پر ہوں گے اور میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر چلنے والے بلاریب وہی لوگ ہوں گے جو سوادِ اعظم بڑی جماعت میں ہوں گے"۔

(مناظراتِ ثلاثہ صفحہ 24 مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

ایک سوال:

مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کے ممدوح مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے علم ماکان ومایکون کے متعلق لکھا ہے کہ "مَاکَانَ وَمَایَکُوْن کو ہی علم الٰہی قرار نہیں دیا جا سکتا"

(ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ صفحہ 33 جولائی 1937)

رسولِ خدا کے لیے "مَاکَانَ وَمَایَکُونْ" ثابت کرنے والوں پر شرک و کفر کی گولہ باری کرنے والے مولانا ظہور احمد بگوی صاحب کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے کہ جو "مَاکَانَ وَمَایَکُونْ" کو خاصہ باری تعالیٰ ماننے سے انکاری ہیں؟

(3) مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے قاضی مظہر حسین دیوبندی کے بیانات سے کچھ نتائج اخذ کرنے کے بعد لکھا کہ

"ارباب علم و دانش! کیا یہ واقعات اور شواہدات و قرائن چلا چلا کر نہیں کہہ رہے کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ اکابرین علماء اہلِ سنت دیوبند کے حق و صداقت کے معترف ہو چکے تھے؟ اور اپنے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین دیوبندی کو دو سال دارالعلوم میں تعلیم دلوا کر اپنے سابقہ فتوے سے عملی اور اعلانیہ رجوع کر چکے تھے؟"

(احوالِ دبیر صفحہ 58 ناشر گوشہ علم 1-H-182 وپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام قاضی مظہر کے بیانات کی بنا پر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ نے اپنے سابقہ موقف سے عملی و اعلانیہ رجوع کر لیا تھا۔ اس لیے اگر بالفرضِ محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا نے "مَاکَانَ وَمَایَکُونْ" کو صفت خاصہ لکھا تھا تو کیا اسی طرح پچھلے صفحات میں آفتابِ ہدایت کے نقل کردہ اقتباس (جس میں آپ نے حضور ﷺ کے لیے ماکان و ما یکون کا علم ثابت لکھا ہے) اور مناظرہ سلانوالی میں مولانا کرم الدین دبیر کا اہل سنت کی طرف سے صدر مناظرہ بننے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے سابقہ موقف سے تحریری و عملی طور پر رجوع فرما چکے ہیں؟! اگر نہیں تو اپنے اور ہمارے استدلال میں معقول وجہ فرق بیان کیجیے۔

ضروری نوٹ:

مولانا کرم الدین دبیرؒ کے حوالے سے علم **"مَاکَانَ وَمَایَکُونْ"** کو خاصہ باری تعالیٰ کہنے والی بات کو بالفرضِ محال تسلیم کر کے جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر 6:

مولوی عبدالجبار سلفی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے قاضی مظہر حسین صاحب کو تعلیم کے لیے دیوبند بھیجا تھا۔

جواب:

قاضی مظہر حسین صاحب جعلساز ثابت ہو چکے لہٰذا ان کی بات قابلِ اعتبار نہیں:

1- پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے آفتاب ہدایت" میں کئی جگہ تحریفات کی ہیں جو کہ صریح بددیانت اور جعلسازی ہے اور قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب کے شیخ طریقت مولوی حسین

احمد مدنی صاحب کے والے سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس دستاویز میں ایک جھوٹ پایا جائے وہ تمام ناقابل اعتبار ہوتی ہے چونکہ پچھلے صفحات میں قاضی مظہر حسین صاحب کی جعلسازیوں کا بیان ہو چکا ہے اس لیے قاضی مظہر حسین صاحب کے بیانات کی بنا پر یہ بات کہنا کہ ان کو مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے دیوبند میں تعلیم کے لیے بھیجا تھا قطعاً غلط ہے۔

آخری عمر میں مولانا کرم الدین دبیر کی بینائی جاتی رہی تھی:

2- مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب نے قاضی مظہر حسین صاحب کی ایک تحریر نقل کی ہے جس میں ایک جگہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

"موتیا بند ہونے کی وجہ سے حضرت والد مرحوم کی بینائی جاتی رہی تھی"

(احوال دبیر صفحہ۷۵ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

اور قاضی مظہر حسین صاحب اپنے شہر سے دور بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے جیسا کہ انہوں نے خود بھی بیان کیا ہے کہ

"بندہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ سے رمضان المبارک کی تعطیلات میں جب واپس گھر آیا"

(احوال دبیر صفحہ۷۳ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

پہلے اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ زندگی کے آخری حصہ میں مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی بینائی چلی گئی تھی اور دوسرے نقل کردہ اقتباس سے معلوم ہوا کہ قاضی مظہر حسین صاحب پہلے ہی سے اپنے شہر سے دور دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں تعلیم حاصل کر رہے تھے لہٰذا ان دونوں اقتباسات کی روشنی میں یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قاضی مظہر حسین صاحب نے مولانا کرم الدین دبیر کے علم میں لائے بغیر دیوبند میں داخلہ لے لیا تھا مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کو قطعاً اس کی اطلاع نہ دی گئی کیونکہ اگر انہیں علم ہوتا تو وہ ضرور قاضی مظہر حسین صاحب کو روکتے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر علماء دیوبند کو ان کے گستاخانہ عقائد کی بنا پر مشرکین سے بڑھ کر گستاخ سمجھتے تھے جیسا کہ "الصوارم الہندیہ" پر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی لکھی تقریظ اور آپ کی دیگر کتب سے بھی بخوبی عیاں ہے کہ آپ کے علمائے دیوبند کے عقائد میں واضح فرق ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب نے دو سال سے بھی کم عرصہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی:

3- قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب آفتاب ہدایت کے شروع میں لکھتے ہیں کہ

''رمضان 1356 میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا''

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ نیو جنرل مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال)

پھر اس کے کچھ سطر بعد قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ

''شوال میں بندہ دارالعلوم میں داخل ہو گیا شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا''

(آفتاب ہدایت طبع ہشتم صفحہ ۲۱ مکتبہ رشیدیہ چکوال)

یعنی دو سال سے بھی کم عرصہ قاضی مظہر حسین صاحب نے تعلیم حاصل کی۔

دیوبند میں داخلہ کے وقت قاضی مظہر حسین صاحب کو اکابر دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی:

4- سلفی صاحب قاضی مظہر حسین صاحب کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''اس وقت میں اکابر دیوبند کے حالات سے واقف نہ تھا اور خاص عقیدت نہ رکھتا تھا صرف اس بناء پر داخلے کی خواہش پیدا ہوئی کہ طلباء سے سنتا تھا کہ دارالعلوم میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔''

(احوال دبیر صفحہ ۱۷ ناشر گوشہ علم 182-H-1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کرام! یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قاضی مظہر حسین اور عبدالجبار سلفی کے بقول مناظرہ سلال والی کے بعد مولانا کرم الدین دبیر نے علماء دیوبند سے متاثر ہو کر مسلک دیوبند قبول کر لیا تھا لیکن مندرجہ بالا اقتباس میں قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب صاف اقرار کر رہے ہیں کہ دیوبند میں داخلہ کے وقت ان کو علماء دیوبند سے خاص عقیدت نہ تھی اگر مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ نے اپنا مسلک تبدیل کیا ہوتا تو خود مولانا کرم الدین دبیر اور قاضی مظہر حسین دیوبندی کو علماء دیوبند سے ''خاص عقیدت'' ہوتی جو کہ اس وقت تک بھی نہیں تھی پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ وہ مناظرہ کے بعد علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے تھے۔

دوسری بات یہ کہ قاضی صاحب جب بھیرہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہاں قاضی صاحب کے بقول طلبا یہ کہتے تھے کہ دیوبند میں ہر کتاب صاحب فن کے سپرد کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ عناصر ایسے تھے جو دیوبند کے بارے میں یہ بات مشہور کرتے تھے بہت ممکن ہے کہ ان کی مدد سے قاضی صاحب نے دیوبند میں داخلہ لیا ہو۔

لہٰذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دیوبندیوں کے پیش کردہ تمام اعتراضات تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ مولانا کرم الدین دبیر کو دیوبندی کہیں تو یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

مولوی عبدالجبار سلفی صاحب کے دلائل جنہیں تلبیسات کہنا زیادہ مناسب ہوگا کا مدلل رد کر دیا گیا ہے اور الحمدللہ مضبوط دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ تادمِ آخر مسلک اہلسنت وجماعت بریلوی کے ساتھ ہی وابستہ رہے، سلفی دیوبندی نے اپنے مزعومہ دلائل کے بارے میں لکھا ہے

"پہاڑ سے وزنی دلائل"

(احوال دبیر صفحہ 79 ناشر گوشۂ علم 182-H واپڈا ٹاؤن لاہور)

قارئین کو خوب اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ پہاڑ سے زیادہ وزنی دلائل تو نہیں لیکن تلبیسات ضرور ہیں۔

مولانا کرم الدین دبیرؒ کی نمازِ جنازہ:

مولانا کرم الدین دبیرؒ کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی اس بات کا قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے تذکرہ نہیں کیا شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ کہیں قاضی مظہر حسین دیوبندی کے جھوٹ کا پول نہ کھل جائے کیونکہ مولانا کرم الدین دبیرؒ کی نمازِ جنازہ اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے عالم حضرت مولانا قاضی ثناءاللہ صاحب نے پڑھائی۔

قارئین کرام یہ ایک نہایت حیرت ناک بات ہے کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ کے جانشین ہونے کا دعویٰ کرنے والے قاضی مظہر حسین دیوبندی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ ان کے والد کا جنازہ کس نے پڑھا۔ ہوسکتا ہے کہ عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب کہہ دیں کہ قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب اس وقت قتل کے مقدمہ میں جیل کے اندر تھے تو جواباً عرض ہے کہ جناب نے خود "احوال دبیر" کے صفحہ 333 میں مولانا کرم الدین دبیر کے پہلے نکاح سے پیدا ہونے والے دو بیٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دوسرے بیٹے جناب ضیاء الدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

"دوسرے صاحبزادے ضیاء الدین فوج میں صوبیدار تھے۔ مولانا کرم الدین کے انتقال کے وقت بھی پاس تھے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے انشاءاللہ) آپؒ کی وفات غالباً 1975 ہوگئی تھی۔"

(احوال دبیر صفحہ 333 ناشر گوشۂ علم 182-H-1 واپڈا ٹاؤن لاہور)

اس کے بعد اسی کتاب کے آخر میں مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

''اگلے دن صاحبزادہ ضیاء الدین آپؒ کی میت بذریعہ گاڑی اپنے آبائی علاقے میں لے گئے۔ عوام الناس کے علاوہ بڑے بڑے علماء دین خانقاہوں کے گدی نشین اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور پورے اعزاز و تکریم کے ساتھ نمناک آنکھوں سے اسلام کے اس مخلص اور جفاکش مجاہد عالم دین کو لحد میں اتار دیا'' (احوال دبیر صفحہ 333 ناشر گوشہ علم 1-H-368 وپڈا ٹاؤن لاہور)

اس سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا کرم الدین دبیرؒ کے ایک صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی میت کو اپنے آبائی گاؤں لائے نمازِ جنازہ میں موجود تھے لیکن ان کی موجودگی کے باوجود قاضی مظہر حسین دیوبندی اور مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی نے یہ کہیں ذکر نہیں کیا کہ ان کا جنازہ کس نے پڑھا اور ان کو لحد میں کس نے اتارا اور ضیاء الدین صاحب کی وفات 1975ء میں ہوئی۔ (احوال دبیر صفحہ 333) کیا اتنے طویل عرصہ میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کو یہ موقع بھی نہ ملا کہ اپنے بھائی سے اس کے بارے میں تفصیلات حاصل کر سکیں؟

مولانا کرم الدین دبیر کی نماز جنازہ اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک کے عالم دین نے پڑھائی:

انجم شہباز سلطان صاحب مولانا کرم الدین دبیرؒ کی وفات و تدفین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''مولانا دبیرؒ کی وفات حافظ آباد میں ہوئی۔ آپؒ کی میت آبائی گاؤں میں لائی گئی۔ ملحقہ گاؤں موہڑہ کدھی کے نامور علمی اور روحانی خنوادہ حضرت مولانا غلام محمد خلیفہ حضرت شمس العارفین سیالوی کے پوتے امام النحو حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ مرید حضرت خواجہ سلطان محمد اعوان شریف نے مولانا دبیرؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور دربار عالیہ حضرت بابا پیر شاہ و حضرت بابا ستار شاہ کے متولی جناب سائیں غلام حسین ولد غلام حیدر سکنہ پادشاہاں نے آپؒ کا جسدِ خاکی قبر میں اتارا۔'' (شخصیات جہلم صفحہ 87 ناشر بک کارنر مین بازار جہلم) یہی بات انجم شہباز سلطان صاحب نے تاریخ جہلم صفحہ 462 مطبوعہ بک کارنر مین بازار جہلم میں بھی لکھی ہے۔

قارئین کرام! اگر مولانا کرم الدین دبیر دیوبندی مسلک اختیار کر چکے ہوتے تو اہلِ سنت و جماعت کے علماء و مشائخ قطعاً آپ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے۔ نیز مولانا کرم الدین دبیر کے صاحبزادے جناب ضیاء الدین صاحب بھی جنازہ میں موجود تھے۔ اگر مولانا کرم الدین دبیر دیوبندی مسلک کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہوتے تو وہ

یقیناً کسی دیوبندی عالم کو ہی نمازِ جنازہ کے لیے بلاتے لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر مسلک اہل سنت کے عالم دین تھے، مناظر تھے۔ اس لیے آپؒ کی نمازِ جنازہ بھی مسلک اہل سنت کے عالم دین نے ہی پڑھائی۔

قارئین کرام! یہ تھا مولوی عبدالجبار سلفی صاحب کے مضمون کا مختصر رد۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مولانا کرم الدین دبیر تادم آخر مسلک اہل سنت وجماعت بریلوی کے ساتھ ہی منسلک رہے۔ ان کو دیوبندی قرار دینا سراسر غلط ہے مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمہ کی کتب مناظرات ثلاثہ اور السیف المسلول کے قدیم مطبوعے محترم محمد ایوب عطاری صاحب برہ زئی حضرو کے ذریعہ حاصل ہوئے جس کے لیے میں ان کا شکرگزار ہوں اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ جو حضرات اس مضمون سے فائدہ اٹھائیں راقم کے لیے دعائے خیر فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلک حق اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کے ساتھ وابستہ رکھے اور اسی مسلک حقہ پر موت دے۔

آمین

آمین یارب العالمین
میثم عباس حنفی قادری رضوی
10/03/2012

مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق تحقیقی مقالہ کی کاپیاں پریس میں جانے کے لیے تیار تھیں اسی دوران ماہنامہ حق چاریار کا ایک شمارہ دستیاب ہوا جس کے مطالعے سے یہ انکشاف ہوا جو ذیل میں آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔ (میثم قادری)

فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی کا اقرار کہ مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ تادم آخر اہل سنت و جماعت بریلوی سے منسلک رہے

فاضل دیوبند، قاضی شمس الدین درویش دیوبندی شروع میں مولانا کرم الدین دبیر کے مسلک کے متعلق قاضی صاحب کی تائید کرتے تھے لیکن بعدازاں انہوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ مولانا دبیر نے اپنا مسلک تبدیل نہیں کیا تھا، ذیل میں قاضی شمس الدین درویش دیوبندی (فاضل دیوبند) کی تحریر ملاحظہ کریں جس میں وہ قاضی مظہر حسین صاحب کی طبعی شدت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

> ''قاضی صاحب مزاجاً تند ہیں اور بیجا سخت گیر ہیں۔ یہ فطری شدت ان کی موروثی ہے کیونکہ ان کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب نے بھی علمائے دیوبند کے خلاف بہت دلآزار فتویٰ دیا تھا اور نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مرحوم کو قطعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مفصل فتویٰ تو مولوی حشمت علی لکھنوی کی کتاب الصوارم الہندیہ طبع دوم کے صفحہ ۱۱۱-۱۱۰ پر مذکور ہے اور اس کو باختصار امام اہل سنت مولانا علامہ محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی نے اپنے قیمتی رسالہ ''جواب شافی میں بھی نقل کیا ہے گو کہ قاضی مظہر صاحب نے اپنی کتاب خارجی فتنہ (جلد اول) میں اپنے والد کی اس تکفیری فتویٰ کی خاصی لیپا پوتی کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے کیونکہ اپنے والد کے ''رجوع الی الحق'' کو بغیر کسی تحریری ثبوت کے وہ صرف اپنی شہادت سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اصول یہ ہے کہ ''التوبة علی حسب الجنایة ان کانت جھراً فجھراً و ان کانت سِرّا فسِراً''، جبکہ یہاں گناہ تو (بارہا کا مطبوعہ ہے) اور مُشتہر ہے اور توبہ گھر کے اندر کی، ویسے بھی بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں شرعاً مردود ہے..... دو گواہ ہونے چاہئیں مولانا کرم دین کا یہ تکفیری فتویٰ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ درج کردیا ہے اور یہ مفصل فتویٰ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر فقیر سے علیحدہ بھی دستیاب ہے۔''

(ماہنامہ نقیب ختم نبوت صفحہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ جون ۱۹۹۰ء بحوالہ ماہنامہ حق چاریار لاہور جون/ جولائ

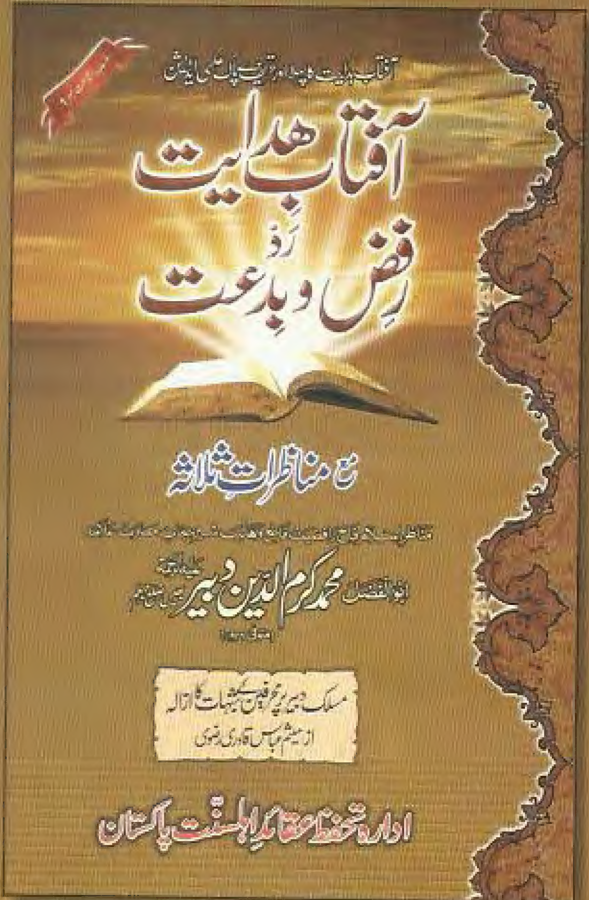

آفتاب ہدایت

ردِ رفض و بدعت

مع مناظراتِ ثلاثہ

ابو الفضل محمد کرم الدین دبیر

مسلک دبیر پر محرفین کے شبہات کا ازالہ
از میثم عباس قادری رضوی

ادارہ تحفظ عقائدِ اہلسنت پاکستان

ملنے کا پتہ

- مکتبہ غوثیہ کراچی پرانی سبزی منڈی کراچی
- مکتبہ سخی سلطان چھوٹکی گھٹی حیدرآباد
- نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور
- اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
- مکتبہ فیضان مدینہ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد
- برکات المدینہ بہادرآباد کراچی
- مکتبہ ضیاء السنہ بوہڑ گیٹ ملتان
- دائرۃ النور دربار مارکیٹ لاہور
- احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی
- اہل سنت پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

نیز اہلسنت کے دیگر مکتبوں سے طلب فرمائیں

ادارہ تحفظ عقائدِ اہلسنت پاکستان